McGill University Libraries
3001220841V

۷۸۶
۹۲

آج یہ دنیا ہے عبرت کی جگہ
جس کو ہم سمجھے ہیں عشرت کی جگہ

قصۂ یوسف سے عبرت چاہیے
بلکہ ہر شے سے نصیحت چاہیے

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

یوسف نامہ

(اَلْمُسَمّٰی بِہٖ)

گلدستۂ طریقت

(یعنی)

تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام

(مولفہٗ)

عالی جناب حضرت مولٰنا مولوی حاجی ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی و قادری
ابنِ حضرت مولٰنا مولوی سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی

(ملنے کا پتہ)

مینار بُک ڈپو چارکمان حیدرآباد

طبع رابع (۱۰۰۰)
فون نمبر ۵۲۰۵۲۶
قیمت ۲۵ روپے

Acquired
with funds from the
Aga Khan Foundation

McGill University Libraries
BP 128.4 A54 1952
Yūsuf nāmah, al-musammá bih Guldastah
3 001 220 841 V

McGill
University
Libraries
Islamic Studies Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ت تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام

ت سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی قادری مدظلہ

اہل نسبت کے قلب پر ہو — کیوں وجد کی کیفیت نہ طاری
فیض ارقام پیر و مرشد — صد شکر کہ پھر ہوا ہے جاری
اسم یوسف سے ہے جو موسوم — سورۃ اچھی حسین پیاری
تفسیر آج اس کی چھپ گئی ہے — ہے یہ فیضِ جنابِ باری

صدیقی ! ہے یہ مصرعہ سال
یوسف نامہ ہے فیض جاری

۱۳ ھ ۷۱

فقیر صدیقی قادری المجددی کان اللہ ۲۵ رجب ۱۳۷۱ھ دوشنبہ

BP128.4
A54
1952

Islamic

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہے حقیقت میں یہی بس حمد یار — یاد تو اس کی کرے لیل و نہار
ہے یہی تشریف و تکریم خدا — حکم پر اس کے کرے جاں کو فدا
کس سے ہووے نعتِ ختم المرسلیں — جز بذاتِ پاکِ رب العالمین

رونقِ گلزارِ محبوبی ہے وہ
عشق کے بازار کی خوبی ہے وہ

اے اللہ۔ اے ہمارے محبوب۔ اے ہمارے مقصود۔ آپ کی کتنی نعمتیں آج سے نہیں پیدا ہونے کے بہت پہلے سے ہم کو عطا ہو رہی ہیں۔ ہم نسیاً منسیا تھے۔ ہم کو آپ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ دنیا میں آنے کے لئے جب ہم پر طرح طرح کے انقلاب آ رہے تھے اُس وقت آپ ہی ہماری حفاظت فرما رہے تھے۔ آپ ہی کے آنکھوں کے سامنے آپ ہی ہاتھوں میں کیا سے کیا تغیرات ہوتے ہوئے جب ہم نے زمین پہ قدم رکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے لئے آپ نے لذیذ خوشگوار غذا ماں کے سینہ میں تیار کر رکھی ہے۔ آپ کی کریمی کے صدقے ہم سے زیادہ آپ کو ہمارا خیال ہے۔ جب ہم دنیا کی ہوا کھانے لگے تو ہم کو طرح طرح کی وہ ضرورتیں پیش آنے لگیں جو اور مخلوق کو بھی ہوتی ہیں۔ مگر ہماری ضرورتیں پوری ہونے کے لئے آپ نے وہ وہ انتظامات فرمائے ہیں جو دوسری مخلوق کو نصیب نہیں۔ ہم آپ کے کس کس احسان کو یاد کریں جیسے آپ نے ہماری ضرورت کی چیزیں ہمارے لئے تیار کر دی ہیں۔ ویسے ہی اُن چیزوں

کو بھی جن کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ صرف ہماری زینت اور رونق میں کام آتی ہیں۔ وہ بھی ہمارے لئے تیار فرما دیں۔ آپ کی تمام نعمتوں سے افضل و اعلیٰ عشق کی نعمت ہے۔ اسی نعمت سے انسان انسان ہے۔ ورنہ پھر وہ حیوان کا حیوان ہی ہے۔

عشق را نازم کہ یوسف را بازار آورد ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد

(عشق پر مجھ کو ناز ہے ان ہونے کام عشق کر دکھاتا ہے۔ یوسف جیسے پیغمبر کو کنعان سے کشاں کشاں مصر کے بازار میں پہنچاتا ہے۔ صنعا جیسے زاہد کو زنار پہنا کر چھوڑتا ہے۔)

بن مانگے بے گنتی نعمتیں دینے والے اللہ۔ جیسے ہم نے آپ کی اور نعمتوں کی قدر نہ جانی ویسے ہی ہم نے آپ کی اس نعمتِ عشق کی بھی کچھ قدر نہ کی۔ عشق و محبت کس سے کرنا چاہیئے تھا۔ اب ہم کس سے کر رہے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز سے ہم کو محبت ہے۔ ایک نہیں ہے تو فقط آپ سے کوئی اولاد پر مر رہا ہے تو کوئی عورتوں پر۔ کوئی جائدادوں پر تو کوئی مال و دولت پر سب غلطی پر ہیں۔ اور اپنی غلطی کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔

افسوس ہم نے یہ نہ سمجھا کہ مخلوق کی محبت میں عمر بھر گھلنا اور جلنا ہے۔ چین و اطمینان ہے تو خدا ہی کی محبت میں ہے۔ اس لئے کہ دل کی ہلاکت غیر خدا کی محبت میں غرق ہونے سے ہے جس دل میں خدا کی محبت ہوگی۔ وہ خدا کا راستہ چلے گا اور جس دل میں غیر خدا کی محبت ہوگی وہ ہمیشہ ٹیڑھے راستہ پر بھٹکتا ہی رہے گا میرے دوستو۔ یہ دل بنا ہی ہے کسی نہ کسی کو دینے کے لئے۔ اگر خدا کو نہ دوگے تو اور کوئی اس دل کو لے لے گا۔ غیر خدا کو دل دینے والو۔ چند روز عیش و آرام کر لو کہاں گیا فرعون اور کہاں ہیں سامانی اور کس جگہ ہیں کیانی۔ روم کے قیصر کہاں چھپ گئے۔ اور یونان کی اولوالعزم قومیں کہاں جا بسیں۔ ہندوستان کے قدیم راجگان کہاں گئے سیر خلجی اور تغلق لودھی کہاں چلے گئے۔ تموریوں کا اوج موج کہاں گیا۔ رہے نام اللہ کا یہ ہے انجام غیر خدا کو دل دینے والوں کا جنھوں نے خدا کو دل دیا ہے۔ ان کو انتہائی ٹوٹی

چھوٹی حالت میں وہ لذت ملتی ہے جو سلطنت میں بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ بعض بندگانِ خدا نے جب سلطنت چھوڑ کر خدا کی محبت اختیار کی تو پھر کبھی سلطنت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

میرے دوستو۔ اگر چین و اطمینان چاہتے ہو تو خدا کی محبت پیدا کرو۔ اُسی سے علاقہ جوڑو اور تمام عالم سے کہہ دو کہ ہم نے ایک ذات سے علاقہ جوڑ لیا ہے۔ جو اُس سے ملے وہ ہمارا دوست ہے جو اُس سے الگ رہے وہ ہم سے الگ ہے۔ اطاعت کریں گے تو ہم اُسی کی احکام مانیں گے تو ہم اُسی کے۔ جب یوں تم اس کے ہو جاؤ گے تو کیا وہ تمہارا نہیں ہو گا؟ ضرور ہو گا۔ کیسے نہ ہو گا۔ بار بار تو اُس کی طرف سے اس طرح ندا ہوتی رہتی ہے "بندے ہم تیرے ہیں تو بھی تو ہمارا ہو جا" جب تم اس کے ہو جاؤ گے تو راحت کی زندگی تم کو ملے گی۔ اور حیاۃ طیبہ تم کو حاصل ہو گی۔ اور جو غیر خدا کی محبت میں غرق ہو جاتے ہیں تو ان کو صرف عقل معاش رہتی ہے عقل معاد چھین لی جاتی ہے۔ کھانے پینے جماع کی خواہشات میں جانوروں کی طرح گھر جاتے ہیں۔ جسمانی لذات کے ظلمات میں رات دن پھنسے رہتے ہیں۔ درندوں کی طرح عادتیں ہو جاتی ہیں جس چیز کی وجہ سے انسان کی ایک عالم میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ وہ دل ہے۔ یہ اسی دل کو جس سے ان کی قدر ہے سیاہ کوئلہ بنا دیتی ہیں دنیا میں ان کے دل ایسے پھنسے ہوئے رہتے ہیں کہ ان کو اللہ یاد آتا ہے نہ اللہ کے سامنے جانے کا کچھ ڈر رہتا ہے۔ ایسی حالت میں رہنے والوں کو چاہیئے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگو تم جانور نہ بنو تم درندے بنتے ہو۔ درندہ پن چھوڑ دو۔ تم سیاہ دل لے کر نہیں آئے ہو۔ تمہارا دل سادہ تھا۔ دل کو جلا دے کر نورانی بنا کر مظہر تجلیات بنانے کے لئے آئے ہو تو دل کو مظہر تجلیات بنا لو۔

سوچو۔ خوب سوچو یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جس محبت کا محبوب باقی۔ وہ محبت باقی۔ اس کا محب باقی اور فانی محبوب کا عشق فانی ہوتا ہے فانی عشق کے ساتھ عاشق بھی

فانی معشوق بھی فانی اور اس فانی عشق کا انجام حرمان ہی ہوتا ہے۔ ذرا مجنوں کو دیکھو وہ لیلیٰ کا عاشق ہوا۔ چھوٹی سی عمر میں لیلیٰ کے عشق کی آگ مجنوں کے سینے میں بھڑکی ہمیشہ سرگرداں رہا۔ عمر بھر لیلیٰ لیلیٰ پکارتا رہا اور کبھی ریت کو کاغذ انگلی کو قلم۔ بنا کر لیلیٰ کا نام لکھا کرتا تھا۔ کسی نے اس سے پوچھا مجنوں یہ کیا کر رہے ہو؟

گفت مشقِ نام لیلیٰ می کنم   خاطرِ خود را تسلی می دہم

(مجنوں نے کہا محبوبہ تو ملتی نہیں اس کے نام سے ہی دل کو تسلی دے رہا ہوں)

لیلیٰ کے عشق میں کیا کیا کیا۔ آخر مجنوں کہلایا۔ فانی عشق سے مجنوں کو یہ ثمرہ ملا۔ پھر ایک دن لیلیٰ کے فراق میں کسی جنگل میں مر کر رہ گیا۔

اے مجنوں کاش یہ عشق کی طاقت تو خالق لیلیٰ کے جانب صرف کرتا دونوں جہاں میں کامیاب رہتا۔

زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتوں کا واقعہ تو آپ نے سنا ہوگا۔ یہ عورتیں مصر کے معزز لوگوں کی تھیں جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ان کے عشق میں پاگل ہوگئیں۔ کوئی پاگل خانہ میں جاکر مری، کوئی مصر کی گلی کوچوں میں یوسف یوسف پکارتی ہوئی مری۔ سب کے سب دین دنیا سے کھوگئیں اے عورتو! ایسی محبت تمہیں یوسف کے خالق محبوب حقیقی رب العالمین سے کرنی چاہیئے تھی۔ یہ کس فانی عشق میں تم نے اپنی جانیں دے ڈالیں۔ ہائے پھر جان دینے کا کچھ مزہ بھی نہ پایا۔

کاش یہ جانیں مولیٰ کے عشق میں جاتیں تو اس خون کے صلہ میں دیدار محبوب نصیب ہو جاتا۔ دور کیوں جائیں بی زلیخا کو ہی دیکھو حضرت یوسف کے عشق میں ان کا کیا کچھ حال خراب نہ ہوا۔ چھوٹی سی عمر میں جب سے خواب میں حضرت یوسف کو دیکھا اسی دن سے عاشق ہوئیں۔ نوے سال کی عمر تک عشق۔

روز بروز زیادہ ہوتا گیا. مصر کے خزانے یوسف کی خریداری میں خالی کئے کیسی اٹھتی جوانی. کیسا بے نظیر حسن خاک میں ملا دیا. سب کچھ تھا مگر محبت الٰہی نہیں تھی. اس لئے بجز حرمان اور خسران کے کچھ حاصل نہ ہوا. پھر اللہ تعالیٰ نے بی زلیخا کی دستگیری کی وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو چاہنے لگیں اور وہ اللہ کی ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کا ہو گیا اور منھ مانگی مراد اُن کو ملی. اب اس اجمال کی تفصیل سنئے۔ لہ

ہے یہ وہ دلکش خدائی داستاں + محو حیرت جس سے ہیں پیر و جواں
اس کو سننا ہے اگر اے دوستو + دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لو
اشک آنکھوں سے رواں ہونگے ضرور + بخشدے گا تم کو وہ ربّ غفور

فضائلِ سورۂ یوسف

جو سورۂ یوسف کی ہمیشہ تلاوت کرتا رہے گا اور اس کے معنی کو سوچتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو طرح طرح کی خوشیاں عنایت فرمائے گا جو غمزدہ سورۂ یوسف سنے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو راحت بخشے گا.

تمہید

انسان کو اللہ تعالیٰ سے روکنے والی دو چیزیں ہیں ایک عقل[1] دوسرا نفس[2] عوام کو نفس روک رہا ہے تو حکما کو جس چیز نے پیغمبروں کا اتباع کرنے نہیں دیا وہ عقل ہی ہے کیوں کہ انہوں نے نفس کا علاج بخوبی کر لیا تھا. اخلاق ان کے مہذب تھے صرف عقل ہی ان کو روکتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے.

فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

اپنے علم پر اترا گئے. اپنے علوم کے سامنے انبیاء کے علوم کو پست سمجھے تھے مگر ان عقل کے بندوں نے اتنا نہ سمجھا کہ انبیا کو نفع رسانی مقصود ہے. نافع مضمون کے ذریعہ عوام سے لیکر خواص تک نفع حاصل کر سکتے ہیں. نافع مضمون عجیب وغریب نہیں ہوتے بلکہ سننے سے معمولی معلوم ہوتے ہیں. مگر جب ان پر عمل کیا جائے تو اس وقت ان کا نفع معلوم ہوتا ہے. باوجود اتنا سہل ہونے کے لطف یہ ہے کہ جتنا غور کیا جائے اسی قدر زیادہ باریکیاں اس میں نکلتی ہیں. بہت باریک اور مشکل مضمون میں نفع نہیں ہو سکتا صدرا، وشمس بازغہ کو ایک طرف رکھئے قرآن وحدیث کو ایک طرف اس وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ کس سے نفع زیادہ ہے. صدرا، شمس بازغہ سے

سرور دہی زیادہ اور غرور تکبر کے سوا کچھ نہیں پیدا ہوتا۔ قرآن و حدیث عام فہم ہیں اور نفع اتنا کہ آخرت تو آخرت دنیا بھی درست ہو جاتی ہے۔ اس لئے انبیاء کے علوم عام فہم و آسان ہوتے ہیں۔ ورنہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں کس کے سمجھ میں آسکتیں؟

خدا اور رسول تو ہم سے ایسی باتیں کر رہے ہیں جیسے باپ بچوں کے ساتھ بچوں کی بولی بولتے ہیں۔ جیسے ممّا ہپّا۔ اگر اللہ و رسول اپنے رتبہ پر رہ کر بولیں تو نہ کسی کے سمجھ میں آئے اور نہ فائدہ پہنچے۔

حکایت

لکھنؤ میں ایک مولوی صاحب تعلقدار تھے۔ گاؤں کے کاشت کار ان کے پاس آئے تو تعلقدار صاحب نے ان سے پوچھا امسال آپ کے کشت زار گندم پر تقاطر امطار ہوا یا نہیں۔ تو وہاں جتنے کسان تھے ایک دوسرے سے کہنے لگے چلو بھائی ٹہر کر آئیں گے۔ ابھی تو سرکار قرآن پڑھ رہے ہیں۔ جیسے کسان نہ سمجھے ایسے ہی ہم بھی نہ سمجھ سکتے۔ یہ خدا کا اور اس کے رسول کا احسان ہے کہ ہم سے آسان زبان میں عام فہم بول رہے ہیں۔ مگر حکماء اس کو معمولی سمجھتے تھے ان کے عقل کی آزمائش کے لئے فرماتا ہے۔ الٓرٰ۔ اب عقل سے کام لو رہ گئی عقل؟ سب عاجز ہیں کسی کے سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے کوئی تو عجز کا اقرار کر رہا ہے۔ کوئی زور لگا کر اپنے عقل کے موافق مطلب بتا رہا ہے۔ بعضوں نے کہا عرب کی عادت ہے کہ ایک بڑے لفظ کو مختصر کر لیتے ہیں۔ شاید انگریزی میں بھی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے کہا کسی سورہ کے شروع میں الٓرٰ ہے کسی سورہ کے اول میں حٰمٓ اور کہیں نٓ ہے۔ سب کا مجموعہ ہے۔ الرحمٰن۔ الرّحمٰن کو مختصر کر کے کہیں الٓرٰ اور کہیں حٰمٓ اور کہیں نٓ فرمایا ہے غرض کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ اصل مطلب کو اب تک کوئی نہ پہنچا۔ اصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے۔

کل پیغمبروں کے علوم بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے ہیں۔ منجملہ ان کے

آدمؑ و ادریسؑ علیہما السلام کا علم بھی دیا گیا ہے۔ جس کو علم الحروف کہتے ہیں جیسے سلیمان علیہ السلام کا علم جو زبان طیور وغیرہ کا علم تھا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ علوم دیئے گئے تھے۔

یہ الٓر علم حروف سے ہے جو حضرت کے سوا کوئی نہیں سمجھتا یا حضرت کی برکت سے بعض خاص اولیاء اللہ بھی کچھ سمجھتے ہیں۔

یہ الٓر عام کے لئے نہیں ہے اس لئے عام فہم نہیں کہا گیا۔

حکایت ایک کورٹ انسپکٹر کہتے تھے کہ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ایک کتاب رکھی ہوئی تھی میں اٹھا کر دیکھنے لگا وہ کہنے لگے تمہارے کام کی نہیں ہے۔ تم نہیں سمجھو گے یہ خفیہ پولیس کی اصطلاحیں ہیں جن کو وہ باہم بولتے ہیں ایسا ہی یہ الٓر وغیرہ بھی ہمارے کام کے نہیں ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ عاشق و معشوق کی اصطلاحیں ہیں ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین راہم خبر نیست

اللہ تعالیٰ اور حضرتؐ باہم ان حروف سے باتیں کرتے ہیں، وہی سمجھتے ہیں خود ملائکہ حامل وحی کو بھی خبر ہونا ثابت نہیں اس لئے اب آگے چلیے۔

شانِ نزول

مکہ معظمہ کے کفار سے یہودیوں نے یہ کہلا بھیجا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عاد و ثمود کے حالات تو بیان کرتے ہیں یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ ذرا یہ تو پوچھو یعقوبؑ کی اولاد مصر میں کیوں گئی تھی۔ یوسفؑ میں اور ان کے بھائیوں میں کیا معاملہ گذرا۔ یوسفؑ مصر میں کیسے آئے۔ یہ باتیں ایک ان پڑھ آدمی خصوصاً مکہ معظمہ کا رہنے والا جہاں ایسے علمی باتوں کا کچھ چرچا نہیں ہرگز نہیں بتا سکتا۔ اس سوال سے وہ عاجز ہو جائیں گے جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا اور یہ سورۃ اتری۔ سب دنگ رہ گئے اور مان لیا کہ یہ سچا نبی ہے

مگر کم بختوں کو حسد نے زبان سے اقرار نہیں کرنے دیا۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب جمال محمدیؐ اور حُسن نبوی نے صحابہ کو حیرت و دود اور بے خبر بنا دیا تو خوف ہوا کہ کہیں یہ عشق و محبت صحابہ کا وہ حال نہ کر دے جو یوسفؑ کے لئے مصر کی عورتوں کا ہوا تھا۔ اس لئے یہ دلکش قصہ سنا کر صحابہ کو بہلایا جاتا ہے کہ عشق کا انجام و آغاز ایسا ہوتا ہے سنبھلو طریق عبادت و حکومت میں استقامت سیکھو ادھر حضورؐ سے فرماتے ہیں۔

إِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ

حضور آپ صحابہ کی بے خودی اور ان کے جذب و عشق سے بے خبر تھے ہم ان کو اس طرح بہلا کر سنبھالتے ہیں۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ

یہ سورۂ یوسف بھی قرآن کی آیتیں ہیں۔ آیۃ کے کئی معنی ہیں عبرت۔ معجزہ نشان قدرت۔ جز کلام اللہ۔ قرآن شریف کے ہر ایک فقرہ پر یہ سب صادق آتا ہے بے شک قرآن شریف کا ہر ایک فقرہ عبرت بھی ہے اور معجزہ بھی ہے اور نشان قدرت بھی ہے اور جزء کلام اللہ بھی۔

آیت کے معنی پیغام کے بھی آتے ہیں۔ قرآن مجید کی ہر ایک آیت منجانب اللہ ایک پیغام ہے مخلوق کی طرف اس لئے اس کو آیت کہتے ہیں۔

گو وعدے ہو چکے ہیں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى قرآن کو آپ نہیں بھولیں گے۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ

اس کو جمع کرا دینے کے ہم ذمہ دار ہیں۔ إِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ آئندہ بھی ہم اس کے حافظ و نگہبان ہیں۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ایک ایسی جماعت ہمیشہ موجود رکھی جائے گی۔ جن کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ رہیگا باوجود اس کے حضرتؐ نے ایسا اہتمام فرمایا تھا کہ آیت اتری۔ گو رات کا وقت کیوں نہو فوراً آپ اس کو لکھوا دیتے پھر نماز میں پڑھ کر سنا دیتے۔ اس لئے قرآن کا نام ہی کتاب

رکھا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن قبل نزول بھی لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ اس لئے اس کو کتاب کہتے ہیں۔

تیسری وجہ کتب کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ قرآن شریف ہی ایسا کلام ہے کہ اس میں وعظ نصیحت مثالیں خوشخبریں ڈرانے والی خبریں یہ سب احکام جمع ہیں۔ یہ قرآن کتاب مبین ہے یعنی ایسی کتاب ہے کہ جس کسی چیز کو بیان کرتی ہے تو نہایت وضاحت سے بیان کرتی ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

ہم نے اس کتاب کو قرآن بنا کر عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم خوب سمجھ سکو

قرآن صیغۂ مبالغہ ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ بکثرت پڑھی جانے والی کتاب ساڑھے تیرہ سو سال کا زمانہ شاہد ہے کہ یہ پیشین گوئی برابر پوری ہوتی چلی آرہی ہے یہی وہ کتاب ہے جو اول سے آخر تک رمضان میں پڑھی اور سنائی جاتی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جسے ایک دن میں پانچ وقت کروڑوں مسلمان پڑھا کرتے ہیں۔ اسی آیت میں اس قرآن کے دو وصف بیان کئے گئے ہیں۔

۱ کتاب ۲ قرآن

اگر کوئی شخص دنیا بھر کے تمام مذہبوں کی کتابوں کی تاریخ پر نظر ڈالے تو وہ دیکھیگا کہ کتاب اور قرآن یہ دونوں صفتیں کسی کتاب پر ہر وقت اور ہر زمانے میں پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آئیں گی۔ ابتدائے نزول سے آج تک قرآن پر ہی صادق آتا ہے کہ یہ کتاب بھی ہے ورنہ اور کتابیں لکھی گئی ہیں تو پڑھی نہیں گئیں پڑھی گئیں تو لکھی نہیں گئیں۔ یہ کہنے سے ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا۔ اس سے ایک تو عرب پر احسان جتلانا ہے کہ اے عرب تم دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھے۔ کسی زبان سے واقف نہیں تھے۔ تم میں ہزارہا سال سے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ قرآن تمہاری زبان میں اتارا جاتا ہے کہ تم سمجھو اور دوسری قوموں کو سمجھاؤ۔ اسی وا [illegible] ث میں آیا ہے کہ عرب سے تین

وجہ سے محبت رکھو۔ اس واسطے کہ میں عرب ہوں۔ قرآن عربی ہے اور جنتیوں کی زبان عربی ہے

اور تمام دنیا والوں پر بھی احسان جتلاتا ہے کہ قرآن کو عربی میں اتار کر تم سب

پر احسان کیا ہے کیونکہ یہ تو ہر شخص مانتا ہے کہ :-

آخر اس کتاب کی کوئی نہ کوئی زبان تو ہونا چاہیئے مگر غور طلب یہ بات ہے کہ

اس آخری کتاب کی کونسی زبان ہونا چاہیئے۔ کوئی یوروپین زبان نہیں ہو سکتی تھی

اس لئے کہ یورپ روحانیات میں ایشیا کا شاگرد ہے۔

اخبار الاندلس میں ایک انگریز لکھتا ہے انگریزی زبان کے بہت سے

الفاظ بغیر بدلے عربی سے لئے گئے ہیں۔ فرانسیسی زبان کے اکثر الفاظ و محاورات عربی

سے لئے گئے ہیں۔ اسپینی زبان تو گویا عربی زبان کی بگڑی ہوئی زبان ہے۔

اٹلی پر صقلیہ کے مسلمانوں نے جو اثر ڈالا وہ معلوم ہے۔

ام الالسنہ میں (۳۷۴) ایسے الفاظ کی فہرست دی گئی ہے جو انگریزی

میں عربی سے لئے گئے ہیں اور غور کیا جائے تو اور بھی نکل سکتے ہیں وہ زبانیں خود مستقل

نہیں عربی سے لئے ہوئے الفاظ شامل ہیں۔ غرض سب عربی کی محتاج زبانیں تھیں ان کو

کیا ترجیح ہو سکتی تھی۔

دوسری وجہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو اصلاح کے لئے مرکز بنا کر ساری

ذمہ داری اسمٰعیل علیہ السلام پر ڈالی تھی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پدری زبان بابلی، مادری زبان قبطی۔ علمی زبان

عبرانی اور فلسطین میں رہ کر وہاں کی زبان بھی سیکھی تھی۔

یمن۔ حضرموت ۔ نجد دلجا کے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ حجاز کے حکمران

خاندان کے داماد تھے۔ ان کی دوسری بیوی مصر کی تھیں۔ عربی زبان میں تبلیغ کرتے تھے

اس لئے کل ملکوں کے علوم کی جامعیت عربی میں پیدا ہو گئی تھی۔ انوار نبوت اور علوم

سماویہ اس میں ملنے سے کامل ہو گئی۔

تیسری وجہ وید کی زبان ژند کی زبان۔ توراۃ کی زبان۔ انجیل کی زبان کیا

آج دنیا میں کسی جگہ بولی جاتی ہے۔ کہیں نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے جس کو آئندہ کا علم ہے اپنی آخری کتاب کے لئے ایسی زبان کو نہیں اختیار کیا جو مٹنے والی ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والی زبان تھی اس کو اختیار کیا۔

مصر۔ شام۔ مراکو۔ سوڈان۔ الجزائر۔ ٹیونس میں عربی زبان ہے۔ صرف مسلمان نہیں لاکھوں یہودی کروڑوں عیسائی ہزاروں قبطی وحبشی کی بھی یہی عربی زبان ہے۔ لیڈن سے برازیل تک اخبار ورسالے عربی زبان میں نکلتے ہیں۔ جس زبان میں اس قدر قوت حیات ہے۔ آخری کتاب کے لئے اس کا انتخاب کرنا فطری بات ہے اخبار الاندلس میں ایک انگریز لکھتا ہے عربی زبان کی شیرینی اس کی حیات بخش قوت اس کا رسیلاپن اس کے استعارات کی کثرت عربی کو شاعری کے لئے اتنا موزوں بنا دیا ہے کہ یہ درجہ دنیا میں کسی اور زبان کو حاصل نہیں ہے۔

وہی انگریز لکھتا ہے کہ عربی کے نثر میں نظم کا مزہ آتا ہے۔

علمی حیثیت سے بھی عربی کے عجیب خصوصیات ہیں جس کو میں اس وقت کہہ نہیں سکتا۔ حروف کے مخرج کا اثر معنی میں پہنچتا ہے جیسے میم اس کے نکلنے کے وقت ہونٹ ملتے ہیں۔ جب لفظ میں میم آئے گی اس کے معنی ملنے کے ہوں گے۔ جیسے

اُم۔ بچہ اپنے ماں سے ملا ہوا۔

تواَم۔ دو بچے ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔

ہم۔ دل سے فکر ملی ہوئی۔

ضم۔ ایک شئے دوسری شئے سے ملی ہوئی۔

غرض عربی زبان میں ایسے ایسے اسرار ہیں کہ دوسرے کسی زبان میں نہیں اس لئے آخری کتاب کے لئے عربی کو پسند فرما کر تمام عالم پر احسان کیا۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا

اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ

اے ہمارے نبی آپ پر جو قرآن کی وحی کی جارہی ہے اس کے ضمن میں ہم آپ پر

یوسف علیہ السلام کے واقعات بیان کرتے ہیں اچھے طریق سے۔ اس مذکورہ معنی میں
تصص مقدر ہے۔ اس کے معنی ہیں اچھے طریق سے بیان کرنا۔ اچھے طریق سے بیان
کرنے کا اس طرح فیصلہ ہو سکتا ہے کہ توراۃ وانجیل میں بھی قصۂ یوسف ہے اور قرآن
بھی قصۂ یوسف بیان کر رہا ہے۔ دونوں کو ملا کر آپ دیکھئے خود آپ فرمائیں گے کہ قرآن
کس قدر اچھے طریقہ سے بیان کرتا ہے۔ بے ضرورت واقعات کو حذف کرتے ہوئے
بیچ بیچ میں کہیں عبرت دلاتا ہے۔ اور کہیں نصیحت کرتا ہے کہیں توحید پر دلائل قائم
کرتا ہے۔ جگہ جگہ بہتر بہتر نتیجہ نکالتا جاتا ہے کہ توراۃ وانجیل میں ایسا کچھ بھی نہیں
یا قصص مصدر بمعنی اسم مفعول ہے ہم آپ کو بہترین قصہ سناتے ہیں۔

قصۂ یوسف کو بہترین قصہ کیوں فرمایا۔ اس لئے کہ اس قصۂ یوسف میں عبرتیں
بھی ہیں اور حکمتیں بھی اور وہ وہ فوائد ہیں کہ جو دین اور دنیا میں کام آئیں بادشاہوں
کے کام کی باتیں ہیں اور غریبوں کی بھی۔ عورتوں کی مکاریاں بھی معلوم ہوتی ہیں۔
دشمنوں کی ایذا پر صبر کرنا۔ دشمنوں پر قابو پانے کے بعد درگذر کرنا یہ سب کچھ اس
قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے یہ قصۂ یوسفؑ کا بہترین قصہ ہے۔ ایک اور بات
سناتا ہوں۔ سنو صاحبو! ساری دنیا کس چیز کی متوالی ہے کون سے نشہ سے چور ہے
ہائے جس کو دیکھو محبت میں مست ہے۔

لوہے کو مقناطیس کی محبت ہے جب مقناطیس کو دیکھتا ہے تو بے تدہ ہو کر جا لپٹتا ہے
گھاس کا تنکا کہربا پر عاشق ہے کہربا کو دیکھا تنکے نے تو ادھر کا ہی رخ باندھا۔
مچھلی پانی پر مرتی ہے۔ ایک لحظہ جدا ہوتی ہے تو کس طرح تڑپتے ہوئے
اپنے معشوق پانی سے جا لپٹتی ہے۔

پروانہ نے تو عشق کی داستان ہی ختم کر دی۔ اپنے محبوب کی پیاری
صورت پہ جان قربان کر دی

مور شیر کا عاشق ہے جہاں شیر کی آواز سنی یا اس کی صورت دیکھی دیوانوں
کی طرح دوڑتے ہوئے شیر کے منہ سے منہ ملائے ہوئے اس کے جسم سے لپٹا ہوا گھرا رہتا ہے

ہائے انسان نے تو کچھ حد ہی نہ رکھی۔ کوئی اولاد پر مر رہا ہے تو کوئی عورتوں پر
کوئی جائیداد پر تو کوئی مال و دولت پر ؎

ہے زمیں سے آسماں تک بے گماں — فتنہ و غوغائے عشقِ عاشقاں
عشق سے پیدا ہوئے کون و مکاں — عشق سے روشن ہیں یہ دونوں جہاں
عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں — گِل سے بدتر ہے وہ دل اے مرد دیں
گر نہ پیتی عشق یوسف کی شراب — کب زلیخا کی کوئی لکھتا کتاب
ذکر اس کا ہوتا کیوں قرآن میں — ہوتیں نازل آیتیں کب شان میں
پیتا اگر مجنوں نہ اس کلفت کا جام — تا قیامت کون لیتا اس کا نام
گر وہ شیریں پہ نہ ہوتا مبتلا — کب کوئی فرہاد کو پہچانتا

دوستو۔ دنیا کی ساری چیزوں میں عشق و محبت بہترین چیز ہے اور یہ عشق و محبت ایک قصۂ یوسف میں بھی ہے اس لئے یہ بہترین قصہ ہے۔

ایک بات اور یہ ہے کہ پانچ حواس ہیں۔ ہر ایک جس چیز کے واسطے بنایا گیا ہے۔ اس کو اسی میں لذت ملتی ہے۔ آنکھ کو اچھی صورتوں اور اچھی چیزوں میں کان کو اچھی آوازوں میں ناک کو خوشبوئیوں میں۔ زبان کو مزہ دار کھانوں میں ہاتھ کو نرم چیزوں میں لذت ملتی ہے۔ ساری دنیا کی چیزیں ان ہی پانچ حواس کی مرغوب ہیں دل کو لذت ملتی ہے۔ عشق و محبت میں اسی واسطے عشق و محبت دل کو مرغوب ہے۔

حکایت جب مجنوں لیلیٰ کا عاشق ہوا۔ اس کی محبت کا قصہ سارے شہر میں مشہور ہو گیا۔ لیلیٰ کے دروازے پر آنے کی ممانعت ہو گئی۔ بادشاہ وقت کو خبر ہوئی۔ اس نے کہا اگر مجنوں گھر پر آئے تو اس کو قتل کر دو۔

مجنوں کی حالت گھر والوں سے نہ دیکھی گئی تو لیلیٰ کے ماں باپ سے کہا کہ ہاں کبھی ہے مجنوں کا نکاح لیلیٰ سے کر دو تو انہوں نے کہا عرب میں رواج ہے کہ عاشق سے نکاح نہیں کرتے جب یہاں سے جواب مل گیا تو لوگ مجنوں کو کعبہ میں لائے اور پردہ ہاتھ میں دیکر دعا کرو الٰہی

اَللّٰهُمَّ اَزِحْنِىْ مِنْ مُحِبِّ لَيْلٰى

الٰہی لیلیٰ کی محبت چھڑا دے

تو اس وقت مجنوں کہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَزِحْنِىْ مِنْ حُبِّ لَيْلٰى

الٰہی لیلیٰ کی محبت میرے دل سے مت نکال

دیکھو دوستو! محبت میں دل کو کیا لذت مل رہی ہوگی کہ جاں پر بنتی ہے تو محبت میں کمی ہونا نہیں چاہتا۔ جیسے دل تمام اعضا میں بہتر ہے ایسا ہی دل کی مرغوب عشق و محبت بھی اعضا کی مرغوب چیزوں سے بہتر ہے۔ اور یہ عشق و محبت اس قصہ میں ہے۔ اس لئے یہ قصہ بہترین قصہ ہے سنو دوستو! ایک اور بات سنو۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسنؓ اور حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں لئے خوش خوش بیٹھے تھے حضرت کے گود کو کس برج سے تعبیر کروں چاند و سورج اس میں چمک رہے تھے یا گود کو عدن کہوں تو موتیوں سے بھرا ہوا تھا یا چمن کہوں کہ جو گل و ریحان سے آراستہ تھا اگر عدن کہوں تو بھی ہو سکتا ہے یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ سے حسن حسین ہی مراد ہیں۔ اگر گل اور ریحان سے بھرا ہوا چمن کہوں تو سزاوار ہے هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا حضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ حضرت کبھی حسنؓ کا پیار لیتے اور کبھی حسینؓ کا کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آئے عرض کیا حضور کیا ان دونوں بچوں کو آپ دوست رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا میری اولاد میرے جگر کے ٹکڑے ہیں کیسے ان کو دوست نہ رکھوں۔ جبرئیل نے عرض کیا۔ حضور دونوں میں سے کس کو زیادہ چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنو جبرئیل دونوں ایک سیپی کے موتی ہیں۔ ایک آسمان کے دو چاند ہیں۔ ایک باغ کے دو سرو ہیں۔ ایک ڈالی کے دو پھول ہیں۔ دونوں میرے پاس برابر ہیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا حضور ایک کو زہر پلایا جائے گا اور ایک کو تلوار سے شہید کیا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا میرے بچوں کے ساتھ بے رحمی کون لوگ کریں گے۔ جبرئیلؑ نے کہا آپ کی امت میں سے ایک جماعت ایسا کرے گی۔

آپ نے فرمایا کیا مجھ پر ایمان لاکر میری شفاعت کی امید رکھ کر بھی
میرے بچوں کو شہید کرے گی۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تین دن کے
پیاسوں کے حلق پر تلوار چلائیں گے۔ جبرئیلؑ میرے بچوں کا کیا قصور ہوگا۔ جبرئیلؑ
نے عرض کیا کچھ قصور نہیں ظالم ظلم کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے
یہ پیغام آیا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ آپ کی تسلی کے لئے بہترین
قصہ اتارتے ہیں۔

قاتلان حسینؑ جو نافرمان امت سے ہیں ان سے تعجب مت کیجئے۔
یوسفؑ کے بھائیوں کو سوچئے کہ بھائی ہوکر کیا کیا۔ انہوں نے بھائی ہوکر ظلم
کیا اور یہ امتی ہوکر ظلم کریں گے۔

یہ یوسفؑ کا قصہ آپ کی تسلی کے لئے بہترین قصہ ہے۔ اس لئے اس کو احسن القصص
فرمایا۔ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ اس کے پہلے آپ بے خبر
تھے۔ نہ آپ کے دل میں اس قصہ کا خیال آیا تھا نہ آپ نے کبھی سنا تھا۔
ہمارے وحی کرنے سے آپ بیان کر رہے ہیں۔ یہ آپ کا معجزہ ہے۔

اب یہاں سے قصۂ یوسفؑ شروع ہوتا ہے

واقعہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزند تھے اسمٰعیل علیہ السلام
جن کو حضرت ابراہیمؑ نے مکہ معظمہ میں رکھا۔ دوسرے فرزند اسحاق علیہ السلام تھے
ان سے دو فرزند پیدا ہوئے عیصؑ اور یعقوب علیہ السلام عیص کو باپ زیادہ
چاہتے تھے اور یعقوب کو ماں۔ ہر پیغمبر کو ایک دعا مستجاب دی گئی ہے۔ ہر پیغمبر
نے دنیا ہی میں امتِ نافرمان کی ہلاکت کے لئے وہ دعا کی ہے۔ صرف ہمارے
حضرتؐ ہی نے اس دعا کو نہ حسنؓ و حسینؓ کے واسطے کیا نہ فاطمہؓ کے واسطے
بلکہ اس کو اٹھا رکھا شفاعت کبریٰ کے لئے۔

تو اسحاق علیہ السلام نے اس دعا کو عیص کے لئے کرنا چاہا۔ اس لئے عیص سے

کہا بیٹا مجھ کو شکار کر کے کباب کھلا دئیں تمہارے لئے نبی ہونے کی دعا کرتا ہوں
عیص گئے شکار کرنے۔ اُدھر یعقوبؑ سے ماں نے کہا بیٹا۔ یہ وقت کھونے کا نہیں ہے
جلد بکری کے کباب بنا کر باپ کو کھلاؤ۔ یعقوبؑ نے فوراً کباب تیار کئے۔ ماں نے ساتھ
جاکر کہا بیٹا کباب لایا ہے دعا کر دو اس کے لئے حضرت اسحاقؑ نے دعا کی کہ "جو یہ
کباب لایا ہے الٰہی تو اس کو نبی بنا اور اسی کی اولاد میں نبوت اور سلطنت رکھ"
اتنے میں عیص آئے کباب شکار کے لائے۔ واقعہ معلوم ہو گیا تو اسحاقؑ نے کہا۔ بابا
نبوت تو وہ لے گیا اب ایک اور دعا ہے جو تمہارے لئے کرتا ہوں "تمہاری اولاد
جیت سے زیادہ کثرت سے ہو" واقعی عیص کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ اسحاقؑ
کنعان میں رہتے تھے یعقوبؑ سے ماں نے کہا بیٹا عیص تمہارا دشمن ہو گیا ہے۔ تم کو
قتل کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اس لئے تم اپنے ماموں کے پاس شام کے ملک میں چلے جاؤ
یعقوبؑ اپنے ماموں کے پاس آئے۔ ماموں کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی کا نام لآیا اور
چھوٹی کا نام راحیل۔ یہ بہت خوبصورت تھیں۔ اس وقت تک دو سگی بہنوں سے
ایک شخص کا نکاح کرنا جائز تھا (موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے منسوخ ہوا) اس
لئے سات سال کی خدمت کو مہر مقرر کر کے دونوں بیٹیوں سے نکاح
کر دیا۔ ہر بیٹی کے ساتھ خدمت کرنے کو ایک باندی دی دونوں بیٹیوں نے دونوں
باندیوں کو اپنے خاوند یعقوبؑ کو ہبہ کر دیا۔ یعقوبؑ کو لآیا سے چھ بیٹے پیدا ہوئے
ان کے ساتھ کی باندی سے دو بیٹے اور راحیل کے ساتھ کی باندی سے دو بیٹے
یعقوبؑ سب کو لے کر کنعان میں آئے۔ عیص کے دل سے عداوت نکل گئی دونوں
بغل گیر ہوئے۔ راحیل جو خوبصورت بیوی تھی ان سے بہت دنوں تک اولاد نہیں
ہوئی۔ یعقوب علیہ السلام کی ۹۱ برس کی عمر تھی۔ راحیل کو حمل ہوا نو ماہ کے
بعد یوسفؑ پیدا ہوئے۔ کل حسن کے دس حصے کیئے نو حصے حسن یوسفؑ کو ملا اور ایک
حصہ تمام دنیا کو۔ یوسفؑ کا چہرہ اندھیری رات میں چاند کے مانند چمکتا تھا۔ دن
کو سورج کے مانند دکھائی دیتا تھا۔ جدھر منہ کرتے تو ادھر کی دیوار پر روشنی پڑتی تھی

جو دیکھتا وہ دنگ ہوکر کہتا تھا ؎

کیا ظہور قدرتِ یزداں ہوا انسان میں — آج یہ کیا چیز پیدا ہوگئی کنعان میں

کیا ہویدا یہ ہوا راحیل تیرے بطن سے — ہر گلی کوچہ در و دیوار روشن ہوگئے

آج کچھ ظاہر ہوئی حسنِ حقیقی کی جھلک — محو حیرت ہو رہے ہیں جس سے بس جن و ملک

دو سال کے بعد پھر راحیل کو حمل ہوا۔ دوسرے لڑکے بن یامین پیدا ہوئے۔ راحیل کا انتقال ہوگیا۔ یوسفؑ دو سال کی عمر میں بن ماں کے ہو گئے ؎

اب خدا حافظ ہے یوسف اور بن یامین کا — ننھی ننھی بیلیاں اور ماں کا سایہ اُٹھ گیا

کیا غمی اور کیسی بے پرواہ ہے ذات مطلقا — خود ہی سب کو پالتا ہے اس سے یہ ثابت ہوا

پرورش کچھ اُنسے ماں باپ پر رکھی نہیں — بلکہ جس سے چاہے وہ یہ کام لے ابہام نہیں

حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی بڑی فکر تھی۔ حضرت یعقوبؑ کی بہن دونوں کو اپنے پاس لے جاکر پرورش کرنے لگیں۔ یعقوبؑ گھڑی گھڑی آکر یوسفؑ کو دیکھتے۔ اب یوسف کسی قدر ہوشیار ہوئے پیاری پیاری باتیں کرنے لگے۔ یعقوبؑ نے کہا بہن اب یوسفؑ کے جدائی کی تاب نہیں۔ یوسف کو میرے ساتھ کردو۔ وہ بظاہر تو راضی ہوئیں رخصت کے وقت اپنا کمر بند چھپا کر یوسفؑ کے کمر میں باندھ دیا۔ اور رخصت کردیا اور کہنے لگیں میرا کمر بند چوری گیا۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے یوسفؑ کے پاس بھی ڈھونڈھا ان کی کمر سے نکلا تو اس وقت کے حکم شریعت کے موافق کہ چور کو ایک سال غلام بناتے تھے۔ ایک سال کے لئے پھر یوسفؑ کو اپنے گھر لے آئیں۔

ہائے رے عشق کچھ سوجتا ہی نہیں۔ ابھی دو سال ختم نہیں ہوئے تھے کہ پھوپی کا سایہ بھی اُڈ گیا۔ اب یوسفؑ باپ کے پاس پرورش پا رہے ہیں۔

تمہید

اس سورہ میں کئی خواب بیان ہوئے ہیں۔ اس لئے پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ خواب کیا چیز ہے۔

خواب (۴) طرح کے ہوتے ہیں۔

پہلا وہ خواب جو ہضم کی خرابی اور فساد معدہ سے نظر آتے ہیں۔ ایسے خواب دیکھنے والے کے مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی کے مناسب نظر آتے ہیں۔

صفراوی مزاج والا۔ تلوار۔ نیزہ، آگ، پیاس، سخت دھوپ دیکھتا ہے۔

سوداوی مزاج والا۔ سانپ، تاریکی شب، عفونت دیکھتا ہے۔

بلغمی مزاج والا۔ پانی۔ بارشں، سردی دیکھتا ہے۔

دوسری قسم خواب کی یہ ہے کہ قوت متخیلہ میں جو چیزیں دیکھی ہوئی یا پڑھی ہوئی یا سنی ہوئی جمع ہیں ان میں قوت متخیلہ جوڑ توڑ کرتی رہتی ہے۔ اس کا جز اس کے جز سے ملا کر دکھاتی ہے جیسے انسان کو دیکھا کر اس کا سر ہاتھی کا ہے یا ہاتھی کو دیکھا جو دو پانوں پر چلتا ہے۔

تیسری قسم خواب کی یہ ہے کہ بذریعہ خواب شیطان انسان سے دل لگی کرتا ہے۔ ایسی چیزیں دکھاتا ہے جس سے وہ غمگین ہو۔ احتلام جس سے نہانے کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی اسی قسم میں سے ہے

ان تینوں قسموں کو "پریشان خواب" عربی میں اضغاث احلام کہتے ہیں۔ ان کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ یہ اڑتی اڑتی باتیں نظر آتی ہیں۔ ان کے آپس میں نہ ربط ہوتا ہے اور نہ ان کا آغاز؛ انجام درست۔

حدیث: ارشاد ہے ایسے خواب دیکھیں تو بائیں جانب تین بار تھو کے لطیفہ: نہ الیا کہ بازو والوں کا منہ خون سے بھر دے ملکہ بے تھوک تھوکے

اور تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھے اور کروٹ بدل کر سو جائے اور نیند نہ آوے تو اٹھ کر نماز پڑھے اور کسی سے بیان نہ کرے تو یہ خواب کچھ ضرر نہیں دیں گے۔

چوتھی قسم خواب کی اس کو رویائے صادقہ کہتے ہیں۔ یعنی سچا خواب جو نہایت مسلسل ہوتا ہے اور ہوشیار ہونے کے بعد ایک خاص کیفیت دل پر رہتی ہے ایسے خوابوں کی تعبیر دی جاتی ہے

حکایت ۔ ہادی عباسی بادشاہ وقت ایک باندی کا فریفتہ تھا۔ اس باندی کا نام غادرہ تھا۔ وہ نہایت حسین تھی۔ بڑی علامہ اور نازک طبیعت اور گانے میں کمال رکھتی تھی۔ ایک رات وہ گا رہی ہے بادشاہ بر آمد ہے اس کے گانے پہ سب لوگ مست ہیں۔ یکایک بادشاہ کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ نہایت غمگین ہو گیا اس باندی نے کہا کیا حال ہے۔ امیر المومنین کیوں ایسی حالت ہے بادشاہ نے کہا، اس وقت میرے جی میں آ رہا ہے کہ میں مر جاؤں گا اور میرا بھائی ہارون الرشید بادشاہ ہو گا۔ جیسی تو اب میرے پاس بیٹھی ہے ایسا ہی اس کے پاس بیٹھے گی۔ تو باندی نے کہا امیر المومنین آپ یہ کیا کہتے ہیں۔ آپ کے بعد خدا مجھے زندہ نہ رکھے۔ اس کا دل بہلانے لگی۔ اس کے دل سے یہ خیال نکالنے لگی۔ بادشاہ نے کہا نہیں جی تم قسم کھاؤ کہ میرے بعد تم ہارون رشید کے پاس نہیں رہو گی۔ اس نے قسم کھائی طرح طرح کی قسمیں کھلائیں پھر ہارون کے پاس کسی کو بھیج کر قسمیں کھلائیں کہ غادرہ کو اپنے پاس نہیں رکھنا ہارون نے بھی قسمیں کھائیں اس کے بعد ایک مہینہ نہیں گذرا کہ ہادی مر گیا ہارون بادشاہ ہو گیا اس باندی کو بلایا وہ حاضر ہوئی۔ حکم دیا نہا دھو کر کپڑے پہن کر رات کو ہمارے پاس آئیو۔ باندی نے کہا امیر المومنین ان قسموں کو کیا کرو گے جو آپ نے اور ہم نے کھائی ہیں۔ ہارون نے کہا تیری طرف سے اور میری طرف سے کفارہ دیا جائے گا۔ باندی نے حکم کی تعمیل کر دی۔ ہارون کو بھی اس سے بے حد محبت ہو گئی اب ایک لحظہ اس کے بغیر صبر نہیں کر سکتا تھا۔ ایک رات اس باندی نے خواب دیکھا کہ ہادی خواب میں آیا

ہے اور یہ اشعار پڑھ رہا ہے ؎

أَخْلَفْتِ عَهْدِي بَعْدَ مَا + جَاوَرْتُ سُكَّانَ الْمَقَابِرِ

اے بے وفا قبرستان میں میرے مردوں کا ہمنشیں ہونے کے بعد کیا مجھ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا

وَنَسِيتِنِي وَحَنِثْتِ فِي + أَيْمَانِكِ الزُّورِ الْفَوَاجِرِ

اے جھوٹی قسمیں کھانے والی مجھے بھول گئی ان سارے قسموں کو توڑ دیا جو مجھ سے کی تھیں

وَنَكَحْتِ غَادِرَةً أَخِي صَدَقَ الَّذِي سَمَّاكِ غَادِرْ

اے غادرہ مجھ سے بے وفائی کرکے میرے بھائی سے نکاح کر لیا جس نے تیرا نام غادرہ رکھا ہے سچ رکھا ہے۔

لَا يَهْنِئُكِ الْإِلْفُ الْجَدِيدُ + وَلَا تَدُرْ عَنْكِ الدَّوَائِرْ

نئی الفت تجھے مبارک نہ ہو۔ زمانہ کی گردش تجھے نہ چھوڑے

وَلَحِقْتِنِي قَبْلَ الصَّبَاحِ + وَصِرْتِ حَيْثُ غَدَوْتُ صَائِرْ

صبح ہوتے ہوتے تو مجھ سے ملے گی۔ جہاں میں گیا ہوں تو سویرے وہاں آنے والی ہے

ذرا گھبرائی ہوئی اٹھی۔ ہارون نے کہا میری جان تجھ پہ قربان گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔ باندی نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آج مرتی ہوں۔ ہارون نے کہا میری جان تجھ پر قربان یہ اضغاث احلام ہیں۔ باندی نے کہا نہیں امیر المومنین یہ اضغاث احلام نہیں ہیں۔ بیمار ہو گئی تڑپنے لگی دو گھنٹے میں مر گئی۔ ایسے ہوتے ہیں سچے خواب۔

سچے خواب کی حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے پاس ہر بات ایک قاعدہ اور انتظام سے ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارک نورانی لطیف اور انسان کثیف اللہ کا فیض انسان پر نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے ذات مبارک آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ میں رکھا۔ جن میں نورانیت بھی ہے اور انسانی لوازمات بھی

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق سے شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

ایسا ہی روح لطیف اور جسم کثیف ان دونوں میں ربط نہیں ہو سکتا تھا اور نہ روح کی مدد جسم کو پہنچ سکتی تھی۔ اس لئے نفس کو پیدا کیا۔ اس کو ادھر روح سے بھی مناسبت ہے

رکھتا ہے اس سے تاثیر و تاثر آسان ہے۔

جیسے ندی سے نہر نکالی جائے تو نہر کا ایک کنارہ ندی سے ملا ہوا ہوتا ہے اور دوسرا کنارہ اس سے ملتا ہے جہاں نہر لے گئے ہیں ایسا ہی انسان میں قوۃ خیالی ہے کہ اس کا ایک کنارہ اعلیٰ عالم مثال سے ملا ہوا ہے۔ اس قوۃ خیالی کا دوسرا کنارہ نفس و دل سے لوح محفوظ عالم مثال میں نظر آتا ہے اس لئے کہ عالم مثال لطیف ہے مگر اس عالم سفلی میں اگر کچھ نظر آئے تو قوت خیالی کے اس کنارے سے جو عالم مثال سے ملا ہوا ہے نظر آتا ہے مگر اس کنارے پر شہوات اور مقتضائے حواس کے پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے لوح محفوظ نظر نہیں آتا۔ جیسے دو آئینے ایک کے ایک مقابل ہوں تو ایک کا عکس دوسرے پر گرتا ہے مگر دونوں کے بیچ میں ایک پردہ پڑا ہوا ہو تو ایک کا دوسرے پر عکس نہیں پڑسکتا۔ اسی طرح لوح محفوظ ایک آئینہ ہے اور دل دوسرا آئینہ۔ لوح محفوظ کا عکس دل پر نہیں آتا ہے۔ شہوات و حواس کے پردوں کی وجہ سے جب دل صفات الٰہی سے متخلق ہو اور صفات بشری مثل حرص و طول امل وغیرہ سے پاک ہو، جیسے پیغمبر اور اولیاء اللہ کے دل ہوتے ہیں تو جب خدا کی رحمت کی ہوا چلتی ہے تو بیداری میں بھی وہ پردے ہٹ جاتے ہیں۔ لوح محفوظ میں جو ہے وہ نظر آتا ہے۔ اسلئے وہ سارے واقعات کی خبر دیتے ہیں وہ بالکل ایسا ہوتا ہے جیسے ہوا سے پردہ ہٹا اور پھر گرا۔ اور کبھی دیر تک وہ پردہ اٹھا ہوا رہتا ہے۔ اسی واسطے پاس کے کوئیں میں یوسف علیہ السلام گرے ہیں حضرت یعقوبؑ کو خبر نہیں ہوئی کیوں کہ وہ پردے کے گرنے کا وقت تھا۔ مصر سے حضرت یوسفؑ کا کرتا نکلا۔ یہاں اپنے بیٹوں کو کرتہ روانہ ہونے کی خبر دیرہے ہیں اسلئے کہ وہ پردہ اٹھنے کا وقت تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم　　گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

پیغمبروں اور اولیاء اللہ کے سوا دوسرے لوگوں کی بیداری میں تو وہ پردے

پڑے رہتے ہیں۔ مگر نیند میں حواس و شہوات تھمے رہتے ہیں۔ اس لیئے جو پردے دل میں اور لوح محفوظ میں حائل ہیں وہ اٹھ جاتے ہیں اس لئے جو لوح محفوظ میں ہے وہ نظر آنے لگتا ہے۔ مگر نظر آتا ہے اسی قوۃ خیالی کے کنارے کے ذریعہ سے جو عالم مثالی سے ملا ہوا ہے۔

قوۃ خیالی نے اپنا کچھ اثر نہیں کیا تو بعینہ آئندہ ہونے والی چیز نظر آتی ہے۔ اس کے تعبیر کی ضرورت نہیں اور کبھی قوۃ خیالی کسی مثال سے لوح محفوظ سے دیکھی ہوئی چیز کو نقل کرتی ہے تو اب تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے اس وقت معبّر اپنی سمجھ سے غور کرے کہ لوح محفوظ کی چیز کو قوت خیالی کس چیز کی صورت میں نقل کر رہی ہے۔ اسی واسطے حدیث میں ارشاد ہے کہ خواب خیر خواہ عالم سے بیان کرے" قوۃ خیالی کے اثر کیئے بغیر جو خواب دیکھتے ہیں ان کی مثال حضرت ابراہیمؑ کا ذبح فرزند ہے" یا وہ خواب ہے جو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کی تصویر دکھائی گئی تھی نکاح کے پہلے کہ یہ تمہاری بیوی ہیں" پھر چند روز کے بعد حضرت عائشہؓ نکاح سے مشرف ہوئیں

قوۃ خیالی جو مثال کی صورت میں لوح محفوظ کی کسی چیز کو نقل کرتی ہے۔ اس کی مثال ام فضل کا خواب ہے" وہ دیکھتی ہیں کہ ان کے گود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا ڈالا گیا ہے۔ حضرت نے اس کی تعبیر فرمائی کہ فاطمہؓ کے لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی۔ ایسا ہی ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور انہوں نے ان کو دودھ پلایا۔

جیسے کوئی موتی خواب میں دیکھے تو اگر وہ موتی چھوٹا ہے تو لڑکی پیدا ہوگی اگر بڑا ہے تو مال و دولت ملے گا۔

ایک شخص نے دیکھا کہ کبوتر چنبیلی کے پھول کھا رہا ہے۔ ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کبوتر موت ہے۔ چنبیلی کے پھول علماء ہیں۔ اسی دن (۲۰) زبردست عالموں کا انتقال ہوگیا۔

کسی نے خواب دیکھا کہ وہ سوروں کے گردن میں چمکدار موتیوں کا ہار پہنا رہا ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو نا اہلوں کو علم پڑھاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھود رہے ہیں۔ تعبیر کے لئے خود نہیں گئے۔ کسی کے ذریعہ تعبیر ابن سیرینؒ سے دریافت کرائی انہوں نے کہا یہ خواب دیکھنے والا اپنے زمانے کا بہت بڑا عالم ہوگا اس کی نظیر دنیا میں نہیں ہوگی۔ اس واسطے حدیث میں آیا ہے کہ نبوت ختم ہوگئی مبشرات یعنی خواب باقی ہیں: "خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہے"

حضرت کا دین اسلام فطرت کے موافق ہے۔ ایسا ہی آپ کی تربیت بھی فطرت کے موافق ہوئی پہلے نیند میں چھ ماہ لوح محفوظ کی سیر کروائی گئی پھر ۲۳ سال بیداری میں (۲۳) سال کا چھیالیسواں حصہ چھ ماہ ہوتا ہے یعنی جیسے نبوت حق ہے۔ ایسا ہی اس کا جز یعنی سچا خواب بھی حق ہے۔ اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خواب نہ دیکھے اور اپنی طرف سے گھڑ کر جھوٹا خواب بیان کرے کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے حالانکہ اس نے نہیں دیکھا تو اس کو سزا کے طور پر کہا جائے گا کہ وہ دو جَویں گرہ دے، اور یہ اس سے نہ ہوسکے گا یعنی سخت عذاب میں مبتلا رہے گا۔

حدیث جو جس قدر سچا ہوگا اس کا خواب بھی اسی قدر سچا ہوگا شاید آپ کو شبہ ہو رہا ہوگا کہ جب سچا خواب لوح محفوظ کی سیر کا نتیجہ ہے تو کافر کو کیسے نظر آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک خاص جیسے مقبولیت اور ثواب وغیرہ۔ اس میں کفار شریک نہیں۔ دوسرے عام جیسے رزق و قبول دعا و لوح محفوظ کی سیر۔

خوشخبری

حدیث: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں

دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ دو چیزوں کا ظہور جلدی ہونا ضروری نہیں۔

دُعا۔ فرعون کے لئے موسیٰ دعا کرتے ہیں اُجیبَتْ دَعْوَتُکُمَا کہا جاتا ہے لیکن چالیس برس کے بعد اس کا اثر ہوتا ہے۔

خواب: یوسف علیہ السلام خواب دیکھتے ہیں اس کی تعبیر چالیس برس کے بعد ظاہر ہوتی ہے یہ خواب کی ضروری بحث تھی۔

اب قصۂ یوسف علیہ السلام شروع ہوتا ہے

حضرت یوسفؑ بارہ برس کے تھے۔ باپ کے پاس سوتے سوتے چونک پڑے۔ باپ نے گلے لگا کر پیار کیا اور سبب پوچھا اِذْ قَالَ یُوسُفُ لِاَبِیْهِ یَا اَبَتِ یوسف نے کہا ابا جان میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ ایسی روشنی پھیلی کہ تارے چمکنے لگے پہاڑ نورانی ہو گئے دریا بھی منور تھے مچھلیوں میں غلغلہ تسبیح و تہلیل کا تھا۔ مجھے وہ لباس فاخرہ پہنایا گیا جس کی جھلک سے زمین منور ہو گئی اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ کہ وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں چونکہ سجدہ ذی عقل انسان کا فعل ہے۔ تارے سورج چاند کیسے سجدہ کر سکتے ہیں۔ اس شبہ کو اٹھانے کے لئے دو مرتبہ رَاَیْتُ فرمایا کہ واقعی میں نے دیکھا ہے کہ وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی یعقوب علیہ السلام گھبرا گئے۔ یوسفؑ نے پوچھا بابا۔ آپ اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہیں۔ یعقوبؑ نے فرمایا سنو بیٹا۔ تمہارے رانی یعنی "میں نے" کہنے نے پریشان کر دیا۔ اس لئے کہ جس نے "میں" کہا وہ محنت میں پڑا "میں پنا" اسی کو سزاوار ہے جو میں کہنے کے لائق ہے ملائکہ نے نَحْنُ نُسَبِّحُ کہا آگ آئی ان کو جلا دیا۔ ابلیس نے کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں آدمؑ سے بہتر ہوں

ملعون ہوا۔ قارون نے کہا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ میں اپنے علم کی وجہ سے دولت مند ہوا ہوں۔ زمین میں دھنسا دیا گیا۔ فرعون نے کہا "ولی" غرق کیا گیا۔

دوسری بات۔ یہ ہے کہ گیارہ تارے بھائی ہیں۔ سورج و چاند باپ اور سوتیلی ماں۔ تمہاری وہ شان ہوگی کہ سب گو وہ تاروں جیسے ہوں مگر تمہارے سامنے جھک جائیں گے۔ یہ باعث ہوگا بھائیوں کے حسد کا اور وہ تمہاری ایذا رسانی کے درپے ہوں گے۔ یہ ہے میری پریشانی کا باعث۔ بھائی جو تاروں کی شکل میں دیکھے اس سے یہ اشارہ ہے گو اب اے ارسلنۂ یوسف سے گنہگار ہوں گے مگر آخر توبہ کر کے یوسفؑ کے صحابہ میں شامل ہو کر لوگوں کے لئے تاروں کے مانند باعث ہدایت ہوں گے۔ تاروں کا ذکر پہلے آیا سورج و قمر کا بعد میں اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اول ملاقات بھائیوں سے ہوگی بعدہٗ والدین سے

تفسیر عرائس میں لکھا ہے کہ جو تجلّی الٰہی آدم علیہ السلام پر ہوئی تھی وہی تجلی یوسف علیہ السلام پر ہوئی۔ اسلئے جیسے ادھر فرشتے سجدے میں گرے تھے ویسے ہی ادھر یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ سجدے میں گرے ہیں۔

تاروں اور سورج و چاند میں تجلی انعالی ہوئی تھی اسی کو دیکھ کر حضرت ابراہیم نے هٰذَا رَبِّیْ فرمایا تھا۔ اگر آدمؑ اور یوسفؑ کو اور ان کے تجلی صفاتی کو دیکھتے تو چاند تاروں سے زیادہ ان کو لطف آتا۔ اگر یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور ان کی تجلی ذاتی کو تو خدا جانے کیا کیا ہوتا۔

پہلے تو دفع ضرر کی تدبیر بتاتے ہیں۔ قَالَ يٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا حضرت یعقوبؑ نے فرمایا بیٹا۔ یہ خواب تم اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا ورنہ وہ تمہارے حق میں فریب کی چال چلیں گے۔ اگر یہ خیال ہو کر بھائی تو پیغمبر زادے ہیں کیوں ایسا کریں گے تو فرماتے ہیں اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے

یہ تدبیر ہے جو حضرت یعقوبؑ کر رہے ہیں تقدیر کچھ اور ہی

ہے۔ تدبیر کرنے کا حکم ہے کر رہے ہیں۔ مگر تدبیر پہ بھروسہ نہیں خدا پر بھروسہ ہے اسی پر خوب اطمینان ہے اگر کام بھی بگڑ جائے تو بھی اطمینان میں خلل نہیں آئے گا۔ ایسا تدبیر کرنے والا متوکل ہے بلحاظ تدبیر توکل کی قسم کا ہے

اول درجہ وہ ہے کہ اس کو خدا پر ایسا بھروسہ ہے کہ خود کو اور تدبیروں کو بالکل بھول جاتا ہے ایسا بن جاتا ہے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں جس طرح قدرت الٰہی حرکت دے حرکت کرتا ہے یہ اعلیٰ درجہ کے یقین کا نتیجہ ہے یہ حالت والا کچھ تدبیر کرتا ہی نہیں اور نہ اس سے ہو سکتی ہے۔

حکایت۔ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ اپنا لباس سر راہ رکھ کر کہیں چلے گئے تھے حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ وہاں آ گئے پہچان کر اس لباس کی حفاظت کرتے رہے تاکہ کوئی نہ لے جائے پھر جب حبیب عجمیؒ آئے تو حضرت حسن بصریؒ کو سلام کیا اور کہا امام کیوں کھڑے ہیں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا تمہارے کپڑوں کی حفاظت کرنے کے لئے تم کس کے بھروسہ پر یہاں چھوڑ گئے تھے۔ حبیب عجمیؒ نے فرمایا اس کے بھروسہ پر جس نے آپ کو یہاں لا کر حفاظت کے لئے کھڑا کیا ہے۔

دوسری قسم۔ توکل یہ ہے کہ ایسا بھروسہ خدا پر ہوتا ہے جیسے بچہ کا بھروسہ ماں پر کہ وہ بچہ ماں کے سوا کسی کو پہچانتا ہی نہیں اگر کوئی بات گھبراہٹ کی ہو جائے تو ماں کے سوا کسی کی طرف نہیں جاتا۔ ماں کے سوا کسی پر اس کو بھروسہ نہیں ماں کو دیکھے گا تو سب کچھ چھوڑ دے گا۔ اسی کے دامن سے لپٹ جائے گا پھر اس کو نہیں چھوڑے گا اگر ماں کے غائبانہ کوئی مصیبت اس پر آئے سب سے پہلے اس کی

زبان پر لفظ اماں آئے گا جب دل میں خیال آئے گا تو ماں کا آئے گا لپٹے گا تو ماں ہی سے۔ دوڑے گا بھی تو ماں ہی کے پیچھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ اگر ذرا نظر نہ آئے تو ماں اس کو ڈھونڈتی پھرتی ہے اگر وہ دامن نہ پکڑے تو ماں اس کو اٹھا لیتی ہے اگر وہ دودھ نہ مانگے اور بہت دیر تک سوتا رہے تو ماں خود سہلا کر اٹھا کر دودھ دیتی ہے اس درجہ کا توکل والا کوئی تدبیر نہیں کرتا۔ اگر کوئی تدبیر کرتا ہے تو وہ صرف دعا ہے۔ جیسے بچہ کوئی تدبیر نہیں کرتا۔ سوائے ماں کو پکارنے کے۔

تیسرا درجہ۔ توکل کا یہ ہے کہ اللہ پر ایسا بھروسہ ہو جیسا بھروسہ ہوتا ہے موکل کا وکیل پر۔ موکل اصل تدبیر چھوڑتا نہیں ہے مگر وہی تدبیر کرے گا جو وکیل سکھائے یا وہ تدبیر کرے گا جو اس کو معلوم ہے وکیل کی عادت ہے کہ وہ یہ تدبیر کا حکم دیتا ہے گو وہ صاف صاف تدبیر نہ بتائے موکل تدبیر تو کرتا ہے مگر بھروسہ تدبیر پر نہیں ہوتا۔ وکیل پر ہوتا ہے ایسا ہی متوکل خدا کی بتائی ہوئی تدبیروں پر خواہ صراحتاً ہوں یا اشارۃً تدبیر کرتا ہے مگر بھروسہ تدبیر پر نہیں خدا پر ہوتا ہے۔

اس وقت یعقوب علیہ السلام تدبیر کی تیسری قسم پر عمل کر رہے ہیں مگر آپ کی شان کے مناسب یہ تھا کہ تدبیر کی اول قسم پر عمل کرتے یا دوسری قسم پر اس لئے تدبیر ہی پر چھوڑ دیا گیا وہ ہوا جو ہونا تھا۔ اگر تدبیر چھوڑتے اور تسلیم اختیار کرتے تو یوسفؑ کی حفاظت ہوتی۔ ایسا نہ ہوتا جو ہوا۔ آخر پیغمبر تھے اُن کا تدبیر سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ حاسد کو حسد کرنے کا موقع نہیں دینا چاہئے دفع ضرر کی تدبیر تا کہ آپ خواب کی تعبیر دیتے ہیں۔ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ جیسے خواب میں تم کو چن لیا ہے۔ ایسا ہی دنیا میں بھی تم کو برگزیدہ کرے گا۔ ایک خاص امتیاز سے سرفراز کرے گا وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ تم کو ایسی تعلیم دے گا کہ تم واقعات کی حقیقت کو پہنچ جاؤ گے خواب کی صحیح تعبیر دے سکو گے ذہانت سے ہر چیز کی

اصلی صورت کو دیکھ لوگے۔ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ جس طرح تمہارے آبائے کرام ابراہیمؑ و اسحاقؑ کو نبوت دی تم کو بھی سرفراز فرمائے گا۔ ختم آیتہ پر اسمائے الہی نہایت پھبتے ہوئے لائے جاتے ہیں۔ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان ہوتے ہیں مگر اللہ کی نظر اسی پر پڑتی ہے جو نبوت کے لائق ہو یہ اس کے حکم و حکمت کا نتیجہ ہے

عَلَىٰ أَبَوَيْكَ فرمایا خود کو اس میں داخل نہیں کیا اس سے حسن ادب کی تعلیم دینا ہے کہ فخر کے موقع پر اپنے کو شریک نہ کریں۔

خواب سے استنباط کر کے حکم لگا رہے ہیں۔ یہ ائمہ کے اجتہاد پر کھلی دلیل ہے

كَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ بھی یوسف علیہ السلام کے لئے ہے یا یہ نیا جملہ ہے اور اس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسے قرآن شریف کا طرز ہے جگہ جگہ قرآن شریف میں حضرت کی طرف خطاب کیا جاتا ہے۔

كَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ یعنی اے نبی کریم صلعم جس طرح یوسفؑ محبوب یعقوبؑ تھے آپ محبوب قلوب ہیں وہ یعقوب کی اولاد میں برگزیدہ تھے۔ آپ کل مخلوق میں چنے ہوئے ہیں۔ ان کو خواب کی تعبیر سکھائی۔ آپ کو قرآن کی تفسیر اور جوامع الکلم اور عرفان سکھایا۔ یوسفؑ کو خواب میں سیر علویات ہوئی۔ آپ کو بیداری میں ملک و ملکوت کی سیر اور جبروت کا تماشہ دکھایا۔ یوسفؑ کو ملک مصر آپ کو خلافت عالم یوسفؑ کے عاشقوں میں جوش دیوانگی آپ کے عاشقوں میں کون و مکان سے بیگانگی یوسف کو اتمام نعمت صرف بنی اسرائیل پر آپ کو بہت کچھ زائد تمام عالم پر۔

بہت فرق ہے بلکہ بالکل جدا ؎ حبیب زلیخا حبیب خدا

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر کہ یعقوب علیہ السلام کی زبردست قوت والی جوان اولاد سب کی سب متفق ہو جاتی ہے چھوٹے سے بچہ کے برباد کرنے پر جو کرنا ہے وہ کر گذرتے ہیں۔ مگر خدا جب نہیں چاہتا ہے تو اس چھوٹے سے بچے کو سب مصائب سے بچا کر نبی اور بادشاہ بنا دیتا ہے زبردست قوت والوں کو اس کے سامنے عاجز بنا کر جھکاتا ہے۔ یہ ہے ان کی شان جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں کوئی مزاحم ہونے والا نہیں۔

حسد کا وبال حاسدوں پر ہی پڑتا ہے۔ محسود محفوظ رہتا ہے۔

یا یوں سمجھئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات پوچھنے والوں کو یقین کر لینا چاہیئے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں وہی واقعات ہونے والے ہیں جو کنعان و مصر میں سیکڑوں برس پیشتر ہوئے تھے۔

تمام قریش اور بنی اسرائیل کو ایک نہ ایک دن اس نبی امیؐ کے آگے جھکنا پڑے گا جیسے اولاد یعقوبؑ یوسفؑ کے آگے جھکی تھی۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے۔ اے کفار مکہ تم یہودیوں کی محبت پر بھروسہ مت کرو۔ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے بھائی یوسفؑ کے ساتھ ظلم اور بے وفائی کی تھی۔ تم سے بے وفائی کرنے میں کیا دیر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام خواب دیکھتے ہیں باپ تعبیر دے کر حاسدوں کے شر سے محفوظ رہنے کی تدبیر بتا کر بے فکر ہو جاتے ہیں۔ تقدیر کو جو کچھ کرنا ہے اس تدبیر سے وہ کب رک سکتی ہے۔ جس درجہ پر یوسفؑ کو لے جانا ہے اس سلسلہ کی پہلی کڑی یوسفؑ کا خواب دیکھنا ہے دوسری کڑی یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کی سوتیلی ماں جو خالہ بھی ہیں باپ بیٹوں کی رات کی باتیں سن لیتی ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی جنگل سے آئے تو ماں نے کہا کہ تم بڑا محبت کرتے کو تم اجر لینے کو یوسفؑ۔ اس کے بعد خواب اور خواب کی تعبیر سب ان سے کہدی۔

صاحبو! کسی کا بھید ظاہر کر دینا بہت بری چیز ہے۔ خدا اور لوگوں کے پیارا اس سے زیادہ کوئی بری چیز نہیں ہے اس سے بڑا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں

بظاہر یوسف پر مصیبتیں آنے کا باعث یہی ہوا ماں کے کہنے سے چھیڑ ہو گئی یوں تو پہلے ہی سے بھائیوں کے خیالات یوسفؑ کی نسبت بگڑ رہے تھے (وہ یہ سمجھ رہے تھے) کہ باپ کو یوسفؑ سے زیادہ محبت ہے۔ حالانکہ یہ صرف بھائیوں کا خیال ہی خیال تھا بات صرف اتنی تھی کہ یوسفؑ اور بن یامین سب سے چھوٹے تھے اور بن ماں کے ہو گئے تھے اس لئے حضرت یعقوب ان کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ یہی بھائیوں کو ناگوار گذرا اور پھر یہ شبہ دن بدن قوی ہوتا گیا کہ ہو نہ ہو یوسفؑ ہی ہمارے والد کی نعمت کے وارث ہوں اور ہم محروم ہو جاویں۔ یہ توہم بڑھتے بڑھتے حسد کے درجہ کو پہنچ گیا۔

حسد بری بلا ہے خدا اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ؎

حاسد محسود کو جو کچھ میں نے دیا ہے وہ میری تقسیم ہے تو میری تقسیم کو پسند نہیں کرتا میرے فیصلہ پر تجھے غصہ آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تجھے موت یاد نہیں ورنہ تجھے اپنی فکر پڑتی اور لوگوں پر حسد کرنے کی فرصت ہی نہ ملتی

حاسد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دشمن پہ پتھر مارے وہ پتھر الٹ کر اسی کی آنکھ پر لگے اور وہ کانا ہو جائے۔ پھر غصہ میں آکر دوسرا پتھر مارے وہ بھی الٹ کر خود اسی کو لگے اور دوسری آنکھ بھی پھوڑ دے پھر غصہ آکر پتھر پھینکے الٹ کر اسی کے سر کو لگے اور سر توڑ دے۔ محسود صحیح و سلامت کھڑا دیکھتا ہنس رہا ہو۔ ایسا ہی حاسد کی نیکیاں محسود کو دلائی جاتی ہیں یہ آخرت کا نقصان الگ ہے۔ دنیوی نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ عذاب میں ہے۔ رات دن دیکھ دیکھ کر جل رہا ہے۔ محسود کو کوئی ضرر نہیں جب تک اس کے مقدر میں وہ نعمت ہے اس کے پاس رہے گی اس کے حسد سے وہ زائل نہیں ہوگی۔

حکایت۔ بادشاہ کا ایک مقرب تھا وہ کہتا تھا بادشاہ سلامت تم لوگوں سے بھلائی کیا کرو۔ تم سے جو برائی کرے گا خود اس کو برائی پہونچے گی۔ بادشاہ اس کو بہت چاہتا تھا۔ دوسرے مصاحب کو اس شخص سے حسد

پیدا ہوا وہ اس سے جلنے لگا۔

ایک روز دوسرے مصاحب نے بادشاہ سے کہا کہ فلاں مصاحب آپ کا لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ بادشاہ کے منہ سے بدبو آتی ہے بادشاہ نے کہا کیسے معلوم ہو کہ اس کا یہ خیال ہے۔ انہوں نے کہا آپ اس کو نزدیک بلایئے منہ پر ہاتھ رکھے گا تاکہ آپ کے منہ کی بدبو نہ سونگھ سکے۔ پھر بادشاہ کے پاس سے جب گھر آیا اس شخص کو بلا کر کھانا کھلایا۔ اس میں لہسن بہت ڈالا۔ بعد کھانے کے بادشاہ کو لہسن کی بو بڑی معلوم ہوتی ہے۔ ذرا سنبھل کر بادشاہ کے نزدیک جانا۔ ادھر بادشاہ نے اس کو بلا بھیجا۔ وہ بادشاہ کے نزدیک گیا تو اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا تاکہ اپنے منہ کی لہسن کی بدبو بادشاہ کو نہ آئے۔ بادشاہ کو مصاحب کی بات سچ معلوم ہوئی بہت آزردہ ہوا۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ کسی کو جب انعام دیتا تھا تو خزانہ دار کو لکھ کر جس کو انعام دینا ہے اسی کے ہاتھ میں دیتا تھا۔ اسی طرح ایک فرمان لکھ کر اس شخص کو دیا وہ فرمان لے کر یہ شخص باہر نکلا ہی تھا کہ وہ حاسد مصاحب ملا اور پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا بادشاہ نے میرے لئے خزانہ دار کے نام کچھ لکھا ہے۔ اس حاسد نے کہا میں تم کو اتنی رقم دیتا ہوں یہیں لے لو۔ تم جانے کی تکلیف سے بچ جاتے ہو۔ میں جا کر وصول کر لیتا ہوں محسود راضی ہو گیا وہیں اس سے نقد پیسے لے لئے۔ حاسد خزانہ دار کے پاس گیا۔ خزانہ دار نے کہا کچھ معلوم ہے کہ اس میں بادشاہ نے کیا لکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں معلوم خزانہ دار نے کہا اس میں بادشاہ نے لکھا ہے کہ اس خط کے لانے والے کو فوراً قتل کر کے اس کا سر میرے پاس بھیج دو۔ اس نے کہا یہ میرے واسطے نہیں ہے دوسرے کے واسطے ہے بادشاہ سے پوچھ لو۔ خزانہ دار نے کہا مہلت دینے کا حکم نہیں ہے۔ فوراً اس کو قتل کر دیا۔ دوسرے دن محسود بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے پوچھا خط کیا کیا۔ اس نے کہا حاسد نے مجھ سے اس طرح

لکھ کر وہ خط خود لے لیا. بادشاہ نے کہا وہ تو کہتا تھا کہ تو ایسا ایسا کہا کرتا ہے اس نے کہا خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا نہیں کہا پھر منہ پر کیوں ہاتھ رکھا تھا اس نے کہا میں لہسن کھائے ہوئے تھا. سنا ہے کہ آپ کو لہسن کی بو بری معلوم ہوتی ہے اس واسطے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا. بادشاہ نے کہا تو سچ کہتا ہے جو برائی کرے گا خود اس کو برائی پہنچے گی. یہ ہے نتیجہ حسد کا.

علامت حسد کی یہ ہے کہ سامنے تعریف کرنا اور پیچھے غیبت کرنا.

حسد یہ ہے کہ کسی کو کوئی نعمت ملے تو اس پر جلنا اور یہ چاہنا کہ اس سے وہ نعمت جاتی رہے.

اس لئے حضرت یوسفؑ کے بھائی چاہتے ہیں کہ یوسفؑ سے باپ کے چاہت کی یہ نعمت جاتی رہے اور ہم کو ملے اس لئے مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے. اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ ہم جوان ہوں قوت وطاقت والے ہوں تعداد میں بھی زیادہ ہوں ہر کام کو ہم کریں. دشمن کی مغلوبی اگر ہے تو ہم سے مگر ہمیں تو کوئی نہ پوچھے اور جتنی محبت ہو وہ اس بچہ کے ساتھ کی جائے. پھر آگے انہوں نے کچھ نہ سوچا یہاں تک پہنچ کر جھٹ فتویٰ لگا دیا. اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ بے شک ہمارا باپ بہک گیا ہے کچھ بھی مصلحت پر نظر نہیں

اللہ اکبر خود رائی کی انتہا ہو گئی. خدا کے نبی یعقوبؑ کو بہک گئے کہا تو آسان سمجھ لیا مگر اپنے کسی عیب کی طرف نہ دیکھا.

انسان کو خود رائی وخود بینی سے بچنا چاہیئے یہ بھی بہت بری چیز ہے اس کے سوا باپ کی نافرمانی جیسے ایک اور گناہ کے مرتکب ہوئے.

حدیث — اللہ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے
اللہ کا غصہ ماں باپ کے غصہ میں ہے

حدیث — تین شخص کو دوزخ کی تہ میں ڈالیں گے مشرک. بڑائی کی بیوی

سے زنا کرنے والا۔ ماںؑ باپ کا نافرمان۔

جیسے حضرت یعقوبؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کو ضال کہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضال فرماتا ہے۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى مگر ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اولاد یعقوبؑ غصے سے کہہ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ حضرتؐ کو محبت سے فرمارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ احسانات گننے کے موقع میں فرماتا ہے کہ ہم نے آپ پر یہ یہ احسانات کئے۔ منجملہ ان کے یہ بھی ایک احسان ہے کہ آپ کو جب ضال پایا ہدایت کی ضال کے ایک معنی گمراہ کے ہیں۔ نبوت کے پہلے جب ہم آپ کو گمراہی کا کام کرنے والا پاتے تھے تو اس سے بچالیتے تھے جیسے حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ۔

ایک روز میں نے اپنے ساتھی سے جو بکریاں چرایا کرتا تھا کہا کہ آج کی رات تم میری بکریوں کی حفاظت کرنا۔ میں مکہ معظمہ جاتا ہوں یہ کہہ کر میں مکہ معظمہ کے اس گھر میں آیا جہاں راگ ہوتا تھا باجے بجتے تھے لہو لعب ہو رہا تھا میں وہاں جاکر بیٹھ گیا اس موقع کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا گمراہی کا کام کرنے والا پایا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ مجھے وہاں اسقدر نیند کا غلبہ ہوا کہ وہیں پڑکر سو گیا مجھے کچھ خبر نہیں کہ ان لوگوں نے کیا کیا۔ جب آفتاب چمکا دھوپ ستانے لگی تب ہوشیار ہوا اس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَهَدٰى ہم نے ہدایت کی پورا ہوا۔ اس طرح اللہ آپ کو بچاتا تھا۔ دوسری مرتبہ ایک رات کو ایسا ہی واقعہ ہوا جو پہلی رات کو ہوا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا میں اس کے بعد پھر کبھی ایسا ارادہ نہیں کیا۔ (یہ حضرت علیؓ سے مروی ہے)

حضرت جنیدؒ سے روایت ہے کہ ضال کے معنی متحیر کے ہیں قرآن کے معانی اس قدر آپ پر ہجوم کرتے تھے کہ آپ متحیر ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم اس کے بیان کرنے کی ہدایت دیتے تھے۔ ضالّ کے معنی ناسی یعنی معراج بھی ہیں۔ مقام معراج کی ہیبت سے آپ پر بھول غالب ہو رہا تھی۔ کیا کہیں۔ کیا چاہیں۔ کس طرح حمد کریں کچھ آپ سے سدھ نہیں رہا تھا فَهَدٰى ہم نے آپ کے دل سے دہشت دور کر کے ہدایت

اطمینان آپ کو دیا جو مطلب تھا چاہا جو کہنا تھا۔ ایسی حمد کی جو آج تک کسی نے نہیں کی تھی
پھر بھی فرمائے۔ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ
ضالؐ کے معنی بمحاورۂ عرب قوم کے کام کو سردار کے طرف منسوب کرنا
ہیں۔ یعنی آپ کی قوم کو گمراہ پایا فَھَدٰی پھر ان کی ہدایت کی۔
عربؐ اس درخت کو جو تنہا جنگل میں ہو اس کو ضال کہتے ہیں۔
وَوَجَدَکَ ضَالًّا ملک عرب میں آپ اکیلے تنہا مثل اس درخت کے
تھے جو کسی جنگل میں اکیلا ہو۔
فَھَدٰی پھر مخلوق کو ہدایت کی جو جوق در جوق آکر آپ سے مل رہے ہیں۔
ضالؐ اس محاورہ سے ہے ضَلَّ الْمَاءُ فِی اللَّبَنِ پانی دودھ میں چھپ گیا
ایسے ہی آپ کفاروں میں چھپ کر مغلوب ہو گئے تھے فَھَدٰی ہم نے آپ
کو ظاہر و غالب کیا
ضالؐ کے معنی راستہ بھول جانا بھی ہے۔
حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے دادا کی زندگی میں چھوٹا تھا۔
حدیث | حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے آتے ہوئے راستہ بھول گیا۔
قریب تھا کہ بھوک سے ہلاک ہو جاؤں۔ اس حالت کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَجَدَکَ
ضَالًّا آپ راستہ بھول گئے تھے فَھَدٰی ہم نے راستہ بتلایا۔
ضالؐ کے معنی حق ظاہر ہونے کے بعد مخالفت کرنا ہے جس کو گمراہ کہتے ہیں
اور جس پر ابھی حق ظاہر نہ ہوا ہو اس کو بھی ضال کہتے ہیں جس کو ہمارے محاورہ میں ناواقفیت
کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے معنی کے اعتبار سے ضال فرمایا یعنی آپ
احکام الٰہی سے ناواقف تھے فَھَدٰی ہم نے آپ کو واقف کرایا۔
اور اولاد یعقوبؑ پہلے معنی کے اعتبار سے یعقوب علیہ السلام کو ضال کہتے ہیں
یعنی گمراہ ہو گئے ہیں۔
معنیٰ ضالؐ کے ایسا محب کہ جو محبت میں بے سدھ ہو گیا ہو اس کو محبت میں

قرار و سکون نہ رہا ہو
محبت الٰہی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مستغرق غار حرا میں اپنی عمر کا حصہ گزار رہے تھے کہ بیوی بچوں کی خبر تھی نہ مخلوق سے کچھ واسطہ تھا۔ جب ہم نے آپ کو ایسا پایا فَهَدَىٰ اس استغراق سے افاقہ دیا تاکہ آپ نبوت کی تبلیغ کر سکیں۔
یہاں یہ محاورہ بھی ہو سکتا ہے اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کچھ نہیں جی ہمارے باپ تو یوسف کی محبت میں بے سدھ ہو گئے ہیں) اسی کو پہلے یوں ادا کیا ہے۔
یُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا۔
یوسفؑ اور یوسفؑ کا "بھائی" باپ کے بہت چہیتے ہیں "بھائی کہا" نام لیکر یوسفؑ اور بن یامین باپ کے چاہتے ہیں کیوں نہ کہا۔
جواب: اس میں یہ اشارہ ہے کہ بن یامین سے ہم کو عداوت نہیں جو فتنہ ہے یوسفؑ ہے۔ اگر باپ کو بن یامین سے محبت ہے بھی تو اسی وجہ سے کہ وہ یوسفؑ کا حقیقی بھائی ہے۔ اسی واسطے بن یامین کے ایذا کے درپے نہیں تھے۔
صاحبو! یہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے کہ باپ کو گمراہ بہکا ہوا، محبت میں بے سدھ کہہ رہی ہے۔
ایک حضرت علیؓ کی بھی اولاد ہے کہ جب ایسا ہی واقعہ پیش آتا ہے تو وہ باپ سے متعلق جو کہے ہیں سننے کے قابل ہے۔
حکایت۔ محمد بن حنیفہؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں حضرت علیؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں محمد بن حنیفہؒ کو فوج کا سپہ سالار بنا کر اکثر جنگوں میں بھیجتے تھے۔ کسی نے محمد بن حنیفہؒ سے کہا تمہارے باپ علیؓ حسنؓ حسینؓ کو کسی لڑائی میں نہیں بھیجتے: تم ہی کو ہمیشہ موت کے منہ میں دھکیلتے رہتے ہیں
صاحبو: اب کیا جواب دینا چاہیئے تھا محمد بن حنیفہؒ نے فرمایا حسنؓ حسینؓ میرے والد کی آنکھیں ہیں اور میں والد کا بازو ہوں۔ آنکھ کا کام الگ ہے اور بازو کا کام الگ۔ یہ ہے سعادت مند اولاد۔

دوستو! لَيُوسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا کو آپ خوب سوچئے پھر سوچئے کیا کہہ رہے ہیں "یوسفؑ اور یوسفؑ کے بھائی سے باپ کو ہم سے زیادہ محبت ہے۔ اولاد یعقوبؑ کو یہ اعتراض نہیں ہے کہ باپ کو یوسف سے اور ان کے بھائی سے محبت کیوں ہے بلکہ انکا اعتراض یہ تھا کہ یوسفؑ اور یوسفؑ کے بھائی کے ساتھ ہم سے "زیادہ" محبت کیوں ہے

دوستو! ذرا غور کرو ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ باپ کی زیادہ محبت نہیں دیکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو کیسے اچھا معلوم ہوگا کہ اس کا بندہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوسری چیزوں سے محبت بڑھائے اسلئے حکم ہوتا ہے کیوں بندہ ہم کو چھوڑ کر کس سے محبت جوڑی ہائے کس سے علاقہ پیدا کیا ؎

رابط غیروں سے ہے اور ہم سے وفا چاہتے ہو
خود ہی سوچو کہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو
پھر کس منھ سے ہماری محبت کا دعویٰ کئے جاتے ہو،

حکایت ایک شخص نے ایک عورت کو دیکھا اور اس کا عاشق ہوگیا بہت کچھ عشق جتایا عورت نے کہا میں کیا چیز ہوں میری بہن مجھ سے زیادہ حسین و خوبصورت ہے میرے پیچھے آرہی ہے یہ شخص ادھر ہی دیکھنے لگا اس عورت نے ایک دھول اس کو لگائی اور کہا کیا یہی عشق تھا ظالم تجھے عشق جتانے شرم نہیں آئی اگر تجھے مجھ سے عشق تھا تو اوروں کی طرف تونے کیوں رخ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نومید وصال سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگیا۔ دوستو ہائے ایک عورت تو اپنے سوا غیر کی طرف رخ کرنے والے کو عشق میں جھوٹا کہے۔ بھلا خدا جیسا حقیقی معشوق اس سے زیادہ غیروں سے محبت کرنے والوں کو کیا کہے گا۔ اس لئے بڑھی ہوئی محبت خدا کی ہو۔ اور غیروں کی محبت دبی ہوئی اور وہ غیر خدا کی محبت بھی اسلئے کہ ان سے محبت کرنے کا خدا نے ہی حکم دیا ہے تو یہ بھی حقیقت میں خدا ہی کی محبت ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اوروں کی محبت میں خدا کے خلاف نہیں کرے گا۔ اور ان کی ایسی محبت ضرر نہیں دیگی

مدینہ یاد رکھئے جب خدا سے زیادہ مخلوق سے محبت ہونے لگے تو بلا و مصیبت میں گرفتار کئے جاؤ گے جب خدا کے مقبول بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو پھر آپ ہم کس گنتی میں ہیں۔

آدم علیہ السلام کو جنت سے محبت بڑھنے لگی تو جنت سے علیحدہ کئے گئے

حوا علیہا السلام سے محبت بڑھنے لگی تو دو برسوں تک حوا سے جدا کر دیئے گئے۔

ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے محبت بڑھنے لگی تو ذبح کرنے کا حکم ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ سے محبت بڑھنے لگی تو جبرئیل علیہ السلام زہر اور تلوار کا پیام لے کر حاضر ہوئے

یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت بڑھنے لگی تو یوسف علیہ السلام کو چالیس برس تک یعقوب علیہ السلام سے جدا رکھا گیا۔

سب بھائی مشورہ کرتے ہیں جنمیں شیطان بھی مرد بزرگ بن کر مشورہ میں شریک ہوا اور یہ مشورہ دیا کہ :-

شیطان کا مشورہ، تمہارے باپ کو یوسفؑ کے ساتھ تم سے زیادہ محبت ہے اس لئے تجویز یہ ہے کہ اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ یوسف کو قتل کر دینا چاہیئے

یا دور ایسے خطۂ زمین پر پھینک آؤ جہاں پانی نہ ہو اور آبادی سے بہت دور ہو تا کہ وہاں بھوکا پیاسا ہلاک ہو جائے یا کوئی درندہ کھالے یہ شیطان کی رائے ہے کس بندش سے رائے دیرہا ہے کہ اس تجویز کا فائدہ یہ ہوگا کہ یَخْلُ لَکُمْ وَجْهُ أَبِیْکُمْ اب توجہ والد کی جو ہوتی ہے اسوقت صرف تمہارے ہی طرف ہو جائے گی۔

باپ کی مہربانی حاصل کرنا بھی ایک نیک کام ہے۔ اس لئے اس تجویز پر عمل کرنا

ضروری ہے دیکھا آپ نے بدی کو نیکی کی صورت میں ظاہر کر رہا ہے۔

صاحبو! خوب یاد رکھو کہ کوئی کام ہمارے نیک سمجھنے سے نیک نہیں ہو جاتا نیک کام وہی ہے جس کو خدا اور رسول نیک کہیں۔

اب رہا یہ کہ اس تجویز میں یہ کھٹکا ہے کہ یہ ایک گناہ کی سازش ہے معصوم بے گناہ چھوٹے بھائی کو قتل کرنا یا دور پھینکنا ظلم ہے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ اس کا توڑ یہ ہے کہ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ اب تو الیا کر گزرو بعد میں توبہ کرکے نیک ہو جانا۔"

اللہ اکبر نفس و شیطان کا کیا دھوکا ہے۔ ہزار ہا گناہ انسان اسی شیطانی دھوکہ میں آکر کر بیٹھتا ہے۔ توبہ تو پچھلے اعمال بد کیلئے ہوتی ہے اور یہ آئندہ کے لیے سمجھا رہا ہے۔

توبہ کی مثال مرہم کی ہے۔ گناہ کی مثال آگ کی ہے۔ اتفاق سے جل جانے پر مرہم لگاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ مرہم کے بھروسہ پہ آگ میں ہاتھ ڈال دیں نمک سلیمانی کے بھروسہ پر جو زیادہ کھائے گا وہ جان سے ہاتھ دھوئے گا ایسا ہی توبہ کے بھروسہ پر جو گناہ کرے گا وہ ایمان کھو بیٹھے گا اس کی ایسی مثال ہے کہ پاک کپڑے کو نجس کرکے پھر دھونا۔ اگر دھونے کے پہلے موت آئے تو پھر کیا کرے گا۔

اس قول کا قائل کوئی بھائی نہیں ابلیس ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نہیں کہا۔ آئندہ قول ان کے بڑے بھائی کا ہے اس لئے فرمایا۔ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو جان سے نہ مارو۔ کسی گہرے کوئیں میں ڈال دو۔ کوئی راستہ چلنے والا نکال کر دوسرے ملک میں لیجائے گا۔ اگر تم کو کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔ اس سے تمہاری جو غرض ہے وہ حاصل ہو جائے گی۔

صاحبو سنو! بھائی صاحب نے مہربانی کی تو یہ کی کہ کوئیں میں ڈال دیا

جس کا انجام وہی ہلاکت تھا۔ یہ اور بات ہے کہ خدا کی حکمت سے زندہ نکل آئے۔

یہی حال ہے دنیا والوں کا جب ان کی زبان ملے گی تو برائی کیلئے جامیؒ نے خوب فرمایا ہے

جامیؒ ابنائے زماں از قول حق صُمٌّ و بُکمٌ
نام ایشاں نیست عند اللہ بجز شر الدواب

جامی زمانے والے حق بات سے بہرے اور گونگے ہیں۔ ان کا نام اللہ کے پاس "شر الدواب" کے سوا کوئی اور نہیں۔ یعنی زمین پر چلنے والوں میں سب سے بدتر ہے

در لباس دوستی سازند کارِ دشمنی
حسب الامکاں واجبست از کید ایشاں اجتناب

دوستی کے لباس میں دشمنی کے کام کرتے ہیں۔ حتی الامکان ان کے مکر سے بچتے رہنا ضروری ہے۔

شکل ایشاں شکل انساں فعل شاں فعل سباع
ہم ذئابٌ فی ثیابٍ او ثیابٌ فی ذئابٍ

ان کی شکل تو انسان کی شکل ہے مگر ان کے کام درندوں کے کام ہیں یہ بھیڑیئے ہیں کپڑوں میں یا کپڑے ہیں بھیڑیوں پر۔

آپ کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ بھائیوں کے مشورہ میں یہ طے ہوا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو کوئیں میں ڈال دیں۔ اس کے لئے یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے جانا ضرور تھا اور جنگل میں بغیر باپ کی اجازت کے نہیں لے جاسکتے تھے اس لئے سوچ رہے ہیں کہ کس بہانہ سے اجازت لی جائے جب مشورے ہو رہے تھے وہ گرمی کا موسم تھا جنگلوں میں سوائے دھوپ اور ریت کے رکھا ہی کیا تھا۔ چند روز بے چینی کے ساتھ توقف کیا۔ جب برسات کا موسم آگیا تو

ہے ظہور قدرتِ رب البشر برسات میں
کیسا دلکش اس نے رکھا ہے اثر برسات میں
کیا گھٹائیں اودی اودی اور کیا چھما چھم کی بہار
آنکھیں جس سے ہیں خنک اور دل ہے تر برسات میں

ہے یہ سبزہ اور گل بوٹے ہزاروں رنگ کے
آپ صحرا کا بھی دیکھیں کر تو فر برسات میں
ہر طرف رحمت کے جھونکے ہر طرف ٹھنڈی ہوا
شان مولا ہم کو آتی ہے نظر برسات میں
کوئلوں کا کوکنا موروں کا وہ جھنگاڑنا
دل پہ کرتا ہے جو کرتا ہے اثر برسات میں
جانور بھی کرتے ہیں تسبیح اس کی اے مدیر
تم مگر رہتے ہو کیسے بے خبر برسات میں

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دیکھا کہ اب نہایت لطف و بہار کے دن آ گئے ہیں جنگل جنگل نہیں رہے ہیں بلکہ جنت کا نمونہ بن گئے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے سے کہنے لگا لو بھائی مبارک ہو وہ موسم آ گیا جس کے لئے ہم مہینوں سے انتظار کر رہے تھے۔ چلو اور چل کر یوسفؑ کو پھسلا کر اپنے ساتھ جنگل کو چلنے کے لئے آمادہ کریں غرض یوسفؑ کو علٰحدہ بلا کر کہنے لگے۔ یوسفؑ ہماری جان تم پر سے قربان آج کل جنگل میں عجیب لطف ہے مگر ہمارا دل تمہارے لئے لوٹتا ہے۔ تمہارے بغیر ہم کو کچھ مزہ نہیں آتا۔ کچھ بھی ہو ہم نے تو اب قسم کھالی ہے کہ تمہارے بغیر سیر نہیں کریں گے۔ چھوٹا بھائی تو گھر میں قید رہے اور ہم جنگل میں مزہ اڑائیں۔ غرض یوسف ان کی باتوں میں آ گئے اور کہا کہ کسی طرح سے بابا کو راضی کر کے میں تمہارے ساتھ جنگل کو چلتا ہوں۔ اندرونی یہ سازش کر کے اب سب بھائی مل کر باپ کے سامنے آئے

اور گفتگو شروع کی۔

انداز گفتگو ایسا ڈالا کہ درخواست نامنظور نہ ہو۔ صاف لفظوں میں انہوں نے اپنا مدعا نہیں کہا بلکہ پہلے باپ پر اثر ڈالتے ہیں۔ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ابا آپ کو ہم پر اعتبار ہی نہیں بھروسہ ہی نہیں۔ آپ نے ہم کو یوسفؑ کا غیر سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ ہم تو یوسفؑ کے خیرخواہ ہیں۔ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ یوسف کو کل ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ وہ بھی چلے پھرے کھیلے کودے اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جنگل میں جانا سیر و تفریح کرنا مباح ہے یوں بھی انسان ہمیشہ خوش مزاج رہے نہ ایسی ہنسی و مسخرہ پن یا ٹھٹھا کرے جس سے چھچھورا پن ظاہر ہو نہ ایسی صورت بگاڑے رہے کہ خوش آدمی بھی دیکھ کر غمزدہ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراتی ہوئی صورت تھی۔ کیسا ہی غمزدہ آپ کو دیکھتا خوش ہو جاتا۔ کھانے میں نمک جیسا ہوتا ہے ایسی خوش طبعی کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے

حکایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص ایک شخص کو لے کر آیا اور کہا یہ کہتا ہے کہ اس نے خواب میں میری ماں سے زنا کیا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اس کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ کو دُرّے مارو

بھائیوں کا یہ کہنا کہ یوسفؑ کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ اور حضرت یعقوب کا خاموش رہنا سارے تباہی کا باعث ہوا۔ اگر حضرت یعقوب خدا پر بھروسہ کرتے تو یوسفؑ کی حفاظت ہوتی۔ انہوں نے بھائیوں کے کہے اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کا خیال کیا۔ اس لئے حفاظت نہ ہوئی

اب یعقوب علیہ السلام سوچ میں ہیں ان کو وہ اپنا خواب یاد آرہا ہے یعقوب علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا تھا کہ یوسف علیہ السلام تو دو ... جنگل

میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں گیارہ بھیڑیوں نے ان کو گھیر لیا ہے یکایک یوسفؑ ان میں غائب ہو گئے۔

دوستو! غور کرنے کا مقام ہے کہ یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی یعقوب علیہ السلام کے خواب میں گیارہ بھیڑیئے اور حضرت یوسفؑ کے خواب میں گیارہ تارے نظر آئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یعقوب کے خواب میں وہ گناہ کی حالت میں نظر آئے اس لئے بھیڑیئے دکھائی دیئے۔ یوسفؑ کے خواب میں توبہ کی حالت میں نظر آئے اس لئے تارے دکھائی دیئے۔ معلوم ہوا کہ گنہگار بھیڑیئے کی صورت میں ہے۔ اور تائب تارے کی صورت میں گیارہ بھائیوں کی ابتدائی حالت یعقوب علیہ السلام کو نظر آئی اور حضرت یوسفؑ کو ان کا خاتمہ نظر آیا۔ دارومدار خاتمہ پر ہے۔ اب یعقوب علیہ السلام متردد ہیں انکار کرتے ہیں تو اولادِ یعقوب آزردہ ہوتی ہے کہ باپ کو ہم پر اعتبار نہیں بھیجتے ہیں تو واقعات روک رہے ہیں آخر سوچ کر حضرت یعقوبؑ طرزِ کلام بدلتے ہیں ایسا جواب دیتے ہیں کہ بے اعتباری کا بھی اعتراض اٹھ جائے اور یوسفؑ بھی علیحدہ نہ ہوں قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ اعتباری کی کیا بات ہے یوسفؑ کی جدائی شاق ہے۔ ان کے چلے جانے سے مجھے خواہ مخواہ تکلیف ہوگی۔ اگر اولادِ یعقوبؑ سعادت مند ہوتی تو یہی ایک فقرہ کافی تھا۔ وہ رک جاتی اور سمجھتی کہ کیوں ایسا کام کریں جس سے باپ کے دل کو صدمہ پہنچے۔

دوستو! سنو بات یہ ہے جھاڑ جب سوکھ جاتا ہے تو اس میں سوائے کانٹے کے اور آگ کا ایندھن بننے کے کوئی صلاحیت نہیں رہتی اور جب تک ہرا رہتا ہے تو اس میں نرمی رہتی ہے اور ہر طرح کی صلاحیت ہوتی ہے ایسے ہی اللہ کا ذکر ہے۔ اس کی خاصیت ہے کہ دل کو نرم کرتا ہے اور دل ذکرِ الٰہی سے خالی ہو تو اس دل کو نفس کی حرارت اور شہوات کی آگ سکھا دیتی ہے قساوتِ قلبی پیدا ہوتی ہے۔ سوکھی لکڑی کی طرح اعضاء بھی اطاعت سے نکار کرتے ہیں

جیسے حضرت یعقوبؑ کی ان اولاد میں آپ دیکھ رہے ہو وَاَخَافُ
اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ

یعقوبؑ نے فرمایا دوسری وجہ نہ بھیجنے کی یہ ہے کہ ذرا سی غفلت سے بعض اوقات خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے جنگل میں جہاں بھیڑیئے کثرت سے ہوں بکریوں کا منڈہ چرانے والوں کے ساتھ چھوٹے بچے کو بھیجنا خالی از خطرہ نہیں ہے ممکن ہے کہ ذرا تم اِدھر اُدھر ہو جاؤ اور یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے۔

حضرت یعقوبؑ کس عمدگی سے سمجھا رہے ہیں فرماتے ہیں قصداً نہیں غفلت سے ممکن ہے کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے۔ حضرت یعقوب کے پہلے نقرہ کا کہ یوسفؑ کی جدائی شاق ہے۔ اولادِ یعقوبؑ کچھ جواب نہیں دیتی بلکہ اس نقرہ سے اور بھی حسد کی آگ بھڑک گئی۔ جل بھن کر رہ گئے۔ ہاں دوسرے نقرہ کا جواب کہ تم ادھر ادھر ہو گئے اور یوسف کو بھیڑیا کھا جائے" یہ دیتے ہیں قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ہماری موجودگی میں جب کہ ہم میں کا ایک ایک دس شیروں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ بھیڑیئے کے کھا جانے کی آپ نے خوب کہی تو یوں فرمایئے کہ آپ ہم کو محض نالائق نکمے ناکارہ سمجھتے ہیں۔" اس کا خیال بھی آپ دل میں نہ لایئے آخر ہم کس روز کے لئے ہیں اگر بھیڑیئے سے اس بچے کی حفاظت نہ کی تو ہم بالکل بودے قرار پاویں گے اس گفتگو میں اولادِ یعقوبؑ نے اچھی خاصی جھگڑے کی صورت پیدا کر لی۔ اس لئے یعقوب علیہ السلام کو ان کی رائے ماننا پڑی۔ اب ذرا آپ اس کو بھی سوچیے کہ حضرت یعقوبؑ کس شفقت سے بچوں کو سمجھا رہے ہیں۔ بچے ہیں کہ اپنی ہٹ پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور یوسفؑ کو بھی پھسلا کر لائے ہیں وہ بھی ہٹ کر رہے ہیں کہ ابا ہم کو جنگل جانے کی اجازت دو۔

صاحبو! یہ بال ہٹ ہے۔

ایک دفعہ اکبر نے بیربل سے کہا یہ جو مشہور ہے کہ تین ہٹ بہت سخت ہوتی ہیں ان کا پورا کرنا مشکل ہے۔ راج ہٹ۔ تریا ہٹ۔ بالک ہٹ۔ یہ شک بادشاہ

اور عورت کے ہٹ کا پورا کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ دونوں ذی عقل ہوتے ہیں ممکن ہے کہ وہ سوچکر ایسی بات کہیں جس کا پورا کرنا دشوار ہو مگر بچہ کی ہٹ کا پورا کرنا کیا مشکل ہے کہ بچہ میں اتنی سمجھ کہاں جو سوچ سوچ کر دشوار بات نکالے۔ دوسروں کو عاجز کر دے۔ جبرئیل نے کہا حضور سب سے زیادہ مشکل بالک ہٹ ہے اس کے پورا کرنے کے لئے بڑی عقل کی ضرورت ہے۔ اکبر نے کہا یہ سمجھ میں نہیں آتا اس کا امتحان ہونا چاہیئے بیربل نے کہا حضور میں بچہ بنتا ہوں آپ میری ہٹ کو پوری کیجئے کہا اچھا۔ بیربل بچوں کی طرح رونے لگا اکبر نے پوچھا کیوں روتے ہو بیربل نے کہا کہ ہم تو کلیا لیں گے۔ اکبر نے فوراً ایک کلیا منگا دی وہ پھر رونے لگا۔ اب کیوں روتے ہو تو کہا ہم تو ہاتھی لیں گے اکبر نے فیل خانہ سے ایک ہاتھی منگا دیا۔ وہ پھر رونے لگا۔ کہا اب کیوں روتے ہو۔ کہا اس ہاتھی کو اس کلیا میں رکھ دو۔ اکبر عاجز ہو گیا۔ کہا اچھا ہم اب بچہ بنتے ہیں تم ہماری ہٹ پوری کرو۔ بیربل نے کہا اچھا۔ اکبر کو اور کوئی سبق تو آتا نہ تھا وہی بیربل کا پڑھایا ہوا سبق دہرایا کہ ہم تو کلیا لیں گے۔ اس نے کلیا منگا دی۔ پھر کہا ہم ہاتھی لیں گے۔ اس نے بازار سے مٹی کا ایک ذرا سا ہاتھی منگا دیا۔ پھر کہا اس کو کلیا میں رکھ دو اس نے اٹھا کر رکھ دیا۔ اکبر خاموش ہو گیا۔ بیربل نے کہا حضور آپ سے یہ غلطی ہوئی کہ بچہ کی فرمائش پہ آپ نے اتنا بڑا ہاتھی منگا دیا۔ آپ کو ہاتھی بھی بچہ کے مناسبت سے منگانا چاہیئے تھا۔ مگر بعضے بچوں کی ہٹ بیربل کے باپ سے بھی پوری ہونا مشکل ہے۔

حکایت ایک بچہ ہٹ کرنے لگا میں تو وہ چیز کھاؤں گا وہ بھی لا کر رکھ دی گئی۔ پھر ضد کرنے لگا کوئی اور چیز مانگی وہ بھی لا کر دیدی گئی جب ساری ضدی پوری ہو گئیں تو کہنے لگا ہائے یہ چاند کیوں نکل رہا ہے اس کو چھپاؤ یہاں بیچارے ماں باپ عاجز ہو گئے۔

غرض جو ان بیٹوں کے جھگڑے کی شکل پیدا کرنے سے اور یوسفؑ کی ہٹ سے مجبور ہو کر یعقوبؑ نے یوسفؑ کو جنگل میں بھیجنے کی اجازت دیدی۔ دوستو تقدیر کے سامنے تدبیر نہیں چل سکتی۔ حضرت یعقوبؑ نے بہت کچھ تدبیریں کیں لیکن ایک

نبی اور یوسفؑ کو کنعان سے نکلنا تھا نکلے۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے تین سوالوں کا کچھ جواب نہیں حضرت یعقوبؑ
آپ یوسفؑ کو بہت چاہتے ہیں پھر دشمنوں کے ہاتھ میں کیوں دے رہے ہیں
اے مسلمان تو خدا کو بہت چاہتا ہے پھر یہ نافرمانی کیسی
اے خدا بندہ مومن بہت چاہتا ہے پھر یہ مصیبتیں کیسی۔

آدم علیہ السلام کے پہلے عشق و محبت جگہ تلاش کرتی تھی اور تو اور ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے بھی عشق و محبت کے قابل نہیں تھے۔ خلوت میں یہ عشق و محبت مخفی چھپی ہوئی تھی۔ پھر ابلیس کے عبادت کا شہرہ ہر جگہ ہونے لگا۔ عشق و محبت خلوت سے نکل کر ابلیس میں مقام کرنا چاہی۔ غیرت الٰہی نے پکارا عشق و محبت کہاں جاتے ہو ابلیس اس کا اہل نہیں ہے پھر وہ عشق و محبت پردۂ غیوب میں جن وملک سے علیحدہ جاکر چھپے رہے۔ ادھر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ ادھر عشق و محبت کو درخت بنا کر جنت میں لگایا۔ آدمؑ سے کہا آدمؑ جنت کی سب نعمتیں کھانا مگر یہ عشق و محبت کے درخت کے پاس نہ جانا۔ ابلیس نے کہا آدم جنت کی یہ ساری نعمتیں جسمانی غذائیں ہیں اور عشق و محبت یہ روحانی غذا ہے۔ آدمؑ اگر یہ نہ کھائے تو کیا کھائے۔ آدم للچائی ہوئی نظریں عشق و محبت کے درخت پر ڈالنے لگے حکم ہوا آدمؑ یہ کیا کرتے ہو کچھ اس درخت کی خاصیت معلوم ہے۔ اس کو کھاتے ہی اس کی جڑیں دل کے اندر گھس جاتی ہیں ہمارے کاشت دہقانِ محبت در زمین دل

تنش درد و برش اندوہ بیخش خون شاخش غم

دہقان محبت نے دل کی زمین میں ایک درخت بویا جس کا تنہ درد ہے اس کے پھل مصیبت اور اس کی جڑ خون اور اس کی ڈالیاں غم۔

آدم ذرا سوچ سمجھ لو۔ اگر آرام و آسائش چاہتے ہو تو دیکھو یہ جنت میں کھاؤ، پیو، لطف اٹھاؤ، مزہ لو، شجر محبت کا نام نہ لو۔ اگر شجر محبت

کھاتے ہو تو یاد رکھو

خوں ریز بود ہمیشہ در کشور ما ✿ خونابہ بود مدام در ساغر ما

عشق و محبت کے ملک میں ہمیشہ خونریزی رہتی ہے۔ عشق و محبت کے پیمانے میں ہمیشہ خون کی شراب بھری ہوئی ہوتی ہے۔

داری سرِ ما وگرنہ دور از برِ ما ✿ ما دوست شدیم و تو نداری سرِ ما

اگر ہمارا خیال ہے تو یہ سب کچھ سہنا ہوگا۔ ورنہ پھر عشق و محبت کا نام نہ لے نا یاد رکھنا ہم تو تیرے دوست ہونا چاہتے تھے مگر تو ہم سے محبت نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ محبت کے سب لوازمات کو قبول کر لیتا۔

غرض آدم علیہ السلام کا شجر محبت کو چکھنا ہی تھا کہ دنیا بھر کی بلائیں مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔

اب حضرت یعقوبؑ بھی اسی کانٹوں کے جنگل میں تشریف لا رہے ہیں ادھر ماں زلیخا پھولوں کے سیج پر سونے والی اسی کانٹوں کے بچھونے پر سونے کی تیاری کر رہی ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی روانگی کی تیاری ہو رہی ہے سر دھلایا، نہلایا اچھے اچھے کپڑے پہنائے خوشبوئیں لگائیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو نمرود کی آگ میں گرتے وقت حضرت جبرئیلؑ نے جنت سے جو پیرہن لاکر پہنایا تھا۔ اسی پیراہن کو تعویذ بنا کر یوسفؑ کے بازو پر باندھا۔ تبرکاً حضرت اسحاق علیہ السلام کا عمامہ سر پر رکھا۔ اپنی چادر اڑھا کر رخصت کیا ؎

آج ہے اس گھر سے یوسف کی وداع ✦ آ بنی ہے جان پر کیسی وداع
آج بس رخصت ہے اس گھر کا چراغ ✦ دل پہ آنے کو ہے بس فرقت کا داغ

کنعان کے دروازے پر ایک جھاڑ تھا اس شجرۂ وداع کہتے تھے سفر کرنے والے کو سب وہاں تک پہنچایا کرتے تھے یعقوب علیہ السلام بھی یوسفؑ کو پہنچاتے شجرۂ وداع تک آئے چھاتی سے لگا کر بہت دور سے دوئے یوسفؑ تمہارے

جانے سے مجھے بہت بڑے غم کی بو آ رہی ہے۔ معلوم نہیں انجام کیا ہوتا ہے
بیٹا یوسف دیکھو مجھے نہ بھولنا۔ میں بھی تم کو نہیں بھولوں گا۔ دوسری وصیت
یہ ہے کہ بیٹا کسی حال میں خدا کو نہ بھولنا۔ جب کسی مصیبت میں پھنسنا تو خدا
ہی سے مدد مانگنا حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اکثر کہا کرنا۔

تمہارے دادا ابراہیمؑ کے آگ میں گرتے وقت یہی کلمہ ان کی زبان
پر تھا خدا نے ان کو آگ سے بچا لیا۔ باپ رو رو کر رخصت کر رہے تھے۔ یوسفؑ
کی بہن اس وقت سو رہی تھیں۔ خواب میں دیکھا کہ دس بھیڑیئے یوسفؑ کو باپ
کے گود سے لے گئے گھبرائی ہوئی اٹھی سنا کہ یوسفؑ بھائیوں کے ساتھ جنگل کو جا رہے
ہیں دوڑتی ہوئی آئی یوسفؑ کو چھاتی سے لگا کر روئی اور ایک ایک بھائی سے
کہتی تھی مجھے باندی سمجھو اپنے ساتھ لے چلو۔ تمہاری خدمت کرتی چلوں گی لکڑیاں
لاؤں گی۔ کھانا پکاؤں گی۔ بھائیوں نے حیلہ کرکے ٹال دیا۔ عجیب وقت تھا
یوسف اُدھر رو رہے ہیں۔ یعقوب ادھر۔ بہن اودھر۔ آسمان کے دروازے
کھلے ہوئے تھے۔ حوریں کھڑی رو رہی تھیں۔ روحانیاں بے چین تھیں ادھر تقدیر
کہہ رہی تھی یعقوبؑ ایک رات کی جدائی نہیں ہے ابھی یہ چالیس برس کی جدائی ہے

صاحبو! فرق وجدائی ایسی آگ ہے جس کا بجھنا بغیر ملاقات کے ممکن
نہیں۔ کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ آفتاب ڈوبتے وقت پیلا کیوں ہو جاتا ہے تو
جدائی کے خوف سے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ
اس سے مراد فراق کی آگ ہے جو دل کو جلا کر کوئلہ کر دیتی ہے۔

پھر سب بیٹوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا تمہارے آئے بغیر میں شہر کو نہیں
جاؤں گا۔ دیکھو میرے یوسفؑ کو جلد لانا۔ بڑے بیٹے سے کہا بیٹا تم سب میں بڑے
ہو یوسفؑ کو میں تمہیں سونپتا ہوں۔ ان کی نگرانی میں غفلت نہ کرنا۔ دوسروں
پہ بھروسہ نہ کرنا اس نے قبول کیا۔

بڑے بیٹے کو سونپنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف چالیس سال دور رہے

اگر خدا کو سونپتے تو یہ نہ ہوتا جو ہوا

تھوڑی دور گئے تھے کہ یعقوبؑ نے کہا ایک بار پھر میرے یوسف کو لاکر مجھ کو دکھلاؤ۔ پھر یوسف لائے گئے۔ آپ نے کہا بیٹا مجھے تنہا چھوڑ کر چلے۔ پھر ان کو تسلی دیکر سب چلے گئے فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ سو جب یوسف علیہ السلام کو ڈ اپنے ساتھ جنگل کو لے گئے۔ اس وقت یوسفؑ کی عمر ۱۲ برس کی تھی۔ جب تک باپ کے سامنے تھے یوسفؑ کو کوئی بھائی کاندھے پر بٹھاتا اور کوئی گردن پر اور کوئی سر پر۔ جب باپ کے نظر سے غائب ہوئے تو زمین پر پٹک دیا اور کہا اے جھوٹے خواب والے کہاں ہیں تیرے تارے بلا کہ وہ آکر ہمارے ہاتھ سے تجھ کو چھڑا دیں۔ طرح طرح کی ایذا دے رہے تھے اور مارتے جاتے تھے۔ جس بھائی کے پاس جاتے وہ طمانچہ مارتا جس کے دامن میں چھپنا چاہتے وہ گریباں پھاڑتا۔ آفتاب بلند ہوا یوسفؑ کو پیاس لگی ایک ایک بھائی سے پانی مانگتے تھے تو پانی دکھا دکھا کر زمین پر پھینک دیتے تھے یوسفؑ کہتے تھے بھائی میرا کیا قصور ہے تم بڑے ہو میرے بچپن پر رحم کرو۔ کوئی طمانچہ مارتا تو کوئی گلا گھونٹتا۔ بھائی پانی کیوں نہیں دیتے تو کہتے تو پانی کا پیاسا ہے تو ہم تیرے خون کے پیاسے ہیں۔ چل اب تجھے خون پلاتے ہیں۔ یوسفؑ تڑپ کے کہنے لگے

کجائی اے پدر آخر کجائی زحال من چنیں غافل چرائی

باوا جان کہاں ہو دیکھو آؤ تمہارے پیارے بچہ کا کیا حال ہے پاؤں میں آبلے آگئے ہیں۔ منہ طمانچوں سے لال ہو گیا ہے۔ اب جان کی باری ہے۔

غرض جس بھائی کی پناہ میں جاتے وہی دشمن بن کر سخت ایذا دیتا تو یوسفؑ ہنسنے لگے۔ یہودا نے کہا واہ یہ بھی کوئی ہنسنے کا وقت ہے۔ یوسفؑ نے کہا میرے اور میرے خدا میں ایک راز ہے۔ یہودا نے کہا وہ کیا راز ہے۔ کہا ایک دن میں نے تم کو دیکھکر دل میں کہا تھا۔ میرے بھائی گیارہ ہیں ایک سے بڑھ کر ایک قوت والا زبردست ایک ایک دس پر بھاری ہے۔ اگر کوئی دشمن میرا ہو تو ایسے بھائیوں کے ہوتے ہوئے وہ دشمن میرا کیا کر سکتا ہے۔ میرے اس خیال کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے تم کو مجھ پر مسلط کیا ہے۔

جو خدا کو چھوڑ کر بندے پر بھروسہ کرتا ہے اس کی یہی سزا ہے

یہودا کو یہ سن کر یوسفؑ پر رحم آیا۔ یوسفؑ کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ سب بھائیوں نے کہا ایسا ہی پناہ میں لینا تھا تو اتنی سر دردی کی کیا ضرورت تھی تو اس نے کہا جو مشورے میں طے پایا ہے وہ کرو باقی ایذا مت دو وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ (اور حسب قرار داد سابق) سب نے پختہ عزم کیا کہ یوسف کو کسی اندھیرے کوئیں میں ڈال دیں (تو جو کچھ تجویز کیا تھا اس پر عمل شروع کیا) اور جس کوئیں میں پھینکنا چاہتے تھے وہ کنواں آگیا۔ کنعان سے چار کوس پر وہ کنواں تھا۔ نیچے بہت گہرا تھا اور منہ چھوٹا تھا اس کنوئیں میں ڈالنا چاہا تو یوسفؑ ایک ایک بھائی کو چمٹنے لگے۔ مگر سب بھائی چھڑا دیتے تھے۔ باپ کا واسطہ دیا کچھ فائدہ نہ ہوا پاؤں پر اُن کے گر گر کے ٹھوکریں مارا" جب یوسفؑ نے دیکھا کہ کوئیں میں ڈالنا ہی چاہتے ہیں تو بھائیوں سے کہا اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں بدقت راضی ہوئے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی۔

الٰہی اب میں خود کو تجھے سونپتا ہوں" بھائی نزدیک آئے اور کرتا اتار لیا۔ یوسفؑ نے کہا اتنا کرتہ رہنے دو کہ زندگی میں اس سے جسم چھپاؤں گا۔ مرنے کے بعد میرا کفن بنے گا کون سنتا ہے کرتہ اتار کر کمر میں رسی باندھی یوسفؑ نے کہا بھائی جو تم کو کرنا تھا کر چکے کوئی ظلم باقی نہ رکھا۔ اب میری وصیت ہے اس کو یاد رکھو کہا وہ کیا ہے یوسفؑ نے کہا ابا کو آرام سے رکھنا۔ میرے ساتھ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی ابا کو خبر مت دینا وہ تم سے ناراض ہوں گے تم کو سزا دیں گے گو تم نے مجھ کو ایذا دی ہے۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ تم کو ایذا پہنچے" اتنا کہنے پائے تھے کہ کوئیں میں چھوڑ دیئے گئے کچھ دور کوئیں میں پہنچ گئے۔ تھے کہ ایک بھائی نے رسی کاٹ دی۔ پھر بھائیوں نے پکارا "یوسف یوسف" یوسفؑ سمجھے کہ شاید بھائیوں کو رحم آیا ہے۔ بھائیوں کو جواب دیا بھائیوں نے کہا ارے ابھی زندہ ہے اوپر سے پتھر مارنے لگے۔ یہودا نے روکا اور کہا جو کرنا تھا کر چکے اب کیوں ستاتے ہو۔

دوستو! اب سوچو بھائیوں نے یوسف ؑ کو کوئیں میں ڈال دیا۔ یہ کنواں ایک سنسان جنگل میں واقع ہے۔ اب ظاہری اسباب اور جس قدر دنیوی ذرائع ہیں سب ختم ہو چکے اب بالکل یاس ہے سب سے تعلقات ٹوٹ گئے ہیں۔ صرف ایک خدا کا تعلق باقی ہے رحمت الٰہی کو جوش آتا ہے۔ یوسف ؑ کا تعلق آسمان کے رہنے والوں سے قائم کردیا جاتا ہے۔ مظلوم کی دلدہی کا پیام آسمان سے آتا ہے۔

مسلمانو! یہ وہ سبق ہے کہ جو ہم کو یاد رکھنا چاہیئے۔

مسلمانوں نے غیر خدا پر بھروسہ کیا دیکھ لیا۔ ابھی عبرت نہیں ہوئی جب تک ٹوٹ پھوٹ کر خدا کے نہ ہوں گے ایسے ہی ٹھوکریں کھائیں گے۔

غرض اب یوسف ؑ کو ظاہری مدد بھی آتی ہے اور باطنی بھی۔ دونوں مددیں اور باؤلی کی کیفیت کو آگے ظاہر کیا جاتا ہے۔

القصہ جب اس طرح بھائیوں نے مظلوم یوسف ؑ کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھے اور ایک رسی کمر میں باندھ کر بہت بے دردی سے کنوئیں میں چھوڑنا شروع کیا۔

مظلوم یوسف ؑ کوئیں میں آدھی دور نہیں پہنچے تھے کہ ان بے رحموں نے رسی کاٹ دی۔ ظلم کی انتہا ہو گئی۔

صاحبو: ظلم کرنے سے بچو۔ ظالم پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں کرتا۔

ظالم قیامت میں ذلیل اٹھایا جائے گا

ظالم کی قبر میں ظلم کا اندھیرا چھایا رہے گا۔

ظالم پر اللہ تعالیٰ کا غضب رہتا ہے۔

ظالم پر ظلم آگ بن کر عذاب دے گا

ظالم شفاعت سے محروم ہوگا۔

صاحبو! ایک مصیبت کا دن آنے والا ہے وہ دن قیامت کا ہے۔ اہل حقوق ظالم کو گھیر لیں گے کوئی کہے گا اس نے مجھ کو مارا تھا۔ اس نے مجھ سے خدمت لیکر مزدوری نہیں دی تھی۔ کوئی کہے گا اس نے ناحق میرا مال کھایا تھا۔ کوئی کہے گا

مجھ کو گالی دی تھی. کوئی کہے گا میری غیبت کی تھی. کوئی کہے گا مجھ سے دغا فریب کیا تھا. غرض سینکڑوں دعوے پیش ہوں گے. بندہ گھبرا کر خدا کے طرف سر اٹھائے گا. شاید خدا ان جھگڑوں سے چھڑا دے. ادھر سے ارشاد ہوگا

اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ آج کا دن کسی پر ظلم نہ ہوگا. جس نے کسی پر ظلم کیا ہے اس کا بدلہ ہونا ضروری ہے. ہائے رے. اس وقت کی مایوسی بندہ ہکا بکا ہو کر چو طرف دیکھے گا.

صاحبو! خدا کے لئے بندوں کے حقوق سے بچو کہ یہ حقوق تمہارے نیک اعمال کے گھن ہیں. آج کر لو جو ظلم کرنا ہے. مگر یاد رکھو اس ظلم کا بدلہ دیکھنا ہوگا یہ تو آخرت میں ظلم کا بدلہ ہے. دنیا میں ظلم سے جو ہوتا ہے. اس کی تصویر قرآن شریف اس طرح کھینچتا ہے.

یہ ظالموں کے گھر ہیں جو کھنڈر ہو گئے ہیں وہ کیوں؟ ان کے ظلم کے سبب سے!

نَامَتْ جُفُوْنُکَ وَالْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِہٌ + یَدْعُوْ عَلَیْکَ وَعَیْنُ اللّٰہِ لَمْ تَنَمِ

ارے ظالم تیری آنکھیں تو سو رہی ہیں مگر مظلوم پر نیند حرام ہے وہ تڑپ تڑپ کر تجھ کو بد دعا دیتا ہے. یاد رکھ اللہ کی آنکھ نہیں سو رہی ہے وہ سب دیکھ رہا ہے بے فکر مت رہ دیکھ کیا ہوتا ہے.

غرض ادھر حضرت یوسفؑ کی رسی کٹی وہ تن نازک. اندھیرے کوئیں میں چلا باطنی مدد پہنچی ادھر عرش معلی سے حضرت جبرئیلؑ کو ندا ہوئی جبرئیلؑ جلد خبر لو.. یوسف کی رسی کٹ چکی ہے تہ میں گر رہے ہیں تہ میں پہنچنے سے پہلے جلدی سے گود میں لے لو

جس کو اپنے چھوڑ دیتے ہیں کہیں ؎ لینے والے اس کے ہم ہیں بالیقین

جبرئیلؑ نے آ کر آہستہ سے یوسفؑ کو ایک چٹان پر بیٹھا دیا. سب بھائی تو یوسف کو کوئیں میں ڈال کر چل دیئے. ایک بھائی جس کو یوسفؑ سے کسی قدر محبت تھی ٹہرا رہا اور کوئیں پر آ کر کہا یوسفؑ کیا زندہ ہو یا مر گئے. یوسفؑ نے کہا تم کون ہو جو غریب و بیکس وبے سہارا کو یاد کرتے ہو. اس نے کہا میں تمہارا بھائی یہودا ہوں. یوسفؑ نے

روتے ہوئے کہا بھائی کیا پوچھتے ہو اس کے حال کو جو باپ سے جدا ہے کوئیں کی تہ میں پڑا ہوا ہے۔ مرنے کے قریب ہے تن برہنہ ہے۔ لب تشنہ۔ شکم بھوکا۔ دل زخمی نہ کوئی مونس ہے نہ کوئی مددگار۔ نہ کوئی ہمدم۔ نہ کوئی غمگسار۔ یوسفؑ کی بے کسی پر یہودا بہت رویا۔ یوسفؑ نے کہا بھائی یہ وقت رونے کا نہیں ہے۔ یہ وقت وصیت کا ہے جو ہونا تھا وہ ہوا۔

یوسفؑ نے کہا سنو بھائی میری وصیت یہ ہے کہ جب تم شام کے وقت گھر میں جاؤ گے تو میری بے کسی کو یاد کرنا۔ کھانے کے وقت میری بھوک کو نہ بھولنا جب کپڑے پہننا تو میری برہنگی کو یاد کرنا۔ خوشی کے وقت جب دوستوں کے ساتھ مل بیٹھنا تو میری پریشانی اور تنہائی کو یاد کرنا۔ الغرض یہودا اور سب بھائی چلے گئے اور یوسف روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ اب یوسفؑ پورے خدا کے ہو گئے ہیں سب سے تعلقات ٹوٹ گئے ہیں۔ رحمت الٰہی جوش میں ہے حکم ہوتا ہے جبرئیلؑ تم یعقوبؑ کی صورت بنا کر یوسفؑ کو تسلی دو۔ جبرئیلؑ یعقوبؑ کی صورت بنا کر یوسف کا سر گود میں لئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ یوسفؑ کو جب ہوش آیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ باپ یعقوب پاس ہیں۔ جبرئیلؑ کو باپ سمجھ کر لپٹ گئے۔ کہنے لگے کہ بابا جان کہاں تھے۔ آپ کی جدائی میں مجھ پر کیا کیا گذرا۔ یہ کہہ کر بہت درد سے رونے لگے۔ کوئیں کے در و دیوار بھی رونے میں ان کا ساتھ دینے لگے۔ جبرئیل سے رہا نہ گیا انہوں نے بھی بہت رو کر کہا یوسفؑ میں یعقوبؑ نہیں ہوں۔ میں جبرئیل ہوں ادھر سے خدائے تعالیٰ کا حکم آیا جبرئیل جب تک میرا یوسفؑ کوئیں میں ہے اس کے ساتھ رہو۔ اس کو تسلی دیتے رہو پیراہن خلیل جو بازو پہ باندھے تھے وہ ان کو پہنایا گیا۔ جنت کا کھانا پانی کھلایا پلایا گیا۔ حضرت یوسفؑ کے معجزے سے کوئیں کا کھارا پانی نہایت میٹھا ہو گیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے تمام موذی جانوروں کو پکارا۔ خبردار کوئی جانور اپنے سوراخ سے نہ نکلے۔ کیوں کہ آج تمہارے گھر میں خدا کا خاص بندہ مہمان ہو کر اترا ہے۔ یہ حکم سنتے ہی تمام موذی جانور اپنے اپنے بلوں میں گھس گئے۔ ایک سانپ اپنی شقاوت سے حضرت یوسفؑ کو

کاٹنے کے لئے لپکا۔ جبرئیلؑ نے اس پر ایک چیخ ماری جس سے وہ سانپ بہرا ہوگیا اور سانپوں کی نسل قیامت تک بہری کردی گئی۔ اب کوئی سانپ سنتا نہیں حضرت یوسفؑ کے حسن وجمال سے کنواں روشن ہوگیا۔

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ ⁂ جنت است آں گرچہ باشد قعرِ چاہ

یوسفؑ جیسا چاند کی صورت والا جہاں ہوتا ہے وہ جگہ جنت بن جاتی ہے اگرچہ وہ کوئیں کی تہ ہو۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کوئیں میں گرے ہیں تو ذکر الٰہی بہت ہی درد سے کر رہے تھے۔ فرشتوں نے سن کر عرض کیا الٰہی کیسی بھلی آواز کوئیں سے آرہی ہے حکم ہو تو ہم وہاں جائیں۔ ارشاد ہوا یہ وہی انسان ہے جس کی نسبت تم نے کہا تھا اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا جھگڑا فساد کرنے والی قوم کو تو کیوں پیدا کرتا ہے۔ تم نے یہ نہ دیکھا کہ ایسی حالت میں بھی ہم کو نہ بھولنے والا انسان ہی ہے۔ فرشتوں نے یوسفؑ کو گھیر لیا جس سے یوسفؑ کے قلب میں نہایت سکینہ اور اطمینان پیدا ہوگیا ایسا ہی جب مسلمان جمع ہوکر خدا کو یاد کرتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم کو اجازت ہو کہ ہم انسے انسیت حاصل کریں۔ حکم ہوتا ہے جاؤ انہیں کی نسبت تم نے کہا تھا اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا فساد کرنے والے انسانوں کو تو کیوں پیدا کرتا ہے۔

یہ تم نے نہ دیکھا کہ کیسے کیسے اپنی ضرورتوں کو چھوڑ کر مجھ کو یاد کرنے بیٹھے ہیں۔ ان کو بھی فرشتے گھیر لیتے ہیں ان پر بھی (سکینہ) سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے ذکر کرنے والوں کے فرشتے ایسے کیوں فریفتہ ہیں اس کی وجہ مولانا فرماتے ہیں ؎

ذرہ ذرہ کاندریں ارض وسماست ⁂ جنس خود را ہر یکے چوں کہرباست

زمین واسمان میں ذرہ ذرہ کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے جنس کو کہربا کی طرح کھینچتا ہے اسلئے ذاکرین انسان کی طرف فرشتے بھی کھچکر آتے ہیں۔

مسلمانو! خدا کا ذکر کرو ذکر کی یہ شان ہے۔

دوستو! دیکھا آپ نے یہ کنواں اوروں کے لئے سانپ بچھو کا مسکن ہے۔

تاریک اندھیرا ہے۔ طرح طرح کی تکالیف ہیں۔ یہی کنواں حضرت یوسفؑ کے لئے نورانی ہے اور جنت بنا ہوا ہے۔ فرشتوں سے انسیت دلائی جارہی ہے کچھ سوچا آپ نے اس کوئیں کا نمونہ اور کیا چیز ہے۔ اس کا نمونہ ہر ایک انسان کے لئے قبر ہے۔

حدیث ارشاد ہوتا ہے کہ قبر جنت کی کیاری ہے یا دوزخ کا گڑھا۔ قبر دو طرح کی ہے۔ قبر ابرار۔ قبر فجارؒ

قبر فجار میں سانپ، بچھو، اندھیرا طرح طرح کے تکالیف۔ قبر ابرار میں فروحٌ و ریحان و جنت نعیم کی راحت ہے۔ پھول ہیں۔ جنت کی نعمتیں ہیں۔ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔

حکایت حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا ایک قبر پر گذریں جس پر گچ کی جارہی تھی۔ فرمایا کیوں گچ کرتے ہو۔ عرض کیا زینت کے لئے فرمایا زینت اندر ہونا چاہیئے یا باہر۔ باہر کی زینت اندر والے کو کیا کام دے گی۔

حکایت جب ہارون رشید حج کو جارہے تھے راستے میں علیان دیوانہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا بچوں کی طرح لکڑی پر بیٹھے ہیں دوڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں لوگو ہٹو۔ کہیں میرے گھوڑے سے ایذا نہ پہنچے۔ ہارون نے کہا کون ہیں لوگوں نے کہا یہ علیان دیوانہ ہیں۔ ہارون نے کہا ان کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ سامنے آئے تو سر کو ہلاتے ہوئے کھڑے رہے۔ ہارون نے کہا کچھ نصیحت کرو تو کہا کیا نصیحت کروں۔ ھٰذِہٖ الْقُصُوْرُ وَھٰذِہٖ الْقُبُوْرُ یہ محل ہیں یہاں سے نکلے تو یہ قبریں ہیں ہارون رونے لگے اور کہا کچھ اور نصیحت کرو تو کہا جس کو خدا مال دے اور جمال دے مال کو خدا کے راستہ میں خرچ کرے اور جمال میں عفت سے گزارے تو اس کا نام ابرار کے دفتر میں لکھا جاتا ہے۔

ہارون نے کہا ان کو دس ہزار روپیہ دو تاکہ کچھ قرض ہو تو ادا کریں تو کہا امیر المومنین میرا کیا قرض ادا کرتے ہو پہلے اپنا تو قرض ادا کرو۔ کس کس کو ستا کر یہ پیسہ روپیہ جمع کیا ہے۔ جو حقوق تمہاری گردن پر ہیں ان کو ادا کرو۔ میرا قرض کیا ادا کرتے ہو۔

حکایت ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے ایک گھر خریدا ہے اس کا قبالہ بیع نامہ لکھ دیجیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا مسودہ سن لو پھر صاف کرانا۔ ایک مکان دھوکا کھاتے والے نے دھوکا کھائے ہوئے سے خریدا ہے۔ وہ مکان رہے گا نہ مکان والا۔ اور وہ مکان غافل لوگوں کی گلی میں ہے اس کی چار حدیں یہ ہیں۔ اول حد اس کی موت دوسری حد قبر۔ تیسری حد میدان قیامت۔ چوتھی حد نہیں معلوم جنت ہے یا دوزخ۔ یہ مسودہ خریدار نے سنا تو اس پر ایک خاص اثر ہوا۔

حکایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قبر میں آتارتے وقت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جوش غم میں قبر سے کہا اے قبر تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ ہم کس کے جنازہ کو لے کر آئے ہیں یہ بیٹی ہیں رسول اللہ صلعم کی۔ یہ بیوی ہیں حضرت علیؓ مرتضیٰ کی۔ یہ ماں ہیں حسنؓ حسینؓ کی۔ یہ فاطمہ زہراؓ ہیں جنت کے بیویوں کی سردار قبر سے آواز آئی اے ابوذر۔ قبر حسب و نسب بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے یہاں تو نیک عمل کا ذکر کرو یہاں تو وہی آرام پائے گا جسکے کثیر اعمال نیک ہوں۔ جس کا دل مسلمان ہو۔

الغرض حضرتؑ کو کوئیں میں ڈالنے کی مصلحت یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں قید خانہ کو باؤلی کی شکل کا بناتے تھے۔ اس میں قیدیوں کو قید کرتے تھے۔ یوسفؑ کو بتلایا جا رہا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا آئے گا کہ یوسفؑ تم بادشاہ ہو کر لوگوں کو ایسے ہی کوئیں میں قید کرو گے تو تم کو کوئیں کی حالت دکھاتے ہیں۔ جب قید کرنا تو ذرا سوچ سمجھ کر کرنا۔

الحاصل جب باپ کی شفقت نہ رہی تو نبوت دے کر اپنے سے سلسلہ جوڑتے ہیں یوسفؑ کو بچپنے میں ہی نبی بنا کر وحی بھیجتے ہیں۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یوسفؑ گھبراؤ مت ان تکلیفوں کی وجہ سے پریشان نہ ہونا یہ چند روز کی بات ہے۔ عنقریب تم اس سے نجات پاؤ گے بڑے مرتبہ پر پہنچو گے۔ ایک وقت وہ آئے گا کہ یہی بھائی تمہارے سامنے ذلیل ہو کر آئیں گے تمہیں ان کو نادم کرنے کا موقع ملے گا۔ تمہاری ایسی شان ہو گی کہ بھائیوں کو اس وقت

خبر نہ ہوگی کہ تم کون ہو۔ نہ اس وحی کے وقت ان کو کچھ خبر ہے واقعی اس وقت بھائیوں کو کچھ خبر نہیں تھی کہ جس لڑکے پر ہم ظلم کر رہے ہیں اس کے قلب میں کس قدر اطمینان دیا جا رہا ہے۔ اور نہ بھائی یہ جانتے تھے کہ جس پر ہم ظلم کر رہے ہیں وہ مصر کے خزانوں کا مالک ہوگا۔ وہ بادشاہ بنے گا ہم بھیک منگوں کی طرح اس کے دربار میں حاضر ہوں گے۔

مسلمانو! مایوسی کے وقت میں ہرگز ناامید نہ ہونا۔ اس قصۂ یوسفؑ کو یاد رکھنا۔ جب سب طرح کے ذریعہ ٹوٹ جاتے ہیں تو ایسے وقت حضرت یوسفؑ کی طرح خدا امداد کرتا ہے۔

ذرا یعقوب علیہ السلام کی حالت سنئے جیسے جیسے دیر ہوتی جاتی ہے یعقوبؑ علیہ السلام کی بے چینی بڑھتی جاتی ہے۔ ایک ایک سے پوچھتے ہیں لوگو! ابھی تک میرا پیارا یوسفؑ نہیں آیا۔ پھر راستے کی طرف دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

اب تو آجا صبح کے بچھڑے ہوئے ٭ اب تو آجا چاند سے یوسف مرے
اب تو آجا جانِ یعقوبی ذرا ٭ چاند سا منہ اب تو تو آکر دکھا
کچھ خبر بھی ہے تجھے اے یوسفا ٭ آج سارا دن مرا کیوں کر کٹا

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ جب رات کا اندھیرا ہو گیا اور عشاء کا وقت قریب آیا تو یوسفؑ کے بھائی روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے۔

حکایت قاضی شریحؒ کے پاس ایک عورت نے دعویٰ کیا اور رونے لگی حضرت شعبیؒ نے فرمایا یہ عورت مظلوم معلوم ہوتی ہے۔ شریحؒ نے پوچھا کیسے شعبیؒ نے کہا دیکھتے نہیں بے چاری کیسی رو رہی ہے۔ شریحؒ نے کہا یوسف کے بھائی بھی باوجود ظالم و جھوٹے ہونے کے رو رہے تھے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں رونا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک غم میں دوسرا خوشی میں یہ خوشی کا رونا تھا کہ ہم فریب میں کامیاب ہوئے۔

یعقوب علیہ السلام نے رونے کی آواز سنی تو کہا کیا ہوا۔ کیا تمہاری بکریوں میں

کچھ نقصان ہوا۔ اولاد یعقوبؑ نے کہا بہت بڑی مصیبت آئی۔ کہا وہ کیا میرا یوسفؑ کہاں ہے۔ قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ کیا کہیں بابا ہم لٹ گئے۔ ہم برباد ہو گئے۔ ہم آپس میں دوڑ رہے تھے کہ دیکھیں آگے کون نکل جاتا ہے اور یوسفؑ ہمارے اسباب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بھیڑیا ان کو آکر کھا گیا۔ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ہماری بات کا آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ گو ہم کیسے ہی سچے ہوں ایک بکری کا بچہ کاٹ کر اس کے خون میں یوسف کے کرتہ کو رنگ کر لائے تھے وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا کر لائے تھے۔ کرتے کو حضرت یعقوبؑ روتے جاتے اور اس پر منہ ملتے جاتے اور کہتے کیا بردبار بھیڑیا تھا یوسفؑ کو کھا گیا اور کرتہ کو، نہ پھاڑا۔ بات بنانا چاہی مگر نہ بنا سکے کرتے کو پھاڑنا بھول گئے۔ اس لئے یعقوب علیہ السلام نے اس طرح فرمایا تو ان کی اولاد نے کہا بابا ہم اس بھیڑیئے کو آپ کے پاس لاتے ہیں تو حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اس بھیڑیئے کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ جھٹ جنگل میں جا کر ایک بھیڑیا پکڑ کر اس کے منہ کو خون لگا کر لائے۔ حضرت یعقوبؑ نے اس بھیڑیئے کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ بھیڑیئے تو بہت بڑا بھیڑیا ہے۔ بھیڑیئے تجھے چاند جیسی صورت پر رحم نہیں آیا تجھے چھوٹی سی جان پر ترس نہیں آیا۔ یوسفؑ کے بڈھے باپ پر بھی کچھ شفقت نہیں آئی۔ میرا یوسفؑ تجھ سے کیسے کھایا گیا۔

بھیڑیئے نے کہا السلام علیک یا نبی اللہ۔ انبیاء کا گوشت ہم پر حرام ہے ہم پر تہمت لگائی جا رہی ہے خدا گواہ ہے۔ اولاد یعقوب نے سوچا کر یا۔ شرمندہ ہوئے اگر ان کو معلوم ہوتا کہ بھیڑیا اس طرح کہے گا تو ہرگز نہ لاتے

ایسے ہی قیامت میں جگہ گواہی دے گی اور وقت گواہی دے گا آنکھیں کہیں گی کہ ہم نے گناہ کئے ہیں۔ ہاتھ کہیں گے ہم نے پکڑا ہے پاؤں کہیں گے کہ ہم چلے ہیں۔ اگر بندہ کو یہ معلوم ہوتا تو کبھی گناہوں سے انکار نہیں کرتا۔

معلوم ہے۔ فرمائیے بیان کر۔ بھیڑیئے نے کہا میں کچھ نہیں سکتا ورنہ میں اپنے خاندان میں بدنام ہو جاؤں گا۔ لوگ مجھے چغلخور کہیں گے۔ بھیڑیئے کی گواہی سے معلوم ہوا کہ اولاد یعقوب جھوٹی ہے۔ قطع نظر اس کے یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کا خواب یاد تھا اس کی تعبیر بھی یاد تھی کہ یعقوب علیہ السلام اپنی زندگی میں یوسفؑ کو شاندار دنیا کے اور دین کے بڑے مرتبہ پر دیکھیں گے۔ اور اولاد یعقوبؑ کوئی نیا بہانہ بھی نہیں بنا سکی جو باپ نے کہا تھا وہی برخورداروں نے دہرا دیا۔ پہلے ہی باپ نے کہا تھا کہ بھیڑیا کھا جائے گا۔ شام کو صاحبزادوں نے وہی کہہ دیا کہ بھیڑیا کھا گیا۔ اس سے بھی شبہ پیدا ہوا جھوٹے کو خود شبہ رہتا ہے اس لئے انہوں نے کہا۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ غرض یہ ایسے وجوہات تھے کہ حضرت یعقوبؑ اپنی اولاد کو جھوٹا سمجھے اور فرمایا قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا کچھ نہیں تم نے ایک بڑی بات خود گڑھ لی ہے۔ یہ کہہ کر روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ جنگل کی طرف نکل گئے اور کنعان کے اطراف پھرتے تھے اور پکارتے تھے بیٹا میرے آنکھوں کی ٹھنڈک تو کہاں ہے۔ میرے دل کے ٹکڑے۔ میرے پیارے بیٹے تجھ کو کون سے کوئیں میں ڈالا ہے۔ تجھے کونسی تلوار سے قتل کیا ہے تجھے کونسی دریا میں ڈبویا ہے تجھے کون سی زمین میں دفن کیا ہے یہ کہتے اور زار زار روتے۔ حضرت جبرئیل کہتے یا یعقوبؑ نبی اللہ آپ کے رونے سے ملاء اعلیٰ کے فرشتے رو رہے ہیں۔ یعقوبؑ نے فرمایا جبرئیل کیا کروں۔ کیوں نہ روؤں میرا یوسفؑ کہاں ملے گا۔

صاحبو! یعقوب کے اور گیارہ بیٹے تھے ایک یوسف نہ سہی باقی اولاد سے تسلی دے سکتے تھے۔ مگر ان کو تسلی نہ ہوئی۔ ہائے مسلمان! تجھ کو کس طرح تسلی ہو رہی ہے جب کہ خدا کے سوا تیرا کوئی نہیں۔

حکایت ایک عورت ایک جنازہ کے پیچھے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی میرا اس کے سوا کوئی نہیں۔ حضرت شبلیؒ نے کپڑے پھاڑ لئے اور کہا اگر وہ نہ ملے کہ جس کے سوا کوئی نہیں تو سب مصیبتوں سے یہ مصیبت زیادہ ہے۔

مصیبت کا مقابلہ دو ہتھیار سے کرنا چاہیئے۔ اسی کو حضرت یعقوب بھی استعمال فرما رہے ہیں۔

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ اب مجھے صبر جمیل اختیار کرنا چاہیئے خدا سے مدد لینا چاہیئے یہی دو چیزیں مصیبت کا علاج ہیں مصیبت کیوں ڈالی جاتی ہے اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے انسان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کی اپنی عاجزی اور بے بسی کا علم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت خطا کا بدلہ ہے۔

حکایت ایک بزرگ فرماتے ہیں جب مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے تو میں اس کا اثر اپنی بیوی اور گھوڑے میں پاتا ہوں۔ اس دن یہ سب کے سب میرے نافرمان ہو جاتے ہیں۔ ایسے واقعات سب کو پیش آتے ہیں۔ مگر عوام اس کو اتفاقی سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی افعال پر نظر ہے نہ افعال کے نتیجوں پر۔

مصیبت دینے میں بھی اللہ کی بڑی رحمت ہے اگر ایسا نہ ہوا کرے تو انسان کی آنکھیں ہی نہ کھلیں۔ اگر حق تعالیٰ ہماری مرضی کے موافق ہی سب کام کیا کریں تو ہم کو آخرت کی طرف کبھی توجہ نہ ہو۔ مصیبتوں کا پیش آنا بھی بڑی رحمت ہے۔ جیسے استاد کی شفقت یہ ہے کہ کبھی کبھی بچہ کو ایک دو چھڑی مار دیا کرتے ہیں ورنہ وہ بدشوق ہو جاتا ہے۔ اگر استاد کبھی ہاتھ نہ لگاوے گا تو بچہ بالکل خراب ہو جائے گا۔ نہ پڑھے گا نہ لکھے گا نہ بے جا حرکتوں سے باز آئے گا۔ بلکہ سر پر چڑھ جائے گا۔ استاد کی شان میں گستاخی کرنے لگے گا ایسی حالت میں آپ خود یہ رائے دیتے ہیں کہ استاد کی شفقت یہ ہے کہ بچہ کو مارے۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ مصیبتوں میں بھی اللہ کی رحمت ہونے کا اعتقاد نہیں کرتے اس وقت آپ کو یہ شبہہ ہو رہا ہو گا کہ خیر غافلوں کو تو مصیبتیں پیش آنے کی یہ وجہ ہے مگر کاملین پیغمبروں کو اور اولیاء اللہ کو کیوں مصیبتیں پیش آتی ہیں وہ تو بدشوق نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو تنبیہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان کو مصیبتیں بطور امتحان کے پیش آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصیبتیں دیکر انکے عشق و محبت کا امتحان فرماتے ہیں۔

خدا کو امتحان لینے کی ضرورت نہیں بلکہ امتحان لے کر ملائکہ وغیرہ کو دکھلانا منظور ہے کہ دیکھو ہمارے بندے مصیبتوں میں بھی ہم ہی کو چاہتے ہیں باوجودیکہ ہم ان کو تکلیف پہنچاتے ہیں مگر پھر بھی وہ ہماری محبت سے نہیں ہٹتے۔ ہمارے تکلیف دینے دینے کو راحت سمجھتے ہیں۔

مصیبتوں میں رنج وغم وتکلیف دو طرح کی ہوتی ہے۔ جسمانیؑ۔ عقلیؑ۔
جیسے ڈاکٹر کا آپریشن جسمانی تکلیف تو ہے مگر عقلی خوشی۔ جسمانی رنج تو انبیاء کو بھی ہوتا ہے۔ جیسے حضرتؐ نے اپنے صاحبزادے کے انتقال کے وقت فرمایا ہے آنَا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرٰهِيْمُ لَمَحْزُوْنُ ابراہیم ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ انسان ایک جانور کو پالتا ہے تو اس کے ساتھ انسیت ہو جاتی ہے۔ اس کی جدائی کا صدمہ ہوتا ہے تو بھلا اولاد کا صدمہ کیوں نہ ہو۔ ہاں عقلی رنج نہ ہونا یہ صبر جمیل ہے۔ ڈاکٹر کے آپریشن کی طرح خوشی ہو کہ مصائب میں عشق ومحبت کو ترقی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے۔ اس وقت نظر مخلوق سے ہٹ جاتی ہے اس کا دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے۔ ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ خدا کے سوا کسی سے امید نہیں رہتی۔ دنیا کی حقیقت اس پر کھل جاتی ہے تو تکلیف تو ہونا مگر جزع وفزع نہ کرنا اور اعمال نیک میں کوتاہی نہ کرنا صبر جمیل ہے بعض جزع وفزع تو نہیں کرتے مگر اعمال نیک ناغہ ہونے لگتے ہیں۔ ذکر وتہجد وتلاوت قرآن ندارد ہے۔ جماعت کا اہتمام بھی نہیں تو پھر یہ صبر جمیل نہیں۔

حدیث مصیبت میں حسب عادت چادر نہ اوڑھنے کے متعلق حضرتؐ نے وعید فرمائی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جزع وفزع نہ کرے اور کسی امر میں خلل نہ پڑے تو یہ صبر جمیل ہے۔ اسی کو حضرت یعقوبؑ فرما رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ گو جسمانی تکلیف ہوگی مگر میں عقلی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ احکام الٰہی کی تعمیل میں فرق نہیں آئے گا اور دوسرے یہ کہ خدا سے مدد لیتا رہوں گا۔

الحاصل بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو کوئیں میں ڈالا اور رات کو

گھر میں آکر باپ سے کہا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔

حکایت کلب علی خاں نواب رامپور نے ایک شخص کو بلا وجہ قید کیا ان کا نام یوسف تھا۔ قید خانہ ہی سے انہوں نے یہ رباعی لکھ کر کلب علی خاں کو بھیجی ؎

یوسف مصری ازاں زوزے کہ مرد ٭ حسن وخوبی راباایں یوسف سپرد

(جب یوسف مصری کا انتقال ہو گیا تو حسن و خوبصورتی مجھ یوسف کو دے گئے)

ہر دو یوسف را عجب کارے فتاد ٭ آں یکے را گرگ بردو ایں یکے را کلب برد

(دونوں یوسف کو عجب اتفاق ہوا۔ وہ یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا اور یہ یوسف کو کتا۔)

نواب نے اس پر بہت متاثر ہو کر قید سے رہا کر دیا۔

الغرض یہ بھی آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ اس خبر کے سننے سے حضرت یعقوبؑ پر جو مصیبت آئی بے انتہا روئے۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے یعقوبؑ آپ کو صبر جمیل اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ نے اپنا رنج و غم ٹالیا اور فرمایا فصبر جمیل نیند آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل یعقوبؑ نے ہم سے صبر جمیل کا وعدہ کیا ہے۔ جبرئیل تم یوسفؑ کی صورت بن کر یعقوب کے خواب میں جاؤ اور امتحان لو۔ حضرت جبرئیل یوسفؑ کی صورت بن کر حضرت یعقوبؑ کے خواب میں آئے حضرت یعقوبؑ نے کہا "اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو کہاں تھا" جو نہی یہ لفظ یعقوبؑ کی زبان سے نکلا۔ جبرئیلؑ نے جگا کر کہا آپ کا صبر جمیل کہاں گیا۔ حضرت یعقوبؑ نے ایک مٹی بھر مٹی لے کر منھ میں بھرلی اور کہا الٰہی توبہ کرتا ہوں اب کبھی ایسا نہ ہو گا۔ یہ دیکھ کر آسمان کے فرشتے رو دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل یعقوبؑ سے کہو منھ سے مٹی نکال دیں۔ میں نے معاف کر دیا۔ رونے کی اجازت ہے مگر یاد رکھو میرا گلہ کسی سے نہ کرنا۔ پھر تو آپ اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں۔ حضرت یعقوبؑ کو ایک دن دو دن نہیں چالیس سال رونا ہے۔ آیئے حضرت یوسفؑ کا حال سنیئے ابھی وہ کوئیں میں ہی ہیں۔

حکایت مالک نام کا ایک شخص مصر میں رہتا تھا چودہ سال کی عمر تھی خواب میں دیکھا کہ وہ کنعان کے جنگل میں ہے۔ کیا دیکھتا ہے کہ آفتاب آسمان سے اترا۔ اس کی آستین میں گیا اور پھر نکلا اور اس کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر سفید ابر آیا اس سے موتی برسے۔ اس نے ان کو چن چن کر صندوق میں بھر لیا۔ اس خواب سے ہوشیار ہوا معبّر سے تعبیر پوچھی اس نے کہا تجھے ایک غلام ملے گا وہ معمولی غلام نہیں ہوگا۔ اس کے سبب سے تو اس قدر مالدار ہوگا کہ قیامت تک تیری اولاد مالدار رہے گی۔ اور اس کی برکت سے تو دوزخ سے نجات پائے گا۔ اس کی دعا کی برکت سے تیرا نام ہمیشہ رہے گا۔

یہ سن کر اس غلام کی امید میں اس نے کنعان کا سفر کیا کنعان کے جنگل میں چوطرف دیکھنے لگا۔ ہاتف نے ندا دی ابھی وہ زمانہ کہاں پچاس سال تک تجھ کو انتظار کرنا ہوگا۔ اس کے بعد جب کبھی وہ کنعان کا سفر کرتا تو اس کو یہ خواب یاد آیا

مخلوق کی امید میں اس قدر انتظار کیا کہ اور مایوس نہ ہوا۔ ہائے ہم نے بھی کبھی خالق کی امید میں کچھ انتظار کیا۔ اگر کبھی کیا بھی تو جلد مایوس ہو کر بھاگ گئے اس لئے داؤد علیہ السلام کو وحی آئی۔ داؤد جو مجھ کو ڈھونڈے گا وہ مجھ کو پائے گا۔ اور جو مجھ کو پائے چاہیئے کہ حفاظت کرے۔ مجھ پر غیر کو ترجیح نہ دے۔ کبھی ہار اور دوار نہ چھوڑے یعنی ایک پل بھر بھی مجھ سے غافل نہ ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی ۔ شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی ممکن ہے کہ وہ تم پر توجہ فرمائیں اور تم بے خبر ہو سو غفلت اور بے خبری میں ظاہر ہے کہ وہ الطاف وعنایات تمہارے حال پر نہ ہوں گے۔

صاحبو! آپ نے دیکھا ہوگا کہ شادیوں میں چھوہارے بادام لوٹنے والے کیسے تیار رہتے ہیں۔ اڑانے والوں کے ہاتھوں کو تاکتے رہتے ہیں اسی طرح خدا کی طرف سے جو دولت پائیدار ملنے والی ہے اس کے لئے ہم کو اس سے زیادہ تیار رہنا چاہیئے۔ افسوس ہم کو خدائے تعالیٰ کی عنایت کی اتنی بھی قدر

نہیں جتنی کہ کھجور بادام کے لوٹنے والوں کو ہوتی ہے۔ فضولیات میں ہمارا وقت بہت ضائع ہوتا ہے خیر اگر ہم وقت متوجہ نہ رہیں تو کم سے کم غفلت دلانے والے اسباب تو نہ بڑھائیں

القصہ اس مرتبہ وہ سفر کرتے ہوئے کنعان کے جنگل میں پہنچا ہے۔ پانی پاس نہیں وہ اور اس کے جانور پیاسے ہیں۔ یکایک کیا دیکھتا ہے کہ جیسے حاجی کعبہ کا طواف کرتے ہیں ایسے ہی پرندے ایک کوئیں کے اطراف پھر رہے ہیں۔ اس کو یہ خبر نہیں تھی کہ یہ پرندے فرشتے ہیں جو یوسفؑ کے اطراف تصدق ہو رہے ہیں۔ یہ وقت تھا کہ یوسف کو کوئیں میں گر کر تین دن ہو چکے تھے۔ اس وقت حضرت یوسفؑ بہت درد سے یہ دعا کر رہے ہیں۔ يَا شَاهِدًا غَيْرَ غَائِبٍ اے خدا تو حاضر ہے غائب نہیں۔ يَا قَرِيبًا غَيْرَ بَعِيدٍ اے خدا تو نزدیک ہے دور نہیں۔ يَا غَالِبًا غَيْرَ مَغْلُوبٍ اے خدا تو غالب ہے مغلوب نہیں۔ اَللّٰهُمَّ يَا كَاشِفَ كُلِّ كُرْبَةٍ الہٰی تو ہر مصیبت کو دور کرنے والا ہے يَا مُجِيبَ كُلِّ دَعْوَةٍ اے خدا تو ہر دعا کا قبول کرنے والا ہے۔ يَا جَابِرَ كُلِّ كَسِيرٍ اے خدا تو ہر ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے يَا مُيَسِّرَ كُلِّ عَسِيرٍ اے خدا تو ہر دشواری کو آسان کرنے والا ہے۔ يَا صَاحِبَ كُلِّ غَرِيبٍ اے خدا تو ہر مسافر کا ساتھی ہے يَا مُونِسَ كُلِّ وَحِيدٍ اے خدا تو ہر تنہا کا مونس ہے يَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الہٰی تیرے سوا کوئی معبود نہیں سُبْحَانَكَ تو سب عیبوں سے پاک ہے۔ اَسْئَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ لِي فَرَجًا وَّمَخْرَجًا الہٰی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس مصیبت سے خلاصی دے وَاَنْ تَقْذِفَ حُبَّكَ فِي قَلْبِي حَتّٰى لَا يَكُوْنَ لِي هَمٌّ وَّلَا ذِكْرٌ غَيْرَكَ اور میرے دل میں تیری ایسی محبت ڈال کہ تیرے سوا نہ کسی کی یاد رہے اور نہ کوئی فکر۔ وَاَنْ تَحْفَظَنِي میری حفاظت کرو وَاَنْ تَرْحَمَنِي اور مجھ پر رحم کر یا ارحم

اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ۔

ادھر یوسف یہ دعا کر رہے تھے ادھر جَاءَتْ سَيَّارَةٌ قافلہ آیا اس میں وہی مالک تھا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ۔ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ قافلہ والوں نے اپنے پانی لانے والے کو کوئیں پر بھیجا ۔ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ اس نے ڈول ڈالا ۔ جبرئیل نے کہا یوسف ؑ اٹھو تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے ۔ اس ڈول میں بیٹھ جاؤ ۔ حضرت یوسف ڈول میں بیٹھ گئے ۔ جب ڈول زمین سے اٹھا اور اوپر چلا تو کوئیں کے در و دیوار یوسف کے فراق میں رو رہے تھے ۔ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں ستون حنانہ رویا ہے ۔

استن حنانہ از ہجر رسول ⁘ نالہ می زد ہم چو ارباب عقول

ستون حنانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں ایسا رو رہا تھا جیسے عقل والا انسان روتا ہے ۔

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون ⁘ گفت جانم از فراقت گشت خوں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ستون ۔ کیا چاہتا ہے تو اس نے کہا آپ کی جدائی میں میری جان نکلی جا رہی ہے اس لئے درد سے رو رہا ہوں ۔

جب ڈول کنوئیں کے منہ پہ آیا ۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آفتاب مشرق سے نکل رہا ہے ۔

چوں آں ماہ جہاں آرا بر آمد ⁘ ز جانش بانگ یا بُشریٰ بر آمد

جب وہ دنیا کو زینت دینے والا چاند بر آمد ہوا ۔ مارے خوشی کے اس کے منہ سے یا بُشریٰ نکلا ۔

بشارت گر چنیں تاریک چاہے ⁘ بر آمد بس جہاں افروز ماہے

خوشخبری ہو کہ ایسے اندھیرے کوئیں سے دنیا کو روشن کرنے والا چاند نکلا ۔

یہ دیکھ کر ڈول کھینچنے والے کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس کے اندر ایک حسین و جمیل لڑکا بیٹھا ہوا ہے ۔ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ کہا مبارک ہو خوشخبری ہو ۔ اسی

میں تو ایک لڑکا ہے۔ مالک بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ یہ لڑکا میرے خواب کی تعبیر ہے۔
وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً دولت کی طرح یوسفؑ کو چھپا دیا تاکہ کوئی چھین نہ
لے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے خوب واقف تھا۔ اگرچہ
اس وقت یہ لوگ یوسفؑ کو بیچنے کے لئے چھپا رہے تھے مگر خبر نہ تھی کہ یہی غلام ان
کے ملک کا بادشاہ بن جائیگا۔ یہ قافلہ خدا کی تدبیر کو پورا کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے۔

اللہ اللہ کیا شان ہے تیری۔ قیمتی چیز کو بے قیمتی چیز میں چھپائے
رکھتا ہے۔ موتی سیپی میں۔ مشک ہرن کی ناف میں۔ ریشم کیڑے میں۔ شہد مکھی
میں۔ سونا چاندی پتھر میں۔ آب حیات ظلمات میں۔ ایمان قالب کی ظلمات میں
اور یوسفؑ جیسا چاند تاریک کوئیں میں۔

عطار مشک کو دیکھتا ہے نہ کہ ہرن کو۔ کپڑے والا ریشم کو دیکھتا ہے نہ
کہ کیڑے کو۔ غوطہ مارنے والا موتی کو دیکھتا ہے نہ کہ سیپی کو۔ سنار سونے چاندی
کو دیکھتا ہے نہ کہ پتھر کو۔ مکھی والا شہد کو دیکھتا ہے نہ کہ مکھی کو۔ اللہ تعالیٰ ایمان
کو دیکھتا ہے نہ کہ قالب کو۔ ایسا ہی مالک یوسفؑ کو دیکھتا ہے نہ کہ کوئیں کو۔

دوستو! آپ نے غور کیا مالک کافر ہے مخلوق کی طلب میں کوشش
کرتا ہے خدا نے اس کی کوشش کو ضائع نہیں کیا۔ مسلمانو! تم خدا کی طلب میں
جو کوشش کروگے کیا وہ کوشش تمہاری ضائع ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں۔

"اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست" مسلمانو! درد پیدا کرو
طبیب تو ہے درد نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ درد تھا مالک پچاس برس سے کنعان
کے جنگل کے چکر لگا رہا تھا کبھی مایوس نہ ہوا۔ آخر کامیاب ہو ہی گیا۔

جب صبح ہوئی بھائیوں کو خبر لگی کہ یوسفؑ کوئیں سے نکالے گئے ہیں۔
اور وہ قافلہ میں ہیں فوراً بھائیوں نے قافلہ کو گھیر لیا اور کہا ہمارا ایک غلام بھاگ گیا تھا
ہم نے سنا ہے کہ وہ اس کوئیں میں چھپا تھا تم نے اس کو نکالا ہے وہ کہاں ہے لاؤ۔
یوسفؑ چھپے ہوئے سب سن رہے تھے۔ آخر ان کو بھائیوں کے سامنے لایا گیا تھرتھراتے

لرزتے ہوئے بھائیوں کے سامنے آئے۔

یہودا نے کان میں کہا اقرار کرلو اپنی غلامی کا ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یوسف علیہ السلام کتنی پیاری بات کہتے ہیں کہ جھوٹ بھی نہ ہو۔ بھائیوں کی مرضی کے خلاف بھی ہو فرمایا۔ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ صَدَقَ هٰؤُلَاءِ هُمْ اَهْلِيْ وَمَوْلَائِيْ وَمَا اَنَا الاَّ عَبْدُ اللهِ۔ اے تاجرو یہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ یہ لوگ میرے اہل ہیں اور قرابتدار (مولا کے معنی ہیں قرابتدار و مالک) اور میں نہیں ہوں مگر بندہ (اللہ کا یا ان کا)

مالک نے کہا اچھا خیر کیا بیچتے ہو اس غلام کو انہوں نے کہا ہاں بیچتے ہیں مگر یہ بڑا عیب دار غلام ہے کہا کیا عیب ہیں۔ بھائیوں نے کہا چور ہے۔ جھگڑالو ہے جھوٹا ہے۔ جھوٹے خواب گھڑا کرتا ہے مالک نے کہا پانچ روپے میں۔ وہ بھی ایسے جو پورے سولہ آنے کو نہیں ٹوٹتے۔ یوسف علیہ السلام بھائیوں کو بھی دیکھ رہے تھے اور مالک کو بھی اور دل میں کہتے تھے کہ یہ میرے ہی خیال کی سزا ہے۔

جب یوسفؑ باپ کے پاس تھے تو ایک روز آئینہ میں اپنی صورت دیکھی آپ کو اپنی صورت بہت ہی حسین نظر آئی تو فرمایا۔ اگر میں غلام ہوتا اور مجھ کو بیچتے تو کوئی میری قیمت دے نہیں سکتا۔ اس میرے خیال کی سزا دی جارہی ہے کہ کھوٹے پانچ روپیوں کو بک رہا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قدر خدا کے پاس دل کے حسن کی ہے نہ چہرہ کے حسن کی

حدیث اِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ بَلْ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ یعنی دل اور اعمال صالح ہوں تو مقبول ہیں خواہ صورت حسین ہو اور مال بہت ہو یا نہ ہو ورنہ مقبول نہیں۔

دوستو! چاند۔ جیسا یوسفؑ کھوٹے پانچ روپیوں کو بک رہا ہے اس سے آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا۔ اس سے زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو خواہشات کے بدلے بیچ رہے ہیں۔ آخرۃ کو دنیا کے بدلے بیچ رہے ہیں۔ ہائے یہ کیا کر رہے ہیں۔ کیا اسی کا خدا نے حکم دیا تھا۔ کیا قرآن میں یہی اترا تھا۔ جامی فرماتے ہیں ؎

ہر آنکہ گنج قناعت بہ گنج دنیا داد ÷ فروخت یوسفؑ مصری بکمترین ثمنے

جس نے قناعت کو کھو کر دنیا کا خزانہ لیا۔ اس کی ایسی مثال ہے گویا اس نے یوسفؑ کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بیچ دیا۔

اَتَرْضٰى بِاَنْ تَفْنِىَ الْحَيٰوةَ وَتَنْقَضِىْ + وَدِيْنُكَ مَنْقُوْصٌ وَدُنْيَاكَ وَافِرٌ

کیا تو اس سے راضی ہے کہ دنیا کی زندگی ختم کرے اور گذارے اس حالت میں کہ دین تو ناقص ہو رہا ہے اور دنیا وافر رہی ہے

صاحبو! یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوبؑ نے دیکھا یا بی بی زلیخا نے اگر بھائی دیکھتے تو اس طرح پیش نہ آتے نہ کھوٹے داموں کو بیچتے۔ ایسا ہی اے گنہگار بندے اگر تو خدا کو دیکھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ یوسف کو تھوڑی سی قیمت یعنی چند کھوٹے روپیوں میں بیچ دیا۔

وہ یوسفؑ سے بیزار تھے۔ کسی طرح ٹالنا چاہتے تھے ٹال دیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ وہ اطمینان سے کہیں لیجا کر بیچ دیں۔

صاحبو! دنیا اور دنیا والوں پر کبھی دھوکا نہ کھانا۔ دیکھا آپنے کہ بھائی بھائی کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی ÷ بیچ ہی ڈالیں جو یوسفؑ سا برادر ہوئے

بیع نامہ لکھ کر دیدیا۔ جب قافلہ رخصت ہونے لگا تو بھائیوں نے کہا اے مالک ہم تیری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ یہ غلام بھگوڑا ہے اس کو بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈال کرلے جائیو ورنہ واپس بھاگ کر آجائے گا۔ اور سخت سرکش ہے اس کو ننگا، بھوکا، اور پیاسا رکھو۔ جب اس کی مستی ٹوٹے گی۔ جب طوق اور بیڑیاں لائی گئیں تو یوسف علیہ السلام رونے لگے مالک نے کہا غلام کیوں روتا ہے۔

یوسف نے کہا مجھے یہ طوق و بیڑی دیکھ کر یاد آیا کہ اللہ تعالیٰ بھی فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس گنہگار بندے کے گردن میں طوق ڈالو کہ ہماری اطاعت سے گردن موڑے ہوئے تھا۔ اور پاؤں میں بیڑی ڈالو کہ ہماری تابعداری سے اس کا قدم ڈگمگا

گیا تھا۔ تیری اس بیڑیوں سے مجھے رونا نہیں آیا بلکہ دوزخ کی بیڑیاں یاد آگئیں اس لئے رو رہا ہوں۔

مالک متحیر رہا۔ جب بھائی پیٹھ پھیر کر چلے تو پھر یوسفؑ رونے لگے۔ مالک نے پوچھا اب کیوں روتے ہو تو آپ نے فرمایا میں اپنے بیچنے والوں سے پھر ملنا چاہتا ہوں۔ اور ایک بار ان کو دیکھ کر رخصت کرتا ہوں۔ مالک نے کہا عجب بات ہے اے غلام ان کو تجھ سے نفرت ہے اور تجھ کو ان سے محبت۔ آپ نے فرمایا سنو ہر ایک وہ کرتا ہے جو اس کے لائق ہے۔ مالک نے آواز دی۔ اے بیچنے والو پھیر دو غلام تم سے ملنا چاہتا ہے۔ جب بھائی واپس آئے تو یوسفؑ نے کہا بھائی خدا تم پر رحم کرے تم کو عزت سے رکھے اور تمہاری مدد کرے۔ دیکھو بھائی ابا کو رونے نہ دینا۔ انکو تسلی دیتے رہنا مجھ مسافر کو نہ بھولنا۔ سب بھائیوں نے سر نیچا کر لیا۔ یہودا نے آگے بڑھ کر کہا یوسفؑ اے جانِ برادر۔ مردانہ ہمت سے رہو۔ اپنا کام خدا کے حوالے کرو۔ جاؤ اب یوسفؑ کنعان سے چلے۔ اس حالت سے کہ کمبل کا لباس پہنایا گیا ہے گلے میں طوق پڑا ہے۔ پاؤں میں بیڑی۔ مڑ مڑ کر کنعان کو دیکھتے اور کہتے جاتے ہیں بابا رخصت۔ اب ہم جاتے ہیں بہن تمہاری شفقت ہمیشہ یاد آتی رہیگی خیر اب جاتے ہیں۔

اے وطن اور وطن کی سرزمین ٭ کیا جگہ میرے لئے تجھ میں نہیں
اے زمین کنعان کی اے آسماں ٭ ہوں تمہارے ہجر میں نوحہ کناں
اے درختو تم سے ہوتا ہوں جدا ٭ تم یہیں قایم رہے اور میں چلا
اے ہوا کنعان میں جب جائے تو ٭ حال میرا سب سے کہیو کو بہ کو
کہہ گیا ہے آج ایک قیدی سلام ٭ بن گیا ہے آج وہ مصری غلام

القصہ قافلہ روانہ ہو گیا۔ راستہ میں وہ قبرستان ملا جس میں حضرت یوسفؑ کی ماں کی قبر تھی۔ ماں کی قبر دیکھتے ہی بے اختیار اونٹ پر سے ماں کی قبر پر گر پڑے اس وقت اتفاق سے آپ کو کسی نے نہ دیکھا قافلہ کو بڑھاتے چلے گئے۔ حضرت یوسفؑ ماں کی قبر کو لپٹ کر بہت درد سے رونے لگے اور کہنے لگے۔ اماں جان ذرا قبر سے سر اٹھاؤ

دیکھو تمہارے بیٹے کی کیا حالت ہے۔ طوق گلے میں ہے پاؤں میں بیڑی ہے غلام بنا ہوا جا رہا ہے۔ ماں کی قبر سے آواز آئی بیٹا میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے چاند، تجھے کیسے سینے سے چمٹا لوں۔ تیری چوٹیں کیسے دیکھوں تیرے آنسوں کیسے پونچھوں۔ بیٹا اگر میں ہوتی تو تمہارے باپ سے پوچھتی کہ میرے بچے کو دشمنوں کے ہاتھ میں کیسے دیا۔ بیٹا صبر کر خدا تمہاری مدد کرے گا۔ یوسفؑ بے سدھ ہیں کہ ایسے میں صبح ہو گئی۔

ایک شخص قافلہ کے پیچھے رہا کرتا ہے۔ جھڑی پڑی چیز اٹھا کر قافلہ میں پہنچاتا ہے۔ اس نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا غصہ میں بھر گیا اور کہا ارے غلام بے شک تو بھگوڑا غلام ہے۔ تیرے مالکوں نے سچ کہا تھا یہ کہہ کر اس زور سے طمانچہ مارا کہ یوسفؑ کو چکر آ گیا عرش ہل گیا۔ غضب الٰہی جوش میں آیا۔ اسی وقت خوفناک ابر چھا گیا بڑے بڑے اولے برسنے لگے۔ تیز ہوا چلنے لگی۔ قافلہ کی چیزیں اڑنے لگیں۔ سبھوں نے سمجھا کہ اب ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مالک نے کہا کم بختو اگر تم سے کوئی نیا قصور ہوا ہے تو توبہ کرو۔ اس نے کہا جب ہم نے یوسفؑ کو مارا تو اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ غضب ہو گیا۔ مالک نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اے غلام تجھ میں اور آسمانوں کے رب میں کوئی تعلق ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا ہم پر رحم کرو۔ آپ مسکرائے کچھ ہونٹ ہلے ابر چھٹ گیا۔ مالک نے کہا اس سے ہم پر ظاہر ہوا کہ آسمان کے خدا کے پاس آپ کا بڑا مرتبہ ہے۔ یہ کہہ کر حکم دیا۔ بیڑیاں اور طوق نکال دیں اور بہتر لباس پہنائیں۔ مالک نے یوسفؑ کے مارنے والے غلام سے کہا تو نے ایسی بے ادبی کیوں کی۔ اس نے کہا یہ بھاگنے کی فکر میں تھا۔ میں ایسا نہ کرتا تو کیا کرتا۔ مالک نے کہا۔ بیڑیاں پڑا ہوا یہ کیسے بھاگ سکتا تھا۔ یوسفؑ سے پوچھا کیوں یوسفؑ تم نے یہ کیا کیا تو آپ نے فرمایا سنو مالک میرا ارادہ بھاگنے کا نہیں تھا۔ میری ماں کی قبر نظر آ گئی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ میں ایسی حالت میں بیڑیاں پہنے ہوئے ماں کی قبر پر سے گزروں گا برداشت نہ ہو سکا۔ قبر پر گرا سارا دکھڑا ماں سے کہا یہ سن کر سارا قافلہ رو دیا اور سب یوسفؑ کے معتقد ہو گئے۔ کنعان سے مصر چالیس منزل ہے اب یہ قافلہ یوسفؑ کو مصر

لے جائے گا۔ آیئے بی زلیخا کو دیکھیں کہ وہ کس حالت میں ہیں۔
زلیخا رضی اللہ عنہا۔ ایک بڑے بادشاہ کی بیٹی ہیں۔ ان کے ملک میں اور مصر میں پندرہ دن کا راستہ ہے۔ ان کے حسن اور خوبصورتی کی دھوم مچی تھی۔ یوسفؑ جیسے حسین کے واسطے ایسے ہی جوڑے کی ضرورت تھی۔ قریب بالغ ہونے کے تھیں ابھی عاشق ہوئی تھیں نہ معشوق یہ خبر بھی نہیں تھی کہ عشق کیا ہوتا ہے ایک رات سورہی تھیں کہ کیا دیکھتی ہیں کہ ایک پری جمال دروازے سے آیا اور مسکراتے ہوئے ان کے پاس کھڑا ہوگیا۔

در آمد ناگہاں از در جوانے ❊ چہ میگویم جوانے نے کہ جانے

یکایک ایک نوجوان دروازے سے آیا، کیا کہوں یہ کیسا جوان تھا۔ آیا بھی تو وہ اسی سج دھج کے ساتھ آیا کہ زلیخا اس پر فریفتہ ہوگئی۔

زلیخا چوں بروئیش دیدہ بکشاد ❊ بیک دیدارش افتاد آنچہ افتاد

زلیخا کی جب اس جوان پر نظر پڑی کیا کہوں اس ایک نظر سے جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔

جمالے دید از حدِ بشر دور ❊ ندیدہ از پری نشنیدہ از حور

زلیخا نے اس جوان میں ایسا حسن دیکھا کہ نہ کسی بشر میں دیکھا گیا اور نہ حور و پری کا ایسا حسن سنا گیا۔

زحسنِ صورت و لطفِ شمائل ❊ اسیرش شد بصد دل نے بیک دل

اس جوان کے حسن وصورت اور پاکیزہ شمائل کی وجہ سے ایک دل سے نہیں سو دل سے اس کے عشق میں گرفتارہ ہوگئیں۔
پھر تو اس کے عشق کی آگ دل میں بھڑکنے لگی۔ زلیخا بیدار ہوگئیں بیقرار ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگیں وہ نظر نہ آیا جس نے ان کا دل لیا تھا۔
آنکھ بند کرلی شاید وہ پھر نظر آئے اب وہ کہاں نیا نیا عشق کا چرکا تھا روتی بھی ہیں۔ پھر شرم و حیا سے اور ماں باپ کی عزت کے خیال سے رک بھی جاتی تھیں۔

دل سے لگا ہوا تھا

اگر گوید سخن با یار گوید ∴ وگر جوید مراد از یار جوید

اگر کچھ کہتی تھیں تو یار کے خیالی صورت سے کہتی تھیں اگر مراد کی کچھ طلب تھی تو اُسی خیالی صورت سے تھی۔

جب رات ہوتی تو وہ صورت آنکھوں کے سامنے رہتی اور اس سے مخاطب ہو کر کہتیں۔

کہ اے پاکیزہ گوہر از چہ کانی ∴ کہ دارم از تو ایں گوہر فشانی

میرے لعل اے پاکیزہ گوہر تو کس کان کا ہے کہ تیری وجہ سے آنسوؤں کے موتی بہا رہی ہوں۔

دلم بردی و نامِ خود نہ گفتی ∴ نشانے از مقام خود نہ گفتی

مجھ سے دل لے لیا اور اپنا نام تک نہ بتایا اور نہ اپنا کچھ پتا بتایا۔

نمی دانم کہ نامت از کہ پرسم ∴ کجا یابم مقامت از کہ پرسم

میں کچھ جانتی نہیں تیرا نام کس سے پوچھوں۔ کہاں تجھکو پاؤں۔ تیرا پتہ کس سے دریافت کروں۔

اگر شاہی ترا آخر چہ نام است ∴ وگر ماہی ترا منزل کدام است

اگر تو کہیں کا بادشاہ ہے تو آخر تیرا نام کیا ہے۔ اگر تو چاند ہے تو تیری منزل کونسی ہے

مبادا ہیچ کس چو من گرفتار کہ نے دل دارم اندر کف نہ دلدار

خدا کرے کہ کوئی مجھ جیسا کبھی عشق میں گرفتار نہ ہو۔ کہ نہ دل ہی پاس ہے نہ دلدار۔

خیالت دیدم و دیر بود خوابم ∴ کشاد از دیدہ و دل خوں نابم

خواب میں تیری صورت جب سے دیکھی نیند حرام ہوگئی ہے۔ دیدہ اور دل خون رو رہے ہیں۔

گلے بودم ز گلزارِ جوانی ∴ تر و تازہ چو آبِ حیات زندگانی

جوانی کے باغ کی میں ایک تر و تازہ پھول تھی۔ مثل آبِ حیات کے۔

ہرگز بر مرم بادے وزیدہ ∴ نہ دریا ہرگز م خارے خلیدہ

نہ کبھی میرے سر پر مصیبت کی ہوا چلی تھی نہ کبھی میرے پاؤں میں کوئی کانٹا چبھا تھا۔

بیک عشوہ قرار باد دادی ٭ ہزاروں خار بر بستر نہادی

اپنے ناز و ادا سے میرا سارا عیش و آرام برباد کر دیا۔ ہزاروں کانٹوں کے بستر پر سلا دیا صبح تک اس کو یہی کام رہتا۔ صبح ہوتے ہی آنکھیں پونچھ کر اداس رہنا اس کا شغل تھا۔ عشق و مشک کو نہیں چھپا سکتے۔ لوگوں کو فکر تھی کہ یہ کیا بات ہے کیوں زلیخاں کی ایسی حالت ہے آخر دیکھنے والیاں ایک روز جراءت کر کے دریافت کرنے بیٹھ ہی گئیں۔ کسی نے کہا اے شہزادی یہ کیا حال ہے۔ کسی نے کہا دشمنوں کو نظر ہو گئی ہے دوسری بولی آسیب کا سایہ ہے۔ تیسری نے کہا کسی نے جادو کیا ہے۔ جو عشق میں تجربہ کار تھی بولی یہ عشق کی بیماری ہے۔ اسی میں آہ و زاری رہتی ہے۔

ایک سال کے بعد پھر وہی چاند کی صورت نظر آئی۔ خواب میں ہی دوڑی اور قدموں پر سر رکھ دیا اور کہنے لگی پیارے تم کون ہو۔ تمہاری نورانی صورت کو جس نے پیدا کیا ہے اسی کی قسم سچ بتاؤ تم کون ہو۔ خواب میں جو چاند کی صورت والا نظر آیا تھا کہنے لگا زلیخا میں انسان ہوں۔ اگر مجھ سے سچا عشق رکھتی ہو تو میرے سوا کسی سے نکاح نہ کرنا

زلیخا نے جب یہ مہربانی کی باتیں سنیں تو اور عشق بھڑک کا جنوں ہو گیا بہت کچھ تدبیر کی گئی۔ کچھ مفید نہ ہوا۔ سونے کی بیڑیاں بنا کر پاؤں میں ڈالی گئیں۔ زلیخا ہنستی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈالنا چاہیئے۔ جس نے میری ایسی حالت کر دی ہے۔ اگر نصیبہ نے مدد کی تو یہی بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈالوں گی۔ پھر کہتی توبہ توبہ میں یہ کیا کہہ رہی ہوں۔ اس کے پاؤں پر گرد بیٹھی تو میری جان نکل جائے گی۔ میں اس کے پاؤں میں بیڑیاں کیسے ڈالوں گی۔ کبھی ہنسنا کبھی رونا اسی طرح گذر رہا تھا پھر ایک رات وہی صورت خواب میں نظر آئی تو اس سے کہنے لگی پیارے میرے ہوش و حواس کو لوٹ لیا۔ غم دیا۔ غمخواری نہیں کرتے۔ دل لے لیا۔ دلداری نہیں کرتے۔ نام نہیں معلوم کہ اس کا وظیفہ پڑھتی۔ جگہ نہیں معلوم کہ اس کے اطراف پھرتی۔ میں نہیں کہتی کہ میں عزت دار ہوں

میں تمہاری ادنی باندی ہوں۔ باندی کو سرفراز کرو۔ خدا کرے کہ دنیا میں کوئی مجھ جیسی نہ ہو۔ ماں باپ کو مجھ سے ننگ ہے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اب کیا کروں۔ پھر وہی صورت خواب میں نظر آئی۔ دامن پکڑ لیا اور کہا سب سے زیادہ جس نے تم کو خوبصورت بنایا اس کی قسم بتاؤ تمہارا نام کیا ہے۔ تمہارا شہر کونسا ہے تو اس خواب کی پیاری صورت والے نے کہا اگر اس کی ضرورت ہے تو میں عزیز مصر ہوں۔ مصر میرا مقام ہے۔ ہوش آگیا۔ خوشیاں منائی گئیں۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے پیغام آئے کسی کو قبول نہیں کیا۔ عزیز مصر کے پاس قاصد بھیجا گیا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے پیغام آئے کسی کو قبول نہیں کیا۔ عزیز مصر کے پاس قاصد بھیجا گیا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے پیام آئے ہیں زلیخا اس کو قبول نہیں کرتی ہے مگر اس نے تم کو پسند کیا ہے۔ عزیز مصر نے کہا کہ جان سے قبول ہے۔ کروڑ ہا روپیہ کا جہیز دے کر زلیخا کو رخصت کر دیا گیا۔ پھر زلیخا مصر میں پہنچی۔ عزیز مصر پیشوائی کو آیا۔ زلیخا بے چین تھی کہ کب خواب کی صورت دیکھے گی۔ اور کب میں قربان ہوں گی۔ آخر ڈیرے میں سوراخ کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہ خواب کی صورت والا نہیں ہے۔ بڑے درد سے رونے لگی۔ ہائے جس کے لیے جان و مال سے برباد ہوئی وطن چھوٹا۔ ماں باپ چھوٹے۔ ہائے یہ وہ نہیں ہے۔ خزانہ کے واسطے کیا کیا محنتیں اٹھائیں۔ ہائے خزانہ تو نہ ملا۔ اژدہا پاس ہے۔ ہائے میں پیاسی تھی پیاس سے دم نکل رہا تھا پانی نظر آیا۔ نزدیک گئی تو وہ سراب ہے۔ ہاتف نے پکارا زلیخا صبر کرو گو وہ یہ نہیں ہے مگر تمہارا مقصود اسی کے ذریعہ سے حاصل ہوگا۔

عزیز مصر زلیخا کے حسن کو دیکھ کر سو جان سے قربان تھا۔ مگر زلیخا تو یوسف کیلئے تھیں۔ اس لئے جب عزیز زلیخا کے نزدیک ہوتا تو نامرد ہو جاتا تھا۔ اس طرح زلیخا کی عصمت محفوظ رہی کیونکہ وہ پیغمبر کی بیوی ہونے والی تھیں۔ آپ ہی اندازہ کیجئے کہ زلیخا کے رات دن کس بے چینی سے گذر رہے ہوں گے اس لئے حضرت جامی فرماتے ہیں

بیا جامی کہ ہمت بر گماریم ÷ زکنعاں ماہِ کنعاں را براریم

اٹھو جامی ہمت کرو چلو کنعان کے چاند کو کنعان سے لائیں۔

زلیخا با دلِ امید دار است ٭ نظر بر شاہ راہِ انتظار است

زلیخا امید وار دل لئے ہوئے شاہ راہ کو تک رہی ہے۔

یعقوب ادھر بے قرار، زلیخا ادھر بے دیکھے بے چین اور یوسفؑ غلامی میں گرفتار مصر جا رہے ہیں۔

حکایت (مشتاقان یوسفؑ) کی طرح جنت بھی چار شخصوں کی مشتاق ہے۔ مُطعِمُ الجِیعَانِ، بھوکوں کو کھلانے والا۔ اَلصُّوَّامُ شَہرَ رَمَضَانَ ماہ رمضان میں روزہ رہنے والا۔ مُکرِمُ الاَیتَامِ یتیموں پر شفقت کرنے والا۔ وَالمُصَلِّیَ بِاللَّیلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ رات کو نماز پڑھنے والا جب لوگ سو رہے ہوں

ایسا ہی اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں۔ جبرئیلؑ تم بھی اس سے محبت رکھو جبرئیلؑ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آسمانوں میں پکار دیتے ہیں کہ اے آسمان والو! فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے تم سب بھی اس سے محبت رکھو۔ پھر تو تمام آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اور زمین والوں میں اس کی مقبولیت ہو جاتی ہے۔ یوں بھی بعض بندوں کو خدائے تعالیٰ کا شوق بے چین کر رکھتا ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ جب بندہ کو تقدیر میں سعادت لکھی ہوتی ہے تو اس کے دل پر خدا کا خوف کا دروازہ کھلتا ہے کہ زندگی اس کو بری معلوم ہوتی ہے پھر اس کے دل پر امید کا دروازہ کھلتا ہے۔ پھر اس کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ اب عبادت کرتا ہے محبت کے ساتھ پھر اس کے دل پر شوق کا دروازہ کھلتا ہے۔ پھر اس کی ساری عبادت خدا کے شوق میں ہوتی ہے۔ مرنے تک اس کی یہی حالت رہتی ہے۔

صاحبو! یہ محبت کے کرشمے ہیں محبت ہی ایسی چیز ہے کہ اسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا محبت دلوں کو ہلاک کرنے والی ہے۔ محبت دلوں میں آگ لگانے والی ہے۔ محبت دلوں کی پیاس ہے۔

دوستو! محبت میں عجیب اثر ہے کہ اگر سچی محبت ہو تو محبوب کھچکر آتا ہے.
زلیخا کے اندرونی جذبات اور دلی کشش کا اثر ہے کہ یوسفؑ کنعان سے کھچکر آرہے ہیں

جذب قلبی سے زلیخا کے ہوا ؛ پاس سے یعقوبؑ کے یوسفؑ جدا
کھینچ کر کنعان سے ڈالا چاہ میں ؛ رنج کیا کیا کچھ دکھائے راہ میں
باوجود حسن و عزم و احترام ؛ آن کر بکوایا بنے آخر غلام
آخرش ان کو پھرا کر دربدر ؛ کھینچ کر لایا زلیخا کے ہی گھر
گر نہ تھا یہ جذب تو کیا تھا بتا ؛ وہ نبی اس طرح کیوں حیراں ہوا
اس قدر تکلیف یہ آوارگی ؛ جذب قلبی سے زلیخا کے ہوئی
کھینچ کر چالیس منزل سے حسن ؛ مصر میں یوسفؑ کو لایا عشق زن
گر نہ ہوتی عشق میں تاثیر یار ؛ پیش جاتی کیا کہیں تدبیر کار
اطلاع نام یوسفؑ بھی نہ تھی ؛ راہ کنعاں سے نہیں تھی آگہی
دیکھتی یوسف کی صورت کس طرح ؛ یہ رہا ہوتی ضرورت کس طرح
مرتی دیواروں سے وہ سر مار کر ؛ گر نہ ہوتا جذب قلبی کارگر

دوستو! ایک عورت کا عشق تو یوسف کو چالیس منزل سے کھینچ کر لائے اور ہم مردوں کا عشق اس خدا کو جو رگ گردن سے قریب ہے کھینچ کر نہ لائے کیسے تعجب کی بات ہے اصل یہ ہے کہ زلیخا کا سچا عشق تھا. ہمارا سچا عشق نہیں ورنہ سب کچھ ہو جاتا
ایک شہر پر حضرت یوسفؑ کا گذر ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے سمجھا کہ یہی خدا ہے ان کی صورت کا بت بنا کر پوجنے لگے. پھر ایک اور شہر پر یوسفؑ کا گزر ہوا وہاں کے لوگ بت پرست تھے. جب انہوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو اپنے بتوں کو توڑ دیا اور کہا جس خدا نے یہ پیاری صورت بنائی ہے وہی پوجنے کے قابل ہے. اور ہمیشہ کے لئے وہ اللہ والے ہو گئے. کیا تعجب ہے ایک قوم یوسف کو دیکھکر مسلمان ہو گئی اور ایک قوم کافر بن گئی. پاک وہ ذات کہ ایک ہی صورت کو کسی کے لئے نقشہ بنایا اور کسی کے لئے عبرت. شہر قدس کے حاکم نے خواب دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تیرے شہر

میں کل بہترین شخص آنے والا ہے۔ اس کا استقبال کر۔ اعلیٰ پیمانہ پر ان کی مہمانی کر جب دوسرے دن قافلہ وہاں پہنچا تو حاکم شہر استقبال کے لئے آگے آیا پوچھا قافلہ سالار کون ہے لوگوں نے مالک کی طرف اشارہ کیا تو وہ حیرت میں ہو گیا کہ یہ سال میں دو مرتبہ آیا کرتا ہے۔ آج تک حکم نہیں ہوا یہ کیا بات ہے جب قافلہ کو شہر میں آنے کا حکم دیا تو اوّل دنیا کی عزت رکھنے والے گئے پھر غلاموں کے ساتھ یوسفؑ آئے۔ حاکم شہر ان کو دیکھ کر دنگ ہو گیا پوچھا تم کون ہو یوسفؑ نے کہا میں وہی ہوں جس کے استقبال کا تجھ کو خواب میں حکم ہوا ہے۔ حاکم حیران ہوا اور کہا تم کو کس نے خبر دی۔ یوسفؑ نے کہا اسی نے خبر دی جس نے تجھ کو میرے استقبال کا حکم دیا ہے۔ حاکم نے کہا جو آپ حکم دیں میں اس کے ماننے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا میں یہ حکم دیتا ہوں کہ تم آج سے کبھی بتوں کو نہ پوجنا۔ اس شہر کو بتوں سے پاک کرنا تو تم دوزخ سے نجات پاؤ گے۔ حاکم نے کہا ایسا میں جب کروں گا کہ بت تم کو سجدہ کریں۔ حضرت یوسفؑ نے کہا سب چیز کی خدا میں قدرت ہے۔

جب حاکم کے گھر میں داخل ہونے لگے تو حاکم نے دیکھا یوسفؑ کے پیچھے ہزارہا کا لشکر ساتھ ہے۔ حاکم نے کہا نہ میرے گھر میں اتنی وسعت ہے اور نہ اتنا کھانا کہ ان سب کو کافی ہو۔ یوسفؑ مسکرا دیئے اور کہا کہ اے حاکم یہ اللہ کا لشکر ہے یہ کھاتا پیتا نہیں۔ ان کا کھانا تسبیح ہے۔ ان کا پینا تہلیل ہے اس نے کہا تو پھر یہ کون ہیں یوسفؑ نے کہا یہ فرشتے ہیں۔ میری حفاظت کے لئے بھیجے گئے ہیں جب دلول پہ آپ کا گزر ہوا تو وہاں کے بت سجدے میں گر گئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اسی وقت حاکم مسلمان ہو گیا۔ پر تکلف دعوت کی۔ جب سب لوگ کھا چکے تو کیا دیکھتا ہے کہ کھانا جتنا تھا اتنا ہی ہے تو حاکم نے کہا کیا تم میں بڑی شان والے یوسفؑ ہیں لوگوں نے کہا نہیں یہ تو غلام ہیں۔ اس نے پھر کہا سردار کون ہے تو لوگوں نے مالک کی طرف اشارہ کیا

حاکم نے کہا غلام کا یہ معجزہ ہے تو سردار کے کیسے معجزے ہوں گے مالک شرمندہ ہوا اور کہا غلام ہی بہتر ہے۔ مالک سے اور کچھ جواب نہ بن پڑا۔

جب مصر قریب ہونے لگا تو مالک نے کہا اے غلام کوئی منزل ایسی نہیں گزری جہاں تمہارے خیر و برکات نہ ظاہر ہوئے ہوں۔ تمہارے ساتھ فرشتوں کی تسبیح سنتا رہتا ہوں صبح شام فرشتے تم کو سلام کرتے رہتے ہیں۔ غرض یوسفؑ تمہاری ہر بات مجھے تعجب میں ڈالتی ہے۔ مجھے لڑکا نہیں ہے۔ میرے لئے دعا کرو۔ یوسف نے دعا کی۔ اللہ نے یوسف کے دعا کی برکت سے مالک کو بارہ بیٹے دیئے۔

جب مصر بہت ہی قریب ہو گیا تو مالک نے کہا یوسفؑ نہالو تاکہ سفر کی تھکاوٹ اور راستہ کا گرد و غبار دور ہو۔ جب یوسفؑ نہا کر نکلے تو آپ کے حسن و جمال کی عجیب کیفیت تھی۔ جو دیکھتا وہ غش کھا کر گر جاتا۔ یہ دیکھ کر مالک سجدے کے لئے جھکا تو حضرت یوسفؑ کہنے لگے مجھ کو سجدہ نہ کرنا سجدہ کے لائق خدا کی ذات ہے مالک نے حضرت یوسفؑ کو قدیم طرز پر سجایا۔ سر پر سونے کا تاج جس پر موتی اور یاقوت جڑے تھے رکھا کمر میں زرین لنگوٹ لگایا۔ بہترین لباس پہنایا جس پر کار چوب بنا ہوا تھا۔ اس کار چوب میں موتی اور یاقوت لگے ہوئے تھے۔ ہاتھوں میں سونے کے کڑے اور انگوٹھیاں جڑاؤ کام کی ہوئی پہنائیں۔ اس طرح آراستہ کر کے یوسفؑ کو لے کر مصر میں داخل ہوا

دیکھئے اب مصر میں ہوتا ہے کیا ÷ ایک میلا آن پہنچا حسن کا
دیکھئے اب کیا قیامت ہوتی ہے ÷ دیکھئے کیا سب کی صورت ہوتی ہے
دیکھئے کس کس پر بنتی ہے وہاں ÷ کون کون ہوتا ہے آخر نیم جاں
دیکھئے کس کس کو کرتا ہے حلال ÷ یوسفِؑ کنعان کا حسن و جمال

جب یوسفؑ مصر میں داخل ہو رہے تھے۔ غیب سے کسی نے پکارا مصر والو۔ تمہارے پاس ایک نوجوان آ رہا ہے جو اس سے ملے گا سعادت پائے گا۔ جو اس کو دیکھے گا فرحت پائے گا۔ کامیاب ہو گا۔ اٹھو مالک کے گھر میں اس کو دیکھو۔

صاحبو! عزت کے بھی مواقع ہیں اور ذلت کے بھی۔ جیسے یوسفؑ کی مصر میں عزت ہو رہی ہے۔ ایسے ہی مسلمان کی عزت مرتے وقت ہوتی ہے۔

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف چلو وہ تم سے ہم اس سے راضی کی چو طرف سے مبارکباد ہوتی ہے۔

جب قافلہ یوسفؑ کو لیکر مصر میں داخل ہو رہا تھا تو پرندے ہیجارہے تھے۔ درخت جھوم رہے تھے۔ پھل خوش ذائقہ ہو گئے تھے۔ یوسفؑ کو دیکھنے کے شوق میں اس رات مصر والوں نے نہ کھایا نہ پیا۔

ہائے ایک مخلوق کے شوق میں یہ حالت ہے۔ خالق کے شوق میں عاشقانِ الٰہی کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔

حضرت یوسفؑ کی مصر میں تشریف لانے کی خبر مشہور ہوئی صدہا آدمیوں نے علی الصباح مالک کے گھر کو گھیر لیا۔ پاؤں ڈلتے کہیں ہیں پڑتا کہیں ہے۔ یہ سب یوسفؑ کے حسن کے نشہ میں مست تھے۔ مالک گھبرا کر چھت پر چڑھ کر بولا تم لوگ کیوں آئے ہو۔ لوگوں نے کہا ہم یوسفؑ کی ملاقات کو آئے ہیں۔ مالک نے کہا اچھا ایک اشرفی ان کی منھ دکھائی ہے۔ سب راضی ہوئے۔ صحن میں ایک کرسی پر یوسفؑ بٹھائے گئے۔ ہر شخص ایک ایک اشرفی یوسف کے پیروں میں ڈال کر ملاقات کرتا تھا۔ ایک دن میں چھ لاکھ اشرفیاں جمع ہوئیں۔ جو یوسفؑ کو دیکھتا دیوانہ ہو جاتا۔ گھر کے راستہ کی خبر نہ رہتی۔ مالک غلاموں کے ذریعہ سے ان کو اٹھوا کر باہر ڈلوا دیتا۔ جو باہر نکلتا اس کی عجیب حالت ہوتی وہ اپنے اور بیگانے کو نہ پہچان سکتا۔ نہ منھ سے کچھ بولتا۔ نہ کسی کی بات سنتا اچھا خاصہ انسان یوسفؑ کے حسن کو دیکھکر پتھر کی طرح سُن ہو جاتا۔

دوستو: مخلوق کے دیدار میں یہ حالت ہوئی ہے تو خالق کے دیدار میں کیا حالت ہوگی۔

جب دوسرا دن ہوا۔ پچھلے دن سے زیادہ مجمع جمع ہوا۔ مالک نے کہا آج دو اشرفیاں منھ دکھائی ہے۔ سب نے خوشی سے منظور کیا۔ اس روز بارہ لاکھ اشرفیاں جمع ہوئیں۔

یہ شہرت سن کر زلیخا بھی اس مجمع میں آئی۔ جب زلیخا کی نگاہ یوسفؑ پر پڑی

غش کھا کر گر گئی۔ جب ہوش آیا تو اپنی راز دار باندی سے کہا۔ یہ وہی ہے جس نے میرا دل لوٹ لیا۔ وطن سے بے وطن کیا۔ دل میں جس نے آگ لگادی۔ باندی نے کہا بی بی چپ رہو کام بگڑ جائے گا۔ یوسف کے کان میں باندی سے کہلایا یوسف تم وہی ہو جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں اپنے سارے خزانے لٹا دوں گی مگر تم کو خرید لوں گی۔ یوسفؑ نے کہا زلیخا سے کہو کہ میں تمہارے لئے ہوں اور تم میرے لئے مگر وصال ابھی نہیں ایک زمانہ سختیاں اور بلائیں سہنے کے بعد ہوگا۔

دوستو! مخلوق کا وصال تو اقسام کی بلائیں سہے بغیر نہ ہو۔ تو کیا خالق کا وصال ہی ایسا سستا ہے کہ بغیر محنت کے بغیر بلائیں سہے ہو جائے۔

تیسرے دن حضرت یوسفؑ کو مصر کے بازار میں بیچنے لاتے ہیں ڈھنڈوری کردی جاتی ہے کہ کنعانی غلام کو جو خریدنا چاہے وہ مصر کے بازار میں چلا آئے یہ سُنکر ہر ایک شخص آپ کے خریداری کا آرزومند تھا۔ اس دن سارا مصر آپ کو دیکھنے آیا یہاں تک کہ پردے والی عورتیں، عبادت گذار بڈھے اور گوشہ نشین سب آپ کے شوق میں مصر کے بازار میں آئے مجمع کی کثرت سے سینکڑوں تماشائی دب کر مر گئے۔ ہزاروں بے ہوش ہو گئے۔ زلیخا کے کہنے سے عزیز مصر بھی شاہی خزانہ ساتھ لے کر حضرت یوسفؑ کو خریدنے آیا۔ جڑاؤ کرسی رکھی گئی۔ یوسفؑ کو طرح طرح سے سنوار اگیا مالک نے چھت پر سے پکارا۔ مصر والو سنبھلو یوسفؑ باہر نکلتے ہیں۔ سب کی گردنیں اٹھنے لگیں۔ باہر کے دروازے پر ہر ایک کی نگاہ پڑ رہی تھی۔ کوئی اونچا ہو کر دیکھتا تھا کوئی انگوٹھوں پر کھڑا رہتا تھا۔ یکایک یوسفؑ نکلے اور عجب شان سے نکلے۔ آگے پیچھے غلام گھیرے ہوئے چوبدار راستہ سے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے جس نے دیکھا سجدہ میں گرا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ چاند ہے یا آفتاب جو کرسی پر بیٹھا ہے۔ کوئی پکار رہا تھا مالک نقاب چھوڑ۔ یوسفؑ کے چہرے پر بہت لوگ قتل ہو گئے۔ بہت سے دیوانے ہو گئے کسی میں سدھ نہ رہی۔

آراستہ آں یار بباز ار بر آمد ٭ فریاد و فغاں از در و دیوار بر آمد

وہ معشوق بن سنور کر جب بازار میں آیا در و دیوار سے شور وفریاد بپا ہوا

ایسے جاہ وجلال کے وقت جب کہ یوسفؑ کے حسن کا بازار گرم تھا ہزارہا مرد وعورت بے خود اور بے دم ہو کر مرے جاتے تھے۔ ہر شخص کے منھ پر تھا ہائے یوسف ہائے یوسف ایسے میں ایک عورت جس کا نام فارغہ تھا مصر کی رئیس زادی ایک ہزار خچر مال و دولت سے بھرے ہوئے ساتھ لے کر حضرت یوسفؑ کو خریدنے آئی۔ جب اس کی نظر یوسفؑ پر پڑی آنکھیں چندھیا گئیں حیران رہ گئی۔ بیخود ہو کر بولی ہائے یوسفؑ آپ کون ہیں۔ آپ کی صورت دیکھ کر میری عقل جا رہی ہے ایک ہزار خچر مال و دولت کے بھر کر آپ کو خریدنے آئی تھی۔ لیکن آپ کی پیاری صورت دیکھ کر معلوم ہوا کہ یہ ایک ہزار خچر مال و دولت آپکے ایک بیر کی قیمت بھی نہیں ہو سکتی۔ ساری دنیا اور جو کچھ اس میں مال و دولت ہے وہ سب مل کر بھی آپکی قیمت نہیں ہو سکتی آپ یہ فرمائیے کہ آپ کو کس نے پیدا کیا۔ آپ کا خالق کون ہے حضرت یوسفؑ نے فرمایا سنو فارغہ میرا خالق اللہ ہے۔ اسی نے میری ایسی حسین صورت بنائی ہے کہ جسے تم دیکھ کر حیران ہو وہ عورت بولی ؎

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی ۔ مرابا جانِ جاں ہم راز کردی

یوسفؑ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھ کو میرے اللہ سے ملا دیا۔ غیر سے ترا کر یوسفؑ تم نے خدا سے ملا دیا۔ اس کا میں کس طرح شکریہ ادا کروں۔

ہائے یوسفؑ تم کو جس نے پیدا کیا ہے وہ کس بلا کا حسین ہو گا۔ یوسفؑ جب تک میں تمہاری دھن میں تھی مال بھی جسم بھی تمہارے ہی لئے لائی تھی۔ اب مجھے تمہارے پیدا کرنے والے کی دھن بندھی ہے یہ جسم و مال بھی اسی کو دیتی ہوں یہ کہہ کر مسلمان ہو گئی۔ سارا مال گھر دار خدا کے راہ میں لٹا دیا پھر وہ ساری عمر دریائے قلزم کے کنارے مکان بنا کر عبادت کرتے کرتے مر گئی ؎

ع دلا مرادنگی زاں زن بیاموز

ہم اس عورت سے سبق سیکھیں کہ خدا کے عاشق ایسے ہوتے ہیں کہ یوسف جیسے حسین کو بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ دیکھتے بھی ہیں تو اس واسطے کہ یہ نمونہ ہے اصل کا۔ جب اصل کا پتہ لگ جاتا ہے تو پھر نمونہ کی پرواہ نہیں رہتی۔

حضرت یوسفؑ کا نیلام شروع ہوا۔ ہراج ہو رہا ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے پر بڑھ رہا ہے۔

حکایت بازار مصر میں جب یوسفؑ بکنے بیٹھے تھے۔ کروڑ ہا روپیہ قیمت اٹھ رہی تھی۔ ایک بڑھیا تاگے کی چند کھنڈیاں لیکر چلی کہ اس سے یوسفؑ کو خریدے۔ لوگوں نے کہا بڑھیا تو کس شمار میں ہے وہاں کروڑ پتی کی دال نہیں گلتی۔ بڑھیا نے کہا گو یوسفؑ ان داموں کو نہ ملے مگر یوسف کے خریداروں میں میرا نام تو شامل ہو جائے گا۔

دوستو! یہ ہیں عاشق۔ عاشقوں کی یہی علامت ہے معشوق کی طلب سے رکتا نہیں۔ جو کچھ ہو سکے کیا جاتا ہے۔

صاحبو! ایسا کرو کہ اگر خدا کے عاشق نہ بنے نہ بنو اس کے طالب اور سچے غلام تو بنو خدا کے غلاموں کی اور اس کے چاہنے والوں کی فہرست میں نام شامل ہو جائے اپنی ٹوٹی پھوٹی نماز اور تابعداری اور اطاعت لئے ہوئے چلو۔ چیونٹی کی طرح کعبہ کے کبوتر کے پاؤں سے لپٹ جاؤ تو وہ کعبہ پہنچا دے گی۔

نیلام کرنے والا پکار رہا تھا۔ کون لیتا ہے ایسے غلام کو جس میں گورا پن بھی ہے اور نمکینیت بھی۔ فصاحت بھی ہے اور شجاعت و مروت بھی اور فتوۃ و دیانت بھی ہے اور امانت بھی۔ جوانمردی بھی ہے اور صیانت بھی۔

حکایت حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بصرہ کے بازار میں ایک غلام کو دیکھا کہ بک رہا ہے لوگ اس کے اطراف جمع ہیں پکار ہو رہی ہے کہ تین عیبوں والے غلام کو کون خریدتا ہے رات کو سوتا نہیں دن کو کھاتا نہیں۔ بے ضرورت بات کرتا نہیں۔ میں اس کے نزدیک گیا اور کہا کیا میں تم کو

خریدوں. میرے پاس آنے کی رغبت ہے غلام نے کہا کرو جو تمہارا دل چاہے اور وہ کرے گا جو اس کا دل چاہے. میں نے کہا تم بڑے عاقل اور عارف باللہ معلوم ہوتے ہو. غلام نے کہا سنو! ابراہیم جیسی چاہیئے ویسی معرفت جسکو حاصل ہوتی ہے. وہ غیر کی طرف مشغول نہیں ہوتا' اپنے اور غیر میں اس کو تمیز نہیں رہتی. ابراہیم کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ یہ غلام کوئی خاص لوگوں میں سے ہے میں نے اس غلام کے مالک سے کہا یہ غلام کتنے میں بیچتے ہو. مالک نے کہا جتنے کو تم چاہو، اس غلام کی طرح تم بھی دیوانے ہو، دیوانے کو دیوانہ ہی خریدا کرتا ہے. غلام کے مالک سے میں نے کہا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اس غلام کی طرح ہوں تو مالک نے کہا میں بھی اس راستہ پر چلا ہوا ہوں جس راستہ پر تم چلے ہو. رات کو میں نے تم کو آہ و زاری کرتے دیکھا ہے. اس سے پہچانا کہ تم بھی خدا کے دوستوں میں سے ہو. میں نے کہا یہ جانتے ہوئے تم کیوں ایسے غلام کو بیچتے ہو تو مالک نے کہا عاشق چاہتا ہے کہ معشوق اپنا ہی ہو کر رہے. یہ غلام بھی رات کو خدا سے راز و نیاز کرتا کرتا ہے اور میں بھی مگر اس غلام کا مرتبہ خدا کے پاس میرے مرتبہ سے بڑھا ہوا ہے. میں نہیں دیکھ سکتا کہ میرے محبوب کے دروازے پر میرے سوا اور کوئی ہو. اس لئے غلام کو بیچنا چاہتا ہوں تو ابراہیم خواصؒ نے فرمایا جو میرے پاس تھا میں نے وہ سب دیکر اس غلام کو خرید لیا اور کہا الٰہی تیرے واسطے میں نے اس غلام کو آزاد کیا. غلام نے کہا اگر اللہ کے واسطے تم مجھ کو آزاد کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے جسم کو آگ سے آزاد کر دے. میرا ہاتھ پکڑا اور کہا آنکھ بند کرو. میں نے آنکھیں بند کرلیں دو قدم چلا اور کہا آنکھیں کھول میں نے آنکھیں کھول دیں کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ میں ہوں اور غلام غائب ہے.

غرض یوسفؑ کا نیلام ہو رہا ہے لوگ بولی بڑھتے جا رہے ہیں. اُدھر زلیخا کا آدمی پر آدمی آ رہا ہے. عزیز کے پاس کہ دیکھو بڑھتے ہی جاؤ. کسی کو بڑھنے مت دو. جب سب روڑتی عاجز ہو گئے تو عزیز نے مالک سے کہا اب کہو کتنے کو بیچتے ہو. مالک نے کہا اس غلام کے ہموزن سونا، چاندی، موتی، یاقوت، ریشم، عنبر، کافور، مشک لے کر

بیچتا ہوں. عزیز مصر نے یہ سب مذکور چیزیں اتنی منگائیں کہ یوسف کے وزن کے دس آدمی تولے جا سکیں۔

جب ایک پلڑے میں یوسفؑ کو بٹھایا گیا اور ایک پلڑے میں ایک ایک چیز دس گنی ڈالی. تب بھی یوسف کا وزن بڑھ کر بھاری رہا. سب خزانے اور دفینے خالی ہو گئے مگر یوسف کا وزن بڑھا ہی رہا۔

دوستو معلوم ہے اس کی کیا وجہ ہے. سنو یوسفؑ میں نور نبوت تھا. کوئی چیز نبوت سے ہنیں بڑھ سکتی اسلئے سارے خزانے پر یوسفؑ کا وزن غالب رہا۔

صاحبو! نبوت کا اتنا وزن ہے تو توحید کا کتنا وزن ہوگا. قیامت میں جب گناہوں کا پلہ بہت بھاری ہوگا اس وقت بندہ پریشان ہوگا کہ اب کیا ہوگا. حکم ہوگا فرشتو کیا اس بندہ کی تمام نیکیاں ختم ہو گئیں. فرشتے عرض کریں گے جی ہاں سب نیکیاں ختم ہو گئیں. حکم ہوگا ہمارے پاس ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے وہ بیجا کر ڈالو. وہ کاغذ کا ٹکڑا ڈالتے ہی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا. خوش ہو کر عرض کرے گا الٰہی یہ کیا ہے حکم ہوگا یہ کلمہ شریف ہے جو تو خلوص سے دنیا میں پڑھا کرتا تھا. وہ ہم کو یاد ہے یہ توحید ہے اسلئے یہ سب پر غالب آگئی ہے۔

مالک پر جو حجاب تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اٹھا دیا. اس وقت مالک افسوس کرتا تھا کہ یوسفؑ کے مقابلہ میں یہ خزانے کچھ نہیں. وہ خواب کی تعبیر پوری ہوئی جو مالک کو دکھایا گیا تھا کہ غلام سے اتنی دولت ملے گی جو قیامت تک کافی ہوگی۔

مالک نے کہا غلام سے دو باتیں کرنے کی اجازت دو. عزیز نے اجازت دی مالک نے یوسفؑ کے قریب جا کر کہا یوسفؑ تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تم مجھ کو بیچدو گے تو میں اپنے واقعہ کی خبر دوں گا. یوسف نے کہا ہاں کہتا ہوں مگر کسی سے نہ کہنا عہد کر فرمایا میں وہی ہوں جس کو تم نے اپنے بچپنے کے خواب میں دیکھا تھا. میں یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیم علیہم السلام ہوں. یہ سنتے ہی مالک نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا. اور کہا ہائے بہت شرمندگی. میں نے پیغمبروں کے ساتھ کیسی بے ادبی کی۔

ایسا ہی جب قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا بندہ تو نے دنیا میں کس کی نافرمانی کی تھی تو کچھ جانتا ہے کہ تو کس کے خلاف کرتا رہا۔ تو کس کے حکم کی بے وقعتی کرتا رہا۔ اس وقت بندہ اس مالک کی طرح کہے گا ہائے افسوس میں نے کس زبردست قدرت والے کے خلاف کیا ہے۔ بہت بُرا بندہ ہے وہ بندہ جس کی رات دن غفلت میں گزر رہی ہے۔ بہت بُرا ہے وہ بندہ جو اپنے مالک کی نافرمانی ہمیشہ کرتے رہتا ہے۔ اور اس کی بغاوت پر تلا ہوا ہے تکبر اور عصیان میں پڑا ہوا ہے بُرا ہے وہ بندہ جس کی جوانی گناہوں میں ختم ہوئی اس کے سارے اوقات سنیما اور سیندھی اور شراب کے پینے میں گذر رہے ہیں بُرا ہے وہ بندہ جو یہ جانتا ہے کہ اس کا مالک اس کو دیکھ رہا ہے۔ پھر بھی وہ انجان بنا ہوا اس کے مقابلہ پر تلا ہوا ہے۔ اس کو اور اس کے عذاب کو بھولا ہوا ہے بُرا ہے وہ بندہ جو اپنی عمر گناہوں میں ختم کرتے کرتے بوڑھا ہو گیا۔ سفید بال نکل آئے ہیں۔ مگر ابھی اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

پھر مالک نے پوچھا یوسفؑ تم کو جن لوگوں نے بیچا تھا وہ کون تھے فرمایا میرے بھائی تھے۔ مالک نے کہا بھائی ہو کر کیسے بیچا۔ یوسفؑ نے فرمایا یہ نہ پوچھو میں کسی کی پردہ دری کرنا نہیں چاہتا۔

صاحبو! یوسفؑ مخلوق ہو کر بھائیوں کی پردہ دری نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کیسے پردہ دری کرے گا۔ اسلئے بندہ کیسے کیسے گناہ کرتا ہے۔ وہ ستّاری ہی کرتا جاتا ہے اگر ہمارا دل دکھانے کی چیز ہوتی کسی برتن میں رکھ کر دکھایا جاتا تو وہ وہ خباثتیں نظر آتیں کہ آپ صورت تک دیکھنا نہیں چاہتے۔ وہ ستّار ہے کہ اس نے پردہ ڈھانک دیا ہے کسی کو کچھ خبر نہیں کہ دل میں کیا کیا ہے۔ الغرض حضرت یوسف کو زلیخا کے خاوند نے جو عزیز مصر ہے خرید لیا۔

دوستو! یہ کونسا زمانہ ہے حضرت موسیٰؑ کے سیکڑوں برس پہلے کا زمانہ ہے ابھی توریت، زبور، انجیل، کوئی بھی نہیں تھے۔ غلام بنانا اور غلام خریدنے

کا رواج جب سے موجود ہے اس زمانے سے ہی غلاموں کا بیچنا خریدنا جاری ہے متعصب لوگ مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں کہ غلام بنانا مسلمانوں نے جاری کیا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اس کے بعد جتنے مذہب آئے کسی مذہب نے نہ غلامی کو مٹایا نہ ترمیم کی۔ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی کچھ انتظام نہیں کیا۔ پولوس نے تو اور مضبوط کیا۔ غلاموں کو نصیحت کی کہ اپنے مالکوں سے ایسے ڈرتے رہیں جیسے خدا سے ڈرتے ہیں۔

یہ فخر اسلام ہی کو ہے کہ اس نے غلامی کی شکل ہی بدل دی گو غلام بنانا جائز رکھا بعض مصلحتوں سے مگر آزاد کر دینے کے طرح طرح کے طریقے فرمائے ہیں کفارۂ رمضان، کفارۂ قسم۔ کفارۂ ظہار یوں بھی آزاد کرنے کا بڑا ثواب تبلایا گیا ہے کہ غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا عضو دوزخ سے آزاد ہوتا ہے باوجود غلام ہونے کے ان سے وہ برتاؤ کیا جاتا تھا جس پر وہ غلام فخر کرتے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہٗ غلام تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جیسے صحابی اس طرح ان کا ذکر کرتے ہیں۔ سَیِّدُنَا اَبُوْبَکْرٍؓ اَعْتَقَ سَیِّدَنَا بِلَالًاؓ ہمارے سردار ابوبکرؓ نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کیا۔ زید رضی اللہ عنہٗ بھی غلام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھیری بہن کا ان سے نکاح کر دیا گویا خاندان نبوت میں ان کو شریک کر لیا۔ یہ کیا عزت افزائی ہے۔ یہ اسلام کی ہی فیاضی ہے۔ جس کے طفیل سے حسن بصری۔ نافع۔ عکرمہ۔ ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کہلاتے ہیں۔ حالانکہ ان سب کی مائیں باندی تھیں۔ البتگین سبکتگین۔ قطب الدین ایبک۔ شمس الدین التمش یہ سب غلام ہیں۔ مگر بادشاہ ہوئے ہیں۔ مصر کا خاندان ملوکان، ہندوستان کا خاندانِ غلامان کے بادشاہ۔ یہ سب زبردست بادشاہ ہوئے ہیں۔ کوئی مذہب بتا سکتا ہے کہ غلاموں کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا۔

یہ اسلام ہی ہے کہ باوجود غلام ہونے کے ان کی یہ عزت کی گئی پھر جہاں تک

ہو سکے غلامی سے جلد آزاد کیا جانے کا حکم دیا گیا۔

حکایت ایک بار سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت سے ہندو جنگ میں قید ہوئے وہ اپنے ساتھ غزنین کو لے گئے۔ ان قیدیوں میں سے ایک ہندو قیدی کو سلطان نے ہر قسم کے علوم وفنون کی تعلیم دی۔ جب وہ ہندو تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کو حکومت کے عہدے دیئے گئے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کو ایک بڑے ملک کا گورنر بنا دیا۔ اس وقت گورنر کی حیثیت بادشاہ کی تھی۔ جس وقت سلطان نے اس کو تخت پر بٹھلایا اور تاج سر پر رکھا تو وہ ہندو رونے لگا۔ سلطان نے فرمایا یہ وقت خوشی کا ہے یا غم کا۔ اس نے کہا جہاں پناہ اس وقت مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آیا۔ حضور جس وقت میں ہندوستان میں بچہ تھا تو آپ کے حملہ کی خبر سن سن کر ہندو کانپتے تھے۔ عورتیں اپنے بچے کو ڈرایا کرتی تھیں جیسے ہوا سے ڈرایا کرتے ہیں۔ مجھے بھی میری ماں آپ کا نام لیکر ڈرایا کرتی تھیں۔ میں سمجھتا تھا کہ محمود بڑا ظالم ہوگا۔ آپ کے نام سے ڈرتا تھا۔ پھر جب آپ کے ہاتھ میں قید ہوا تو میری جان نکل گئی۔ سمجھا کہ اب خیر نہیں مگر آپ نے ان سب باتوں کے خلاف کر کے بتا دیا۔ آج میرے سر پر سلطنت کا تاج رکھا جا رہا ہے تو مجھے یہ خیال کر کے رونا آگیا کہ آج کاش میری ماں ہوتی تو میں اس سے کہتا کہ دیکھ یہ وہی محمود ہے جس کو تو ہوا بتلاتی تھی۔

صاحبو! غلاموں کو اس طرح عزت دی جاتی تھی۔ یہ غلامی آج کل کی آزادی سے ہزار درجہ بہتر تھی۔ اس کی پوری تفصیل اس بحث کے رسالوں میں دیکھنے کے قابل ہے۔

غرض جب حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے خرید لیا اور ہزار ہا خریدار نہ سکے وہ اسی صدمہ سے مر گئے اور ہزار ہا بیمار ہو گئے۔

دوستو! ایک مخلوق نہ ملنے سے تو اس قدر مرے۔ ہائے اگر کل قیامت

میں خدا نہ ملے۔ اس کا قرب حاصل نہ ہو۔ دیدار نہ دکھائے شامتِ اعمال دور ڈال دے تو کیا حال ہوگا۔

حضرت یوسفؑ کو عزیز مصر لے کر اپنے محل کی طرف چلا پہلے ہی سے اس کے محل میں ایک دھوم تھی۔ آپ کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ بڑے بڑے حسین خوبصورت بن سنور کر موجود تھے۔ زلیخا کو آج کئی سال کے بعد وہ صورت نظر آئےگی جس کے لئے کئی سال سے وہ ماہی بے آب اور بے قرار تھی، بے تاب تھی محبت کو چھپانے کی بڑی کوشش کر رہی تھی۔ شادئ مرگ سے بچنے کے لئے اپنی جان پر کھیل کر دم بخود ساکت بیٹھی رہی تھی۔ اتنے میں عزیز مصر یوسفؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے محل میں داخل ہوا۔ پیارے یوسفؑ کے قدم رکھتے ہی محل میں ایک بجلی چمکی حضرت یوسفؑ کا حسن دیکھتے ہی مصر کے تمام حسین اور بانکی باندیاں بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

اے عزیز مصر یہ کیا چیز ہے ۔۔۔ جس کے آگے ماند ہے ہر ایک شے
یہ محل میں آج کیا لایا ہے تو ۔۔۔ کس کے لینے کی یہ کی ہے جستجو
آہ کس دل میں رکھیگا تو اسے ۔۔۔ گھر سجایا بھی کوئی اس کے لئے
آج تو وہ چیز لایا اے عزیز ۔۔۔ جس سے بس جاتی رہی عقل وتمیز
ہاتھ ملتا تھا وہاں ہر نازنیں ۔۔۔ ہائے ایسی شئے کبھی دیکھی نہیں

زلیخا کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری تھے اور وہ آنکھیں مل مل کے حیرت سے دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

بہ بیداریست یارب یا بخواب است ۔۔۔ کہ جاں از جاناں کامیاب است

میری جاں کو جو جاناں سے وصال ہوا ہے اے خدا کیا یہ بیداری میں ہے یا نیند میں۔ اور کبھی کہتی۔

جمادے چند دادم جاں خریدم ۔۔۔ بنام ایزد عجب ارزاں خریدم

چند ٹھکریاں دیکر جان خریدی ہے۔ کیا کہوں کس قدر سستا خریدا ہے۔

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖ

عزیز مصر نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا زلیخا لو اس بچہ کو۔
اَکْرِمِی مَثْوٰىهُ دیکھو ان کو غلام نہ سمجھنا۔ ان کو بڑی عزت سے رکھو۔
عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ بچہ ہوشیار معلوم ہوتا ہے۔ وزارت کے کاموں میں اس سے مدد لیں گے۔ یہ ہمارے کام آئے گا
اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا ان کو بیٹا بنائیں گے۔ اپنی فرزندی میں لیں گے جو شخص کسی کا بیٹا لے کر اسے اپنا بیٹا بناتا ہے وہ خدا کی قدرت کو منھ چڑاتا ہے کہ دیکھ اگر تو نے مجھے بیٹا نہ دیا تو کیا ہوا۔ میں نے تو بیٹا لے ہی لیا۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا جاتا یہ مصنوعی ماں باپ اور فرزند میں عداوت اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ کڑوا پھل بن کر حلق میں اٹک جاتا ہے نہ نگلا جاتا ہے نہ ہی تھوکا جاتا ہے۔ اسی واقعہ کو دیکھو کہ عزیز اور اس کی عورت زلیخا آپس میں بات چیت کرتے ہیں کہ ہم یوسفؑ کو بیٹا بنائیں گے لیکن چند سال کے بعد حضرت یوسفؑ جب پورے جوان ہو جاتے ہیں تو وہی زلیخا یوسفؑ پر مرتی ہے ناجائز کام کرانا چاہتی ہے۔ اصلی اور بناوٹی بیٹے میں یہی فرق ہے۔

سگی ماں اپنے بیٹے سے کیا ایسا ناپاک کام کرنا چاہے گی؟ ہرگز نہیں
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی یاد رکھئے۔ یہی الفاظ فرعون کی بیوی کہتی ہیں عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا اسی بچہ موسیٰؑ نے فرعون کو ڈبو دیا۔

یہ سب تجربے ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اس لئے اسلام متبنٰی یعنی فرزندی میں لینے کو فضول سمجھتا ہے۔ غرض زلیخا کے دل میں تو محبت تھا ہی خاوند کے کہنے سے اس کے حکم کی تعمیل کے لئے اٹھی یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا دیول میں لے گئی اور بت کو سجدہ کیا اور کہا اے بت تیری پوجا کرنے سے اور تیری محبت سے مجھے یوسفؑ مل گیا۔ یہ کہتے ہی بت زمین پر گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ زلیخا نے کہا میرے بت کو کیا ہو گیا یوسف نے کہا میرے سامنے تو نے بت کی تعریف کی تو میرے خدا نے ایسا کر دیا۔ خیر ہوئی ورنہ تیرا سر ٹکڑے کر دیا جاتا۔
زلیخا نے کہا تمہارا رب کون ہے۔ یوسفؑ نے کہا جس نے مجھکو اور تجھکو پیدا کیا

زلیخا نے کہا اس کو کیسے معلوم ہوا۔ یوسفؑ نے کہا سب اس کے سامنے ہے کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ تمہاری محبت میں تمہارے خدا سے بھی محبت کرتی ہوں۔ یوسف کیا اچھا تمہارا معبود ہے تمہاری جیسی پیاری صورت بنائی دو خدا فضول ہیں۔ اگر میرے پاس خدا یعنی بت نہیں ہوتا تو میں تمہارے خدا کی عبادت کرتی۔ پھر زلیخا نے یوسفؑ کا دامن پکڑ لیا اور کہا عزیز مجھ سے خفا ہو گا اپنے خدا سے کہہ کر میرے بت کو درست کر دو۔ یوسفؑ نے کچھ ادھر ہونٹ ہلائے۔ ادھر وہ بت جیسا تھا ویسا ہو گیا۔ زلیخا نے کہا معلوم ہوا یوسفؑ آسمان کے خدا کو مجھ سے زیادہ تم سے محبت ہے۔ یہ کہہ کر یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بیٹھنے کی جگہ پر لائی۔ بادشاہوں کی طرح رکھا قسم قسم کے کھانے کھلاتی۔ قسم قسم کے کپڑے پہناتی تھی تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑے کپڑے کے بنائے تھے۔ آج جو پہنائی پھر کل اس کو نہیں پہناتی تھی۔

اسی طرح جس بندہ سے خدائے تعالیٰ کو محبت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ
تین سو ساٹھ ۳۶۰ مرتبہ محبت کی نظر اس پر ڈالتا ہے جس کی وجہ سے اس بندہ میں
خصائل حمیدہ پیدا ہوتے ہیں۔

بادشاہ کو اور عزیز مصر کو فکر ہوئی۔ ملک لشکر سے قائم رہتا ہے اور لشکر مال سے خزانے میں تو کچھ رہا نہیں۔ پھر ہماری سلطنت کیسے باقی رہے گی۔ حضرت یوسفؑ کے خریدنے پر نادم ہوا۔ خزانہ دار سے کہا دیکھو خزانہ میں کچھ باقی ہے یا نہیں خزانہ دار گیا اور خزانے کا دروازہ کھولا دیکھا کہ خزانہ جیسا کا ویسا بھرا ہوا ہے ہنستا ہوا واپس ہوا۔ بادشاہ کو اس کی خبر دی اس نے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا اس کا سبب غلام کو معلوم ہوگا بادشاہ نے کہا ان کو کیسے معلوم ہوگا۔ خزانہ دار نے کہا یوسفؑ کہا کرتے ہیں ان کا ایک خدا ہے جو چاہے وہ کر سکتا ہے بادشاہ نے کہا تجھے یہ کب معلوم ہوا خزانہ دار نے کہا جب آپ یوسفؑ کو خرید رہے تھے تو میں یوسفؑ کے ہر طرف سفید پرندے ان پر گذر رہے تھے اور آدمیوں کے مانند بات کر رہے تھے

اور کہہ رہے تھے۔

یوسفؑ تم اپنے آپ کو جو بیچ رہے تھے اس کو بھی دیکھو اور تمہارا خدا تم کو بیچ رہاہے اس کو بھی دیکھو۔ آئینہ دیکھکر تم اپنی آپ قیمت لگائی تھی کہ میری کوئی قیمت نہیں ہو سکتی تو بھائیوں نے تم کو کھوٹے پانچ روپیوں میں بیچا۔ اب خدا تمہاری قیمت لگارہاہے تو مصر کے سارے خزانے خالی کئے جارہے ہیں۔ بادشاہ نے یہ سنکر تعجب کیا اور حضرت یوسفؑ سے پوچھا کہ تمہاری قیمت میں مصر کے خزانہ باوجود خالی کردیئے جانے کے پھر بھر پور کیسے ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری عزت بڑھانے کے لیے خزانوں کو جیسے کا ویسا کردیا تاکہ تم مجھکو ملامت نہ کرو اور مجھ پہ احسان نہ جتاؤ۔ مجھ پر احسان میرے اللہ کا ہے کسی کا احسان نہیں۔

مسلمانو! حضرت یوسفؑ کی طرح تم بھی بک چکے ہو۔ فرق یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کا خریدار عزیز مصر ہے۔ اور تمہارا خریدار اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت یوسف کا بیعنامہ یہ ہے

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ۔

عزیز مصر نے یوسفؑ کو خریدا۔

عزیز مصر نے یوسف کے ظاہر کو خریدا باطن میں تو وہ حُر تھے۔

مسلمانوں تمہارا بیعنامہ یہ ہے

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

عزیز الرحیم نے مومن کو خرید الیعنی اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مسلمانوں کی جان ومال کو خریدا

ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نفسوں کو اور مالوں کو خریدا۔ نہ کہ دل کو اسلئے کہ دل تو خدا کا ہی ہے قاعدہ ہے کہ کوئی شئے کیسی ہی حقیر ہو مگر خریدار عظمت والا ہو۔

بکوانے والا بڑی شان والا ہو اور قیمت بھاری ہو تو اس حقیر شئے کی

بڑی قدر ہوتی ہے۔
مسلمانوں ہم کیسے ہی حقیر ہوں ہمارا خریدار اللہ تعالیٰ ہے اور ہمارے بکوانے والے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہماری قیمت جنت ہے۔ اس لئے ہم بھی بڑی قدر کی چیز ہیں۔

۳ عزیز نے یوسف کو خرید کر کہا عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا امید ہے کہ ہم اس سے نفع اٹھائیں شک سے کہا مگر وہ یقین کو پہنچ گیا اس نے نفع اٹھایا اور ایمان سے مشرف ہوا

۳ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ یقین ہے کہ تمہارا پروردگار رحم کرے گا تم پر۔
یقین سے فرمایا یہ وعدہ پورا کرے گا اور بے شک رحم کرے گا

۴ عزیز نے یوسف ؑ کو خرید کر زلیخا سے کہا اَکْرِمِیْ مَثْوٰہُ ان کا اکرام کرو تو وہ کھانے کا انتظام کر رہی ہے۔ اور کپڑے کا۔ ہر طرح کے آرام کا

۴ ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو خرید کر ملائکہ کو فرمایا کہ ان کا اکرام کریں تو کوئی رزق کا انتظام کر رہے ہیں کوئی اعمال لکھ رہے ہیں کوئی جنت ان کیلئے آراستہ کر رہے ہیں کوئی ان کیلئے مغفرت مانگ رہے ہیں

۵ عزیز اور زلیخا نے یوسف ؑ کو خرید کر عزت دی۔

۵ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو خرید کر عزت دی فرمایا کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ ہم نے انکو عزت دی

اللہ تعالیٰ نے خسیس چیز کو عزیز چیز سے خریدا یعنی نفس کو جنت سے اس میں بڑی خوشخبری ہے کہ اے مسلمان تو بڑی قدر کی چیز ہے۔
تیری عیب دار چیز نفس کو جنت جیسی چیز سے خریدا گیا ہے تو اس سے اندازہ لگا کر تیرے بے عیب دل کی کیا قیمت ہوگی بس تیرے دل کی قیمت دیدار الٰہی ہے اس کے سوا اور کوئی چیز دل کی قیمت نہیں ہو سکتی ہے۔

بندہ ! اگر تو صبر لائے گا تو تیرے لئے رحمت تیار ہے۔

اگر تو توکل لائیگا اور مجھ پر بھروسہ کرے گا تو میں تیرے لئے کافی ہوں

اگر تو شکر لائے گا تو نعمت زیادہ کروں گا

اگر روزہ لائے گا تو جنت دوں گا

اگر نماز لائے گا تو اپنا مقرب بنا دوں گا

اگر تو دل سالم لائے گا تو تجھے دیدار دکھاؤں گا۔

بندہ ؟ جب کوئی غلام خرید تا ہے تو اس کو کہیں جانے نہیں دیتا ہے۔
بندہ تو کیسا غلام ہے میں نے تجھ کو خریدا ہے اور تو مجھ سے بھاگتا ہی رہتا ہے۔

بندہ ! قاعدہ ہے جب کوئی غلام خریدتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے اس کی اجرت نہیں دیتا۔ اس لئے کہ اجرت مزدور کو دی جاتی ہے مگر بندہ میں تجھکو خرید کر تجھ سے کام لے کر تجھ کو اجرت بھی دیتا ہوں یعنی ثواب دیتا ہوں۔

بندہ ! خریدار جب غلام میں عیب دیکھتا ہے تو اس کو چھپاتا ہے ظاہر نہیں کرتا بلکہ تعریف کرتا ہے۔ بندہ میں نے بھی تجھ عیب دار کو خریدا فرشتوں نے عیب نکالا اور کہا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ کیا زمین میں آپ مفسد اور خونریز کو پیدا کرتے ہیں تو میں نے تیرا عیب چھپا کر تیری تعریف اسطرح کی اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ میرے بندے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے، میری تعریف کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع و سجدہ کرنے والے نیک بات بتانے والے، برائی سے روکنے والے ہوں گے۔

بندے تو نے میری کچھ قدر نہ کی اور انسان مخلوق غلام خریدتی ہے تاکہ وہ غلام اس کی حفاظت کرے۔ بندے میں تجھ کو خریدا ہے تاکہ میں تیری حفاظت کروں پھر بھی تجھے قدر نہیں۔

یوسفؑ سے تین شخصوں کو تین بات کی طمع تھی۔ مالک کو مال کی عزیز کو نام کی

زلیخا کو خود یوسفؑ کی۔ مالک کو مال ملا۔ عزیز کو نام ملا۔ زلیخا کو یوسفؑ ملے، یوسفؑ کے ساتھ زلیخا کو مال بھی ملا، نام بھی ملا۔ ایسا ہی جو دنیا چاہے گا اس کو آخرت نہ ملے گی۔ جو آخرت چاہے گا اس سے دنیا چھوٹ جائے گی۔

جو اللہ کو چاہے گا اس کو اللہ بھی ملے گا۔ دنیا بھی اور آخرت بھی۔

حکایت

ایک روز ہارون الرشید نے اپنی باندیوں وغلاموں سے کہا جو جس چیز کو چاہے اس پر ہاتھ رکھدے وہ اس کو ملجائے گی یہ سن کر کسی نے کسی چیز پر ہاتھ رکھا۔ کسی نے کسی چیز پر۔ ایک باندی نے ہارون رشید پر ہاتھ رکھا۔ ہارون نے کہا یہ کیا تو اس نے کہا آپ نے فرمایا ہے جو جس چیز کو چاہیے اس پر ہاتھ رکھدے۔ میں آپ کے سوا کسی اور چیز کو نہیں چاہتی۔ اسلئے آپ پر ہاتھ رکھدیا ہے۔ ہارون نے کہا میں تیرا سب مال تیرا، سلطنت تیری، ایسا ہی بندے جب خدا سے تعلق پیدا کرتا ہے تو خدا بھی تیرا اور خدائی بھی تیری۔

غرض یوسف علیہ السلام کی حالت پر ذرا نظر کیجئے۔ بادشاہوں کی زندگی بسر ہو رہی ہے۔ عزیز مصر کی خاص توجہ ہے عزیز مصر کی بیگم زلیخا ان باندی بنی ہوئی ہے۔ ذرا ہٹ کر پچھلے واقعات پر نظر ڈالئے۔ جو بچہ جھونپڑیوں میں رہتا تھا۔ فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس وقت اس کو دیکھنے والا کیا یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ بچہ بادشاہ بنے گا۔ مگر خدا کے ارادہ میں تھا کہ وہ بچہ بادشاہ ہو۔ دیکھئے کیا سامان بنتے ہیں۔ تدبیر خداوندی کیا کرتی ہے۔ حضرت یوسفؑ کو خواب دکھتا ہے بھائی سنتے ہیں حسد سے جل جاتے ہیں قتل کر دینا چاہتے ہیں۔ خدا نہ چاہے تو کیا کر سکتے ہیں۔ قتل کا ارادہ بدل جاتا ہے کنوئیں میں پھینک کر چلے آتے ہیں۔ اس اندھیرے کنوئیں میں بھی خدا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ ایک قافلہ آتا ہے عزیز مصر کے ہاتھ بیچتا ہے ممکن تھا کہ اور کوئی خرید لیتا۔ مگر خدا کا ارادہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ عزیز مصر خریدتا ہے۔ عزیز کے گھر میں آپ اطمینان سے رہ کر سیاست سے واقف ہوتے ہیں سلطنت کرنے کے لئے بادشاہ کو جن جن باتوں سے واقف ہونے کی ضرورت ہے عزیز کے گھر میں رہ کر ان سب باتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ مصر کی حکومت

باقاعدہ حکومت تھی. مگر مصری آجکل کے ہندؤں کی طرح چھوت چھات کے پابند تھے عبرانی لوگوں سے نفرت رکھتے تھے اس ملک میں یوسفؑ کا رہنا بہت مشکل تھا. بجز غلام بنانے کے کوئی صورت نہیں تھی. اسلئے غلام بناکر عزیز کے گھر میں رکھتے ہیں سیاسیات مصر کا مرکز تھا یہاں سال ہا سال رہ کر سلطنت کرنے کے طور طریق تمام نظم ونسق سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے. وَكَذٰلِكَ جیسے یوسف کو جھونپڑوں سے نکال کر اسباب بناتے ہوئے اس درجہ پر پہنچایا ہے اسی طرح ایک دن وہ آئے گا کہ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ یوسف ملک مصر پر قابو پاکر ملکِ مصر کے بادشاہ ہوں گے.

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ یوسف کو سلطنت کی طرح نبوت دے کر نبی بنانا ہے تو جس طرح سلطنت دینے کے لئے سلطنت کا اہل بنایا. ایسے ہی نبی بنانے کے لئے تعبیر خواب کا علم اور دین کی سمجھ دیں گے وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں کے پورا کرنے پر غالب ہے لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے غافل انسان تجھے کچھ خبر ہے کہ تو بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور میں بھی ایک چیز کا ارادہ کرتا ہوں. یاد رکھ نہیں ہوگا. مگر وہی جو میں نے ارادہ کیا ہے جس چیز کا میں ارادہ کرتا ہوں اگر اس کے لئے تو راضی ہوگیا تو تو نے جو ارادہ کیا ہے وہ بھی دوں گا. اور میں جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں وہ بھی اگر اس کے خلاف کرنے پر تلا رہا تو تیرے ارادوں میں تجھے تھکا دوں گا. مگر تیرے ارادے کو نہیں پورا ہونے دوں گا. آخر ہوگا وہی جس کا میں نے ارادہ کیا ہے. کیا تجھے یہ یاد نہیں آدم نے ارادہ کیا جنت میں رہنے کا اور میں نے بھیجنا ارادہ رکھنا چاہا ہوا وہی جو میں نے چاہا. آدمؑ کا ارادہ کچھ کام نہ آیا. ابلیس نے چاہا کہ مقرب فرشتوں کا افسر بنے. اور میں نے چاہا کہ ایسا ہو. وہی ہوا جو میں نے چاہا کافروں فاجروں کا امام بنا. قابیل نے چاہا کہ آدمؑ کی اولاد میں سب سے زیادہ عزت دار و باخبر ہو اور میں نے چاہا کہ سب سے زیادہ بدا اور ذلیل ہو. وہی ہوا جو میں نے چاہا

نوح علیہ السلام کی قوم نے چاہا کہ حضرت نوحؑ سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور میں نے چاہا کہ سب سے زیادہ عزت دار ہوں۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

وابل بادشاہ نے چاہا کہ نوحؑ علیہ السلام کو ہلاک کرے اور میں چاہا کہ وابل کو ہلاک کروں۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔ ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ ان کے باپ آذر مسلمان ہوں اور میں نے نہیں چاہا تو وہی ہوا جو میں نے چاہا۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاہا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کریں اور میں نے نہیں چاہا۔ چھری چلی لیکن کچھ نہ ہوا۔ اور وہی ہوا میں نے چاہا۔

فرعون نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہلاک کرے اور میں نے چاہا کہ فرعون کو ہلاک کروں وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

داؤدؑ علیہ السلام نے چاہا کہ اپنے فرزند ابی شالوم کو اپنے بعد بادشاہ بناؤں میں نے چاہا سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوں۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

ابوجہل نے چاہا کہ نبوت ولید بن مغیرہ کو ملے اور میں نے چاہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوں۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

یوسفؑ کے بھائیوں نے چاہا یوسفؑ کوئیں کی تہہ میں سڑ گل جائیں اور میں نے چاہا کہ یوسفؑ مصر کے تخت پر بادشاہ بن کر نظر آئیں بھائیوں نے جو چاہا وہ نہ ہوا۔ اور وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

حضرت نظام الدین اولیاؒ فرمایا کرتے تھے کہ نظام چاہے خسرو کو خدا چاہے نصیر کو۔ وہی ہوا جو خدا نے چاہا۔

اگر انسان دنیا اور دنیا کے عجیب احوال میں غور کرے تو اسکو اس پر یقین آئے گا کہ خدا کا ارادہ سب پر غالب ہے وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے ؎

بود ہر کسے را دگر گونہ رائے
نباشد مگر آنچہ خواہد خدائے

ہر شخص کی ایک رائے ہوتی ہے مگر ہوتا وہی ہے جو خدا چاہے۔

لے مجبور و افتاد ایسی حالت میں اب تو کیا کرنا چاہتا ہے بھاگ کر اپنے ملک

کام خدا پر چھوڑ۔ تدبیر کرنا ہے کر مگر تدبیر پر بھروسہ مت کر۔
منتظر رہ کہ غیب سے کیا ہوتا ہے جو ہو اس پر راضی رہ بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ
کہ میاں کیسے بنے ہوئے کو بگاڑتے ہیں اور بگڑے ہوئے کو سدھارتے ہیں۔ دیکھ
تو سہی جب کوئی کام بناتے یا بگاڑتے ہیں تو اس کے اسباب کتنی دور سے
بناتے آتے ہیں۔ اسی میں اطمینان دآرام ہے۔ اگر اپنا بھی کچھ دخل دیا تو تو تھک
جائے گا اور کچھ نہ ہو گا۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ جب یوسف علیہ السلام اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے۔
کیسا ہی بدشکل بھی ہو تو جوانی میں خوبصورت معلوم ہوتا ہے، بھرپور جوانی بھی یوسفؑ
کی جوانی کوئی زلیخا سے پوچھے کیا حال اس بے چاری کا ہوا ہو گا۔ غرض جب یوسفؑ
جوان ہوئے (۱۹۔ ۲۰) برس کی عمر ہوئی ہے اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ہم نے ان کو
حکم دیا۔ علم وعمل میں کمال دیا کہ ہر طرح سے بادشاہت کرنے کے قابل ہوئے اور
حکم سے مراد یہ بھی ہے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کی قدرت ان کو حاصل ہوئی۔
وعِلْمًا اور علم نبوت اور علم تعبیر خواب عطا فرمایا۔ انسان کا کمال قوت علمی
اور قوتِ نظری پر ہے۔ حضرت یوسفؑ کو یہ دونوں قوتیں دیکر کامل کر دیا۔ وَ
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ جو نیک ہو کر ہمارے مرضی کے موافق ہوتے ہیں
ہم ان کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

صاحبو! حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ بنانے کے لئے تدبیر الٰہی
اپنا کام کر رہی ہے۔ بادشاہ بننے کے لئے جس قابلیت کی ضرورت ہے اس کی تکمیل
ہو چکی ہے۔

اب یہاں سے اسی تدبیر الٰہی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے امانت ودیانت
کی اب آزمائش ہوتی ہے۔ امانت دار اور دیانت دار مشہور ہونے کے اسباب پیدا
ہو رہے ہیں یہ کٹھن امتحان ہے دوستو سنو اور عبرت لو۔
صاحبو! جنت کے نعمتوں کی لذت کا نمونہ دنیا میں کونسی چیز ہے کچھ

آپ کو معلوم ہے۔
سنو! جنت کی ہر نعمت کھانے کی ہو یا پینے کی یا پہننے کی ہر ایک میں اتنی لذت آئے گی کہ انسان بے سدھ ہو جائے گا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے کھانے پینے سے انسان بے سدھ ہوتا ہو دنیا میں صرف ایک چیز ہے جس میں جنت کی نعمتوں کی طرح "بے سدھی" ہے۔ وہ جماع ہے کہ اس سے اتنی لذت ملتی ہے کہ جماع کرنے والا بے سدھ ہو جاتا ہے۔ یہ نمونہ ہے جنت کی نعمت کا۔ اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ عورت جنتی نعمت ہے۔ قطع نظر اس کے اس وجہ سے بھی عورت نعمت ہے کہ عورت کی وجہ سے آنکھ اور دل کی حفاظت ہوتی ہے۔ جس کے عورت نہ ہو وہ بدنظری میں مبتلا رہے گا۔ اگرچہ شرمگاہ کو بچائے گا مگر دل کو شہوت کے وسوسوں سے نہیں بچا سکتا۔ نماز پڑھ رہا ہے دل میں جماع کے وہ خطرات آ رہے ہیں کہ کسی کے سامنے کہتے شرم آتی ہے جیسے مخلوق زبان سے ادا کی ہوئی باتیں سنتی ہے۔ ایسے ہی خدا دل کی باتیں سنتا ہے۔ کتنے شرم کی بات ہے خدا کے سامنے کھڑے ہیں اور جماع کی باتیں کر رہے ہیں۔ عورت ہونے سے ایسے خطرات دل میں نہیں آتے۔ آنکھیں اجنبی عورتوں کو گھورنے سے بچتی ہیں۔ یہ دل اور آنکھ دوزخ میں لے ہی جا رہے تھے۔ مگر عورت نے دوزخ میں جانے سے بچا لیا۔ اس لئے عورت خدا کی بہت بڑی نعمت ہے عورت خانہ داری کے امور سنبھال لیتی ہے۔ عورت کے طفیل سے مرد کھانے پکانے پیسنے کوٹنے یا ان کے انتظام کرنے کے جھگڑوں سے بچ جاتا ہے۔ یہ سب عورت کر لیتی ہے اور مرد کو دینی اور دنیوی کاموں کے پورا کرنے کی فرصت ملتی ہے اس وجہ سے بھی عورت خدا کی نعمت ہے۔ اس وجہ سے بھی عورت اللہ کی نعمت ہے کہ عورت سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ خدا کا منشا جو نسل بڑھانا ہے وہ عورت سے پورا ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بڑھتی ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں اس لحاظ سے حضرتؐ کی خوشی عورت ہی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد اولاد کی دعا سے نور کے طبق ملتے ہیں یہ بھی عورت ہی کے

سبب سے ہے ورنہ نہ عورت ہوتی نہ اولاد ہوکر دعا کرتی۔ نہ نور ملتا۔ اگر اولاد سامنے مرگئی تو شفاعت کرے گی۔ یہ درجہ بھی عورت ہی کے سبب سے ملتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اولاد نعمت ہے۔ یہ نعمت ملتی ہے عورت سے اس لئے عورت خدا کی بڑی نعمت ہے

عورت سے دل بہلتا ہے۔ دنیا کی فکروں سے چور ہوکر جب مرد باہر سے آتا ہے۔ عورت سے ہنستے ہوئے باتیں کرتا ہے تو اس کی وہ ساری تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے۔ یا کوئی عبادت کرنے والا عبادت کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ جب تھوڑی دیر اپنی عورت سے باتیں کرتا ہے تو پھر عبادت کے لئے تازہ دم ہوجاتا ہے یا کوئی۔ ایسا ہوکہ باطنی کیفیتیں اس پہ اس قدر طاری ہورہی ہیں کہ جس کا اس کو برداشت کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ وہ اپنی عورت سے باتیں کرتا ہے جس سے اس کو حالت میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ پھر اس کو باطنی کیفیتوں کے سنبھالنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فرماتے تھے کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاءُ عائشہ مجھ سے باتیں کرو۔ جب باطنی کیفیت میں سکون ہوکر برداشت کی قوت پیدا ہوجاتی فرماتے اَرِحْنَا یَا بِلَالُ راحت دو بلال یعنی اذاں دو نماز پڑھیں گے۔ جس سے باطنی کیفیتوں کے دریا دل پر بہیں۔ کیا اس وجہ سے بھی عورت نعمت نہیں ہے بیشک خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔

عورت میں یہ نعمتیں ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں۔ خوشبو[1] اور عورت[2] تیسری چیز میرے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جتنی قومیں آئیں وہ سب عورتوں کو ذلیل سمجھتی رہیں۔ قدیم عیسائی عورتوں کو شیطان کے برابر یا اس سے بڑھکر بتلاتے تھے الحمد للہ یہ اسلام کی تعلیم ہے کہ اب ان کی بھی آنکھیں کھول دیں اور یہ بتلا دیا کہ عورت بھی ایک نعمت ہے۔ عورت کو مرد کی طرح عزت دی ہے ان کے بھی حقوق بتلائے ہیں بہت زور دار الفاظ میں عورتوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حدیث تم میں سے بہتر اخلاق والا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے اور میں بھی اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتا ہوں

حدیث وفات کے وقت فرمایا تین چیزوں کا خیال رکھو۔ نماز قائم رکھو۔ غلام باندی کو اچھا رکھو۔ عورتیں تمہارے ہاتھ میں قید ہیں۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

صاحبو! ذرا اسلامی تعلیم کو تو دیکھو اُدھر عورتوں کے حقوق کو بتایا۔ ان کو عزت سے رکھنے کی تاکید کی ادھر یہ بھی لحاظ کیا کہ عورتیں پیدائشی طور پر مردوں سے کمزور ہیں۔ ان کے جسمانی قویٰ ہوں یا دماغی مردوں کے برابر نہیں ہوتے۔ اس طرح اور بھی وجوہات ہیں کہ جس کی وجہ سے عورت خود مختار ہو کر اچھی زندگی نہیں بسر کر سکتی اس لیے فرمایا اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ مردوں کو عورتوں کا حاکم اور سردار بنایا۔

مرد سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم بھی سردار ہیں۔ آپ کی ذمہ داری اور بڑھ گئی دال خراب ہوئی تو بگڑ گئے۔ روٹی اچھی نہیں ہوئی تو چار باتیں سنا دیں۔ اس واسطے آپ سردار نہیں ہیں بلکہ اس واسطے آپ سردار بنائے گئے ہیں کہ خدائی احکام انکو پہنچائیں۔ اور اپنی حکومت کو کام میں لاکر ان احکام الٰہی پر ان سے عمل کرائیں۔ مگر سردار صاحب خود ہی عمل نہیں کرتے تو عورتوں کو کیا عمل کروائیں گے۔ جس گھر میں ایک بھی بے نمازی ہو تو اس گھر میں نحوست برستی ہے۔ مرد سردار ہیں کبھی عورتوں کو نماز کی تاکید کی؟ دیکھئے کتنا پیارا انتظام ہے۔ مرد عورت کے ساتھ محبت سے رہے اور آرام سے رکھے اور عورت مرد کو اپنا حاکم سمجھ کر تابعداری کرے تو کس طرح زندگی لطف سے گزرتی ہے۔ عورتیں مردوں کی تعظیم اور ادب نہیں کرتیں بلکہ برابری کا برتاؤ کرتی ہیں یہ بھی غنیمت ہے بعض عورتیں تو مردوں پر حکومت کرتی ہیں۔ ایسا ہی مرد عورتوں کو ذلیل رکھتے ہیں اور بعض کمبخت تو گھر میں عورت رکھ کر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے باہر حرام کاری میں مبتلا رہتے ہیں

حکایت ایک شخص کی بیوی نہایت خوبصورت تھی۔ مرد اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک کسبن سے پھنسا ہوا تھا بیوی کو فکر ہوئی دیکھنا

چاہیئے کہ وہ کسبن کیسی ہے۔ دیکھا تو کسبن کی صورت خاک بھی نہیں مگر حالت یہ ہے کہ میاں جب اس کسبن کے پاس پہنچے تو اس نے دو چار جوتے لگائے اور کہا بھڑوے کہاں تھا اتنی دیر کہاں لگائی وہ جوتے مارتی جاتی اور یہ خوشامدیں کرتا۔ بیوی نے یہ سمجھ لیا کہ اس مرد کے لئے اسی کی ضرورت ہے جب وہ مرد گھر میں آیا تو بیوی نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا کہ دو چار جوتے لگائے اور گالیاں برسانے لگی۔ وہ مرد ہنسکر کہنے لگا بس تیرے اندر اسی کی کسر تھی۔ اب سے میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ واقعی لات کا آدمی بات سے نہیں مانا کرتا۔ گر دونوں الگ رہیں تو خوش اخلاق جہاں ملے تو سوڈے اور ٹارٹری ریمو۔ کی طرح شور برپا

مرد عورت دونوں سنبھل کر رہیں۔ عورت مرد کی تابعداری کرے اور مرد عورت کے حقوق ادا کرے غرض دنیا کی ہر چیز میں جہاں نفع ہے وہاں ضرر بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خدائے تعالیٰ نے ایک کا دوسرے کو مصلح بنایا ہے۔ ایسے ہی عورت نعمت ہے۔ جہاں اس میں ضرر بھی ہے ایک خرابی یہ ہے کہ ان میں غصہ ہوتا ہے۔ مردوں میں بھی غصہ ہوتا ہے مگر مردوں میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے مردوں کا غصہ مارنے پیٹنے چلانے میں ظاہر ہو کر اُبال کی طرح دب جاتا ہے اور عورتوں میں برودت ہوتی ہے اس لئے ان کے غصہ کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ بیٹھا غصہ بن کر اندر ہی اندر جمع ہو کر کینہ بن جاتا ہے۔ دل میں بھرا رہتا ہے۔ بات بات میں رنجیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کوئی گھر نہیں جس کی عورتیں اس میں مبتلا نہ ہوں۔ ماں بیٹی آپس میں لڑتی ہیں ساس بہو آپس میں لڑتی ہیں۔ دیورانی جیٹھانی تو گویا پیدا ہی اسی لئے ہوئی ہیں، پھر دیکھا جائے تو ان لڑائیوں کی بنا ذرا سے شبہ کے سوا کچھ نہیں۔ اس پر جو چلا تو اِدھر سیر بھر تو اُدھر دھڑا بھر لڑائی ہوتی ہے۔ تحقیق کیا جائے تو بات کیا نکلتی ہے کہ فلاں نے کہا ہے کہ وہ شکایت کر رہی تھی۔ سننے والی کہتی ہے واہ یہ بڑی ایماندار ہے جھوٹ تھوڑے ہی کہا ہے۔ کسی خدا کی بندی کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ بیچ کا واسطہ کاٹ کر خود ہی شکایت کرنے والی سے پوچھ لیں کیونکہ بیا تم نے میری کیا شکایت کی تھی۔

مسنون طریقہ تو یہی ہے حالانکہ بیچ میں ذاتی اغراض ہوتے ہیں وہ لڑادیتی ہے ذرا سی بات کو بڑھا کر کہتی ہے جب ان سے کہا جائے دیکھو بات ایسی نہیں ہے تم نے غلط سمجھا ہے تو کہتی ہیں کیا میں بچی ہوں۔ کیا میں سمجھتی نہیں فلاں کام میرے ہی چڑانے کو کیا گیا۔ خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے تو پہچانا ہے لاکھ سمجھایئے دل سے بات نکلتی ہی نہیں بڑی چیز یہ ہے کہ خدا نے ناخن نہیں دیئے ورنہ معلوم نہیں کیا کر گذرتیں غصہ میں ایسی مغلوب ہیں کہ بچوں کو کوستی ہیں مر جاؤ۔ کھپ جاؤ۔ گھر کو کہتی ہیں آگ لگ جائے۔ بعض وقت خود اپنے آپ کو کوستی ہیں یا اللہ مجھے تو اٹھالے بس اس جینے سے مرنا بہتر ہے۔

کبھی غصہ میں اللہ میاں پر بھی مشق ہوتی ہے کہ ساری مصیبتیں میرے ہی واسطے رہ گئی تھیں جب کہا جائے توبہ کرو شرع کے خلاف باتیں نہ بکو تو جواب ملتا ہے۔ شرع بھی ساری میرے ہی واسطے ہے دنیا میں آکے آرام دیکھا نہ چین۔ پھر زبان کاٹنے کے لئے شرع بھی تیار ہے۔

بی بیو! ذرا ہوش میں رہو۔ غصہ میں ایسی مغلوب نہ بنو۔ ایک خرابی تو عورتوں میں غصہ کی ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ دنیا کی محبت بہت ہوتی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ زیور کی ہوس اس قدر ہوتی ہے کہ سر سے پیر تک لدی ہوئی ہوں مگر پھر بھی بس نہیں۔ اگر نیا زیور نہیں بنوائے گی تو پہلے زیور کی توڑ پھوڑ میں روپیہ برباد کرتی رہے گی۔ آج ایک زیور بڑے شوق سے بنوایا تھا۔ کل کسی عورت کے پاس وہی زیور دوسرے نمونہ کا دیکھا تو بے چین رہتی ہیں کہ میں بھی اسی نمونہ کا بناؤں گی۔ یوں تو عورتوں کی طبیعت میں زیور اور کپڑے کی حرص ہوتی ہے مگر آپس میں ملنے ملانے سے یہ حرص اور بڑھ جاتی ہے۔

حکایت

ایک کورٹ انسپکٹر تھے بہت نیک آدمی تھے اپنی ماہوار آمدنی کا بیشتر حصہ غریبوں اور بیواؤں پر خرچ کرتے گھر میں کم رکھتے ان کی بیوی کے پاس ایک چھلا تک بھی نہ تھا کوئی زیور نہ تھا وہ بے چاری خود پکاتی خوش تھی۔ ان کے ایک قرابت دار سے کورٹ انسپکٹر کی بیوی جب وہاں گئیں تو دیکھا کہ ان عزیز کی بیوی کے پاس کچھ زیور

بھجے ہے کام کرتے کو باندیاں بھی ہیں واپس آکر خاوند کی خبر لی کہ وہ انکی ماہوار کم پھر زیور بھی باندیاں بھی ہیں۔ تمہاری ماہوار زیادہ گھر میں ایک چوٹا بھی نہیں۔ اور میں ہاتھ سے کام کرتی ہوں اب تو مجھ سے اس طرح نہیں رہا جاتا۔ زیور بناؤ۔ عمدہ کپڑے بناؤ۔ گھر میں ماما رکھو۔ اب کہاں کی خیرات ماہوار بس نہیں آتی۔ رشوت لینا شروع کی۔ کہتے تھے کیا کامل کی صحبت تھی کہ ایک منٹ میں ایسا رنگ دیا کہ میری ساری عمر کا اثر نکل گیا۔ پھر دکھاوے کی یہ حالت کہ اگر دوپٹے سے کان ڈھکے ہوئے ہیں کہ کسی کی نظر نہیں پڑتی تو کھجانے کے ہی بہانے سے ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارے پاس یہ یہ چیزیں ہیں۔ ان کا مجمع ہوتا ہے تو دوسروں کے زیور اور کپڑے پر نگاہ رہتی ہے۔ دیکھئے مردوں کا مجمع برخواست ہوتا ہے تو کسی کو بھی یاد نہیں رہتا کہ فلاں کی ٹوپی کیسی تھی۔ شیروانی کیسی تھی بخلاف عورتوں کے سب کا زیور اور کپڑا پٹ پٹ بتا دیں گی۔ اس لئے کہتا ہوں کہ ان میں دنیا کی محبت بہت ہوتی ہے۔ خاوند کے دکھلانے کو بناؤ سنگھار کریں تو خیر پھر بھی ثواب ہوتا ہے مگر حالت یہ ہے کہ مہمان جائیں گی تو خوب بن ٹھن کر جب آئیں گی تو فوراً اتار دیں گی تاکہ خاوند نے جیسا میلا کچیلا پہلے دیکھا ہے ویسے ہی دیکھے اور ایک خرابی یہ ہے کہ عورتوں میں ناشکری کا مادّہ زیادہ ہے۔

حدیث اگر تم کسی عورت کے ساتھ عمر بھر اچھا برتاؤ کرتے رہو پھر کبھی ایک دفعہ خلاف مزاج کوئی بات دیکھے گی تو وہ یوں کہے گی میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی" ذرا سی بات میں ساری عمر کے احسانات بھول جاتی ہیں۔ اور کہتی ہیں میں اس گھر میں ہمیشہ مصیبت میں ہی رہی۔ ماں باپ نے مجھے جان بوجھ کر کوئیں میں ڈالا" اس طرح جو منہ میں آیا کہتی ہیں۔ ان کے پاس کتنے ہی کپڑے ہوں جب پوچھو کہ تمہارے پاس کتنے کپڑے ہیں تو کہیں گی "کیا ہیں دو چیتھڑے" برتن چاہے کتنے ہی ہوں جب پوچھو تو کہیں گی اونہہ کیا ہیں دو ٹھیکرے سب سے خوش اخلاقی سے پیش آتی ہیں۔ اور بداخلاقی ہے تو محض خاوند کے لیئے عورتوں کی عادت ہے کہ خاوند کے سامنے زبان درازی بہت کرتی ہیں۔ جب وہ باہر سے گھر آوے تو اتنا نہیں دیکھتیں کہ جلا بھنا کیسا آرہا ہے ذرا اس کا مزاج تو دیکھ لیتی۔ مگر اتنا صبر کہاں وہی اپنی ایک ٹانگ، بکواس کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ ہیں عورتوں کی چند خرابیاں۔ مگر مرد کو چاہیئے کہ ان خرابیوں کو نہ دیکھے ان نعمتوں کو دیکھے جو عورت میں ہیں خوشی سے زندگی گزار دے یہ سب خرابیاں علم نہ ہونے کا نتیجہ ہیں وہ علم نہ پڑھ سکتی ہوں تو خاوند جو سنے اُن کو سنائے اگر اردو آتی ہے تو مذہبی کتابیں سنایا کرے ممکن ہو تو خود عورتوں کو علم پڑھائے مگر کونسا علم؟ مذہبی علم جو دین داری سکھائے نہ آج کل کے مدارس کا علم جو اور شوخی پیدا کرتا ہے یہ عورتوں کے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ بھلا عورتوں کو جغرافیہ پڑھانے سے کیا فائدہ عورتوں کو اب تک یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ہمارے شہر یا کتنے محلے ہیں اور ضلع میں کتنے شہر و بستیاں ہیں۔ اور کونسا راستہ کدھر کو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے گھر میں مقید رہنا پسند کرتی تھیں اب ان کو دنیا بھر کے نقشہ و راستہ بتائے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ کہ اگر بھاگنا چاہیں تو آسانی سے بھاگ سکیں۔ عورتوں کا کمال یہ ہے کہ اپنے گھر کے اور خاوند کے سوا کچھ معلوم نہ ہو۔

نیک عورتوں کی اللہ تعالیٰ صفت بیان کرتا ہے کہ وہ غافل ہوں۔ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ (عیب لگاتے ہیں پاکدامن غافل عورتوں کو

تفسیر روح البیان کی دوسری جلد صفحہ (۳۳۷) سورہ نور کی تفسیر میں لکھا ہے اَلْحَیَاءُ عَشَرَۃُ اَجْزَاءٍ ... فِیْہَا اَوْفَرُ الشَّہْوَۃِ وَ اَکْثَرُ اس کے معنی یہ ہیں مرد سے زیادہ عورت میں شہوت اور خواہش ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے عورت میں مرد سے زیادہ حیا و شرم پیدا کی۔ تاکہ حیا عورت کو روکے رہے۔ گوشہ پردہ حیا و شرم کو باقی رکھتا ہے گوشہ ہونے والیوں اور مردوں سے زیادہ میل جول رکھنے کی وجہ حیا و شرم کم ہو جاتی ہے ناک واقعات اس عورت سے ظاہر ہوتے ہیں جس میں کہ یورپ مبتلا ہے۔ آنکھ ہاتھ پاؤں کا بھی زنا ہوتا ہے۔ ان سب کا بچاؤ گوشہ سے ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کے نوجوان گوشہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں یہی گوشہ جو آج کل کا رواج ہے قرآن شریف حدیث شریف سے ثابت ہے کہ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ گھر میں جمی رہو یا رہو وہ حدیث کہ ایک صحابی کی بیوی دروازہ میں کھڑی تھی باہر سے وہ صحابی

آئے عورت کو دروازہ میں دیکھ کر بچانے سے مار ڈالنا چاہا تو اس عورت نے کہا پہلے عذر تو سن لو۔ صحابی نے کہا کیا ہے۔ اس عورت نے کہا گھر میں بہت بڑا ناگ ہے۔ میں اکیلی ہوں اندر نہیں رہ سکی۔ اگر آج کل کے جیسا گوشہ نہیں ہوتا تو مارنے کی کیا وجہ تھی باقی پورے دلائل حدیث و قرآن کے موافق مولوی اشرف علی صاحب کے رسالہ میں ہیں اور عقلی دلائل مصر کے ایک عالم کے رسالہ الجلیل الانیس میں لکھے ہیں۔

آیئے آپ کو دکھاتا ہوں کہ بے گوشہ رہنے کا اور مردوں سے میل جول رکھنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

صاحبو! دیکھو دنیا میں اگر کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اس سے ملنے کے لئے کتنی کوشش کی جاتی ہے۔ کیا کیا مصیبتیں جھیلتے ہیں گوارا، ناگوار سب ہی کچھ برداشت کرتے ہیں جس میں محبوب کی خوشی ہو وہ کام کرتے رہتے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں کہ کس کام سے میرا محبوب خوش ہو کر اپنے نزدیک بٹھالے گا۔ جب نزدیک بٹھا لیا تو ہائے عشق و محبت کب چین سے بیٹھنے دیتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ ذرا اور کھسک کر نزدیک ہو کر بیٹھوں۔ پوچھتا ہے پیاری اور آگے آؤں۔ جتنا نزدیک ہوتا جاتا ہے دل چاہتا ہے کہ اور نزدیک ہو جاؤں ع "مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی" جوں جوں قریب ہوتا جاتا ہے اس کی تڑپ بڑھتی جاتی ہے۔ غرض عاشق کو کبھی تسلی و تسکین نہیں ہوتی ؎

چو ہند صبر دے دل در نگارے ٭ نگیرد کار او ہرگز قرارے

جب کوئی عاشق کسی کے عشق میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو ہرگز ایک لحظہ چین و قرار نہیں رہتا۔

دوستو! زلیخا کو دیکھو یوسفؑ کو خواب میں دیکھتی ہیں چاہتی ہیں اور ایک بار خواب میں آئیں دوبارہ خواب میں آتے ہیں۔ چاہتی ہیں نام اور مقام معلوم ہو جائے جب نام و مقام معلوم ہو جاتا ہے تو چاہتی ہیں کہ دیدار ہو جائے۔ جب دیدار ہو گیا رات دن یوسفؑ آنکھوں کے سامنے ہیں دل نہیں ٹھہرتا۔ عین وصل کا شوق ہے تڑپ ہے۔ رات دن ہائے یوسف، ہائے یوسف ہے کوئی پوچھے کس کو پکارتی ہے وصل تو نصیب ہے

وجہ یہ ہے کہ جو مرتبہ بھی وصل کا اس کو نصیب ہوا ہے۔ وہ اس سے بھی اعلیٰ کو چاہتا ہے۔ یہ قرب کو قرب نہیں سمجھتی بلکہ بُعد سمجھتی ہے۔

دوستو! جب دنیا کے محبوبوں کے ساتھ عشق کی یہ شان ہے تو کیا خیال ہے آپ کا محبوب حقیقی خدا کے طالب کا کیا حال ہونا چاہیئے جوں جوں قرب ہوتا ہے طلب بڑھتی ہی جائے۔ یاد الٰہی میں ترقی ہوتی جائے۔ نہ یہ کہ دو دن کچھ کر لیا۔ پھر بس سمجھ لیا کہ وصل ہو گیا۔ یہ عشق نہیں دل لگی اور کھیل ہے۔ اس کی تو وہی مثال ہے کہ محنتیں کر کے محبوب کے دروازے تک پہنچیں جب حاضری کا موقع ملے لاحول پڑھ کر بھاگ گئے کیا یہ عشق ہے۔ کیا یہ وصال ہے ایسے پر محبوب کا غضب ہو گا ساری عمر پھر پاس نہ پھٹکنے دیا جائے گا۔

جب زلیخا نے یوسف پر قابو پایا تو تمناؤں کے تقاضے شروع ہوئے ہوس نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ طرح طرح سے حیلہ اور تدبیریں کر رہی ہیں۔ خوشامدیں ہو رہی ہیں کیا کرے گی۔ کچھ حسن ہی ایسا تھا جو عورت دیکھتی تھی گرویدہ ہوتی تھی رات دن کا میل جول ہمیشہ کی تنہائی اور بھی غضب کر رہی تھی۔

حکایت ایک عورت جو زنا کی مرتکب ہوئی تھی۔ اس سے پوچھا گیا تو نے یہ کیا کیا تو اس نے کہا۔ قُرْبُ الْوِسَادِ وَطُوْلُ السَّوَادِ تکیوں کی نزدیکی نے اور اندھیری رات کے سمانے اس جرم کا مرتکب کر دیا۔

ادھر حضرت یوسفؑ کو اپنے بچاؤ کے واسطے ایک چیز مل گئی تھی۔

صاحبو! یاد رکھنے کی چیز ہے ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ کبھی زلیخا کو دیکھتے ہی نہ تھے۔ جیسے زکام معمولی بیماری ہے مگر سینکڑوں بیماریوں کا سبب ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی گھورنا سارے پھل پھول کی یہی اصل ہے جب شیطان مردود ہوا تو اس نے کہا لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ میں آپ کے سیدھے راستہ پر انسان کو بہکانے کے لئے بیٹھوں گا میں انسان

کے سامنے سے اور پیچھے سے اور سیدھے طرف سے اور بائیں طرف سے آکر بہکاؤں گا۔ اب اوپر اور نیچے کی چھت رہ گئی۔ اوپر دیکھنے سے ٹھوکر لگنے کا خوف ہے اس لئے نیچے دیکھ کر چلو۔ نہ کسی پر نظر پڑے گی نہ اس سے برے نتیجے نکلیں گے

حکایت

ایک بزرگ تھے ان کی بستی میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ جب جانے لگا تو پریشان ہوا کہ بیوی کو کہاں چھوڑے۔ تنہا چھوڑ سکتا تھا نہ ساتھ لے جا سکتا تھا۔ ان بزرگ کے پاس آیا کہا حضرت میری عورت کو آپ اپنے گھر میں رکھیے مجھ کو اور کسی پر بھروسہ نہیں حضرت نے کہا مجھے معاف رکھو اس نے کہا خدا کے لئے آپ رکھیے اور قسمیں بھی دیں۔ مجبوراً آپ نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور گوشہ کرنے کا حکم دیا۔

اتفاق سے ایک روز بے اختیاری میں اس عورت پر نظر پڑی۔ عاشق ہوگئے پھر فوراً نادم اور پریشان ہو کر مرشد کے پاس گئے اور کہا حضرت مجھ سے ایسا قصور ہوگیا ہے۔ اب معافی کی کیا صورت ہے کیسے خدا مجھ سے پھر راضی ہوگا۔ مرشد نے کہا فلاں بستی میں ایک بزرگ رہتے ہیں وہاں جاؤ۔ یہ بے چارہ منزلیں طے کرتا ہوا وہاں پہنچا۔ لوگوں سے ان بزرگ کا پتہ پوچھا لوگوں نے کہا بھلے آدمی کیا دیوانہ ہوگیا ہے کس فاسق کو بزرگ کہتا ہے۔ وہ تو شرابی لونڈے باز ہے۔ جس سے پوچھتے وہ یہی کہتا بے ملے کے واپس چلے آئے مرشد نے پوچھا کیوں ملے؟ انہوں نے کہا حضرت آپ نے کس فاسق و فاجر کے پاس بھیجا تھا۔ وہ تو ایسا ایسا ہے۔ وہ بے ملے چلے آئے۔ مرشد نے کہا پھر جاؤ ان سے ملو۔ بے ان کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ پھر سفر کرتے ہوئے جاکر ان بزرگ سے ملے صورت تو اولیاء اللہ کی معلوم ہوتی تھی مگر سامنے شراب کا شیشہ اور لونڈا بیٹھا ہوا تھا۔ حیرت میں تھے بہت ادب سے پوچھا حضرت آپ اہل دل ہو کر یہ کیسا شغل فرما رہے ہیں۔ فرمایا "بابا یہ شراب رکھنے کی صراحی ہے مگر اس میں پانی بھرا ہوا ہے یہ لڑکا میرا فرزند ہے تعلیم کے لئے پاس بٹھاتا ہوں" عرض کیا کہ حضور پھر کیوں اپنے آپ کو آپ نے ایسا بدنام کر رکھا ہے تو ہنستے ہوئے فرمایا بابا اس واسطے ہم نے یہ

حالت بنائی ہے تاکہ کوئی جبہ وقلہ پر دھوکا کھاکر اپنی جورو کو نہ رکھائے کہ اس کو گھورکر خدا کے عتاب میں آکر بستی بستی معاف کرواتے پھریں۔ حیرت ہوئی قدموں پہ گرگر گناہ معاف ہونے کے لئے درخواست کی یہ ہے بدنظری کا انجام۔ اس لئے اجنبی عورتوں کو گھورنے سے بچنا چاہیئے۔

حضرت یوسفؑ کو یہ نسخہ مل گیا تھا وہ زلیخا دیکھتے ہی نہیں تھے زلیخا کی باندیوں نے کہا بی زرخریدے غلام کے پیچھے کیا پڑی ہو۔ تم بادشاہ زادی ہو کسی بادشاہ سے عشق کرو۔ کوئی سنے گا تو کیا کہے گا۔ زلیخا نے کہا بادیو تم سچ کہتی ہو کوئی دوسرا معشوق ایسا بتادو تو اس کو چھوڑ دوں۔ کیا کروں اس کے سوا کوئی ایسا نہیں۔

صاحبو! آپ نے سوچا کہ زلیخا کیا کہہ رہی ہیں۔

حکایت ایک بزرگ کو تہجد کے وقت غیب سے آواز آئی کچھ بھی کرو ہم قبول نہیں کرتے اس زور سے آواز آئی کہ ان کے ایک مرید نے بھی سن لیا۔ مگر وہ ایسے عاشق تھے کہ باوجود اس طرح سننے کے پھر بھی نماز میں لگ گئے۔ دوسرے دن پھر لوٹا بدنا لے کر تہجد کو اٹھے۔ مرید نے کہا حضرت جب وہ منہ ہی نہیں لگاتے اور کچھ قبول ہی نہیں کرتے تو آپ کیوں مصیبت جھیلتے ہیں لیٹ کر سوئے رہیئے وہ بزرگ وجد میں آگئے اور رو کر فرمایا بیٹا میں ان کو چھوڑ تو دوں مگر یہ تو بتاؤ کہ ان کے در کے سوا کوئی در بھی اس قابل ہے جہاں چلا جاؤں۔ ظاہر ہے کہ اس در کے سوا کوئی در نہیں ہے۔ تو پھر میں اسی در پر جان دیدوں گا۔ چاہے وہ قبول کریں یا نہ کریں اس جواب پر رحمت الٰہی کو جوش آیا اور پھر آواز آئی ؎

قبول است گرچہ ہنر نیست ⁂ کہ جز ما پناہے دگر نیست

جا قبول کرتے ہیں اگرچہ تو قبول کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہمارے سوا تجھے کہیں پناہ نہیں ہے۔ اگر آج کسی کو ایسی آواز آئے تو وہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جائے کیونکہ محبت پوری نہیں ہے۔ زلیخا کی محبت پوری تھی اسی دھن میں ہر طرح طرح سے پھسلا رہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ

محبتیجا عشق نفسیہ طرح طرح سے بی زلیخا حضرت یوسفؑ کو پھسلا رہی ہیں۔ مگر یوسفؑ ہیں کہ ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے ہیں اور تو اور زلیخا کی صورت تک نہیں دیکھتے اس بے پروائی سے زلیخا کی حالت دن بدن گری جا رہی ہے۔ ہمیشہ اداس نظر آتی ہیں۔ پھول سا چہرہ کملایا ہوا رہتا ہے۔ غم و رنج اس کو گھلا رہا ہے۔ دایہ نے جب یہ حالت دیکھی تو تنہائی میں زلیخا سے پوچھا بی زلیخا تمہاری یہ کیا حالت ہے تمہارا آرام جان ہمیشہ تمہارے سامنے ہے۔ پھر یہ بے چینی کیسی۔ جب تم اپنے معشوق یوسفؑ سے دور تھیں اس کی جدائی میں جلتی تھیں تو معذور تھیں۔ اب وصال میں یہ جلنا کیسا؟ دنیا میں کسی عاشق کو یہ نصیب ہوا ہے کہ اس کا معشوق اس کی خدمت میں غلام بنا ہوا حاضر ہے۔ تیرا معشوق تیرے حکم میں ہے۔ اور کیا چاہتی ہے غرض بہت کچھ دایہ نے سر پٹکا یا زلیخا بری بنی ہوئی بیٹھی تھیں یہ سن کر بہت روئی اور کہا انا تو میری ماں ہے تجھ سے کونسا بھید چھپا ہوا ہے۔ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ میرے دل میں کیا آگ لگی ہے۔ اس جان جہاں کا میرے ساتھ کیسا برتاؤ ہے۔ میں ندی کے کنارے ہوں اور پیاسی ہوں خدا دشمن کو بھی میری طرح نہ بنائے

میں کس بناؤ سنگھار کے ساتھ اور کس ادا سے اس کے سامنے جاتی ہوں تو وہ اپنے پاؤں کی بیٹھ کو دیکھتا ہے۔ کیا میرے منھ سے اس کا پاؤں اچھا ہے۔ غرض کیا کہوں اس کی بے توجہی نے مجھے مارا۔ انا کچھ تو ہی تدبیر بتا کیا کروں۔ جس سے یوسفؑ میری بات سنے۔ انا نے کہا بی۔ مجھے اجازت دو میں جا کر ان پر اثر ڈال کر یوسفؑ کو تمہارا بنا کے آتی ہوں۔ زلیخا نے اجازت دی۔ یوسفؑ کو زلیخا پر مائل کرنے کا بیڑا اٹھا کر انا چلی

دوستو! یہ بڈھیاں غضب کی ہوتی ہیں۔ نہ بننے کی بات کو بنا کے چھوڑتی ہیں۔ خدا ان کے شر سے بچائے۔

دوستو! اسی طرح عورتوں کو ناول پڑھنے سے بچاؤ۔ ہرگز عورتوں کے پاس ناول مت آنے دو۔ اس سے اخلاق بہت خراب ہو جاتے ہیں۔ ان ناولوں کی وجہ شریفوں کے گھروں میں بھی بڑے بڑے واقعات شرمناک ہو چکے ہیں۔

مگر اب بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ ان ناولوں سے تو وہ پرانی کتابیں قصۂ گل بکاولی یا چہار درویش ہی غنیمت ہیں۔ اگرچہ یہ کتابیں بھی عورتوں کے اخلاق بگاڑنے والی ہیں مگر قصۂ گل بکاولی و چہار درویش سے اتنے اخلاق خراب نہیں ہوتے جتنا کہ ناولوں سے اخلاق خراب ہوتے ہیں۔ قصے گو ان میں بھی خرافات ہیں مگر وصال کے جو تدبیریں بتلائی ہیں وہ نہایت دشوار ہیں۔ مثلاً شاہزادے کا بکاولی کے باغ میں پہنچنا کیسے ہوا۔ راستہ میں ایک دیو ملا۔ اس نے اس کو ماموں بنایا۔ اس دیو کو اس پر رحم آیا۔ اس نے اس کو باغ میں پہنچایا۔ اسی طرح چہار درویش کے قصے میں بھی کہ ان میں وصال کی ایسی صورتیں بتائی ہیں کہ انسان کے بس میں نہیں خدا ہی چاہے تو ان طریقوں سے مقصود ملے اور وصال ہوا۔ اور ان کمبخت ناولوں میں ایسی سہل سہل ترکیبیں لکھی ہیں جس سے ہر شخص کام لے سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ عاشق نے کسی بڈھی کو لالچ دیا کہ میں تجھ کو اتنے روپے دوں گا تو فلاں لڑکی سے مجھ کو ملا دے۔ یہ ترکیب ایسی آسان ہے کہ جس کے پاس روپیہ ہو وہ اس سے اس طرح آسانی سے کام نکال سکتا ہے کیونکہ ایسی بیچ والی عورتیں جلد لالچ میں آجاتی ہیں۔ نہ ان میں دین ہے نہ حیا نہ کسی کے آبرو کا ان کو خیال۔ ان کے ذریعہ سے گھروں میں کچھ سے کچھ واقعات ہو جانا بڑی بات نہیں۔ بجائے ناولوں اور گل بکاولی و چہار درویش وغیرہ کے دین کی اور سلیقہ کی باتیں جن کتابوں میں ہوں وہ عورتوں کو دکھلائیں اگر قصہ ہی دکھانا ہے تو اولیاء اللہ کے قصہ دکھائیں۔

غرض بڈھی انّا یوسف کے پاس جا کر بیٹھی پہلے زلیخا کے حسن کی تعریف شروع کی پھر کہا ایسی حسین نوجوان شہزادی تم پر فریفتہ ہے یوسفؑ تم بڑے خوش تقدیر ہو۔ پھر آج سے نہیں بچپنے سے تم پر جان دیتی ہے۔ تمہارے لئے کیسی کیسی مصیبتیں سہیں، تمہارے عشق میں سودائی ہوئی۔ بیڑیاں پہنیں۔ اب بھی تمہاری باندی بنی ہوئی تمہاری خدمت میں کھڑی ہے۔ کچھ تو اس پر رحم کرو۔ اس طرح بہت کچھ مکر کی باتیں کیں

یوسف چپ سنتے رہے جب وہ ختم کر چکی تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا سنو انا میں زلیخا کا زرخرید غلام ہوں بلاشبہ ان کے مجھ پر بیحد احسان ہیں اگر عمر بھر زلیخا کے احسانات گنوں گا تو اس کا حق ادا نہیں کرسکتا ہوں میں اس کا دل و جان سے وفادار ہوں میں ان کا فرمانبردار ہوں۔ ان کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ مگر وہ کام جس سے خدا کی نافرمانی ہو مجھ سے نہیں ہوسکیگا۔ زلیخا سے کہو اس سے مجھے معاف رکھیں یہ سن کر دایہ مایوس ہو کر واپس گئی اور کہا زلیخا تم فکر مت کرو۔ میں ایک تدبیر کروں گی کہ اس وقت یوسفؑ کو تمہاری بات سنتے ہی بنے گی۔ پہلے تم خود جا کر یوسف کو سمجھاؤ شاید کچھ اثر ہو۔ یہ سن کر خود زلیخا نے یوسفؑ کے پاس بیٹھ کر کہا یوسفؑ میرے حال پر رحم کرو۔ اگر ہو سکتا تو دکھاتی کہ میرے دل کی کیا حالت ہے۔ میری آنکھیں روتے روتے آنسوؤں کی جگہ خون بہا رہی ہیں۔ میں نہیں کہتی کہ مجھے عزت سے دیکھو مجھے اپنی باندی سمجھو۔ میری بات سنو میرے دل کو آرام دو۔ میں تمہارے عشق و محبت میں جل رہی ہوں مجھ پر وصال کا پانی ڈالو یہ سن کر یوسفؑ علیہ السلام رونے لگے۔ زلیخا نے کہا میری جان روتے کیوں ہو یوسفؑ نے کہا زلیخا میں اس لئے رو رہا ہوں کہ کسی کا عشق میرے لئے مبارک نہیں جب کوئی مجھ پر عاشق ہوا ہے تو مجھے مصیبت اٹھانا پڑی۔

پھوپی عاشق ہوئیں آخر چور مشہور ہوا۔ باپ عاشق ہوئے گھر چھوٹا آوارہ ہوا پردیس میں پڑا ہوں۔ اب تم عاشق ہوئی ہو۔ خدا جانے اب مجھ پر کیا مصیبت آتی ہے زلیخا کا یہ مکر بھی نہ چلا تو یوسفؑ کو پھانسنے کی دوسری تدبیر سوچی۔ حکم دیا یوسف بے وطن ہونے سے اداس رہتے ہیں ان کو ہمارے باغ میں چند روز رکھو تاکہ ان کا دل بہلے ادھر سو باندیوں کو بھی ساتھ بھیجا جو ایک سے ایک بڑھکر حسین خوبصورت تھیں نوجوان تھیں۔ باندیوں کو مخفی طور پر یہ سمجھا دیا تھا کہ ہر ایک یوسفؑ کو پھسلائے پھر جس کی طرف یوسفؑ راغب ہوں تو کسی بہانے سے میرے پاس آکر خبر کر دے تو میں اس باندی کے کپڑے پہن کر یوسفؑ کے پاس رہکر اپنا مطلب یوں چوری سے حاصل کر لوں گی۔ باغ ہے کوئی غیر نہیں جدھر دیکھئے ادھر خوبصورت جوان عورتیں ہیں۔ ہر ایک

طرح طرح کے ناز و ادا سے یوسفؑ کا دل لبھانا چاہتی ہیں۔

حضرت یوسفؑ نے باندیوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ چونکہ وہ بت پرست تھیں اسلئے پہلے توحید پر وعظ فرمانے لگے۔ سنو باندیو۔ تمہارا ہمارا ایک زبردست مالک خدا ہے جو بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے والا ہے۔ ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے کیوں سر جھکاتی ہو آؤ تم ہم سب مل کر سارے جہاں کے مالک خدا کے سامنے سر جھکائیں غرض اس طرح سے باندیوں کے سامنے تقریر فرمائی کہ تمام باندیوں نے کلمہ پڑھا مسلمان ہو گئیں پھر سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا سچ کہو باندیو تمہارا ایک کھیت ہے تم نے اپنے نوکر کو بیج دیا کہ کھیت میں بو دے۔ بتاؤ اس میں تمہارا کیا قصور ہے۔ اس میں نوکر کا بھی فائدہ تھا۔ اناج آتا نفع اٹھاتا۔ لیکن اس بدمعاش نوکر نے وہ بیج پانی میں پھینک دیا یا دوسرے کے کھیت میں بو دیا۔ تو اب تم اس نوکر سے راضی ہوں گی یا ناراض ایسا ہی ہمارے مالک خدا نے ہم کو شہوت جماع کی دی نطفہ دیا تاکہ نسل بڑھے اولاد باپ کی کہلائے اگر مرد سے مرد خراب ہو تو گویا بیج پانی میں ڈالا۔ زنا کیا تو گویا دوسرے کے کھیت میں بو دیا۔ ملتزانی آنحضرت نے فرمایا زانی کی طرف اولاد منسوب نہیں ہوتی۔ اس کے تقدیر میں خاک پتھر ہے شریف کی اولاد دھیڑ ہو جاتی ہے۔ اگر دھیڑنی سے مبتلا ہو۔

اس طرح زنا کی برائی ان کے ذہن نشین کی وہ سب باندیاں باعصمت ہو گئیں غرض زلیخا نے سینکڑوں تدبیریں کیں کوئی تدبیر یوسفؑ کے سامنے نہ چلی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ

قرآن شریف کا اعجاز دیکھو رَاوَدَتْهُ کو باب مفاعلہ کے وزن پر لایا ہے جس میں مشارکت ہوتی ہے اگر مشارکت نہ ہو تو مبالغہ ہوتا ہے یعنی اس سے یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ جب کوئی مدمقابل ہو تو جس طرح پورا زور صرف کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی بغیر مدمقابل کے بھی پورا زور صرف کر رہا ہے تو گویا زلیخا نے یوسفؑ کے پھسلانے میں اپنا سارا زور خرچ کر دیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب دایہ کی بتلائی ہوئی ایک آخری تدبیر کی جاتی ہے ۔

ایک نیا تیار ہوتا ہے مکاں ایک نیا ہو گا نبی کا امتحاں
ایک نئی ترکیب کا بچھتا ہے دام ایک نیا ہوتا ہے دیکھئے انتظام
ایک نئی بچھتی ہے چوسر ہائے ہائے کس کو قسمت دیکھئے بازی دلائے

ایک ایسا مکان تیار کروایا گیا کہ جس میں سات مکان تھے ایک کے اندر ایک جس کا تمام فرش سنگ مرمر کا اس کے سات دروازے شیشم کے جس میں ہاتھی دانت کا کام کیا ہوا چھتیں خالص سونے کی تھیں اور اس کے کھم خالص سونے کے تھے جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ہر جگہ دیواروں پر خوبصورت تصویریں جانوروں کی جواہرات سے بنی ہوئی تھیں۔ کہیں حسین خوبصورت عورتوں کی تصویریں بنی ہوئیں کسی کے ہاتھ میں صراحی ہے کسی کے ہاتھ میں گلدستہ ہے۔ کسی کے ہاتھ میں پھولوں اور میوؤں کی قاب ہے کوئی ہنس رہی ہے۔ اور کوئی انگڑائی لے رہی ہے کوئی اپنی طرف اشارہ سے بلا رہی ہے ہر جگہ نہایت خوش رنگ مخملی فرش بچھا ہوا ہے۔ کہیں تخت ہے کہیں چھپر کھٹ اس پر نفیس بچھونے اور تکیئے لگے ہوئے ہیں سب کے اندر کے ساتویں مکان میں زمین پر چھت پر چوطرف دیواروں پر یوسف اور زلیخا کی ننگی تصویریں بحالت جماع بنی ہوئی تھیں۔ غرض مکان کیا تھا ایک مجسم امتحان تھا۔

جب یہ مکان تیار ہو چکا تو اس روز زلیخا نے خوشی منائی۔ اپنے بناؤ سنگھار میں کچھ کسر باقی نہ چھوڑی۔ زلیخا نہایت خوبصورت عورت تھی پھر اس پر یہ بناؤ سنگھار غضب ڈھا رہا تھا۔ خود تو اس مکان کے پہلے دروازے پر منتظر کھڑی تھی اور دایہ کو یوسفؑ کے بلانے کو بھیجا۔

آسمانوں کے ملائک دنگ تھے اور کہتے تھے کہ بس یوسفؑ چلے
ظاہرا بچنے کی صورت کچھ نہیں سارے ساماں ہو چکے ہیں بالیقین
لو چلو یوسفؑ کسوٹی پر چڑھو امتحان پیغمبری کا آج دو

دایہ نے کہا چلو یوسفؑ تم کو زلیخا بلاتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت یوسف نے ٹھنڈی سانس بھری اور آسمان کو دیکھ کر فرمایا۔

آزمائش کب تلک ہوگی حضور ❊ بخشدیجئے اب تو بندے کے قصور
پھر نہ آئینہ کبھی دیکھوں گا میں ❊ حسن اپنا پھر نہیں تولوں گا میں

جب یوسفؑ پہلے دروازے پر پہنچے ہیں تو زلیخا شاد شاد ہوگئیں یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے چلیں سب باندیاں باہر ہوگئیں۔ ایک ایک مکان میں جاتی اور اس کے دروازے پر بھاری قفل ڈال دیتی۔

پھر پڑھیئے۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ

زلیخا حضرت یوسف کو طرح طرح سے پھسلا رہی ہیں۔ صاحبو! کچھ معمولی بات نہیں ہے۔ حضرت یوسفؑ کی شروع جوانی ہے، شادی شدہ نہیں ہیں بے وطن ہیں سب سے مشکل یہ ہے کہ ان کا رہنا زلیخا کے گھر میں ہے۔ رات دن ایک جگہ رہنا اور پھر بچنا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے "هُوَ فِي بَيْتِهَا سے اللہ یوسفؑ کی تعریف فرما رہا ہے پھر اس پر طرہ یہ کہ اس مکان میں اکیلے ہیں۔ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ زلیخا نے کل دروازے بند کرلئے ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ زلیخا کے غلام ہیں اس کے اختیار میں ہیں پھر ایسی حسین عورت ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے چل رہی ہے مگر واہ ری عصمت و عفت حضرت یوسفؑ سر بچائے ہوئے چلے جارہے ہیں۔ جب زلیخا نے سب دروازے بند کرلئے اور مکان کے اندر کا مکان یوسف سے چھیڑ چھاڑ کرنے کے لئے پسند کیا۔

ایسے ہی فاسق لوگ گناہ کرنے کے لئے کوئی رات کے اندھیرے کو کوئی موسم گرما کی دوپہر۔ کوئی مکان کے اندرونی حصہ۔ کوئی بالاخانہ کوئی پیچ در پیچ گلی کا انتہائی مکان۔ کوئی جنگل کو اور کوئی پارک وغیرہ کو پسند کرتے ہیں۔ اپنے خیال میں یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب میں نے اپنی سیاہ کاری چھپانے کا پورا سامان کرلیا۔ لیکن بدبو پھوٹ ہی پڑتی ہے اور ان کی اس شیطانی حالت کا لوگوں کو علم ہو ہی جاتا ہے۔

زلیخا نے چھیڑ چھاڑ شروع کیں اور کہا پیارے یوسف یہ مکان میں نے تمہارے لئے بنوایا ہے۔ یوسفؑ نے کہا زلیخا میرے اللہ نے میرے لئے جنت میں مکان بنایا

ہے۔ جو تیرے مکان سے بدرجہا اچھا ہے۔ یہ تیرا مکان ایک دن اجڑ جائے گا۔ اور وہ جنت کا مکان ہمیشہ آباد رہے گا۔

زلیخا نے کہا یوسفؑ میں نے اس گھر کا نام بَیْتُ السُّرُوْر (یعنی خوشی کا گھر) رکھا ہے۔ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا! اگر اس میں گناہ ہو تو بَیْتُ الْاَحْزَان (غم کا گھر) بن جائے گا۔ اور وہ دوزخ کا ایک ٹکڑا ہو گا۔ زلیخا نے کہا بس یوسفؑ اب زیادہ نہ ستاؤ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا اگر میں تیری بات سن لوں تو اللہ تعالیٰ مجھ کو اور اس گھر کو زمین میں دھنسا دے گا۔

زلیخا نے کہا ہائے یوسفؑ تم میں کتنی خوشبو ہے۔ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا مرنے کے بعد تین دن نہیں گزریں گے کہ تم اگر قبر میں جھانکو گی ایسی بدبو آئے گی کہ ٹک نہ سکو گی۔ زلیخا نے کہا ہائے یوسفؑ تمہاری یہ آنکھیں کتنی پیاری ہیں یوسفؑ نے فرمایا زلیخا اس وقت کیا دیکھتی ہو میری قبر میں سب اعضاء سے پہلے تین دن بعد آنکھیں ہی پگھل کر رخسار پر بہیں گی۔ زلیخا نے کہا کتنی پیاری صورت ہے جی، یوسفؑ نے فرمایا زلیخا اس صورت کو ایک دن مٹی کھا جائے گی۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ تمہارے بال کتنے خوبصورت ہیں۔ یوسفؑ نے فرمایا سنو! زلیخا میری قبر میں سب سے پہلے بال ہی جدا ہو کر ادھر ادھر پریشان ہو جائیں گے۔

زلیخا نے کہا اس ریشم کے بچھونے کو تو دیکھو یوسفؑ کیسا نفیس ہے۔ آؤ اس پر لیٹیں گے یوسفؑ نے فرمایا زلیخا جنت میں ریشم کا بچھونا پھر نہ ملے گا۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ ذرا میرے حسن کو تو دیکھو کیسی خوبصورت ہوں۔ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا تمہارا خاوند تمہارا حسن دیکھنے کا مستحق ہے۔ میں نہیں ہوں۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ آخر تم رکتے کیوں ہو کچھ تو بولو۔ یوسف نے فرمایا سنو زلیخا دو وجہ سے میں تمہارے ساتھ جماع نہیں کر سکتا ایک تو خدا کے غضب کا خیال ہے دوسرے تمہارے خاوند کا خیال ہے۔ اس لئے میں رکتا ہوں زلیخا نے کہا یوسفؑ تم میرے خاوند کا کچھ خیال مت کرو۔ زہر دے کر اس کو سُلا دوں گی۔ وہ تمہارا کیا کرے گا۔ اب رہا خدا کا ڈر تم کہتے ہونا یوسفؑ میرا خدا بڑا کریم ہے

گنہگاروں پر بہت رحیم ہے تو اتنے قصور کو معاف نہیں کرے گا. میں اپنے سارے خزانے اس کے نام پر دیدوں گی. جب تو معاف کرے گا. یوسفؑ نے فرمایا زلیخا تم جو کہتی ہو کہ میں خاوند کو زہر دیدوں گی. سنو مجھے کسی کو ایذا دینا منظور نہیں. خاص کر تمہارے خاوند کے لئے کیسے راضی ہو سکتا ہوں. ان کے مجھ پر بہت احسان ہیں اور میرا خدا رشوت نہیں لیتا جب ہر طرح سے مجبور ہوئی تو کہا وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ جلدی کر دیو یوسفؑ باتیں بنانے کا وقت نہیں قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ یوسفؑ نے کہا خدا کی پناہ زلیخا خدا کا خیال نہیں تو اپنے خاوند کا تو خیال کرو کہ وہ مجھ کو پرورش کر رہا ہے. مجھے اس نے ہر قسم کا آرام دیا ہے. جب مجھے اتنا خیال ہے تو تم کو بہت کچھ خیال ہونا چاہیئے اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ظلم کرنے والے فلاح و نجات نہیں پاتے.

زنا کرنے والے سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم ہے. زانی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ زنا سے اخلاق اور روپیہ اور خون تباہ و خراب ہو جاتا ہے پیدا ہونے والی نسل کا ذخیرہ ضائع ہو جاتا ہے. زنا اپنے خاندان پر ظلم ہے کیوں کہ جو شخص زنا کرتا ہے وہ اپنے خاندان کے لئے ایک نمونہ قائم کرتا ہے وہ اپنے گھر تک ایک سڑک بناتا ہے جس سڑک سے زنا با آسانی اس کے گھر میں داخل ہو جائے گا. تجربہ و مشاہدہ ایسی ہزاروں مثالیں پیش کرتا ہے. زنا زانیہ عورت پر بھی ظلم ہے. کیوں کہ عورت ایک بار زنا میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں. پھر وہ بے حیائی میں بڑھتی ہی جاتی ہے زنا عورت کے قرابتداروں پر بھی ظلم ہے. کیوں کہ سب کو ایسی ندامت ہوتی ہے کہ جس کا صدمہ ان کے دل پر ہمیشہ رہتا ہے. زنا عورت کے خاوند پر ظلم ہے. ہونے والے خاوند پر اس لئے ظلم ہے کہ جس بھروسہ پر اس نے شادی کی اس میں دھوکا دیا گیا. موجودہ خاوند پر اس لئے ظلم ہے کہ اس کے حق میں مداخلت کی گئی. اس کی رسوائی کی گئی. اس کے مال کا وارث ایسے بچے کو بنایا گیا جسے وراثت کا حق نہیں تھا. زنا سے پیدا ہونے والے بچے پر بھی ظلم ہے. یا تو ایسے بچے ہلاک کر دیئے

جاتے ہیں یا ایسے بچوں کی تربیت اچھی نہیں ہوتی۔ ایسے بچہ کی زندگی ہمیشہ ننگ و عار کی زندگی ہو جاتی ہے۔ زنا ملک و قوم پر بھی ظلم ہے۔ نسلیں محفوظ نہیں رہتیں اوصاف اور خصلتیں بدل جاتی ہیں اور اوصاف قومی گم ہو جاتے ہیں۔ صحت عامہ تباہ ہو جاتی ہیں۔ زنا کے جراثیم گنہگار ماں باپ سے اُن کی آئندہ اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب امور کا دائمی نقصان قوم کو اور ملک کو اٹھانا پڑتا ہے یہ ہے اعجاز قرآن کا کہ ایک لفظ میں زنا کی تمام برائیوں کو کس خوبی سے بیان کر دیا۔ زانی کو جیسے دنیا کی فلاح نہیں۔ ایسا ہی آخرت کی بھی فلاح نہیں زانیوں کی شرم گاہ سے ایسی بدبو نکلے گی کہ پانچ سو برس کی مسافت سے لوگ پریشان ہو کر فریاد کریں گے۔ قیامت میں اٹھتے وقت نظر آئیں گے کہ آگ کے صندوق میں بند ہیں۔

چونکہ زلیخا کے سر پر شہوت کا جن سوار تھا۔ ہاتھ پکڑے ہوئے ساتویں مکان میں لے گئی۔ یوسف نیچی نگاہ کئے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ وہاں کی زمین کیا تھی پورا ایک دام بچھا ہوا تھا۔ زمین پر اپنی اور زلیخا کی ننگی تصویر دیکھ کر جو جماع کرتی ہوئی نظر آئی۔ آپ پریشان ہو کر دیوار کی طرف دیکھنے لگے وہاں بھی وہی نقشہ نظر آیا دوسری طرف بھی وہی نقشہ ہے۔ چھت کی طرف بھی وہی تصویر ہے۔ اس پریشانی میں زلیخا کے چہرہ پر نظر پڑی اور پھر جلد نیچی نگاہ کرلی۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا یہ قرآن شریف کی مشکل آیات میں سے ہے هَمَّ کے معنی اصرار کے ہیں۔ اور بِهٖ کا مرجع قول زلیخا هَيْتَ لَكَ یعنی لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ زلیخا اپنے قول هَيْتَ لَكَ پر اڑی ہوئی تھی وَهَمَّ بِهَا کا مرجع حضرت یوسفؑ کے قول کے طرف ہے مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یوسف اپنے جوابات پر اڑے ہوئے تھے۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ اگر یوسفؑ خدا کی طرف سے دلیل نہ دیکھتے تو کچھ کا کچھ ہو جاتا۔ اس لئے کہ سامان ہی ایسے بنے تھے۔

دوسرے معنی

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ زلیخا نے یوسف کا ارادہ کیا وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ

بُرْہَانَ رَبِّہٖ یوسف بھی زلیخا کا ارادہ کرتے اگر دلیل رب نہیں دیکھتے۔

تیسرے معنی

کاملین اور متوسطین میں فرق۔ متوسطین کو استغراق ہوتا ہے اس میں کچھ احساس نہیں نہ رنج والم کا نہ شہوت کا۔

حکایت ایک بزرگ تھے ان کا نام یوسف حسین تھا۔ ان پر شاہ عرب کی لڑکی جو نہایت جمیلہ و حسینہ تھی عاشق ہو گئی ؎

گشت ناگہ عاشق او یک نگار ❊ یکزماں بے او نبود او را قرار

حضرت یوسف حسین پر ایک خوبصورت لڑکی عاشق ہو گئی۔ اس لڑکی کو بغیر یوسف حسین کے ایک لحظ چین و قرار نہ تھا۔

بود آں زن دختر شاہِ عرب   خوبی و حسن و جمالش منتخب

وہ خوبصورت شاہ عرب کی لڑکی تھی۔ خوبی اور حسن و جمال میں بے نظیر تھی۔

ناگہش یک روز فرصت دست داد   آمد و یکبارگی پیشش فتاد

ایک روز اس کو موقع ملا۔ آئی اور یوسف حسینؒ کے سامنے پڑ گئی

غرض ایک روز اس کو موقع ملا تو اس عورت نے تنہائی میں ان کو پکڑ لیا اور طرح طرح سے ڈرایا۔ مگر یہ بزرگ کسی طرح اس سے پیچھا چھڑا کر بھاگ نکلے اور مغموم ایک جگہ بیٹھے اور دل میں سوچنے لگے چونکہ ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچتا ہے مجھ سے کیا قصور ہوا کہ جس کی سزا میں یہ گناہ کا موقع آیا۔ روتے روتے نیند آگئی، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں سبز پوش ہیں ان کے بیچ میں تخت پر ایک حسین خوبصورت شخص ہیں۔ لوگوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں ؎

گفت بیں ایں قدسیاں را مشتہات   بر سر آں یوسفؑ پیغمبر است

کسی نے کہا یہ قدسیوں کی جماعت ہے۔ ان کے سردار حضرت یوسفؑ پیغمبر ہیں

کامد از حکم خداوند جہاں   از پئے یوسف حسین آمد رواں

یہ سب یوسف حسین کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے ہیں۔

گریہ آمد شیخ را بے اختیار   من چہ باشم کایں رسول کردگار

حضرت یوسف حسین کو بے اختیار رونا آیا اور فرمانے لگے میں بھی کچھ ہوں کہ اللہ کا پیغمبر۔

آمد است از بہر من اینجا چرا   چیست نسبت من کجا او کجا

میرے لئے یہاں آئے بھلا۔ ان کو مجھ سے کیا نسبت ہے میں کہاں وہ کہاں اتنے میں خود حضرت یوسف علیہ السلام تخت سے اتر کر بغل گیر ہوئے اور کہنے لگے یوسف حسین مجھ سے خدا عزوجل تعالیٰ نے فرمایا یوسفؑ تم بنی اسرائیل کے پیغمبر ہو۔ تم کو زلیخا نے پکڑا۔ تمہارے دل میں قصد ہوا مگر پھر خوف الٰہی سے بھاگے۔

یہ محمدؐ کے غلام ہیں ان کو دیکھو جب دختر شاہ عرب نے پکڑا تو اس قدر خوف غالب ہوا کہ بے قصد جماع بھاگے۔ جان کی تک پروا نہیں کی۔ دیکھو یوسفؑ محمدؐ کے غلام ایسے ہوتے ہیں۔ تم خود معہ فوج قدسیوں کے یوسف حسینؒ کے پاس جاؤ اور کہو ؎

ایں بشارت می دہد باذن خدا   درمیانِ دوستاں دادیم جا

اللہ تعالیٰ تم کو یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ہم نے تم کو اپنے دوستوں میں شامل کر لیا۔

ایک بزرگ کا بیٹا مرتا ہے تو وہ ہنستے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو حضرتؐ روتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک کو کلوروفارم سنگھا کر آپریشن کیا جائے کہ اس کو تکلیف و احساس نہ ہو۔ دوسرے کاملین ہنستی کی حالت یہ ہے کہ کرسی پر بیٹھ آپریشن کرا لیا جس سے تکلیف کا احساس پورا ہوا۔ پیشانی پر بل پڑے مگر ایسا قوی دل اور شیر مرد ہے کہ جھیل گیا۔

انبیاء علیہم السلام کی یہی حالت ہے کہ ان کو تکلیف کا احساس پورا ہوتا ہے

مگر قوت قلب اس قدر ہوتی ہے کہ اس کو جھیل جاتے ہیں ایسے ہی شہوت
بھڑکتی ہے اس کا اثر بھی ہوتا ہے پھر بھی اپنے کو روکتے ہیں اگر اثر ہی نہ ہو
تو کمال کی علامت نہیں۔ اندھا کہے کہ میں نظر بد نہیں کرتا تو کیا کمال
ہے۔ عنین اگر حرام نہ کرے تو کیا کمال ہے سارے تقاضے ہوں اور پھر
ان کو روکے یہ کمال ہے ؎

ہیں مکن خود را خصی رہباں مشو ❊ زانکہ عفت ہست شہوۃ را گمرد

خبردار اپنے کو خصی نہ کرنا راہب نہ بنانا۔ اس واسطے کہ شہوۃ ہو
پھر اپنے کو روکنا اس کو عفت کہتے ہیں۔ یوسف حسین کا بلا قصد بچنا کمال
نہیں حضرت یوسفؑ کا قصد کرکے بچنا کمال ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ زلیخا نے تو ارادہ کیا اور عزم کو پہنچا دیا پھسلایا دروازہ
بند کیا۔ ہَیْتَ لَکَ کہا ہاتھ بڑھایا۔ معانقہ کرنا چاہا۔ فعل واقع ہونے میں کوئی بات
باقی نہیں۔ اس لئے لَقَدْ فرمایا جو تاکید پر تاکید ہے۔ بخلاف یوسفؑ کے کہ زلیخا کے
چہرے پر جو نظر پڑی تو بشری میلان ہوا۔ شیوۂ شباب کا تقاضہ ہوا۔ مگر عزم کو نہ پہنچا
اس مقتضی کو دبایا۔ اس کے موافق عمل نہ کیا۔ یہ ایسا ہوا جیسا کہ گرمی کے روزے میں
پانی کی طرف میلان طبعی ہوتا ہے۔ گو روزہ توڑنے کا وسوسہ تک بھی نہیں آتا اسلئے
فرمایا بغیر لَقَدْ کے پھر بعد ذکر توبہ نہیں کیا۔ جیسے اور پیغمبروں کا ذکر
کیا جیسے آدم علیہ السلام کے لئے کہا اور مخلصین میں سے فرمایا جو شیطان کا ان پر
داؤ نہ چلا لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ناتجربہ کار سالک سمجھتے ہیں کہ مادہ ہی منقطع ہو
جائے۔ یعنی بالکل ہی میلان نہ رہے۔ اس کے حاصل نہ ہونے سے پریشان
ہوتے ہیں۔ یعنی جب اپنے اندر کسی وقت میلان پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ
ہمارا ذکر و شغل و مجاہدہ ضائع گیا۔ حتیٰ کہ ایسے کلمات منہ سے نکالتے ہیں
کہ بے ادبی اور گستاخی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ہم اتنے روز سے طلب حق میں

رہے مگر ہم پر رحم نہیں آتا کہ ویسے ہی محروم ہیں یاد رکھو یہ شیطانی وسوسہ ہے
یہ ہرگز مطلوب نہیں کہ مادہ منقطع ہو جائے اگر مادہ جاتا رہا تو گناہ سے بچنے میں
کوئی کمال نہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ گناہ کر سکو پھر اپنے کو روکو۔

القصہ ساتواں گھر ہے دروازے کل بند ہیں۔ حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے سوا کوئی نہیں ہے۔ زلیخا طرح طرح سے حضرت یوسفؑ کو پھسلا رہی ہیں۔ زلیخا معمولی نہیں نہایت حسین خوبصورت ہے۔ دونوں کی بھرپور جوانی ہے۔ اِدھر یوسفؑ کی محکومی ہے جو ہر طرح زلیخا کے اختیار میں ہیں۔ ان حالات میں بڑے بڑے پاکباز انسان فرشتہ خصلت بھی پھسل جاتے ہیں۔ مگر یوسف پاکی اور قدوسیت کے فرشتہ تھے وہ پیکر عصمت اور مجسمہ ملکوتیت تھے ان کو تو کل دنیا کے مردوں کو عصمت کا سبق دینا تھا۔ وہ کب زلیخا کے دام فریب میں آسکتے تھے۔ انہوں نے فوراً جواب دیا سنو زلیخا خدائے تعالیٰ کے ہر بندہ پر بے حد احسانات اور مہربانیاں ہیں اور مجھ پر بھی ان احسانات کے ہوتے ہوئے کیسے میں اللہ کی نافرمانی کروں معاذ اللہ یعنی خدا کا حق جو مجھ پر ہے وہ مجھے اس برے کام سے روک رہا ہے۔

خدا کے حق کے سوا مخلوق کا بھی تو مجھ پر حق ہے جس کی رعایت مجھے ضروری ہے۔ اِنَّهٗ رَبِّیٓ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ تمہارے خاوند کے کس قدر مجھ پہ احسانات کا یہی صلہ ہے کہ میں ان کے گھر میں یہ خیانت کروں۔ میرے نفس کا بھی مجھ پہ حق ہے۔ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ۔

زانی بھی ظالم ہیں۔ ظالم کو فلاح نہیں ہوتی۔ اس کام میں تھوڑی سی لذت ہے اس کے بعد دنیا کی رسوائی اور آخرت کا سخت عذاب ہے کیا کوئی عقلمند پسند کرے گا جو میں پسند کروں کہ تھوڑی سی لذت کے لئے طرح طرح کے دنیا و آخرت کے مصیبتوں میں نفس کو پھنساؤں۔

یہ بلیغ جواب ہے یوسفؑ کا یہ اعجاز ہے قرآن کا ہے چھوٹے سے جملوں میں یہ ثابت کر دیا کہ:

زانی زنا کر کے خدا کا حق بندوں کا حق نفس کا حق تلف کیا کرتا ہے
خدا کا نبی کیسے یہ حق تلف کرتا۔ اس لئے حضرت یوسف اس مرحلہ سے پاک و صاف نکل آئے اسی لئے خدائے تعالیٰ حضرت یوسفؑ کی تعریف فرماتا ہے۔
لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ خدا سے ڈرنے والوں کو ایسا ہی ہم بچاتے ہیں۔ جیسے ہم نے یوسفؑ کو بچایا السُّوْٓء سے بھی اور فحشاء سے بھی سوء سے مراد بوسہ اور شہوۃ کی نظر سے دیکھنا فحشاء سے مراد زنا ہے۔ ان سب سے ہم نے یوسفؑ کو بچایا اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ اس لئے کہ یوسف ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔ عِبَادُنَا یہ اللہ کا بہت پیارا لفظ ہے عزت دینے کے موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اسی لفظ سے یاد کرتا ہے۔ معراج کو سوچیئے کہ حضرت کے بڑے مراتب میں سے ایک مرتبہ عالیہ ہے۔ اس وقت بھی یہی لفظ فرماتا ہے
سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ پاک ہے اللہ جس نے اپنے بندہ کو راتوں رات معراج میں لے گیا یہ ساتویں گھر سے جو یوسفؑ بچ کر نکلے تو اللہ تعالیٰ یوسفؑ سے بہت خوش ہو کر "ہمارا بندہ" فرمایا پھر اس کے ساتھ مخلص بھی فرمایا کہ ان کے دل میں اللہ کی محبت اور ڈر کے سوا نہ زلیخا کا خیال تھا نہ کسی اور کا یہ حضرت یوسف کی بے انتہا تعریف ہے۔ غرض یوسف بہت سمجھاتے رہے۔ جب زلیخا نے دیکھا کہ یوسفؑ کسی طرح نہیں مانتے تو جلدی سے ایک خنجر نکالا اور کہا یوسفؑ اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو میں اپنے گلے پر خنجر پھیر کر تمہارے قدموں پہ جان دیدوں گی۔ پھر ہو گا یہ کہ میرا خاوند عزیز مصر میرے خون کا بدلہ تم سے لے گا۔ دیکھو یوسفؑ تمہاری اس ہٹ سے میری تمہاری دونوں کی جانیں جائیں گی۔ اور کچھ نہ ہو گا۔ آج کا انکار پیغام اجل ہے۔
حضرت یوسفؑ نے کہا زلیخا مجھے اپنی اور تمہاری دونوں کی جان جانے کا کوئی اندیشہ نہیں مگر ہاں عصمت نہ جائے۔ خدا کی نافرمانی نہ ہونے پائے اندیشہ ہے تو اس کا ہے زلیخا نے کہا ہاں ایسا ہے تو لو یہ کہا اور خنجر میان سے باہر کی بجلی تھی جو آنکھوں میں چمکا جو نہ ہو گیا۔ زلیخا کا ہاتھ اٹھا قریب تھا کہ مار لے۔ یوسف تیزی

سے لپکے اور زلیخا کے پونچے کو پکڑ لیا فرمایا زلیخا ذرا سنبھلو میں تمہارا ہی ہوں مگر ابھی
وقت نہیں. زلیخا سمجھی کہ اب یوسفؑ نرم ہوئے ہیں میرا مقصد پورا ہوتا ہے. جلد اٹھی
اور ایک طاقچہ پر پردہ ڈال دیا. یوسفؑ نے پوچھا زلیخا یہ کیا ہے زلیخا نے کہا کہ یہ میرا
معبود بت ہے مجھے شرم معلوم ہوئی کہ اس کے سامنے برا کام کرواؤں. اس لئے پردہ
چھوڑ دیا ہے. یوسفؑ نے کہا زلیخا کیا غضب ہے ایسے معبود سے تو تم شرماؤ جو نہ دیکھے
نہ سنے نہ سمجھے اور میں اپنے حقیقی معبود سے نہ شرماؤں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور یہ حسن
دیا. اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے بتاؤ اس کے سامنے کونسا پردہ ڈالوں. ظاہر میں یہ برہان حق
تھی. اندرونی برہان حق وہ قوتِ قلب ہے جو پیغمبروں اور صالحین کو ملتی ہے جس سے
گناہ نہیں ہو سکتے. یہ اندرونی اور بیرونی برہان حق قائم ہوتے ہی خلوت کا فیصلہ ہو گیا
بسم اللہ کہہ کر حضرت یوسفؑ وہاں سے بھاگے پیچھے پیچھے آپ کے ناکام زلیخا
بھی بھاگی. وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهٗ دونوں دروازے کی طرف دوڑے
جا رہے ہیں. دوستو ذرا سوچو حضرت یوسفؑ کو معلوم ہے کہ میرے سامنے سات
دروازے ہیں ہر ایک پر مضبوط فولادی قفل لگا ہوا ہے. اس وقت اگر ہم ہوتے تو
بھاگنے کا خیال ہی نہ کر سکتے. مگر نبی کی ہمّت ہے.

یوسف علیہ السلام نے یہ سوچا کہ مجھے قفل تک تو بھاگنا چاہیئے اس
کے بعد جو چاہے سو ہو مجھے اپنی ہمت کے موافق کام کرنا چاہیئے. آگے خدا
کا کام ہے.

چنانچہ وہ زلیخا کے پاس سے بھاگے. زلیخا ان کے پکڑنے کو پیچھے پیچھے دوڑیں
پھر اس ہمت کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی. جس دروازے پر یوسف علیہ
السلام پہنچتے تھے اس کا قفل خود بخود گر جاتا. دروازہ خود بخود چوپٹ کھلتا جاتا.
لوگ یوسف علیہ السلام کے اس فعل کو خلاف عقل کہتے ہوں گے کہ بھلا
جب دروازے مقفل تھے اور کنجی اپنے پاس نہ تھی تو بھاگنا فضول حرکت تھی. اس وقت
بھاگنے سے کہیں دروازے کھل سکتے تھے مگر صاحبو!

عقل در اسباب می دارد نظر ؛ عشق میگوید مسبب را نگر

عارف کی نظر اسباب پر نہیں ہوتی وہ مسبب الاسباب کو دیکھتا ہے اور اس پر بھروسہ کر کے وہ کام شروع کر دیتا ہے جو بظاہر قدرت سے باہر ہوتا ہے. مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان کو کامیابی ہوتی ہے. ایسا ہی دینداری پر عمل کرنے کے لئے اور خدا کی طلب کرنے کے لئے ارادہ اور ہمت تو کیجئے، خود خدائے تعالیٰ مدد فرماتے ہیں. دنیا کے کاموں میں تو آپ کبھی ہمت نہیں ہارتے دنیا کا بڑے سے بڑا اور مشکل سے مشکل کام شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ کوشش مجھ کو کرنا چاہیئے اور پورا کرنا یہ کام اللہ کا ہے اس نیت کی برکت سے کامیاب ہی ہوتے ہیں مگر کیا غضب ہے کہ دین کے کاموں میں ہمت نہیں کرتے.

ہماری اور عارف کی ایسی مثال ہے کہ ایک گنوار نے یہ دیکھا کہ لال جھنڈی کے ہلنے سے ریل رک گئی. وہ یہ سمجھا کہ اس لال جھنڈی میں یہ خاصیت ہے کہ ریل کو روک دیتی ہے مگر اس وقت ایک عقلمند بھی کھڑا تھا اس نے لال جھنڈی دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں تو ریل روکنے کی طاقت نہیں. اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ جھنڈی دکھائی کس کو گئی ہے ڈرائیور پر اس کی نظر پہنچی. اس نے تاڑ لیا لال جھنڈی کو دیکھ کر یہ شخص ریل کو روکتا ہے اب وہ اس گنوار سے کہتا ہے کہ لال جھنڈی ریل کو نہیں روکتی بلکہ اس کو دیکھکر ڈرائیور روکتا ہے تو وہ گنوار اس کو خلاف عقل سمجھے گا کہے گا. اگر ڈرائیور روکتا تو ہم کو بھی تو نظر آتا. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھنڈی ہی روکتی ہے. پس ہمارا یہ کہنا کہ بغیر کنجی کے خود بخود قفل نہیں کھل سکتا. ایسا ہی ہے جیسے وہ گنوار کہتا تھا کہ بغیر لال جھنڈی کے ریل کبھی نہیں رک سکتی یہاں تو ہر شخص اس کو بے وقوف بناتا ہے اور کہتا ہے کہ روکنے والا تو ڈرائیور ہے وہ بغیر جھنڈی کے بھی روک سکتا ہے.

ایسا ہی جب ہم کہتے ہیں کہ قفل خود بخود نہیں کھل سکتا تو عارف ہم کو بے وقوف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کنجی کے بعد بھی کھولنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ اگر چاہیں تو

بغیر کنجی کے بھی کھول سکتے ہیں۔

اسی خیال سے یوسف علیہ السلام قفل کی طرف دوڑے۔ گو آپ اس کو خلاف عقل کہیں مگر ان کی نظر خدا پر تھی وہ جانتے تھے کہ بے کنجی کے بھی خدائے تعالیٰ قفل کھول سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسباب کے خلاف بھی کر سکتے تھے تو آپ ہمت کیوں ہارتے۔

صاحبو! آپ کو دین کا کام اور خدا کی طلب مشکل نظر آتی ہے۔ گر خدا کو تو مشکل نہیں ہے۔ آپ خدا پر نظر کر کے کام تو شروع کیجئے۔ اسکو مولانا فرماتے ہیں۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید ⁂ خیرہ یوسفؑ وار می باید دوید

یعنی گو اس جہاں میں خدا تک پہنچنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ مگر تم دوڑو تو سہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے دوڑتے ہی راستہ نکل آئے گا جیسے یوسف علیہ السلام کے دوڑنے کے پہلے راستہ بند تھا اور ان کے دوڑتے ہی فوراً راستہ کھل گیا اگر بالفرض تمہاری کوشش کے بعد بھی راستہ نہ ملا تو تم پر ملامت نہ ہوگی کہ ہم کو طلب نہیں کیا تھا یہ نفع کیا کچھ کم ہے باقی کام شروع کرنے کے پہلے ہی باتیں بنانا اور یہ کہنا کہ دین پر عمل کرنا مشکل ہے۔ خدا ملنا مشکل ہے یہ سب کم ہمتی کے بہانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہماری طلب کی خبر تو ہو جائے گی اب آگے ملنے نہ ملنے کا انہیں اختیار ہے۔ خوب فرماتے ہیں ؎

ع کارِ خود کن کارِ بے گانہ مکن

تم اپنا کام کرو۔ طلب تو ظاہر کرو۔ آگے ملنا نہ ملنا یہ ان کا کام ہے۔ تم اس کے پیچھے نہ پڑو

دنیا کے کاموں میں تو آپ کا یہی طرز عمل ہے۔ دیکھئے زیادہ تر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا کوئی عزیز بیمار ہو اور طبیب کے کہنے سے اس کی صحت سے مایوسی ہو گئی ہو۔ لیکن باوجود مایوسی کے کیا آپ علاج چھوڑ دیتے ہیں کبھی نہیں بلکہ اس واسطے کوشش کرتے ہیں کہ دل میں ارمان نہ رہے تو کیا اپنے واسطے آپ کو اتنا بھی نہ کرنا چاہیئے کہ ارمان نہ رہنے کیلئے ہی خدا کی طلب کیجئے۔ ارمان نہ رہنے کے لئے ہی دینداری پر عمل کرنے کی ہمت کیجئے۔

القصہ حضرت یوسفؑ بہت تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ بی زلیخا نے بھی ہمت نہ ہاری۔ وہ بھی پوری طاقت سے یوسفؑ کے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ یوسفؑ سب دروازوں کو طے کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ صرف آخری دروازے کے قریب زلیخا یوسفؑ سے اس قدر قریب ہو گئیں کہ وہ یوسفؑ کو تو نہ پکڑ سکیں بلکہ یوسفؑ کا قمیص زلیخا کے ہاتھ میں آگیا۔ اگر یوسفؑ پورے زور سے نہ بھاگتے تو کپڑے کے تھامنے سے یوسفؑ بھی رک جاتے لیکن ادھر تو یوسفؑ صدیق پورے زور سے آگے کو جا رہے تھے۔ ادھر پیچھے سے زلیخا نے پورے زور سے یوسفؑ کے قمیص کو پکڑ لیا تھا۔ اس لئے قمیص پیچھے کی طرف گلے سے دامن تک لمبائی میں پھٹتا ہوا چلا گیا اسی کو فرمایا ہے۔ وَقَدَّتْ قَمِيصَهٗ مِنْ دُبُرٍ زلیخا نے حضرت یوسفؑ کا قمیص پیچھے کی طرف سے پھاڑ دیا۔

یوسفؑ آخری دروازے سے بھی باہر ہو گئے زلیخا کے ہاتھ سے نکل گئے زلیخا جو کھٹ پکڑ کر وہیں کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی ہائے شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ میری مثال اس مکڑی کی ہے جو اپنی قوت بسری کے لئے نکلی۔ ایک باز کو دیکھا اس کو شکار کرنے کے لئے اس کے بازو اور پروں پر جالا تننے لگی۔ اپنا سارا لعاب خرچ کر دیا۔ جب وہ باز اڑا تو مکڑی کے پاس بجز ٹوٹے ہوئے جالے کے کچھ نہ رہا۔ اسی طرح سب کچھ کرا کرایا برباد ہو گیا۔ یوسف ہاتھ سے نکل گئے جب حضرت یوسفؑ صاف باہر ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام اور لاکھوں فرشتے استقبال کیلئے کھڑے ہوئے ہیں۔

فرشتوں میں غل مرحبا کا ہوا ہے ؎ شیاطین پر ایک سوگ سا چھا گیا ہے
حیا لے گئی آج بازی جہاں میں ؎ مبارک سلامت ہوئی آسماں میں
فرشتوں میں دربار ایک ہو رہا ہے ؎ شیاطین کا قافلہ رو رہا ہے
خداوند یوسفؑ کو تو نے بچایا ؎ حیا کا کیا دھر میں بول بالا

خدا کے وصال کے لئے سب سے زیادہ چیز تقویٰ ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جس نے یوسفؑ کو اس مرتبہ پر پہنچایا۔ دوستو! خدا کے پاس کس کی سب سے زیادہ عزت ہے نہ گورے کی نہ کالے کی۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

سب سے زیادہ خدا کے پاس عزت دار متقی ہے۔ دوستو! خدا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو اور اگر خدا کی حمایت منظور ہے تو متقی ہو جاؤ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ کیا صاحبو! آپ چاہتے ہیں کہ خدا آپ کا دوست بنے تو متقی بنو۔ خدا آپ کا دوست بن جائے گا۔ آپ اللہ کے ولی ہو جاویں گے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ بے شک اللہ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔ اِنْ اَوْلِیَاءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ متقی ہی اولیا ہوتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ بارش برسے چوطرف سرسبزی اور سکال ہو جائے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ متقی ہو جاؤ۔ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْقُرٰی وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اگر بستیوں والے پکے مسلمان ہو کر متقی ہو جاتے تو ہم زمین و آسمان کی برکتیں اُن پر کھول دیتے۔ مسلمانو کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے اُٹے وقت میں آسانی ہو۔ تمہاری مشکل دور ہو تو متقی ہو جاؤ۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا جو متقی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی مشکل آسانی کی نکالتا ہے۔ وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ متقی کو روزی اس طرح ملے گی کہ اس کو شان وگمان بھی نہ ہوگا۔

متقی کی تعریف یہ ہے کہ ان چیزوں سے بچے جو اس کو آخرت میں ضرر دیں۔ یعنی صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچے۔ افسوس بارش کی شکایت ہے طرح طرح کے بیماریوں کی فکر ہے۔ مصیبتوں کی شکایت ہے۔ یہ سب کچھ تو ہے مگر آپ نے کبھی یہ بھی سوچا یہ آیتیں کیا کہہ رہی ہیں۔ کبھی متقی بننے کی بھی فکر ہوئی۔ بعض تو تقویٰ جانتے ہی نہیں نڈر ہو کر خدا کے خلاف کر رہے ہیں اور بعض دو چار نیک کام کر کے سمجھ جاتے ہیں کہ ہم بھی متقی ہو گئے اور بعض نے چند روز تقویٰ اختیار کیا اور پھر کچھ نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پھول توڑ کر گلدستہ بنالیا۔ ایک دو روز میں مرجھا کر کالا ہو جاتا ہے۔ اگر

شاخ جڑ سے زمین میں رہے تو اس کا پھول شاداب رہتا ہے۔ ایسے ہی یہ سارے تقوے گلدستے ہیں چار دن میں نکل جاتے ہیں۔ جب تقویٰ دل میں جڑ پکڑتا ہے تو وہ نہیں نکلتا پائدار رہتا ہے۔ دوستو یہ کوشش کیجئے کہ تقوے کا تقاضہ اندر دل میں پیدا ہو، بری صحبت جو تقویٰ چھڑاتی ہے اس کو چھوڑ دو، ورنہ ایک دن وہ آتا ہے کہ روؤگے اور کہوگے یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا کاش کہ میں فلانے کو دوست نہ بناتا۔

القصہ حضرت یوسفؑ ساتویں دروازے کے باہر پہنچے ہی تھے کہ وہاں دیکھا کہ اتفاق سے عزیز مصر زلیخا کا خاوند چلا آرہا ہے۔ یوسف کو پریشان نکلتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گیا۔ یوسفؑ کو اطمینان دلاتے ہوئے پوچھا۔ کیوں یوسفؑ خیر تو ہے یہ پریشانی کیسی؟

حضرت یوسفؑ نے بہت عقلمندی سے ایسا گول گول جواب دیا جس سے بھید ظاہر نہ ہو۔ یوسفؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے چوکھٹ میں قدم رکھا ہی تھا زلیخا کو دیکھا وہیں کھڑی ہے۔ وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ دروازے کے قریب عزیز مصر و یوسفؑ دونوں ملے۔ زلیخا سمجھی کہ یوسفؑ نے سارا بھید کھول دیا۔ زار وقطار روتے ہوئے سامنے آئی۔ یہ حال دیکھ کر عزیز اور بھی پریشان ہوا۔

فوراً زلیخا کہنے لگی

اے عزیز یہ غلام جسے تو نے بڑی ناز و نعمت سے پالا ہے وہ نہایت پیار و محبت سے پرورش کیا ہے مگر ہائے اس نے تیرے ساتھ بڑی دغا کی۔ ابھی ابھی کا واقعہ ہے کہ میں بالکل غافل پڑی سوتی تھی دبے دبے پاؤں میرے سرہانے آیا تھا بڑھ کر میری عزت لینا چاہا۔ خیر ہوئی کہ میں جلد ہوشیار ہوگئی۔ میں بھی اس کے پیچھے دوڑی کہ اس کو پکڑلوں مگر یہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ کیا سزا ہے ایسے موئے غلام کی جس نے تیری بیوی سے برا کام کرنا چاہا۔ اس کے سوا کچھ نہیں یا تو تم اس کو قید خانہ میں بھیجو یا کوڑوں سے خوب پیٹو۔

زلیخا کا یا تو وہ شوق وصال کہ خود دروازے بند کئے خود اپنی زبان سے درخواست کی جب یوسف علیہ السلام بھاگ چلے تو آخری دروازے تک پیچھا کیا، یا یہ کہ خاوند کو دیکھتے ہی خود مستغیثہ بن گئی اور خود ہی خاوند کو رائے دی کہ قید خانہ کی یا کوڑوں کی سزا دو۔ اس سے فاسقوں کو عبرت لینا چاہیئے۔

جو بیگانہ عورت کی محبت اور وفاداری کے قایل ہوتے ہیں کسی بیگانی عورت پر ہرگز بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے وہ صرف اپنی خواہش کے لئے محبت جتاتی ہے۔ وقت پڑے تو اس کا سر کٹانے کے لئے بھی تیار ہو جاتی ہے۔ ایسی عورتوں سے آخرت کے ساتھ دنیا بھی برباد ہو جائے گی۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت مرثد رضؓ کا ہے :-

حکایت مرثد رضی اللہ عنہ، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ شریف کو ہجرت کی تھی۔ یہ قوی پہلوان تھے۔ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کو چھپ کر آتے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے کافروں کے قید میں رہتے تھے ان کو قید خانہ سے نکال کرلے جایا کرتے تھے۔ ایک بار اسی ارادے سے مکہ معظمہ میں پہنچے ایک گھر کی دیوار کے سایہ میں رات کے وقت چھپ کر کھڑے ہوئے تھے کہ اتنے میں عناق نام کی ایک عورت آئی۔ یہ ایک فاحشہ عورت تھی۔ مرثدؓ مسلمان ہونے کے پہلے اس سے تعلق رکھتے تھے۔ عناق نے جو ان کو دیکھا تو پہچان گئی اور بولی مرثدؓ انہوں نے کہا کہ ہاں مرثد ہوں، بولی مرحباً و اہلاً و سہلاً۔ چلو میرے گھر چلو، رات کو میرے ہی پاس سونا، مرثد نے کہا نہیں عناق نہیں۔ اسلام میں زنا حرام ہے یہ سُن کر عناق چلائی۔ لوگو آؤ، آؤ دوڑو، دوڑو وہ شخص یہاں کھڑا ہے جو مسلمانوں کو تمہارے قید خانہ سے نکال لے جایا کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی آٹھ شخصوں نے مرثدؓ کا پیچھا کیا مشکل سے انہوں نے ایک غار تک پہنچ کر اپنی جان بچائی۔ وہی عناق ہے جو مرحبا کہہ رہی ہے اپنے گھر چل کر رات میں سونے کو بلوا رہی ہے۔ جب سُن لیتی ہے کہ وہ اب زنا نہیں کریں گے تو شور مچا کر لوگوں کو بلاتی ہے۔

ان واقعات سے وہ لوگ جو اپنی عورت کو گھر میں چھوڑ کر بے گانی عورتوں کے پیچھے پڑتے ہیں اچھی طرح عبرت لیں۔

سنو صاحبو! عشق کے دو مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ عاشق چاہتا ہے کہ محبوب اپنا تابع ہو جائے اس میں نفس پرستی ہے اور اس میں نفس ساتھ ہے۔ اسی درجہ میں زلیخا اور عشاق کے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔

دوسرے درجہ میں عاشق خود کچھ بھی نہیں۔ اس کو خود پر نظر ہی نہیں ہوتی جو محبوب کی مرضی وہ اس کی مرضی اس کی نظیر یہ واقعہ ہے!

حکایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کی پھانسی دور کرنے آئے تھے اس کے بدلہ میں وہ حضرت ہی کے گلے میں پھانسی ڈالتے تھے۔ دکیا اخلاق تھے پھانسی پاتے مگر پھانسی دینے والوں کو پھانسی کے بدلے دعائے خیر دے)

حضرت ابو بکرؓ جو اس وقت وہاں موجود تھے دوڑے اور کہا ارے ظالمو! کیا جہنم سے نجات دلوانے والے کو پھانسی دیتے ہو۔ اپنے بخشوانے والے کو قتل کرتے ہو جو اللہ کو ایک کہے۔ اس کو ایذا دیتے ہو۔ ان ظالموں نے حضرت کو چھوڑ کر ابو بکر صدیقؓ کو اس قدر مارا کہ آپ کے سر کے بال اکھڑ کر گر گئے اور آپ بے دم ہو گئے سانس رک گئی آپ کے گھر والے آپ کو مردہ کی طرح اٹھا کر گھر لے گئے۔ پورے تین روز تک ابو بکرؓ بے ہوش رہے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ ابو بکرؓ مر جائیں۔ چوتھے روز آپ کے ہونٹوں میں حرکت معلوم ہوئی۔ آپ نے ذرا ذرا آنکھیں کھولیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ابو بکرؓ آپ کا مزاج کیسا ہے۔ چار دن بے ہوش رہ کر جب ہوش آیا تو سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ لوگو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ میرے رسول کیسے ہیں۔ حضرتؐ کا مزاج کیسا ہے میں نے حضرت کو کفار کے گھیرے میں دیکھا تھا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت بہت اچھے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے دل کو چین نہیں آتا۔ جس طرح بنے مجھے حضرتؐ کے پاس لے چلو۔ جب تک میں اپنے آنکھوں سے آپ کو زندہ نہ دیکھ لوں گا تندرست نہ ہوں گا عرض کیا گیا آپ کی حالت بہت نازک ہے وہاں تک جانے میں سخت تکلیف ہوگی۔ فرمایا کیا مردہ کو روح سے

ملنے میں تکلیف ہوگی یا بیمار کو آبِ حیات تک پہنچنے میں اذیت ہوگی۔ اگر میری زندگی چاہتے ہو تو مجھے حضرتؐ کے پاس لے چلو۔ ناچار آپ کو گود میں اٹھا کر حضرتؐ کے پاس لے گئے۔ حضرت نے ابوبکرؓ کی یہ حالت دیکھکر بہت افسوس کیا۔ ان کو دیکھ کر حضرت رونے لگے۔ ابوبکرؓ نے حضرت کی صورت دیکھ کر فرمایا لوگو! بس اب میں تندرست ہوگیا۔ یہ عشق نفس سے پاک ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہی محل کا آخری دروازہ ہے زلیخا خاوند کو دیکھ کر سٹپٹائی بات بنا کر خاوند سے کہہ رہی ہے۔ تمہاری بیوی ہو اور غلام اس پر ہاتھ ڈالے بڑی شرم کی بات ہے۔ اس کی سزا یہی ہے کہ اس موئے غلام کو قید کر دیجئے یا ایسی سخت سزا دیجیے کہ یاد رکھے۔ یہ سن کر غصہ بھرا ہوا عزیز مصر حضرت یوسفؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کیوں رے غلام کیا میرے احسانات کا یہی بدلہ تھا۔ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا احسان کیا۔ میں نے تجھے غلام کی حیثیت سے نہیں رکھا، کیا لوگوں کی نظروں میں تیری عظمت ظاہر نہیں کی۔ تجھ کو بادشاہ کا مقرب نہیں بنایا۔ لشکر پر افسری نہیں دی۔ ساری سلطنت کا کارپرداز نہیں بنایا کیا اسکا یہی صلہ تھا جو تو نے دیا؟ تو بہت بڑا غلام ہے۔

دوستو! عزیز نے حضرت یوسفؑ کو پیدا تو نہیں کیا۔ چار پیسے دے کر خریدا ہے تو اس قدر دابے رہا ہے حالانکہ یوسفؑ بے قصور ہیں۔ ہائے اس وقت کی شرمندگی کہ بندے واقعی قصوروار اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح فرما رہا ہوگا۔ کیوں بندے کچھ یاد ہے کہ تو معدوم تھا۔ میں تجھ کو وجود میں لایا۔ تو ناتوان تھا۔ مکھی تک اڑانے کی تجھ میں طاقت نہیں تھی میں نے تجھ کو قوت دی تو اپنی آپ حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ تیری ماں تو غفلت سے پڑی سوتی تھی میں تیری حفاظت کرتا تھا۔ اب بھی تو اپنی آپ کیا خاک حفاظت کر سکتا ہے اگر تو بے خبر رہے یا سوتا رہے۔ کوئی موذی جانور تجھے ایذا پہنچانا چاہے تو تو کیا کر سکتا ہے۔ ہماری ہی حفاظت ہے کہ تجھے ہر چیز سے بچائے رکھتی ہے۔ تو بے سمجھ تھا ہم نے سمجھ دی۔ دین اسلام دے کر تجھے عزت دی۔ رکوع اور سجدہ کا طریقہ بتا کر تجھے ہم نے

اپنا مقرب بنایا۔ تیرے دل میں اپنی معرفت دی۔ ایک چیز دی۔، دو چیزیں دیں ارے کیا کیا نہ دیا۔ لیکن سب کچھ لیکر ارے او، ہم کو بھولے ہوئے غلام تو عمر تمام ہم سے بھاگتا رہا اور ہماری مخالفت ہی کرتا رہا۔ ہر بات میں ہماری نافرمانی پر تلا رہا۔ ہماری نظروں کے سامنے طرح طرح کے قصور کرتا رہا۔ دین کو دنیا کے بدلے بیچتا رہا۔ ہماری خواہش پہ کبھی نہ چلا۔ ہمیشہ نفس کی خواہشات کو پورا کرتا رہا کبھی کوئی کام ہمارے لئے نہ کیا۔ جب کیا تو دکھاوے کے لئے ہی کیا۔ بہت برا غلام ہے تو کیا غلام ایسے ہی ہوا کرتے ہیں؟

حضرت یوسفؑ بے قصور ہیں اس لئے عزیز کو جواب دیتے ہیں ہائے قصور وار بندے! کیا منھ لے کر جواب دیں گے۔ کچھ عذر ہی نہیں جو پیش کر سکیں۔

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي حضرت یوسفؑ نے فرمایا عزیز غصہ میں نہ آؤ سنو یہ عورت تو خود مجھے پھسلاتی رہی ہے اور اب بھی پھسلا رہی تھی میں وہاں سے بھاگا تو یہ بھی میرے پیچھے دوڑی تمہارے سامنے مجھ پر ناحق تہمت لگا رہی ہے۔ عزیز نے زلیخا سے کہا تمہارے سچے ہونے کے کون گواہ ہیں زلیخا نے کہا میں اور یہ دونوں تنہا تھے پھر ایسی حالت میں کون گواہ ہو سکتا ہے۔ پھر یوسف سے کہا تمہارا کوئی گواہ ہے۔ یوسفؑ نے دل میں کہا ایک گواہ کیا کئی گواہ ہیں ؎

عاشقانرا سہ نشانست اے پسر رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

زلیخا کا پیلا رنگ، ٹھنڈی آہیں، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے میرے گواہ ہیں کہ وہ میری عاشق ہے۔ میں اس کا عاشق نہیں ہوں۔ وہ میری طالب ہے میں اس کا طالب نہیں ہوں۔ دل میں حضرت یوسفؑ نے اس طرح کہا اور ظاہر زبان سے یوں فرمایا کہ ہاں میری اس بات کا گواہ موجود ہے۔ عزیز نے کہا وہ کون؟ زلیخا کی خالہ چار مہینے کا بچہ گود میں لئے کھڑی تھی۔ حضرت یوسفؑ نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ بچہ میرا گواہ ہے۔ عزیز نے کہا یہ چار مہینے کا بچہ بھلا یہ تمہارے سچ ہونے کی کیونکر گواہی دے سکتا ہے۔ یوسفؑ نے کہا کہ تم کو اس سے کیا تم اس بچے سے پوچھو۔ عزیز نے

اس بچہ کو پکارا تو وہ لبیک کہہ کر بیٹھ گیا۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا زلیخا کے رشتہ دار بچہ نے صاف الفاظ میں گواہی دینا شروع کی۔ یہ ایسا ہوا جیسے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تھا کہ ایک بچے کو پیدا ہو کر ایک دن ہوا تھا اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا۔ حضرت نے فرمایا اے بچے میں کون ہوں۔ اس ایک دن کے بچے نے نہایت فصیح زبان سے کہا أَنْتَ رَسُولُ اللهِ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت نے فرمایا صَدَقْتَ بَارَكَ اللهُ فِيكَ تو سچ کہتا ہے اللہ تجھ کو برکت دے۔ اتنی ہی بات کی پھر کوئی بات نہیں کی پھر وہی اپنے وقت پر برس ڈیڑھ برس کے بعد بات کی۔ سب اس بچہ کو مبارک یمامہ کہتے تھے یہ واقعہ حج وداع میں ہوا۔

غرض زلیخا کا رشتہ دار بچہ چار مہینے کا تھا مگر زلیخا کی حمایت میں نہ تھا زلیخا کے بیان کو آج کل کے قانون کے تحت لائیں تو یہ ایک استغاثہ اقدام زنا بالجبر کا تھا۔ استغاثہ کی صداقت خود مستغیثہ کے بیان اور حالت سے ہونی چاہیئے زلیخا کے لباس اور جسم کو دیکھا جاتا تو نشانات سختی کے تلاش کئے جاتے۔ لیکن یہ بچہ چونکہ عورت کے گھرانہ کا تھا۔ اس لئے تحقیقات کا یہ اصلی پہلو اختیار ہی نہیں کیا بلکہ زلیخا کے خالی بیان کو مان کر حضرت یوسفؑ پر صفائی کا بار ڈال دیا اور کہا عینی شہادت تو ہے نہیں اب قرائن کو دیکھنا چاہیئے اس طرح کہ یوسفؑ کا کرتہ دیکھا جائے کہ کس طرف سے پھٹا ہے۔ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ اگر یوسفؑ کا کرتہ سامنے سے پھٹا ہوا ہے تو فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ زلیخا سچی اور یوسف جھوٹے۔ اس لئے کہ اس سامنے کے پھٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ زلیخا پر گرے اور زلیخا نے دفع کرنے کے لئے ہاتھا پائی کی اور کرتہ سامنے سے پھٹ گیا۔ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ اگر کرتہ یوسفؑ کا پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی، یوسفؑ سچے۔ اس لئے کہ کرتا پیچھے سے پھٹنے سے معلوم ہوا کہ یوسفؑ بھاگ رہے تھے زلیخا نے ان کا پیچھا کیا کرتہ پکڑ کر کھینچا اور وہ پھٹ گیا۔

اس سے خدائے تعالیٰ یہ سکھا رہا ہے کہ اگر شہادتِ واقعہ موجود نہ ہو تو قرینوں سے شہادت کا کام لیا جائے جن لوگوں نے حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو پڑھا ہے اور قاضی کعب اور قاضی شریح اور قاضی عیاض اور فقیہہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے فیصلوں کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے کس عمدگی سے اس اصول کو برتا ہے۔ قرینوں سے کس عمدگی سے واقعہ کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔

جب وہ لڑکا جس نے گواہی دی تھی جوان ہوا تو حضرت یوسفؑ اس کی بڑی عزت کرتے تھے اور اپنے بادشاہت کے زمانے میں اس کو بہت بڑا عہدہ دیا تھا۔

دوستو! یوسفؑ تو اپنی گواہی دینے والے کا خیال رکھیں اور اس کی قدر کریں اور آپ بھی تو خدائے تعالیٰ کے وحدانیت کی دنیا میں اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر گواہی دے رہے ہیں تو کیا کل قیامت میں خدائے تعالیٰ آپ کی قدر نہیں کرے گا بے شک کریگا

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ جب عزیز نے دیکھا تو کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ عزیز نے کہا یوسفؑ سچے ہیں زلیخا یہ تمہارا فریب ہے۔ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے ہیں اب غور طلب یہ بات ہے کہ مردوں کی عقل عورتوں سے زیادہ ہے چاہیئے تھا کہ مردوں کا فریب عورتوں کے فریب سے زیادہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورتوں کا فریب زیادہ ہے اس لئے کہ عورت کی کشش مرد کے دل میں ہوتی ہے۔ عورتوں کی باتیں مرد کو میٹھی معلوم ہوتی ہیں جو وہ بولتی ہے مرد کے دل میں ایک خاص اثر ہوتا ہے بخلاف مرد کی باتیں کہ وہ ایسی دلچسپ نہیں معلوم ہوتیں اسلئے عورت کی فریب آمیز باتیں مرد پر جلد اثر کرتی ہیں مرد کا فریب مرد پر ایسا اثر نہیں کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرمایا اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے ہیں۔

اس آیۃ کو دوسری آیۃ سے ملا کر بھی دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا شیطان کا فریب بہ نسبت عورت کے فریب کے بہت

کمزور ہوتا ہے اس لئے کہ شیطان چوری چھپے فریب کرتا ہے اور عورت علانیہ سامنے رہ کر فریب کرتی ہے۔ اس لئے شیطان کے فریب سے زیادہ عورت کا فریب اثر کرتا ہے۔

القصہ اب عزیز پر حقیقت ظاہر ہوگئی کہ یوسفؑ بالکل پاک ہیں اور ساری شرارت زلیخا کی ہے۔

اس سے اطمینان ہوتا ہے کہ جو لوگ چھپ کر بھی گناہ سے بچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ گناہ سے پاک ہونا ان کا علانیہ لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے یہ قدر دانی ہے اللہ تعالیٰ کی۔

عزیز بدنامی سے بچنے کے لئے چاہتا ہے کہ اس معاملہ کو رفع دفع کر دے اس لئے یوسفؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا یوسفؑ جانے دو کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے۔ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـئِیْنَ زلیخا تم اپنے گناہ کی مغفرت مانگو بیشک تمہارا ہی قصور ہے تمہاری ہی خطا ہے۔

زلیخا کا عشق اور اس کی محبت کوئی معمولی عشق و محبت نہ تھے جو چھپائے سے چھپ سکتے۔

من از اں حسن روز افزوں کہ یوسفؑ داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

حضرت یوسفؑ کا روز افزوں حسن دیکھ کر میں پہلے ہی سمجھا ہوا تھا کہ ان کا حسن زلیخا کو پردۂ عصمت سے باہر لاکر ہمارہے گا وہی ہوا۔ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ بستی کی عورتیں آپس میں کہنے لگیں بہن تم نے کچھ اور بھی سنا اِمْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ عزیز مصر کی بیوی جس کا نام زلیخا ہے وہ کیا غضب کر رہی ہے بڑی شرم کی جگہ ہے اور بڑے افسوس کا مقام ہے۔ اپنے زر خرید غلام سے کیا کیا تماشہ کر رہی ہے کس کس طرح سے اس کو دام میں لانا چاہتی ہے۔ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اس غلام کا عشق زلیخا کے دل میں کھپ گیا ہے۔ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ہم تو سمجھتے ہیں کہ

زلیخا یوسفؑ کے لئے بدحواس ہو گئی ہے۔ افسوس زلیخا نے عزیز کا پاس کیا نہ شاہی گھرانے کا لحاظ۔ سب باتوں کو خاک میں ملا کر ایک غلام کے پیچھے پڑ گئی ہے بس دین ہے تو وہی اور جان ہے تو وہی ہر وقت یوسفؑ ہی یوسفؑ رات دن اسی کے الٹ پلٹ میں لگی رہتی ہے۔ ایسا بھی کیا آدمی کچھ تو اپنے عزت کا خیال رکھے۔ دل کیا ہو گیا دیوانہ ہو گیا آیا بھی تو کس پر ایک غلام پر آخر ہم بھی تو انسان ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی تو نفس لگا ہوا ہے۔ مگر ہم تو کبھی ایسا نہیں کریں گے۔ کبھی کسی کو دل دے کر اس طرح عزت خاک میں نہیں ملائیں گے۔ خبر پہنچانے والی عورتوں نے زلیخا سے آکر ہو بہو نقل کر دیا۔ زلیخا نے سنکر کہا اچھا اچھا تم جاتی کہاں ہو۔ کل میں تمہارے بھاری بھر کم ہونے کا امتحان کرونگی دیکھوں کی کیسے تم اپنے کو قابو رکھنے والی ہو۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ جب زلیخا نے ان عورتوں سے یہ طعنہ کی باتیں سنیں دعوت کی تیاری شروع کر دی اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ دن مقرر کر کے ان عورتوں کو دعوت کہلا بھیجی۔ ادھر تیاریاں شروع کر دیں قسم قسم کے کھانے پک رہے ہیں۔ طرح طرح کے فرش و فروش بچھ رہے ہیں۔ رنگ برنگ کے میوے چنے جا رہے ہیں۔ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً اس طرح کی مجلس تیار ہوئی اس میں زیادہ تر وہ کھانے اور میوے رکھے گئے جو چھری سے کاٹ کر کھائے جاتے ہیں وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چھری دی۔ آج کل کے لوگ انگریزوں کی وجہ سے چھری کانٹے کے کھانے کو خوب سمجھتے ہیں۔ مگر اتنا فرق ہے کہ اب دوسرے ہاتھ میں کانٹا رکھ کے دباتے ہیں۔ اس وقت کانٹے کا رواج نہیں تھا۔ دوسرے ہاتھ سے دبا کر چھری سے کاٹتے تھے۔ کسی کے رعب یا دہشت یا عظمت کی وجہ سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں پر چھری چل جانا بہت آسان تھا غرض اس طرح کی زوردار مجلس تیار ہو رہی ہے ؎

اے زلیخا کیسی تیاری ہے آج — کیا کسی کا ٹھیک کرنا ہے مزاج

جس چھری سے خود ہوئی تو نیم جاں — کیا وہ اب اوروں پہ بھی ہوگی رواں

جس نظر نے تیرا دل چھلنی کیا — اور بھی اب اس کے گھائل ہونگے کیا

اب تلک جو تیرے دل میں تھا نہاں　　کیا وہ اب اوروں پہ بھی ہوگا عیاں
جس لگی نے خاک کر ڈالا تجھے　　کیا جلیں گے اور بھی اسی آگ سے

محل کی عورتوں نے کہا کیوں بی کیا یہ دعوت دے کر کچھ سزا دینا چاہتی ہو، زلیخا نے کہا ہاں یہ سزا نہیں جو جسم کو ایذا دے بلکہ یوسفؑ کی پیاری صورت دکھا کر پھر چھپا دوں گی۔ یہ وہ سزا ہے جو ہر ایک کے دل میں عشق کی آگ کو لگائے گی۔ جس سے اُن کی ساری عمر برباد ہو جائے گی۔ لیجیئے وہ عشق جو اب تک ایک ہی دل میں ناسور کر رہا تھا۔ اور ایک ہی گھر میں اپنی چنگاریاں لگا رہا تھا۔ آج بہت سے دلوں کو گھائل کر دے گا۔ اور بہت سے گھروں کو جلا کر خاک سیاہ کر دے گا۔ غرض جوں توں کر کے دوسرا روز ہوا۔ اب زلیخا کے محل میں مصر کی عورتوں کے آنے کا وقت قریب آنے لگا۔ زلیخا مہمانوں کی تیاری کے ساتھ ساتھ پیارے یوسفؑ کے بناؤ سنگھار میں بھی مشغول ہے زلیخا کا دل تو نہیں چاہتا کہ اپنا معشوق کسی کو دکھلائے مگر صرف ان کے طعنہ کا جواب دینا تھا۔

حضرت یوسفؑ کو بہترین فاخرہ لباس پہنا کر ایک کمرہ میں بٹھایا اتنے میں وہ عورتیں آنا شروع ہو گئیں۔ غرض کہ دستر خوان پر ہزار ہا نعمتوں کا ایک باغ لگا دیا گیا طرح طرح کے کھانے قسم قسم کے میوے چنے جانے لگے۔ وَاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا سب کے ہاتھوں میں ایک ایک چھری دے دی کہ کاٹ کاٹ کر کھائیں۔ زلیخا نے کہا میرے مہمانوں میری تمام نعمتوں کے سوا ایک اور بولتی نعمت خداداد میرے پاس ہے وہ بھی تم کو دکھانا چاہتی ہوں یہ کہہ کر یوسفؑ کے پاس گئی اور کہا یوسف میں بدنام ہو گئی ہوں میرے ساتھ چلو اس سے میری یہ بدنامی دور ہوتی ہے بہت سمجھا منا کر کہا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ذرا ان مہمانوں کے سامنے آؤ۔ مجبوراً حضرت یوسفؑ بے نقاب ان عورتوں کے سامنے آئے۔ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ عورتوں نے جب یوسفؑ کو دیکھا سب پر بے خودی کا عالم طاری ہو گیا۔ ایک وجد کا سماں تھا۔ کوئی آپے میں نہ رہی وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ساری مجلس ایک کمیلہ بن گئی۔ کہاں کا پھل، کہاں کا گوشت بجائے پھل کے اور گوشت کے ہاتھ قیمہ ہو گئے۔ کسی کو خبر نہ ہوئی کہیں یہ عورتیں مر نہ جائیں

یہ خیال کر کے زلیخا جلدی سے یوسف ؑ کو پردہ میں لے گئیں۔

دوستو! مخلوق کے دیدار میں یہ لذت ہے اور یہ بے خودی ہے جب خالق کا دیدار ہوگا تو اس کے دیدار میں ہائے کیسی لذت ہوگی۔ اسی لئے تو اس کے سامنے جنت کی ساری نعمتیں ہیچ معلوم ہوں گی۔

حضرت یوسف ؑ کے چہرہ پر صرف نظر پڑی ہے تو یہ غضب ہوگیا۔ ہاتھ کٹنے کا کچھ درد معلوم نہ ہوا۔ اگر یوسف ؑ سے اس وقت کوئی بات سنتے تو اسکی لذت میں معلوم نہیں اور کیا کیا ہوتا۔ دوستو! اگر تم نیک ہو اور نفس مطمئنہ حاصل ہوگیا ہے اور سکرات کے وقت جب خدائے تعالیٰ فرمائے گا۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

تو جس طرح یوسف ؑ کے دیدار کی لذت نے ہاتھ کٹنے کا درد معلوم نہ ہونے دیا۔ ایسا ہی خدا کے کلام کی لذت، سکرات کا درد و تکلیف کبھی نہیں معلوم ہونے دے گی۔ اس لئے دوستو! نیکیاں کر کے مرو۔

غرض ان عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ یہ بات دلوں میں جمی ہوئی ہے کہ دنیا میں شیطان سے زیادہ کوئی بدصورت نہیں اور فرشتہ سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں اور واقعہ میں ہے بھی ایسا ہی کہ فرشتے اس قدر خوبصورت ہیں کہ انسان ان کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا۔ خدا کا احسان ہے کہ انسان سے فرشتوں کو مخفی رکھا۔ ورنہ انسان کا بھی وہی حال ہوتا جو یوسف کو دیکھ کر ان عورتوں کا ہوا۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے پہلے فرشتے خوابوں میں دکھائے گئے تاکہ فرشتوں سے اُنسیت ہو۔ اس لئے کہ بشری قوت یکایک فرشتے کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی نبوت کے شروع زمانے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھ کر ان کے حسن کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے تھے۔ (روح البیان) اس لئے پھر آدمی کی صورت میں اترنے لگے۔ اسی طرح مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف کو دیکھ ہاتھ کاٹ لئے اور کہا وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ

اور کہنے لگیں سبحان اللہ یہ آدمی نہیں یہ تو کوئی فرشتہ نورانی بڑے درجہ کا ہے۔

دوستو! بڑا بول سامنے آتا ہے۔ مصر کی عورتوں کو دیکھو زلیخا کو بلا وجہ عشق کے طعنے دیتی تھیں خود بھی ان کے عشق میں مبتلا ہوئیں بھی تو ایسے کہ خبر تک نہ ہوئی کہ ہاتھ کٹ رہا ہے یا میوے جس منہ سے طعنہ دیتے وقت حضرت یوسفؑ کو غلام کہا تھا اب فرشتہ کہنے پر مجبور ہوئیں۔

صاحبو! ذرا حسن یوسفؑ پر نظر ڈالیے۔ اللہ اکبر کیا حسن تھا جس نے دیکھا فریفتہ ہوا۔ بے خود ہو کر کوئی ہاتھ کو کاٹ لیتا ہے تو کوئی محبت کا متوالا یوسفؑ یوسفؑ پکارتے ہوئے اپنی جان کھو دیتا ہے۔ آخر بات کیا تھی سنو صاحبو سنو، ہر ایک پیغمبر کو معجزے دیئے گئے ہیں جن کے سامنے عقلیں دنگ ہو جاتی ہیں جیسے عصائے موسیٰؑ، دم عیسیٰؑ، لحن داؤدؑ، ملک سلیمانؑ، صبر ایوبؑ، ایسا ہی یوسفؑ کو تعبیر خواب اور حسن لاجواب کا معجزہ دیا گیا تھا۔ جب حسن یوسفؑ حضرت یوسف کا معجزہ تھا تو پھر یہ حسن جو کچھ کر نہ دکھائے وہ کم ہے۔

غور طلب یہ امر ہے کہ جو کمالات تمام پیغمبروں کو دیئے گئے ہیں وہ سب کمالات ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یوسف علیہ السلام کو حسن اور عیسیٰ علیہ السلام کو شفاء مرض اور موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا دیا گیا تھا۔ تمام پیغمبروں کو جو کچھ دیا گیا تھا سب کا مجموعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یوسف علیہ السلام کا جیسا حسن بھی دیا گیا ہے۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا حسن تو ایسا تھا کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسفؑ کی صورت دیکھ کر بد حواسی میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات کہاں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حسن دو قسم کا ہوتا ہے حسن کی ایک قسم تو یہ ہے کہ دیکھنے والے کو دفعتاً متحیر کر دے ایسا بد حواس ہو جائے

کہ ہاتھ کو کاٹ لے. پھر رفتہ رفتہ اس حسن کی سہار اور برداشت ہوتی جائے یوسف علیہ السلام کا حسن ایسا ہی تھا. مصر کی عورتوں نے دفعتہً دیکھا تھا برداشت نہ کرسکیں ہاتھ کاٹ لئے. بخلاف ان کے زلیخا کو سہار اور برداشت کی عادت ہو گئی تھی انہوں نے ایک دن بھی ہاتھ نہیں کاٹا. اس حسن کو حسن صباحت کہتے ہیں جس میں تامل کرنے سے اس کے دقائق ختم ہو جاتے ہیں

دوسری قسم حسن کی یہ ہے کہ دفعتہً تو متحیر نہ کرے مگر جوں جوں اس کو دیکھتا جائے برداشت سے باہر ہوتا جائے جس قدر غور کیا جائے اسی قدر دل میں گھستا جائے اسی کو ایک شاعر نے بیان کیا ہے سے

یَزِیْدُكَ وَجْهُهٗ حُسْناً ۔ اِذَا مَا زِدْتَهٗ نَظَراً

جیسے جیسے تو دیکھتا جائے گا آپ کے چہرہ میں حسن لحظہ بلحظہ بڑھتا ہوئے دکھائی دے گا.

اس کو حسن ملاحت کہتے ہیں اس کے دقایق ختم ہی نہیں ہوتے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ایسا ہی تھا کہ اس میں دفعتہً متحیر کر دینے کی شان ظاہر نہیں تھی. کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خدا داد عظمت وجلال کی ایک شان ایسی تھی کہ دیکھنے والے پر سب سے پہلے اس کا ایسا اثر پڑتا تھا جس کی وجہ سے دیکھنے والا آدمی مرعوب ہو جاتا تھا. اس کو حسن صورت پر آنکھ بھر کر نگاہ ڈالنے کی مہلت ہی نہیں ملتی تھی کہ متحیر ہونے کی نوبت آئے. كَمَا فِي حَدِيْثِ عَلِيٍّ مَنْ رَآهُ بَدَاهَةً هَابَهٗ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ فِي الشَّمَائِلِ -

شمائل ترمذی میں حضرت علیؓ سے روایت کی گئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دیکھتا تھا تو آپ کی عظمت وجلال کی وجہ سے ایک ہیبت اس پر طاری ہوتی تھی. البتہ جتنا کوئی زیادہ پاس رہتا اتنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اس پر کھلتا تھا. اور دن بدن دل میں گھر کرتا چلا جاتا تھا. اور اس وجہ سے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں. اگر آپ کا حسن بھی پہلے قسم کا ہوتا کہ دیکھتے ہی دفعتہً

متحیر ہو کر ہاتھ کاٹ لیتے تو رحمت کے خلاف تھا۔ اس لئے دوسری قسم کا حسن دیا گیا اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کمزور طبیعت کے جو لوگ ہوتے ہیں۔ وہ تو خون دیکھ کر چکر کھا کر گر جاتے ہیں جو بہادر قوی طبیعت ہوتے ہیں ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ایسا ہی مصر کی عورتیں کمزور طبیعت کی تھیں بے خود ہو گئیں، ہاتھ کاٹ لئے۔ صحابہؓ بہادر قوی طبیعت تھے گو حسن اپنا اثر کر رہا تھا مگر وہ بے خود نہ ہوئے۔

لَوَاحِیْ (اٰنِیْ لَوَائِمُ) زُلَیْخَا لَوْرَاَیْنَ جَبِیْنِیْ
لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَی الْیَدِ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن دل میں پیوست ہوتا تھا اگر آپ کو مصر کی عورتیں دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھوں کے دلوں کو کاٹ لیتیں۔

غرض عورتوں کے ہاتھ کاٹ لینے کا تو کچھ اعتبار نہیں۔ بے شک حسن یوسفؑ کا بہت شہرہ ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا نہ دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے۔ دونوں حسن میں کیا فرق تھا۔ کیا بتاؤں دونوں حسن کا نظارہ ہوتا اُدھر حسن یوسفؑ اِدھر جمال محمدیؐ تو کچھ تصفیہ ہوتا مگر اس وقت ہوش ہی کس کا ٹھکانے رہتا ہے

مرا طاقتِ دیدنِ او کجاست ؛ کہ بے خود شوم ہر کہ نامش برد

ان کے دیکھنے کی مجھ میں طاقت کہاں ہے ان کا نام کوئی لیتا ہے تو بیخود ہو جاتا ہوں۔

مصر کے عورتوں کی بے خودی، اور مغلوب الحال فریفتہ عورتوں کی بے حواسی، پھر خیر سے کافر۔ ان کا کیا اعتبار ذرا اللہ والے، کامل عقل والوں کی سنو کہ وہ ہمیشہ کیا کہتے رہے۔

قاضی عیاضؒ اپنی کتاب شفا میں روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے کہا مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْہِہٖ میں نے کوئی چیز خوبصورت زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے نہیں دیکھی سمجھانے کے لئے بہ مجبوری یہ کہنا چاہیئے گویا آفتاب آپ کے چہرہ مبارک سے برآمد تھا۔ ابوہالہؓ فرماتے ہیں یَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ آپ کا چہرہ نورانی چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ يَقُولُ نَاعِتُهُ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ آپ کے حسن وجمال کا بیان کرنے والا یہی کہتا ہے کہ میں نے آپ کا مثل نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد۔ اچھا مصر کی عورتیں بولیں بھی تو کیا بولیں مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ حضرت یوسفؑ کو دیکھنے والیوں نے یوسفؑ کو فرشتہ کہا جمال محمدی کو دیکھنے والے اللہ کے دیکھنے والے ہیں مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ جس نے حضرت کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ نور الٰہی جمال رسالت پناہی میں مختلف اعتبارات سے عیاں ہے سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ سارے جہاں کے معشوقوں سے زیادہ خوبصورت تھے جس کی نظر میں سارے حجابات اٹھاکر تمام اعتبارات مٹاکر مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً کا رنگ جاتا تھا مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ جس نے حضرتؐ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ جس نے حق کو دیکھا پھر وہ ناحق ادھر اُدھر کیوں بھٹکنے لگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حسنِ یوسفؑ بشری حسن کا آخری درجہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن جمالِ الٰہی کا آئینہ ہے ؎

بہت فرق ہے بلکہ بالکل جدا ؛ جبیب زلیخا حبیب خدا
اپنے یوسفؑ کو میرے یوسفؐ سے تو نسبت نہ دے
اے زلیخا اس پہ سر کٹتے ہیں اس پر انگلیاں
حسن یوسفؑ سے فزوں تر ہے رسول اللہ کا
وہ ہے نورِ چشم یعقوب اور یہ نور اللہ کا

حسن یوسفؑ پر پھر ایک نظر ڈالئے۔ جمال یوسفی کے فریفتہ یعقوب علیہ السلام تھے۔ جس میں شفقت پدری کا تھی۔ جس کو کسی حسن کی بھی ضرورت نہیں

یا فریفتہ زلیخا تھی جس کا بہ تقاضائے طبع بشری کسی حسین پر فریفتہ ہو جانا کچھ تعجب نہیں. ہاں تعجب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں سے کہ ان کو کوئی علاقہ محبت کا اور کوئی تقاضہ عشق کا نہیں تھا. جیسے ابوبکرؓ. عمرؓ. بلالؓ ثوبانؓ وغیرہ ہزارہا اصحاب تھے. دو چار برس کے لئے نہیں بلکہ جب تک جان میں جان تھی حضرتؐ کے فریفتہ رہے. زلیخا کی طرح جب اپنی عزت پر آئی علیحدہ نہ ہوئے عزت و آبرو و جان و مال سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا. حسن ظاہری کے گرفتاروں پر جو جو مصیبتیں آتی ہیں وہ حضرتؐ کے مشتاقوں پر بھی آئیں طلب کی رسوائی - دردِ فراق وصدمہ ہائے جدائی اٹھائے، وطن چھوڑا مفلس ہوئے. جوانی برباد کی. دولتِ دنیا کچھ نہ رہی. اس حسن میں کیا اثر تھا سب کچھ سہا مگر ایک لحظ علیحدہ نہ ہوئے.

حسنِ یوسفؑ کو ذرا تو لو کہ زلیخا جیسی عاشق جب خاوند کا خوف ہوتا ہے علیحدہ ہو کر یوسفؑ پر تہمت لگاتی ہے. اب آپ ہی دونوں حسن میں کیا فرق ہے سوچ لیجئے.

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کے ایسے دل جلے نکلے کہ ان کے دل کی آگ مغرب سے لگی تو مشرق تک نہ بجھی. ہزاروں لاکھوں بچے ہوں یا جوان یا بوڑھے جل بھن رہے ہیں. ایسی جلن کہ فقط نام سنا اور دم نکل گیا فقط آدمی ہی نہیں ؎

ناوک نے اس کی صید نہ چھوڑا زمانہ میں ؛ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

یہ وہ حسن ہے کہ جن و ملک حجر و شجر سب مست ہیں.

ستونِ حنانہ کا عشق اور اس کی گریہ وزاری سب کو معلوم ہے حضرت یوسفؑ کے حسن نے بھی کیا ایسا شور بپا کیا ہے.؟ ایک واقعہ سناتا ہوں اس سے آپ حسنِ محمدیؐ کا اندازہ کیجئے. ایک صحابی نہایت بدصورت تھے اسی وجہ سے لوگ ان کو سورِ اسود کہتے تھے. رنگ سیاہ تھا. ایک روز انہوں نے دربار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ میری کالی صورت اور بدشکلی جنت میں جانے سے کیا مجھ کو روک
گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں جانا کالے گورے پر موقوف
نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور رسول کے احکام کی پابندی کرنا ہی تم کو جنت میں
لے جائے گا۔ اس وقت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شریعت کا پابند ہوں اور دل
سے توحید اور رسالت کا قائل ہوں تو حضرتؐ نے فرمایا بس سعدؓ تم جنتی ہو، اس پر سعدؓ
نے عرض کیا یا رسول اللہ مدینہ کے لوگ مجھے حقارت سے دیکھتے ہیں میری صورت سے
نفرت کرتے ہیں۔ میں قوم کا شریف ہوں مگر کوئی مجھ کو لڑکی نہیں دیتا ہے۔ میرا
پیام جہاں جاتا ہے تو لوگ مجھ سے تمسخر کرتے ہیں۔ اور ایک مدت سے نکاح کی آرزو
ہے مگر مجھ کو کوئی عورت قبول نہیں کرتی ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سعدؓ تم فکر مت کرو، عمرؓ بن وہبؓ
کے پاس جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح تمہاری لڑکی سے کر دیا
ہے۔ سعدؓ خوش ہو کر عمرؓ کے گھر گئے۔ عمرؓ ذرا تند مزاج تھے یہ سن کر بہت بگڑے
غصے میں سعدؓ کو کچھ کہہ دیا۔ سعدؓ وہاں سے واپس ہونے لگے تو عمرؓ کی لڑکی جو نہایت
حسین اور خوبصورت تھی۔ پردے سے باہر نکل آئی اور لگی کہنے کہ تم لوٹ کر تو آؤ اے
سعدؓ اور کہا ؎

میں تمہاری ہوں کنیز اس میں نہیں مجھ کو کلام

"کر دیا ہے میرا محبوب خدا نے گر عقد تو میں اس عقد سے منکر نہیں تا روز قیام"

پھر اس لڑکی نے باپ سے کہا ابا تم کس کے حکم سے انکار کر رہے ہو اپنی نجات
کی فکر کرو۔ جاؤ دربار نبیؐ میں اور اپنے قصور کی معافی مانگو رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم
نکاح کر دیں تو ہم کو کیا عذر ہے۔ یہ سنتے ہی عمرؓ چونک گئے۔ اور دربار نبوی میں آ کر بہت
معذرت کی اور عرض کیا کہ میں سعدؓ کے قول کو جھوٹا سمجھا تھا غرض ان کا قصور معاف کیا
گیا۔ سعدؓ کو حکم ہوا جاؤ آج سے دلہن کے پاس رہو۔ سعدؓ خوش خوش بازار میں جا کر دلہن
کے لئے عطر اور پوشاک خرید رہے تھے کہ یکایک کان میں آواز آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف سے کوئی منادی کر رہا ہے کہ مسلمانو! رسول اللہ کے ساتھ جہاد کو چلو یہ سنتے ہی سعدؓ اپنے برسوں کی آرزو کو بھولے، دلہن کو بھولے بجائے کپڑوں کا جوڑا خریدنے کے تلوار اور گھوڑا خریدا اور فوج کے ساتھ شریک ہوگئے میدان جنگ میں اس قدر لڑتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ حضرتؐ نے فرمایا یہ کونسا سوار ہے ان کا نام کیا ہے کہ ان کا گھوڑا زخمی ہو کر بے کار ہوگیا ہے یہ پیدل ہو کر دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے ہیں جس سے دشمنوں کی صفیں درہم برہم ہو رہی ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور یہ سعدؓ ہیں جن کا نکاح عمر کی لڑکی سے فرمایا گیا تھا۔ شب زفاف کو چھوڑ کر حضرتؐ پر قربان ہونے کے لئے میدانِ جنگ میں آگئے ہیں۔ غرض سعدؓ بہت شجاعت دکھا کر شہید ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر گود میں لیا اور خاک اس سے پونچھ کر دفن کر دیا اور سعدؓ کی دلہن کو یہ پیام بھیجا کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے دولہا کی شادی فردوس کی حور سے کر دی۔

اب رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یوسف علیہ السلام کو کل عالم کا آدھا حسن دیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محاورہ یہ ہے کہ کہنے والا تعریف کے جملہ میں اپنے کو شریک نہیں کیا کرتا۔ اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرتؐ کے سوا سارے عالم کا آدھا حسن دیا گیا ہے۔ اس ساری تقریر سے ثابت ہوا کہ جیسے حضرتؐ سردار انبیاء ہیں۔ ایسا ہی آپ کا حسن بھی سب سے اور حضرت یوسفؑ سے بھی بڑھا ہوا ہے اب ایک بات اور قابل سننے کی ہے۔

سالکوں کے دل کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض، کبھی بسط کبھی سکر اور کبھی صحو۔ انوار کے غلبہ سے امتیاز اٹھ جانا سکر ہے۔ پھر اپنی اصلی حالت عود کر آنا صحو ہے۔ آثار لطف و فضل کے وارد ہونے سے دل کو فرحت ہونا بسط ہے۔ آثار عظمت و استغنا سے دل گرفتہ ہونا قبض ہے ایسے مختلف احوال آنا تلوین ہے دل کی حالت کا یکساں رہنا تمکین ہے صاحب تلوین صاحب حال ہے ابھی راستہ میں ہے اور صاحب تمکین واصل ہو چکا ہے اس

کی حالت کمال کے ساتھ مثل عوام کے ہو جاتی ہے کوئی اس کو کامل پہچان نہیں سکتا۔ مصر کی عورتیں صاحب تلوین تھیں جن پر سکر و محو کی مختلف حالتیں وارد ہو رہی تھیں اور زلیخا صاحب تمکین تھیں جو کمال عشق کو پہنچی ہوئی تھیں ایسا ہی حضرت یوسفؑ کے دیکھنے والے صاحب تلوین تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے صاحب تمکین۔ سب کچھ اندر تھا مگر ظاہر کچھ نہ دکھا بخلاف یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والے کہ ان میں کبھی تڑپ ہے تو کبھی ہاتھ کاٹ لیتا ہے۔ حسن کو دیکھنے والے ابھی عشق کے راستے میں تھے۔ جمالِ محمدی کے دیکھنے والے کمال عشق کو پہنچے ہوئے تھے۔

الغرض حضرت یوسفؑ جب سامنے آئے اور عورتوں کی نظر حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال پر پڑی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ بدحواسی میں چاقو سے پھل کی جگہ اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اب زلیخا کو موقع ملا۔ کہنے لگیں کیوں بی بیو تمہارے حواس کہاں گئے۔ ہوش تو ٹھکانے کرو۔ میں تو ایک۔ دن بھی ایسی بدحواس نہیں ہوئی سب نے شرمندہ ہو کر کہا کہ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ زلیخا ہم قسمیہ کہتے ہیں ہم نے آج تک اس حسن و جمال کا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ یہ تو کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب زلیخا نے دیکھا کہ یہ سب عورتیں حضرت یوسفؑ کی دیوانی ہو گئی ہیں۔ اور بے حد تعریف کر رہی ہیں تو زلیخا نے کہا دیوانیو! دوسرے کو نصیحت اور اپنے آپ کو فضیحت کچھ تم کو یاد ہے تمہیں ہوتا کہ یہ کہہ کر مجھے تمام دنیا میں بدنام کیا کہ عزیز مصر کی عورت اپنے غلام سے بڑی خواہش رکھتی ہے اور بہت کچھ تم نے کہا ہے۔

ایں ست کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را
بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

یہی تو ہے جس نے بہت سے بے قراروں کا دل لیا اور آفت ڈھائی ہے اگر کسی میں دیکھنے کی تاب ہے تو بسم اللہ آیئے قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ یہ تو وہی ہے جس کے لئے تم مجھے ملامت کرتی تھیں اب بتاؤ میرا

اس غلام پر دل آنا سچا تھا یا جھوٹا۔ سب عورتوں نے کہا بے شک زلیخا تمہارا ہی دل ہے ہمارا
تو ایک جھلک میں یہ حال ہوگیا تمہارا کیا حال ہوگیا ہوگا۔ دل چھلنی ہوگیا ہوگا۔ آفریں ہے
تمہارے صبر پر جو تم اپنے ہوش میں ہو۔ عورتوں کی یہ مہربانی دیکھ کر زلیخا بھی کھل گئی اپنے
دل کا حال کہنے لگی اے غمخوار بی بیو! میں اپنی داستان تم سے کیا کہوں۔ میری بڑی درد بھری
کہانی ہے مختصر یہ ہے کہ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ میں نے یوسفؑ کو
دام میں لانے کے لئے جو کچھ نہ کرنا تھا وہ کیا۔ مگر یہ میرے قبضہ میں نہیں آئے۔ صاف بچ
کر نکل گئے۔ خیر جاتے کہاں ہیں میں بھی اپنے نام کی زلیخا ہوں جو اس کا مزہ اس کو نہ چکھاؤں
تو میرا نام دوسرا رکھنا۔

اب بھی کہتی ہوں کہ یہ راستی پر آجائے مجھے زیادہ نہ ستائے اور نہ جلائے
ورنہ قید خانہ میں عمر بھر سڑنا پڑے گا۔ پھر میرے جلانے کا مزہ آجائے گا۔ ساری عزت
ذلت سے بدل جائے گی۔

الغرض جب زلیخا نے دیکھا کہ اپنا جادو چل گیا۔ شہر کی عورتیں جس منہ سے یوسف
علیہ السلام کو غلام غلام کہہ کر طعنہ دیتی تھیں اب یوسف علیہ السلام کے حسن کی قائل ہوکر
اسی منہ سے ان کو فرشتہ کہنے لگیں ہیں تو زلیخا نے ان عورتوں کے سامنے اپنا بھید سارا کہہ
سنایا۔ اور کہا کہ میں نے یوسفؑ کو طرح طرح سے پھسلایا وہ کسی طرح میرے قابو میں نہیں آتے
ہیں۔ لیکن ابھی یوسف کو ایک اور موقع دیتی ہوں اگر اب بھی یوسفؑ راضی نہ ہوئے تو
پھر قید ہے اور ذلت اور رسوائی یہ سُن کر مصر کی عورتیں بولیں زلیخا ہم کو تمہارے حال
پر ترس آتا ہے۔ ایک مرتبہ ہم کو اجازت دو کہ تنہائی میں ذرا یوسف کو سمجھائیں۔
زلیخا تو صاحب غرض تھی اجازت دیدی۔ مصر کی عورتوں کو زلیخا سے کیا ہمدردی تھی
وہ تو صرف اپنا مطلب نکالنا چاہتی تھیں کہ ایک بار اور یوسفؑ کو دیکھیں۔ اجازت ملتے
ہی سب کے سب خوش ہوکر یوسفؑ کے پاس پہنچیں اور کہا اگر آپ اپنی یہی روش رکھیں
گے ایسے ہی نیک اور پارسا بنے رہیں گے تو یقیناً آپ پچھتائیں گے۔ دیکھو زلیخا آپ کی
جاں نثار آپ پر اپنی جان و مال قربان کرتی ہے آپ ہیں کہ اس سے کھچے ہوئے

ہیں۔ زلیخا تمہاری عاشق زار ہے کبھی تو اس کو نگاہ بھر کر دیکھو۔ ہماری تو رائے ہے کہ آپ زلیخا کا کہا مانئے جو وہ کہتی ہے سنئے۔ یوسفؑ تم بھی عجیب تماشے کے آدمی ہو۔ اجی جوانی کی راتیں، مرادوں کے دن ہیں۔ خوش رہو۔ دنیا جہاں کے مزے لوٹو۔ یوسفؑ پھر ہم آپ کو سمجھاتے ہیں کہ آپ زلیخا کی بات مان لیجئے۔ زلیخا پر نہیں تو خیر اپنے آپ پر تو رحم کرو۔ دیکھو زلیخا بہت بگڑی ہوئی ہے ورنہ وہ آپ کو قید خانہ میں بھجوا دے گی اور آپ کی ساری عزت برباد ہو جائے گی۔ ہاں ہم قایل ہیں کہ بعض وقت اپنے چاہنے والے سے نفرت ہوتی ہے۔ دل نہیں ملتا تو خیر آپ سرسری طور پر زلیخا کی بات تو سن لیجئے باقی ہم تو حاضر ہیں۔ ایک ایک ہم میں کی حسن و جمال میں نظیر نہیں رکھتی ہے۔ جس کو آپ پسند فرمائیں ہم جان و دل سے حاضر ہیں۔ لیجئے یک نہ شد دو شد بلکہ ہزار شد ایک زلیخا سے ہی پیچھا چھڑانا مشکل تھا اب سینکڑوں عورتیں لپٹی جاتی ہیں۔ حضرت یوسفؑ ان عورتوں کے نرغہ میں ہیں۔ خوف الٰہی سے کانپتے ہوئے دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیا اور یہ کہنے لگے" الٰہی اب بتا میں کیا کروں۔ ان عورتوں نے میرا ناک میں دم کر دیا ہے" قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ میرے پروردگار جس بُرے کام کی طرف یہ عورتیں بلا رہی ہیں اس سے قید خانہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس لئے ؎

بہ نامحرم نظر دل را کند کور ⁂ ز درگاہ قرب افگند دُور

نامحرم پر نظر ڈالنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے۔ یہ نظر ڈالنا اللہ کے قرب سے دور کر دیتا ہے۔

جب تجھ سے دوری ہو تو پھر ساری لذتوں کو لے کر کیا کروں

مسلمانو! حضرت یوسفؑ تم کو سبق دے رہے ہیں کہ جب معصیت اور مصیبت کا مقابلہ ہو۔ معصیت سے بچنے کی اور کوئی راہ باقی نہ رہے تو اس وقت سخت سے سخت مصیبت بھی ہو تو کشادہ پیشانی اور خوشی سے اختیار کر لو مگر معصیت کو ہرگز نہ اختیار کرنا۔

حکایت سعدیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ

دریا کے کنارے پڑے ہیں تیندوے کا زخم لگا ہے اور کسی دوا سے اچھا نہیں
ہو رہا ہے۔ سخت تکلیف ہے۔ مگر ہمیشہ خدائے تعالےٰ کا شکر کرتے رہتے ہیں۔
ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کس بات پر شکر ادا کر رہے ہیں تو ان بزرگ
نے فرمایا شکر اس کا کرتا ہوں کہ مصیبت کو پسند کرتے ہیں مگر معصیت میں رہنا
نہیں پسند کرتے۔ اس لئے کہ آخرت کے ضرر کے سوا دنیا کے ضرر بھی انکے سامنے موجود ہیں
بڑا ضرر یہ ہے کہ گناہ سے دل پر کدورت آجاتی ہے اور یہ خدا سے دور
کرتی جاتی ہے۔ اس کے امتحان کے لئے ایک ہفتہ گناہ چھوڑ کر نیکیاں کرتے رہیئے
پھر دیکھئے دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر اگر گناہوں میں مبتلا رہو
گے تو اس وقت بھی دیکھئے دل کی کیا حالت رہتی ہے خود آپ تصفیہ فرمائیں گے
ہم اپنی بدتمیزی سے گناہ کے ضرر کو لذت سمجھ رہے ہیں۔ مگر یاد رکھئے یہ لذت
ویسی ہے جیسے کھجلی والے کو کھجلاتے وقت تو لذت معلوم ہوتی ہے مگر بعد میں
جلن اور سخت تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی گناہ میں اب لذت ہے، مزہ آتا ہے۔
مگر یہی مزہ کل آٹھ آٹھ آنسو رلائے گا۔ دوستو! تم کو خدا کے طاعت کی لذت
ملی ہی نہیں اگر وہ ملتی تو حضرت یوسفؑ کی طرح گناہ کی لذت ہیچ معلوم ہوتی حضرت
یوسفؑ سے پوچھو کہ خدا کی طاعت میں کیا مزہ ہے جو ایسی پریوں کو چھوڑ کر قیدخانہ
پسند کر رہے ہیں۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ گناہوں میں اس لئے لذت مل رہی ہے کہ
خدا کے طاعت کی لذت معلوم ہی نہیں۔ دیکھو مینڈک کیچڑ میں رہتا ہے اسی
میں پیدا ہوا ہے۔ اس نے شفاف پانی دیکھا ہی نہیں۔ اس کو کیا معلوم کہ شفاف
شیریں پانی میں کیا لطف ہے۔ اگر کسی شفاف شیریں پانی پر گزر ہو تو جب معلوم
ہوگا کہ اب تک کس خرابی میں عمر گذری۔ ایسے ہی ہم نے ہوش سنبھالا تو خود کو اور
اس پاس کے سب لوگوں کو گناہوں کے گندے پانی میں دیکھا۔ طاعت کے شفاف
پانی کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر کبھی طاعت کا مزہ لگے تو معلوم ہوگا اور پچھتائے گا کہ
افسوس عمر اب تک کس خرابی میں گزاری۔ اگر ایک طبیب کہہ دے کہ اس غذا

میں یہ ضرر ہے تو یقین آجاتا ہے۔ فوراً رک جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ گناہ میں یہ ضرر ہے تو کیوں یقین نہیں آتا کیوں نہیں رکتے طبیب کے کہنے کے موافق جو ضرر ہوگا وہ تو چار چھ گھنٹے میں معلوم ہوگا اور گناہ کا جو ضرر ہے وہ شروع تو ہوگیا ہے دل میں کدورت جم رہی ہے دل کو سیاہ کر رہی ہے۔ مگر موت کے ساتھ ہی وہ ضرر معلوم ہونے لگے گا۔

دوستو! موت کا کیا بھروسہ ہے۔ کیا معلوم کہ یہی وقت آخری ہو۔ بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے مر گئے۔ چلتے چلتے گرے اور مر گئے۔ پھر ہم کس دھوکے میں ہیں۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہم موت اور عاقبت کو بھولے ہوئے ہیں پھر قبر کا مرحلہ ہے۔ پھر قیامت کا میدان اور وہاں کی مصیبتیں ہیں۔ یہ سب ہمارے سامنے آنے والی ہیں۔ اس وقت گناہ کا ضرر معلوم ہوگا۔ پچھتائیں گے اس وقت پچھتانے سے کیا فائدہ خدا کے دوستوں کے اسی وقت وہ سب سامنے ہے اس لئے یوسف علیہ السلام کی طرح گناہوں سے بھاگتے ہیں۔ بخلاف ہمارے کہ بعض تو گناہ کو گناہ سمجھ کر کر رہے ہیں اور بعض تو گناہ کرتے ہیں اور اس پر جراءت یہ کہ اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ یہ مجرم نہیں یہ خدا کے باغی ہیں۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی ﴿ کیں رہ کہ تو میروی بترکانست

حاجو! میں ڈرتا ہوں کہ تم کعبہ کو نہیں پہنچ سکو گے جس راستہ پر تم چل رہے ہو وہ کفرستان کو جاتا ہے۔

دوستو! یہ راستہ جو ہم چل رہے ہیں۔ مدینہ کو نہیں جاتا۔ یورپ کو جاتا ہے اللہ بچائے اس فتنہ سے ابھی وقت ہے سنبھلو، خدا کے لئے سنبھلو۔

دوسرا سبق حضرت یوسف یہ دے رہے ہیں۔ مسلمانوں! جب تم پر کوئی مصیبت آئے نجات کی کوئی راہ نہ ملے تو جھٹ خدا ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ جیسے حضرت یوسفؑ نے جب عورتوں سے بچاؤ کی صورت نہیں دیکھی تو فوراً خدا کی طرف متوجہ ہو کر یہ دعا کر رہے ہیں جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اس سے تو

مجھے قید ہو جانا پسند ہے۔"

وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ الٰہی صورت حال تیرے سامنے ہے میں ایک عاجز انسان ہوں تیرے بغیر بچائے نہیں بچ سکتا۔ اگر تو نے میری خبر نہ لی تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ میاں! اب سنبھالو مجھ کو اب وقت مدد کا ہے اگر اس وقت بھی آپ نے اس فتنہ کو نہ روکا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اس گناہ کو کر نہ بیٹھوں تیری معصیت جو نادانی کا کام ہے اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

صاحبو! ان الفاظ پر بار بار غور کیجئے یہ الفاظ ایک برگزیدہ نبیؑ کے ہیں جو سخت ترین امتحان میں پاک وصاف ثابت ہو چکا ہے اب بھی وہ اسی عاجزی کے ساتھ اپنے مالک کے سامنے دعا کر رہا ہے۔ گویا ان کو اپنی حالت پر ذرا اعتماد نہیں۔ ہاں گناہوں سے بچنے کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ اپنے تقوے پر ہرگز بھروسہ نہ کرے نفس سے ہمیشہ بدگمان رہے کہ یہ گناہ کو نیکی کی صورت میں دکھاتا ہے اور اور گناہ کے اسباب سے دور بھاگتے رہیں۔ جیسے بے گانی عورت سے بلا ضرورت بات کرنا یا اکیلے مکان میں بے گانی عورت کے ساتھ رات کو رہنا یہ گناہ کے اسباب ہیں۔ اس طرح کے اسباب سے بچتے رہنا تقویٰ ہے۔

صاحبو! حضرت یوسفؑ کے اس دعا پر پھر غور کیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت یوسفؑ پر بے حد خدا کا خوف چھایا ہوا ہے۔ کچھ ایسے پریشان ہیں کہ ذرائع نجات بھی بھول گئے ہیں جو عورتوں سے قید کا ذکر سنا دعا مانگنے لگے۔

حدیث فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اخی یوسفؑ ان عورتوں سے بچنے کی خدائے تعالیٰ سے دعا کرتے اور قید کا نام نہ لیتے تو یقیناً وہ ان کو عزت کے ساتھ ان عورتوں سے رہائی دیتا۔ خود یوسفؑ نے قید خانے وہ کی جس کو خدا تعالیٰ نے تبدیل کر دیا اگر عافیت مانگتے تو قید خانے میں جانے کے ان عورتوں سے رہائی مل جاتی اس لئے بجائے کو نہ مانگے بلکہ عافیت مانگے۔ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ اللہ تعالیٰ نے

حضرت یوسفؑ کی دعا قبول فرمائی فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ عورتوں کا مکر ان سے دور کر دیا۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وہ دعا کا سننے والا ہے۔ تمام پیغمبروں کی وہ دعاؤں کو قبول کیا کرتا ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا ہے دعا کرنے کا۔ اور ان دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے باوجود اس کے دعا قبول ہونے میں دیری ہوتی ہے اس سے دل تنگ نہ ہونا چاہیئے برابر دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

حکایت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ طواف کرتی جاتی ہے اور یہ کہتی ہے الٰہی تو نے فرمایا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ میں کئی سال سے دعا کر رہی ہوں تو قبول نہیں کرتا۔ غیب سے آواز آئی اے عورت! ہم کو تجھ سے محبت ہے۔ تیرا ہم کو یاد کرنا ہمارے سامنے دعا کرنا بہت پیارا معلوم ہوتا ہے اگر تیری دُعا قبول ہو جائے گی تو پھر تو ہمارے سامنے دعاء نہیں کرے گی۔ اس لئے ہم تیری دُعا قبول کرنے میں دیر کر رہے ہیں۔

دوستو! جب ہمارا گڑگڑانا خدا کو پسند ہے قبول ہونے نہ ہونے کو مت دیکھو۔ دعا کیئے جاؤ کبھی تو بعینہ وہی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ کبھی اس دعا کا قبول کیا جانا بندے کو ضرر دینے والا ہوتا ہے تو اس دعا کی قبولیت کی شکل دوسری طرف پلٹا دی جاتی ہے۔

حضرت یوسف کے دعا قبول ہونے کا یہ اثر ہوا کہ مصر کی عورتیں جب حضرت یوسف سے مایوس ہو گئیں تو زلیخا سے آکر کہا کہ ہم نے یوسفؑ کو سمجھانے میں کوئی بات باقی نہیں رکھی۔ اب ہم یوسفؑ سے نا امید ہو گئے ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اب یوسف کسی طرح ماننے والے نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ چند روز ان کو قید خانہ میں بھیج دیا جائے۔ قید خانہ کی تکلیفوں سے گھبرا کر شاید تمہاری طرف رجوع کریں۔ اور تمہاری بات سن لیں۔ یہ سن کر زلیخا آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور مصر کی عورتوں کے مشورے پر غور کیا تو اس کو یوسفؑ کے قید کرانے میں اپنے مطلب نکلنے کی امید ہو لی تو کہنے لگی ہاں ٹھیک تو ہے قید خانے کی تکلیف سے گھبرا کر وہ ضرور میرے طرف متوجہ ہو جائیگا

دل میں یہ طے کر کے عزیز مصر کو بلوایا۔ اور اس سے کہا کہ میں اس غلام سے بیحد بدنام ہو گئی ہوں۔ اس غلام کے متعلق میں اس سے زیادہ ذلت نہیں برداشت کر سکتی۔ میری رائے ہے کہ اس غلام کو چند روز کے لئے قید خانہ میں بھیج دیا جائے تاکہ مجھ سے بدنامی ہٹے عزیز مصر تو نکیل پڑا اونٹ تھا اس کی نکیل زلیخا کے ہاتھ میں تھی زلیخا کے باتوں میں آگیا۔ زلیخا کا مکر چل گیا۔ عزیز دھوکا کھا گیا۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ

یوسف علیہ السلام کے پاک اور بے گناہ ہونے پر کئی نشانیاں قائم ہو چکی تھیں۔ پاکیزگی طبع۔ معصومانہ حالت، باوجود ان کی قیمت دینے کے خزانہ جیسا کا ویسا رہنا آپ کے حسن کو دیکھ کر مخلوق کا فریفتہ ہونا مرنا، بتوں کا سجدہ کرنا، کرتہ کی ہیئت، دودھ پیتے بچے کا گواہی دینا، خود عزیز کا عورت پر الزام دیدینا، حضرت یوسف ؑ سے درگزر کرنے کی درخواست کرنا۔ یہ سب نشانیاں دیکھ لینے کے بعد پھر عزیز وغیرہ کی رائے یہ ہوئی کہ کچھ مدت کے لئے حضرت یوسف ؑ کو قید رکھیں۔ بدنامی دور ہوگی یوسف ؑ کے جدا ہونے سے پھر فتنہ نہیں رہے گا۔ لوگوں نے پوچھا قصور زلیخا کا۔ یوسف ؑ کیوں قید کئے جا رہے ہیں۔ عزیز نے جواب دیا۔ یوسف ؑ میرا غلام ہے۔ میں نے اس کو خریدا ہے میرا اختیار ہے جو چاہوں کروں۔

ایسے ہی خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا کے قید خانہ میں قید کیا ہے۔ مصیبتیں دیتا ہے اس لئے کہ سب غلام ہیں وہ مالک ہے۔ مالک کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے۔ صاحبو! سچ کہو آپ کی ایک الماری ہے اس میں بیوپار کا مال رکھا ہوا ہے۔ تینوں خانے بھرے ہوئے ہیں۔ اوپر کے خانے میں جو قیمتی تھان ہیں ایک تھان نکال کر آپ نے نیچے کے خانے میں رکھ دیا۔ اور نیچے کا تھان اوپر کے خانے میں۔ گو اس میں تھان کے خلاف مرضی ہوا مگر تھان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کیوں کیا۔ مالک کو اختیار ہے جہاں چاہے رکھے جو چاہے کرے ہم کو اعتراض کا کیا حق ہے۔ حضرت یوسف نے یہی سمجھا اور اس پہ خوش ہیں جیسے کسی شخص کو دنیل

ہو جائے اور اگر ڈاکٹر صاحب نشتر لگائیں گو درد ہو گا آنکھوں سے آنسو نکل آئیں گے مگر جب یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں مصلحت ہے دل سے راضی ہوں گے ڈاکٹر صاحب سے دل میں کدورت نہ ہوگی۔ اسی لئے پیغمبروں پر کیسی کیسی سخت مصیبتیں آتی ہیں جس سے ان کی شان اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے مگر وہ ان مصیبتوں کو کشادہ پیشانی اور خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔

عزیز مصر کے تین قید خانے تھے۔

سِجْنُ الْقَتْلِ زمین میں چالیس گز گہرا کھدا ہوا تھا۔ جب بادشاہ کسی پر غصہ ہو کر قتل کرنا چاہتا تھا تو اس کو اوپر سے چھوڑ دیتا تھا۔ وہ کچھ ایسا بنایا گیا تھا کہ تہہ تک قیدی پہنچتے پہنچتے مر جاتا تھا۔

سِجْنُ الْعَذَابِ (یہ بھی) زمین میں کھدا ہوا تھا اس میں سانپ اور بچھو تھے۔ اس قدر اندھیرا جس میں رات اور دن میں فرق نہیں کر سکتے تھے اس میں ڈال کر عذاب دیا جاتا تھا۔

سِجْنُ الْعَافِيَةِ وہ زمین کے اوپر تھا اور عزیز کے محل کے بازو۔ جب کسی پر معمولی غصہ کرتے تھے تو اس میں بھیجتے تھے۔ اسی قید خانۂ عافیہ میں یوسفؑ کو بھیجے ہیں

مصر بھر میں آج یہ غل مچ گیا ؛ حکم یوسفؑ کو ہوا ہے قید کا
مرد و عورت سب کے سب رونے لگے ؛ آنسوؤں کے مصر میں دریا بہے
ساتھ اس کے یہ شہرت بھی ہوئی ؛ کل سواری قید خانہ جائے گی

دوسرے دن صبح ہی زلیخا اور عزیز کا حکم حضرت یوسف کے نام پہنچا کہ آپ کو وزارت کے دربار سے قید خانہ میں بھیجنے کا حکم ہوا ہے۔ لہٰذا اٹھیے اور قید خانہ چلیئے حکم حاکم تھا سپاہیوں نے مجبوراً یہ حکم سنایا۔ مگر ان کے بھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے حضرت یوسف کھڑے ہوئے اور اپنے آپ کو ان سپاہیوں کے قبضے میں دے دیا بسم اللہ کہہ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔

زلیخا نے کہلا بھیجا یوسفؑ تم نے مجھ کو تھکا دیا۔ میری ساری آرزوں پہ پانی

پھیر دیا جس طرح تم نے مجھ کو عذاب میں رکھا تھا ایسا ہی اب میں تم کو عذاب میں رکھتی ہوں۔ ریشمی کپڑوں کی جگہ کمبل کا لباس پہننا پڑے گا۔ جو تمہارے جسم کو کھا جائے گا۔ زیوروں کی جگہ بھاری بیڑیاں پاؤں میں ہوں گی۔ جو پاؤں کو زخمی کر دیں گی۔ جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا کپڑے زیور اتار لیے گئے۔ کمبل کا لباس پہنایا گیا۔ لوہے کی بیڑیاں ڈالی گئیں سپاہیوں کی حراست میں قید خانہ کی طرف چلے۔ حضرت یوسفؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے عرض کیا الہٰی تو خوب جانتا ہے باپ کے جدائی کا غم گیا ہی نہیں۔ بھائیوں کے ظلم سے وطن چھوٹا، بے وطن ہوں، ایک تازہ مصیبت آئی ہے۔ اس ذلت اور اس حالت سے قید خانہ چلا ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام فوراً آپہنچے۔ بہت کچھ تسلی دی اور فرمایا" یوسف زلیخا راستہ پر کھڑی ہے کہ یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔ کس طرح بے قرار ہوتے ہو کس کی سفارش لاتے ہو۔ خبردار غمزدہ نہ رہنا۔ ہنستے ہوئے خوش خوش چلنا۔ آپ چلئے تو ہم آپ کے لئے قید خانہ کو باغ بناتے ہیں" دو طرفہ مخلوق اس کثرت سے کھڑی تھی کہ کاندھے سے کاندھا چل رہا تھا۔ حضرت یوسفؑ کی سواری وہاں سے گذری۔ ایک ایک کو مایوسانہ اپنی بھولی بھالی صورت دکھاتے ہوئے قید خانہ جا رہے تھے۔ جب لوگوں نے آپ کو اس حال میں دیکھا تو کسی سے ضبط نہ ہو سکا۔ مخلوق اس قدر روئی کہ ہچکیاں بندھ گئیں بازار میں ایک کہرام مچ گیا۔ ہر ایک زلیخا کو برا کہتا تھا۔ ہائے! ظالم تو نے یہ کیا کیا ہائے یہ کیسی چاند کی صورت اس پر یہ ظلم یہ وقت بھی حضرت یوسفؑ کے لئے کیسا مبارک تھا۔ لکھو کھا فرشتے اور جبرئیل یوسف کے جلو میں چل رہے تھے۔ آسمانوں کے دروازے بالکل کھلے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے مسافر اور بے وطن قیدی کو نظر رحمت سے دیکھ رہا تھا۔ زلیخا بھی کھڑی یہ جلوس دیکھ رہی تھی۔ پکارنے والا پکار رہا تھا۔

هٰذَا غُلَامٌ مِنْ كَنْعَانَ وَالْعَزِيزُ عَلَيْهِ غَضْبَانُ یہ کنعانی غلام ہے اس پر عزیز مصر کا غصہ ہے۔

یوسف علیہ السلام اس کے جواب میں کہتے تھے هٰذَا خَيْرٌ مِنْ غَضَبِ الرَّحْمٰنِ یہ بہت بہتر ہے اللہ کے غضب سے وَمَعْصِيَتِ الدَّيَّانِ۔

اللہ تعالیٰ اور اس کی نافرمانی سے وَدُخُوْلِ النِّیْرَانِ اور آگ میں جانے سے اور
وَسَرَابِیْلِ الْقَطْرَانِ گندھک کا لباس پہننے سے۔

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے کے دروازے پر پہنچے تو رونے لگے۔ حضرت جبرئیل
نے پوچھا کیوں روتے ہو یوسف۔ آپ فرماتے ہیں میں اس لئے روتا ہوں کہ قید خانہ میں
کوئی پاک جگہ نہیں ہے کہ اس میں نماز پڑھوں۔ جبرئیل نے فرمایا آپ قید خانہ میں جہاں
چاہیں نماز پڑھیں۔ قید خانہ کے اندر باہر چالیس گز تک زمین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے
لئے پاک کر دیا ہے۔ حضرت یوسفؑ قید خانہ میں داخل کئے گئے ؎

چوں آں دل زندہ در زنداں درآمد ٭ بجسم مردہ گوئی جاں در آمد

جب وہ زندہ دل یوسفؑ قید خانے میں آئے ہیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ
گویا مردہ جسم میں جان آگئی ہے۔

بہ ہر جا یار گل رخسار گردد ٭ اگر گلخن بود گلزار گردد

جہاں کہیں پھول کے مانند رخسار والے کا گزر ہوتا ہے تو وہ اگر گھورا دگھڑ
ہو تو باغ بن جاتا ہے۔

تمام قیدیوں میں ایک عید ہو گئی۔ قیدیوں نے کہا چاند شہر سے غروب ہو کر
قید خانہ میں نکل رہا ہے۔ زہے نصیب ہمارے! اور زہے قسمت ہمارے!

الغرض یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں پہنچا دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد زلیخا
کی طرف سے جوان آیا۔ قید خانہ کے داروغہ کو حکم پہنچایا کہ یہ قیدی نہیں ہمارا سرتاج ہے
کسی مصلحت سے چند روز کے لئے قید کیا گیا ہے۔ اس کی خاطر و مدارات ایسی کرنا جیسے
بادشاہوں کی کرتے ہیں۔ خبردار ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔ فوراً طوق و
بیڑیاں نکال دی جائیں قیدیوں کا لباس اتار دو۔ شاہی لباس پہناؤ۔ پھر دوسرا
جوان آیا کہ قید خانہ میں جو سب سے بہتر مکان ہو اس کو آراستہ کرو۔ فرش وغیرہ
سے سجاؤ خوشبوؤں سے معطر کر کے اس میں یوسفؑ کو رکھو۔ ہر بات کی تعمیل کی گئی
اب حضرت یوسفؑ قید خانہ میں نہایت اطمینان اور آرام سے رہا بجز خدا کی یاد

اور اس کی عبادت کے کوئی کام نہیں. کبھی قید خانہ کی ذلت کا خیال آتا ہے تو صبر کرتے ہیں. اس کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کی مکاری سے جو نجات ملی اس کا شکر ادا کرتے ہیں.

اب زلیخا کی حالت سنئے کہ اس نے پیارے یوسفؑ کو اپنے پاس سے جدا کر کے قید خانہ میں بھیجنے کو تو بھیجدیا مگر سمجھی کچھ تھی ہوا کچھ. اس کا خیال تھا کہ شاید یوسف قید کی وجہ سے میرا کہا مانیں گے. مگر دیکھا کہ یوسفؑ تو اسی اپنے ہٹ پر ہیں تو سمجھی کہ پھر ان کو قید میں رکھنے سے کیا فائدہ. اس لئے عزیز سے کہہ کر یوسفؑ کو قید سے بلانا چاہتی ہے تو عزیز مصر ٹالتا جاتا. یوسفؑ کو قید سے چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے. زلیخا دیکھتی ہے کہ گھر یوسفؑ کے نہ ہونے سے اداس نظر آرہا ہے. محل ہے مگر اس کے لئے قید خانہ ہو گیا ہے. یوسفؑ کی جگہ دیکھتی ہے کہ سونی پڑی ہے. سر پیٹ لیتی ہے اور کپڑے پھاڑ لیتی ہے اور کہتی ہے ہائے میں نے جو کام کیا ہے وہ دنیا میں کسی نے نہیں کیا ہوگا. میں نے اپنے ہاتھ سے اپنا گلا کاٹ لیا. اپنے ہاتھ سے میں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارلی. ہائے جدائی کے دن پھر آگئے.

پیارے یوسفؑ پھر مجھے ترسانے لگے. پھر میرے دل کے زخموں پر نمک چھڑکنے لگے. ہاتھ ملتی اور کہتی ہائے اب میں کیا کروں. دیوانوں کی طرح کبھی جاتی حضرت یوسفؑ کے کپڑوں کو لیتی اور سونگھتی. کبھی گریبان پر منہ رکھتی اور اس کو بوسہ دیتی کبھی آستینوں پر منہ رکھتی اور کہتی تم بڑے خوش نصیب ہو، پیارے یوسفؑ کے ہاتھ تم میں تھے کبھی دامن پر آنکھیں ملتی اور کہتی مجھ سے تو تو ہی خوش نصیب ہے اے دامن تجھے یوسفؑ کی قدم بوسی نصیب ہوئی اور میں محروم ہوں. کبھی دیواروں سے سر ٹکراتی. کبھی خود کو بنگلہ سے نیچے گرانا چاہتی. اس لئے اس کی حفاظت کا ہر طرح انتظام کیا گیا تھا. دایہ طرح طرح سے صبر دلاتی رہتی تھی. جب رات ہوتی تو کہتی اے میرے یوسفؑ تمہارا بچھونا کس نے کیا ہوگا. تمہارے سرہانے کس نے تکیہ دیا ہوگا. تمہارے تلوے کون سہلا رہا ہوگا. اور زار زار روتی جب تاب نہ آتی تو مرداں

لباس پہن کر دایہ کو ساتھ لے کر قید خانہ پہنچتی دور سے کسی کونے میں کھڑی ہو کر حضرت یوسفؑ کو تکتی۔ دیکھتی کھڑے خدا کی عبادت میں ہیں۔ یہ بھی عجیب وقت ہے ادہر یوسفؑ اپنے حال میں ہیں خدائے تعالیٰ سے راز ونیاز ہو رہا ہے۔ ادہر زلیخا اپنے حال میں ہے دل ہی دل میں یوسفؑ سے راز ونیاز کر رہی ہے۔ پیارے یوسفؑ تم نے میرے دل میں آگ لگائی مگر وصل کا چھینٹا نہ چھڑکا۔ کچھ تم کو مجھ پر رحم نہیں آیا ہر وقت ایک نیا غم مجھ پر ڈالتے ہو کیا کروں ہائے میری ماں نے مجھ کو نہ جنا ہوتا۔ اگر جنا تھا تو انّا نے دودھ نہ دیا ہوتا۔ روتے روتے بیخود ہوتی کچھ سنبھلتی تو گھر آتی رات اس طرح گذرتی جب دن ہوتا تو زلیخا پہ دوسری مصیبت لاتا نہ قید خانہ جاسکتی اور نہ صبر کرسکتی۔ دل بہلاتی ہے تو یوں بہلاتی ہے قسم قسم کے کھانے خود اپنے ہاتھ سے پکانے بیٹھ جاتی۔ کسی باندی کے ساتھ حضرت یوسفؑ کے پاس بھیجتی۔ حضرت یوسفؑ کچھ کھاتے باقی قیدیوں کو بانٹ دیتے۔ جو کھانا لے گئی تھی وہ واپس آتی تو اس کے کبھی چومتی کہ تو اسی پاؤں سے میرے یوسفؑ کی طرف گئی تھی۔ میرے پاؤں سے تیرے پاؤں اچھے ہیں کبھی آنکھوں کو چومتی کہ انہیں آنکھوں سے تو نے میرے یوسفؑ کو دیکھا ہے۔ یوسفؑ تو دکھتے نہیں یوسفؑ کو دیکھی ہوئی آنکھ ہی کو چومتی ہوں کیا کروں پھر پوچھتی کہ میرے یوسفؑ کا گلاب سا چہرہ کملایا ہوا تو نہیں ہے کچھ آزردہ تو نہیں تھے میرے پاس کے کھانے کھائے یا نہیں کبھی مجھ کو یاد کیا یا نہیں پھر زار زار روتی اور کہتی یوسفؑ میں تمہارے دیکھنے کے لائق نہیں ہوں۔ خیر جہاں تم ہو اس کے دیواروں کو ہی دیکھکر دل بہلاتی ہوں۔ غرض رات ویسی گزارتی تھی اور دن ایسا۔ پھر حضرت یوسفؑ کے دھن میں ایسی محو رہتی تھی کہ کسی کی نہ آواز سنتی نہ کسی کی بات سمجھتی بہت ہلانے کے بعد کچھ سدھ میں آتی اور جواب دیتی۔ کہتی کیا کروں میرا دل میرے قیدی میں پھنسا ہوا ہے مجھے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ ایک روز فصد لینے کی ضرورت ہوئی جب خون گرا تو یوسفؑ یوسفؑ لکھا جاتا تھا۔

دوستو! زلیخا ایک عذاب میں ہے اس کی جو یہ حالت ہے کیا وہ نئی حالت

ہے اگر نبی ہے تو گھر میں اور بھی لوگ تھے۔ یوسفؑ کی جدائی میں ان کی ایسی حالت کیوں نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ جو چیز اس وقت عذاب کی صورت میں ہے وہ پہلے ہی زلیخا میں چھپی ہوئی تھی۔ اب وہی چیز عذاب بن کر ظاہر ہوئی ہے۔ گھر کے دوسرے لوگوں میں وہ چیز نہیں تھی۔ اس لئے وہ عذاب میں بھی نہیں ہیں وہ کیا چیز ہے یوسفؑ کا عشق جب تک یوسفؑ پاس تھے نہیں جانتی تھی کہ وہ عشق عذاب ہے اب یوسفؑ کے جدا ہوتے ہی اسی عشق نے عذاب بن کر بے چین کر رکھا ہے وہی عشق راحت تھا اب وہی عشق عذاب ہے۔ اگر عشق نہ ہوتا تو یہ عذاب بھی نہ ہوتا۔

ایسا ہی عذاب قبر کچھ نئی چیز نہیں ہے وہی چیز ہے جو زندگی میں دلوں میں چھپی ہوئی تھی۔ قبر میں وہی چیز عذاب بن کر ظاہر ہوگی وہ کیا چیز ہے وہ دنیا کی محبت، دنیا کی ہر چیز سے ایسا تعلق جو خدا کے تعلق کو دبا دے۔ جب تک وہ چیزیں پاس ہیں راحت معلوم ہوتی ہے جانتے بھی نہیں کہ ان کا تعلق اور ان کی محبت عذاب ہے۔ قبر میں یہ سب چیزیں جدا ہوتے ہی ان کا تعلق جو راحت تھا۔ عذاب بن جائے گا۔ وہی تعلق راحت تھا۔ قبر میں وہی تعلق عذاب ہو جائے گا۔

جیسے زلیخا جدائی میں چاہتی ہے کہ اپنے کو آگ میں ڈالدے یا بچھو کاٹے مگر یہ جدائی کی تکلیف سے چھوٹے ایسے ہی قبر میں ہم چاہیں گے کہ تعلقات کے چھٹنے کی تکلیف کے بدلے بچھو کاٹے یا سانپ کاٹے مگر کسی طرح اس تکلیف سے چھوٹ جائیں۔ اس لئے کہ بچھو سانپ جسم کو کاٹتے ہیں اور یہ جان کے اندر زخم لگاتا ہے۔ اس لئے ہر شخص قبر کا عذاب یا قبر کی راحت اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔ جو شخص دنیا میں کھپا ہوا ہے دنیا کے تعلقات میں ایسا پھنسا ہے کہ خدا یاد ہی نہیں آتا ہے تو یہی چیز قبر کا عذاب بن جائے گی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں؟ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ تُرَدُّ اِلَيْكُمْ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو تمہارے طرف عذاب بن کر لوٹ آتے ہیں۔

مدت دراز تک قبر کے عذاب میں رہنے کے بعد جب دنیا کو اور دنیا کے تعلقات کو بھول جائیں گے خدائے تعالیٰ کی دوستی جو دبی ہوئی تھی ظاہر ہو جائے گی. اس وقت قبر کا عذاب اٹھ جائے گا. جیسے ایک شخص کو ایک عورت سے عشق ہے اور دوسری عورت سے معمولی محبت ہے جس عورت سے زیادہ محبت تھی وہ مر جائے تو ایک مدت اس کے جدائی میں تڑپتا رہے گا. پھر بھول جائے گا. دوسری عورت کی دبی محبت ظاہر ہو گی. بخلاف اس کے دنیا کی ہر چیز سے تعلقات ہیں. مگر سب کی محبت دبی ہوئی ہے. اور خدائے تعالےٰ کی محبت غالب ہے تو مرتے ہی دبی محبت تو مٹ جائے گی. خدا کی غالب محبت ہی باقی رہے گی جو قبر میں راحت پہنچاتی رہے گی. جیسے کسی کا ایک جھونپڑا ہے اس سے اس کو محبت ہے مگر اس کو صوبہ داری کی خواہش ہے اس سے بیحد محبت ہے. بادشاہ نے بلاکر ہمیشہ کے واسطے صوبہ داری دیدی تو جھونپڑی کی محبت نکل جائے گی. صوبہ داری کے مزے میں جھونپڑی کے چھوٹنے کا کچھ رنج نہیں ہوگا. ایسا ہی دنیا کے چیزوں کا دباہوا تعلق ٹوٹنے کا کچھ رنج نہ ہو گا. ایسوں کو بالکل عذاب قبر نہ ہو گا. مگر مشکل یہ ہے کہ سب کو دعویٰ ہے کہ ہم کو خدا کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے. اس کی ایک کسوٹی ہے آپ خود پرکھ لیجئے کہ خدا کی محبت زیادہ ہے یا دنیا کی. کسوٹی یہ ہے کہ نفس ایک چیز کا حکم دیرہا ہے. خدائے تعالیٰ کا حکم اس کے خلاف ہے. اب دیکھو دل کدھر جھکتا ہے اگر نفس کے حکم کی طرف جھکتا ہے تو معلوم ہوا کہ دنیا کی محبت غالب ہے اگر خدائے تعالیٰ کے حکم کی طرف مائل ہے تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی محبت غالب ہے تو یہی محبت باقی رہ کر راحت پہنچائیگی. اسلئے دوستو! خدا کے لئے سنبھلو. توبہ کرو تاکہ عذاب قبر سے چھوٹو.

غرض زلیخا کو نہ دن چین ہے نہ رات آرام ہے آٹھوں پہر روتا ہے. آنسوؤں کے دریا بہاتا ہے. زلیخا کا رونا برس دو برس کا رونا نہیں ہے ابھی تو زلیخا کو

ایک مدتِ دراز تک روتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی طرح زلیخا کو بھی رونے دیجئے۔
آیئے حضرت یوسفؑ کو دیکھیں وہ کیا کر رہے ہیں اور اب آگے کیا ہوتا ہے۔

یوسف علیہ السلام خدائے تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں یا مخلوق کی خدمت اس طرح کرتے ہیں کہ اگر کوئی قیدی بیمار ہو گیا تو اس کی تیمار داری کرتے۔ اگر اور کوئی ضرورت ہے اور اس کے پورا کرنے کی قدرت ہے تو خود پوری کرتے۔ ورنہ اس کے لئے داروغہ سے سفارش کرتے ہیں۔

ایک روز جبرئیلؑ آئے اور اپنا لعاب حضرت یوسفؑ کے منھ میں ڈال دیا اس وقت سے آپ کو تعبیر خواب کا علم حاصل ہو گیا۔ قیدی اپنا اپنا خواب بیان کرتے تو آپ تعبیر دیا کرتے۔ سارا قید خانہ حضرت یوسفؑ کا گرویدہ ہو گیا۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے۔ کیا اچھی صورت ہے اور کیا اچھے اخلاق ہیں۔ ہم کو قید خانے سے نکلنا ناگوار ہے۔ اس طرح حضرت یوسفؑ کے کمالات ظاہر کرنے کے لئے قید خانے میں بھیجا گیا ہے۔ یہیں سے آپ کی تعبیر خواب کی اطلاع عام طور پر لوگوں کو ہو گی۔ یہیں سے آپ کے عصمت کا ہر طرف شہرہ ہو گا۔

حضرت یوسفؑ کو غلام بنایا گیا اور قید کیا گیا۔ اس لئے کہ جب آپ بادشاہ ہوں۔ غلاموں پر اور قیدیوں پر رحم کھائیں بھائیوں کے ظلم اور حسد میں مبتلا کئے گئے تاکہ آپ کو برداشت کرنے کی عادت پڑے۔ بے وطن کئے گئے تاکہ بے وطن مسافروں پر رحم کریں۔

حدیث قیامت میں غلاموں کو اور نوکروں کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہماری عبادت سے تم کو کس چیز نے روکا تھا۔ وہ کہیں گے الٰہی تو نے ہم کو تابعدار بنایا تھا۔ اس لئے ہم سے تیری عبادت نہ ہو سکی۔ یوسف علیہ السلام کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا یوسفؑ بھی تو تابعدار تھے۔ ان سے تو عبادت ہوئی اور تم سے کیوں نہیں ہوئی؟ کچھ جواب نہ بنے گا۔ پھر مالداروں کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تم نے ہماری عبادت کیوں

نہیں کی. وہ کہیں گے الٰہی تو نے ہم کو کثرت سے مال دیا تھا. مال کے دھندوں میں
اور اس کے گھمنڈ میں ہم سے تیری عبادت نہ ہو سکی. حکم ہوگا سلیمان علیہ السلام
کو لایا جائے. پھر کہا جائے گا کہ یہ بھی تو مالدار تھے ان سے عبادت ہوئی اور تم سے
کیوں نہیں ہوئی. کچھ جواب نہ بن پڑے گا

پھر بیمار کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا تم نے ہماری عبادت کیوں نہیں کی.
وہ کہیں گے الٰہی تو نے ہم کو بیمار کیا تھا. اس لئے ہم سے تیری عبادت نہ ہو سکی.
حکم ہوگا تب ایوب علیہ السلام کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ باوجود اس
قدر سخت بیمار ہونے کے ان سے عبادت ہوئی. تم سے کیوں نہیں ہوئی. کچھ جواب
نہ بن پڑے گا.

غرض اب آگے یہ قصہ اس طرح ہوا. دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ
یوسف علیہ السلام کے ساتھ اور دو غلام بھی قید خانہ میں داخل ہوئے. ایک ان میں
بادشاہ مصر کا کھانا کھلانے والا تھا اور دوسرا شراب پلانے والا. ان کی نسبت یہ
شبہ کیا گیا تھا کہ انہوں نے بادشاہ کے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملایا تھا. غرض اسی
شبہ میں دونوں کے دونوں قید خانے میں بھیجے گئے. ایک روز شراب پلانے والے نے خواب
دیکھا اور حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا. قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ
اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا حضور میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نہایت
سرسبز باغ ہے جس میں ایک انگور کا درخت ہے اس میں تین گچھے انگور کے لگے ہوئے
ہیں اور خاص بادشاہ کے پینے کا کٹورہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں ان تینوں انگور کے
گچھوں کا رس اس کٹورے میں نچوڑ کر بادشاہ کو دے رہا ہوں. بادشاہ پی رہا ہے.
وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ
کھانا کھلانے والے نے کہا میں نے یہ خواب دیکھا کہ میرے سر پر تین خوان
روٹیوں کے ہیں. میرے سر پر شکاری پرندے منڈلا رہے ہیں اور اس خوان سے روٹیاں
اچک اچک کر لیجاتے ہیں. نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ یوسف ہم کو خوابوں کی تعبیر بتاؤ.

اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ہم کو تم نیک معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے خواب نیک اور خیر خواہ سے پوچھنا چاہیئے تعبیر ایک خواب کی اچھی نہیں تھی اس لئے آپؑ نے چاہا کر توقف ہو اور مرنے والا شاید ایمان لاکر مرے۔ اس لئے پہلے مختصر سا وعظ فرماتے ہیں۔ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا حضرت یوسفؑ نے فرمایا بہت دیر تم کو انتظار نہیں کرنا پڑے گا جو کھانا تمہارے لئے آتا ہے وہ نہ آئے گا۔ اور میں تم کو اس کی تعبیر بتادوں گا۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ یہ سحر و نجوم سے نہیں بتاتا ہوں بلکہ اس علم سے کہ مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

جنتیوں کی علامت یہ ہے کہ خود نیکو کار ہونا کافی نہیں سمجھتے بلکہ اوروں کو بھی جنتی بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اصل ہمدردی یہی ہے۔

دوستو! کیا آپ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے؟ بھلا اگر کوئی آپ کا دوست آپ کے سامنے زہر کھانے لگے تو کیا آپ اس کو نہیں روکیں گے یقیناً ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیکر زہر کو اس کے ہاتھ سے لے لیں گے۔ اگر تنہا قادر نہ ہوں گے تو دوسروں کو امداد کے لئے بلا لیں گے۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ دین میں جو افعال ضرر دینے والے ہیں۔ ان سے روکنے میں اس طرح کا اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ آپ دین کے ضرر کو ضرر نہیں سمجھتے۔ انصاف سے کہیئے کیا کبھی بیوی بچوں کو نصیحت نہ کرنے پر ہم کو ندامت ہوئی۔ یا کسی دوست کی وضع خلاف شریعت تھی تو کیا اس کو نصیحت نہ کرنے پر بھی ندامت ہوئی ہے کبھی نہیں۔ بخلاف اس کے بیوی بچے دوست زہر پیتے اور آپ نہ روکتے تو کس قدر ندامت ہوتی۔ اگر کسی کو اتفاقاً نصیحت کرتے ہیں تو اس طرح کہ گویا کسی نے لٹھ مارا۔

اطباء بخار میں کونین دیتے ہیں مگر اجنبی کو پانی میں گھول کر دیتے ہیں اگر نہ پئے تو کہتے ہیں میری بلا سے میں کیا کروں۔ اور اپنے بیٹے کو کونین دیں تو اس وقت مٹھائی میں لپیٹ کر دیجئے خاصان خدا کا یہی شیوہ رہا ہے۔ جب کبھی ان کو موقع ملتا

* اس زہر سے گلے کے نیچے اس کو اتار دیتے ہیں۔ ایسا ہی امر معروف کو حکمت کی مٹھائی میں لپیٹ کر

ہے تو نیک بات سمجھانے سے رکتے نہیں

یوسف علیہ السلام کا یہ دوسرا موقع ہے جو امر معروف کے لئے وعظ فرماتے ہیں ؎

ایک نبی کا وعظ سنئے ناظرین ٭ جو نبی ابن نبی ہیں بالیقین

انسان کو اللہ تعالیٰ نے ظلمتِ جہل میں پیدا کیا ہے۔ اس ظلمت سے باہر آنے کے لئے نور کی ضرورت ہے اس نور کی روشنی میں یہ سوچے کہ انسان کو کیا کرنا چاہیئے۔ اور کس طرف جانا چاہیئے۔ دنیا کی طرف یا آخرت کی طرف اپنی طرف مشغول ہونا چاہیئے یا خدا کی طرف۔

یہ نور پیغمبروں کا ہے جن کی روشنی میں اصلی کام کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّۃَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ میں نے اس قوم کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ اسلئے کہ وہ خود اندھیرے میں ہیں دوسروں کو کیا روشنی میں لائینگے وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ میں اپنے باپ دادا کے مذہب کا تابع ہوں جو ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ ہیں۔ ان کو نورِ نبوت ملا ہے۔ ان کی روشنی میں اندھیرے سے باہر آسکتے ہیں۔

یہ ہے طریقہ نصیحت کا دوسروں کو نہیں کہتے۔ بلکہ اپنے قصے کے ضمن میں جو کچھ کہنا ہے کہہ رہے ہیں۔

مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ۔

ہم کو سزاوار نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کریں۔ یہ اعتقاد اللہ کا فضل ہے جو ہم پر ہے اور تمام آدمیوں پر ہے لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے۔ خدا کو چھوڑ کر اوروں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ اس نے مخلوق کے سروں پر آسمانوں کو بے ستون قائم کیا۔

وہی بغیر رہبر کے اور راستہ دکھانے والے کے پانی کو بہائے جاتا ہے وہی ہوا کو چلاتا ہے۔ یہ سب اکیلے خدا ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ آسمانوں کو دیکھئے

سے اس کے زبردست خدا ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ سمندروں میں جہاز اور کشتیوں کو دیکھنے سے اس کے اعلیٰ درجہ کی کاری گری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ہوائیں اس کی برکات کو پھیلاتی ہیں۔ رعد کی کڑک اس کی عظمت ظاہر کرتی ہے۔ زمین اس کی حکمت ثابت کرتی ہے۔ نہریں اور ندیاں اس کی میٹھی باتوں سے بنی ہیں۔ درخت اس کی صفت کا نمونہ ہیں۔ آفتاب اس کی ذات کا پرتو ہے۔

ارے او عاجز انسان! ارے او خاک کے پتلے، اے وہ نجس منی سے پیدا ہونے والے، ایسے زبردست قدرت والے، ایسے عظمت و جبروت والے کو چھوڑ کر دوسروں کو شریک بناتا ہے! تجھے شرم نہیں آتی؟

دیکھ تو اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کرنے میں کسی کو شریک نہیں کیا [illegible] دینے میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ خود تجھے پیدا کیا خود تجھ کو رزق دیتا ہے۔ تو پھر تو اس کی عبادت میں اوروں کو کیوں شریک کرتا ہے "کھاتا کس کا گاتا کس کا ہے" اے بے سمجھ انسان ذرا تو سمجھ کہ فرشتے افضل الموجودات ہیں آدم علیہ السلام کو بنا کر آدم کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اس سے یہ ثابت کرایا کہ انسان سب سے افضل ہے یہ کسی کی عبادت کیلئے نہیں صرف اللہ کی عبادت کے لئے ہے۔ سب چیزیں سورج قمر حجر نہار۔ خادم بن کر تمہاری خدمت میں لگے ہوئے ہیں تو مخدوم ہو کر خادم کو سجدہ کرتا ہے اور اس کو پوجتا ہے تیری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿ میرے قید خانہ کے ساتھیو! بھلا جدا جدا کئی رب اچھے یا ایک اللہ زبردست مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ خدا کے سوا جن کو تم پوجتے ہو وہ چند نام ہیں جو تم نے یا تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے اس کے استحقاق پر کوئی دلیل نہیں اتاری جب سب شریک مٹ گئے تو اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اب اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ سب اس کے ہاتھوں میں ہے۔ ذرا سوچئے غور کیجئے۔ زمین، آسمان، ہوا، پانی، دنیا کی ساری چیزوں کا انسان محتاج ہے۔ انسان کی کوئی

چیز محتاج نہیں. آدمی نہ ہو تو کسی چیز کا نقصان نہیں.

ایک زمانہ ایسا گزر چکا ہے کہ آدمی نہیں تھا. زمین، آسمان، جھاڑ، پتھر دوسرے حیوانات سب کچھ موجود تھے لیکن ایسا کوئی زمانہ نہیں گزرا کہ انسان تو ہو اور کوئی چیز نہ ہو. اس سے معلوم ہوا کہ سب چیزیں انسان کے کام کی ہیں انسان کسی کے کام کا نہیں. اگر ایک چیز بھی کم ہو جائے تو انسان کی زندگی وبال ہو جائے.

خلاصہ یہ ہے کہ انسان نہ ہو تو کسی چیز میں خلل نہیں پڑتا. اگر دنیا کی چیزوں میں ایک چیز بھی نہ ہو تو انسان ہلاک ہو جائے گا. یا قریب ہلاکت کے پہنچ جائے گا تو معلوم ہوا کہ دنیا کی ساری چیزیں انسان کے کام کی ہیں انسان کسی مخلوق کے کام کا نہیں. تو پھر انسان کس کام کا ہے. بیکار تو نہیں پیدا کیا گیا ہے. معلوم ہوا کہ خالق کے کام کا ہے.

ارے او غافل انسان! اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس واسطے بنایا ہے کہ تو مخلوق کا مخدوم ہو اور خدا کا خادم، ہائے افسوس او بے سمجھ انسان، تو نے یہ کیا کیا خالق کو چھوڑ کر مخلوق کا خادم ہو گیا. انسان! تیری کیا الٹی سمجھ ہو گئی ہے. اللہ نے تجھ کو وزیر بنایا. اپنا نائب بنایا. تو نے سب کچھ چھوڑ کر سائنس اختیار کیا. کتنی بدقسمتی کی بات ہے ارے او الٹی سمجھ کے انسان! تو سب سے خدمت لینے کے واسطے بنایا گیا ہے. تو یہ کیا کر رہا ہے. دوسروں کی خدمت میں اپنے اوقات ضائع کر رہا ہے. او انسان تو عبادت کے لئے بنایا گیا ہے. اٹھ کمبختی مارے انسان خدا کی عبادت کر اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرے ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یہ بالکل سچا دین ہے. وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ مگر بہت آدمی نہیں جانتے ہیں.

یہ وعظ ختم ہوتے ہی وہ دونوں تعبیر پوچھنے والے اور دوسرے تمام قیدی مسلمان اور نیک ہو گئے اب اس کے بعد خواب کی تعبیر فرماتے ہیں.

الغرض جب حضرت یوسفؑ کے ساتھ دو قیدی اپنا اپنا خواب بیان کر چکے تو حضرت یوسفؑ نے تعبیر کے پہلے ایک مختصر سا وعظ فرمایا۔ اس کا ایسا اثر ہوا کہ کل قیدی مسلمان ہو گئے اس لئے اب حضرت یوسفؑ نے وعدہ کے موافق ان کے خواب کی یہ تعبیر بیان کی يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا اے میرے قید خانے کے ساتھیو! جس نے خواب میں تین گچھے انگور کے نہایت بہتر دیکھے ہیں اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے کی حالت پہلے سے زیادہ بہت بہتر ہوگی۔ اور تین گچھوں سے یہ تعبیر ہے کہ تین دن کے بعد قید سے چھوٹ جائے گا۔ بادشاہ کے پیالے میں جو انگور نچوڑ رہا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ پہلے عہدہ پر بحال ہوگا۔ حسب عادت بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ بات بات سے آپ کو پتہ لگے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کس قدر اخلاق تھے یہ نہیں فرمایا کہ تو ساقی بنے گا اور تو پھانسی پائے گا۔

کسی کے عیب ایسے نہیں ظاہر کرنا چاہیے جس سے اسکو شرمندگی ہو۔

بلکہ فرماتے ہیں ایک تو اپنے عہدہ پر بحال ہوگا اور دوسرا جو خواب میں باورچی خانہ سے نکلا ہے وہ اپنی نوکری سے برطرف ہو جائے گا۔ اور اس کے سر پر روٹیوں کے جو تین ٹوکرے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ "تین دن کے بعد قید خانہ سے نکالا جائے گا۔ اور اور اس کے سر پر جو روٹیاں ہیں۔ جس کو پرندے اُچک اُچک کر لے جا رہے ہیں" اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کو سولی دی جائے گی۔ پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ جو سولی دیا جانے والا تھا وہ گھبرایا اور کہنے لگا میں نے تو کوئی خواب واب نہیں دیکھا تھا میں نے تو یوں ہی تمسخر سے کہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ اب بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا جو جواب مل چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر ایکبار اگر باقاعدہ دیجائے تو بدل نہیں سکتی۔

تعبیر کے دن سے جب تیسرا دن ہوا۔ شاہی حکم سے چند سوار جیل میں پہنچے دونوں

قیدیوں کو نکال کرے گئے۔ بادشاہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ ساقی بری ہو کر اپنے کام پر مقرر ہوا۔ اور کھانا پکانے والے پر ثابت ہوا کہ اس نے بادشاہ کو زہر دیا تھا۔ اسلئے اس کو پھانسی کا حکم دیا گیا۔ عرصہ تک اس کی لاش لٹکی رہی۔ جس کو چیل کوے نوچتے تھے اور کھاتے تھے۔

حضرت یوسفؑ نے جیسی تعبیر دی تھی ہو بہو ویسی ہی پوری ہوئی۔ جب دونوں قیدی قید خانہ سے چلے وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ حضرت یوسفؑ نے ان دونوں میں سے اس سے فرمایا جس کی نسبت نجات کا گمان تھا کہ بھائی تم بادشاہ کے پاس جاتے ہو۔ اپنے عہدہ پر بحال ہو جاؤ گے تو ذرا ایک کام کرنا۔ وہ یہ ہے کہ بادشاہ سے میری سفارش کرنا۔ میری مظلومی اور بے کسی کا ذکر کرنا اور کہنا کہ ایک مظلوم ایک زمانے سے بے وجہ قید ہے۔ اب اس شخص کی سنئے وہ قیدخانہ سے نکل کر اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا۔ دنیا کی ہوا لگتے ہی یوسف علیہ السلام جیسے پاک ذات کی یاد نہ رہی۔ وہ آپ کی تعلیم، وہ آپ کے اخلاق، وہ آپ کے احسانات سب یکبارگی بھول گیا۔ اس نے بھولے منہ سے بھی بادشاہ کے پاس ذکر نہ کیا۔ اس کا کچھ تعجب نہیں یہ شخص بادشاہ کا شراب پلانے والا ہے خود بھی شراب کا عادی تھا۔

شراب پینا شیطانی کام ہے تمام دماغ کی قوتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ اخلاق کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ بادشاہ کے سامنے حضرت یوسفؑ کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا۔

سنو صاحبو! بڑے بڑے قوی ہیکل جانور جیسے ہاتھی، اونٹ، شیر ذرا سے چھوٹے قد والے انسان سے ڈرتے ہیں۔ ان پر انسان کا ایسا رعب چھا جاتا ہے کہ ہاتھی جیسا جانور انسان کے سامنے چوہے کی طرح ہو جاتا ہے آخر اس کی کیا وجہ؟ اور یہ سینکڑوں جانوروں کے منڈے کو ایک چرواہا اپنے حکم میں رکھتا ہے ایک جانور بھی اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ آپ کو ایسی بہت سی نظیریں ملیں گے کہ ساری

کائنات انسان سے ڈرتی رہتی ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ انسان کو عقل جیسی چیز ملی ہے کہ کسی اور مخلوق کو یہ نہیں دیگئی۔ اس لئے ساری کائنات انسان کے عقل کی تنظیم کرتی ہے۔ سب عقل کی وجہ سے انسان کے مسخر اور تابعدار ہیں۔ عقل ہی ہے جو گناہوں سے روکتی ہے۔ اگر عقل کی کوئی نہ سنے تو یہ اور بات ہے عقل جیسی نایاب چیز کو کھونے والا نشہ ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (سینہ ہی) شراب ام الخبائث ہے نشہ چڑھنے کے بعد نہ ہونے والے گناہ انسان سے ہوتے ہیں۔

حکایت برصیصا ایک بڑا عابد تھا اس نے دوسو برس تک خدا کی عبادت کی۔ ایک لمحہ کے لئے بھی گناہ کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اس کے ساٹھ ہزار مرید تھے جو ہوا پہ اڑا کرتے تھے۔ فرشتوں کو بھی اس کی عبادت پر تعجب ہوتا تھا۔ ایک روز شیطان کمبل پوش عابدوں کی صورت بناکر آیا اور کہا میں بھی عابد ہوں۔ تم ہم مل کر عبادت الٰہی کیا کریں۔ برصیصا نے کہا کہ بہت اچھا شیطان تین روز برابر عبادت میں کھڑا رہا۔ کھانا، پینا، سونا سب چھوڑ دیا۔ برصیصا نے کہا دوسو برس ہوئے عبادت کرتے ہوئے مگر یہ میری کیفیت نہیں ہوئی جو تمہاری ہے اب تک کھانا پانی چھوڑنے کی قدرت نہیں۔ شیطان نے کہا کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ ہوا ہے جب وہ یاد آتا ہے بھوک پیاس نیند سب اڑجاتی ہے۔ برصیصا نے کہا کہ مجھے بھی اپنے جیسا بنالو۔ شیطان نے کہا کوئی گناہ کرکے توبہ کرلو تو ہر وقت دل پر چوٹ رہے گی۔ عبادت میں بڑا مزا آئے گا۔ برصیصا نے پوچھا کونسا گناہ کروں۔ شیطان نے کہا زنا کرو۔ برصیصا نے کہا یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا تو شیطان نے کہا کسی مسلمان کو جان سے مار ڈالو۔ برصیصا نے کہا یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ شیطان نے کہا تو ذرا شراب پی لو برصیصا نے کہا شراب کہاں ملتی ہے۔ شیطان نے پتہ بتایا۔ وہاں جاکر دیکھا تو ایک نہایت خوبصورت عورت شراب بیچ رہی ہے۔ شراب پی لی۔ جب نشہ چڑھا اس عورت سے زنا کیا اس عورت کا خاوند آگیا تو برصیصا نے اس کو قتل کردیا

شیطان نے آدمی بنکر حاکم کے پاس مخبری کی۔ برصیصا گرفتار ہوگیا۔ اسّی کوڑے شراب کی حد اور سو درّے زنا کی حد ماری گئی۔ قصاص میں سولی پر چڑھایا گیا۔ سولی کے وقت شیطان عابد کی صورت بن کر آیا۔ برصیصا نے کہا بڑے دوستوں کے مشورہ پر چلنے والوں کو ایسی ہی سزا ملتی ہے۔ شیطان نے کہا میری ایک بات سنو تو سولی سے اتار سکتا ہوں۔ برصیصا نے کہا وہ کیا ہے۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کرو۔ برصیصا نے کہا سولی کے تختہ پر سجدہ کیسے ہو۔ شیطان نے کہا اشارے سے۔ برصیصا نے اشارہ سے شیطان کو سجدہ کیا ادھر سولی ہوگئی۔ کفر پر خاتمہ ہوا۔ یہ سب خرابی نشہ کی ہے۔ زنا سے قتل سے شرک سے انکار کیا تھا۔ نشہ آنے کے بعد سب کچھ کیا۔ اس لئے حضرتؐ فرماتے ہیں شراب ام الخبائث ہے۔

حکایت

ابن ابی الدینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا ایک شخص پر گزر ہوا کہ اس کو نشہ چڑھا ہوا ہے پیشاب کر رہا ہے وضو کرنے والوں کی طرح پیشاب کو منہ پر ہاتھوں پر مل رہا ہے۔ یہ ہے پیسہ خرچ کرکے عقل کو کھونا ہے

ترا رحمان ہمی گوید کہ ای مومن مخور بادہ ⁂ ترا ترسا ہمی گوید کہ در صفرا مخور حلوہ

مسلمانو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (سیندھی) شراب نہ پینا اور کافر طبیب کہتا ہے کہ صفرے میں حلوہ نہ کھانا۔

نمی مانی زنا پاکی برائے گفتۂ رحمان ⁂ بمانی شہد و شکر را برائے گفتۂ ترسا

تم کیسے مسلمان ہو کہ اللہ کی منع کی ہوئی چیز سے نہیں رکتے ہو۔ اور کافر طبیب کے منع کی ہوئی لذیذ چیز سے رک جاتے ہو۔

حکایت

ایک شخص نشہ پی کر مست تھا۔ اس پر حضرت ابراہیم ادھمؒ کا گذر ہوا دیکھا کہ نشہ میں اسکو یہی سوجھا کہ اللہ اللہ کہکر کراہ رہا ہے۔ آپ وہاں ٹھہر گئے۔ فرمایا کہ ہائے ایسا پاک نام نجس منہ سے نکل رہا ہے۔ پانی لاکر اس کا منہ دھونے لگے پھر چلے گئے۔ جب اس کا نشہ اترا تو

اس سے لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم ادھمؒ تیرا منھ دھو رہے تھے۔ اور یہ کہہ رہے تھے۔ یہ سن کر اس کے دل پر چوٹ لگی۔ کہا ہائے اب کیا پیتے۔ توبہ کرلی۔ ابراہیم ادھمؒ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابراھیمؒ تم نے ہمارے لئے اس کا منھ دھویا تو ہم نے تمہارے لئے اسکا دل دھو دیا کہ اس نے توبہ کرلی۔

غرض نشہ پینے اور پلانے والے سے کیا امید ہے کہ حضرت یوسفؑ کا ذکر بادشاہ سے کرے گا۔ اب ذرا قید خانہ کی سنئے۔ حضرت یوسفؑ روزانہ اس انتظار میں ہیں کہ ساقی نے بادشاہ سے آج ذکر کیا ہوگا۔ آج مجھے رہائی ہوگی، مگر وہاں کہاں کا ذکر کیسی رہائی۔ بہت دن گزر گئے۔ رہائی کا نشان وگمان نہیں۔ نئی بات یہ ہوئی کہ حضرت جبرئیل جو آیا کرتے تھے اب ایک دم ان کا آنا موقوف ہوگیا۔ اس سے حضرت یوسفؑ بے چین ہوگئے اب قید خانہ واقعی قید خانہ معلوم ہونے لگا۔ کیا بات ہے کچھ عتاب تو نہیں ہے؟ ہاں ہاں عتاب ہے۔ دوستانہ شکوہ وشکایت ہے۔

جیسے اوروں کو کبیرہ گناہ پر عتاب ہوتا ہے۔ ایسا ہی خاصانِ خدا کو صغیرہ گناہ پر بھی عتاب ہوتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر گرفت ہوتی ہے جو خدا کے مقرب ہوتے ہیں ان پر اسباب کا راستہ بند کر دیتا ہے۔ کسی کا اُن پر احسان پسند نہیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے ہی دامن سے لپٹا لیتا ہے جو دامن سے ذرا دور ہوا اس پر عتاب فرماتا ہے۔

ایک روز قید خانہ میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے حضرت یوسفؑ نے بے قرار ہوکر کہا بھائی جبرئیل تم سے دل لگتا تھا تم نے بھی آنا چھوڑ دیا۔ جبرئیل نے کہا سنو یوسف! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یوسفؑ تمہارے بھائی تم کو قتل کرنا چاہتے تھے اُن سے تم کو کس نے بچایا۔
عرض کیا الٰہی تو نے بچایا۔ اچھا بولو باؤلی میں سے کس نے نکالا۔ الٰہی تو نے نکالا۔
تمہاری عصمت کی کس نے حفاظت کی۔ زنا سے تم کو کس نے بچایا الٰہی تو نے بچایا
یوسفؑ جب ہم ہر وقت تمہاری مدد کرتے رہے تو کیا اب تم کو قید سے نہیں نکال سکتے

تھے۔ یوسفؑ تم مجھ کو چھوڑ کر مخلوق سے کیوں مدد مانگی۔ قیدی سے کیوں کہا کہ بادشاہ سے سفارش کرے۔ ہم سے کیوں نہیں سوال کیا۔ یوسف اپنے دادا ابراہیمؑ کی کیوں پیروی نہیں کی۔ یاد نہیں کہ وہ غیر کی مدد لینے سے کیسے بچے تھے جب آگ میں ڈالے جارہے تھے تو جبرئیلؑ نے ان کو مدد دینا چاہی اور کہا کیا کچھ ضرورت ہے مدد دوں تو فرمایا تم سے نہیں جبرئیلؑ نے کہا پھر خدا ہی سے سوال کیجئے تو کہا مجھ سے زیادہ وہ میری حالت سے واقف ہے۔

دوستو! یہ خدا کے مقرب بندوں کا طور طریق ہے مگر ہمارے لئے یہ ہے کہ اسباب تلاش کریں۔ لیکن اسباب پر بھروسہ نہ رکھیں دل کا اطمینان اور بھروسہ اللہ ہی پر رہے جو مخلوق پر بھروسہ کرے گا وہ ناکامیاب رہے گا۔

امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر ۵۷ برس کی ہے۔ جب سے مجھے ہوش آیا ہے تب سے اب تک میرا تجربہ ہے کہ جب انسان کسی معاملہ میں خدا کے سوا کسی مخلوق پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ بلا و محنت اور سختیوں میں پڑ جاتا ہے۔ جب بندہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور مخلوق میں سے کسی کی طرف اس کا دل رجوع نہیں ہوتا تو وہ کام اچھی طرح سے بنتا ہے۔ بہت تجربے کے بعد اب میرا دل اس بات پر مضبوط ہو گیا ہے انسان کے لئے وہ مصلحت یہ ہے کہ خدا کے فضل پر بھروسہ کرے اور کسی چیز پر بھروسہ نہ کرے

غرض یوسف علیہ السلام اس عتاب کو سن کر کانپنے لگے اپنے اس قصور پر اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ عرض کیا الٰہی بہت مصیبتوں کی وجہ سے مجھ سے سہو ہو گیا۔ قیدی سے نہیں کہنا تھا کہہ دیا۔ آئندہ کبھی کسی وقت تجھ کو نہیں بھولوں گا پھر کبھی ایسا نہ ہوگا۔

حکم ہوا گناہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا بھی اثر ہونا ضرور ہے دوستو! خوب سوچو اس میں کچھ شک نہیں اس بات کا ہر شخص قائل ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان میں خدائے تعالیٰ نے ایک خاص اثر پیدا کیا

ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہر چیز میں ایک اثر ہے مثلاً بعض دواؤں کا اثر ہے کہ دست آتے ہیں اور بعض کے اثر سے قبض ہوتا ہے۔ بعض دافع بخار ہیں۔ گالی سے غصہ آنا تعریف سے بشاشت ہونا تجربہ کی بات ہے ان اثرات کا کسی کو انکار نہیں۔ اگر انکار ہے تو اس کا کہ گناہ کا اور خدا کی نافرمانی کا کچھ اثر نہیں۔

بات یہ ہے کہ ہر چیز کے اثر کے اقرار سے نفس و شیطان کا کچھ ضرر نہیں اس لئے وہ مزاحم بھی نہیں۔ بخلاف گناہ کے اثر کا اور نیکی کے اثر کا کہ جہاں اقرار کیا اُدھر خدا کی طرف کا راستہ کھلا۔ پھر نفس و شیطان کی کوئی نہیں سنتا اس لئے یہ مزاحم ہوتے ہیں ورنہ ہر چیز کی طرح گناہ کا اور خدا کی نافرمانی کا بھی اثر ہے اور نیکی کا بھی اثر ہے۔ یہی نہیں کہ ان دونوں کا اثر آخرت میں ہی ظاہر ہوگا۔ آخرت میں تو ظاہر ہوگا ہی، دنیا میں بھی گناہ کا اثر ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ جس کو قرآن و حدیث میں جگہ جگہ بیان فرمایا گیا وہ کیا چیز ہے جس نے ابلیس جیسے عابد و زاہد کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینکا۔ یہی گناہ کا اثر ہے۔ اور خدا کی نافرمانی کا اثر ہے کہ وہ ملعون ہوا صورت بگاڑ دی گئی۔ باطن تباہ ہوا۔ رحمت کی جگہ لعنت نصیب ہوئی۔

نوح علیہ السلام کی اور دوسرے پیغمبروں کی قومیں کیوں برباد ہوئیں؟ یہی گناہ اور خدا کی نافرمانی سے۔ کفار اور ابلیس پر تو خدا کی نافرمانی نے اثر کیا، مگر خدا کے پاک بندوں پر بھی یہ نافرمانی اثر کرتی ہے۔ ڈاکٹر کا بیٹا زہر کھالے تو اُس پر ایسا ہی زہر اثر کرے گا جیسے اوروں پر۔

آدم علیہ السلام نے جب گیہوں کھایا۔ آپ کے جسم مبارک سے جنتی کپڑے علیحدہ ہو گئے۔ شرمگاہ ظاہر ہو گئی۔ پتوں سے ڈھانپ لیا۔ مگر تاج اور سربند علیحدہ نہیں ہوئے۔ ان کو شرم آئی کہ یہ خدا کا خلیفہ ہے ان کی وہ عزت ہے کہ فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا۔ آج اگر ایسا ہوا تو کیا ہوا کل پھر مقبول ہوگا۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام آئے تاج سر سے اتار لیا اور سرپیچ پیشانی سے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدمؑ و حواؑ تم دونوں میرے پڑوس سے اترو۔ میرا نافرمان میرے پڑوس میں نہیں

رہ سکتا۔ آدم علیہ السلام نے حوا علیہا السلام کی طرف روتے ہوئے متوجہ ہو کر کہا حوا
یہ پہلی نحوست ہے گناہ کی جو دوست کے پڑوس سے نکال رہی ہے۔

الغرض یوسف علیہ السلام نے جب فرمایا۔ اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ
بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا۔ حکم ہوا یوسف تم کو شرم نہیں آئی مجھ جیسا مدد
کرنے والا ہوتے ہوئے تم نے غیر سے مدد مانگی۔ میری عزت کی قسم تمہارا یہ گناہ اثر
کئے بغیر نہیں رہے گا۔ اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ کے جتنے حروف ہیں اتنے سال تم کو
قید میں رہنا پڑے گا۔ اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ کے بارہ حروف ہیں۔
بارہ برس تک تم کو قید میں رہنا ہو گا۔ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ
ایک لفظ منہ سے نکلا اس کا یہ اثر ہوا کہ پانچ سال تو قید خانے میں گزرے تھے
اور سات سال قید میں رہنا پڑا۔ دوستو! پاک لوگوں کا یہ حال ہے۔ ان کی لغزش
اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی تو ہم جیسوں کے کبیرہ گناہ کیا اثر رہیں گے۔

القصہ یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے فرمایا جبرئیل لِلّٰہ یہ بتاؤ کہ میرا اللہ مجھ سے
ناراض تو نہیں ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا تم سے اللہ ناراض نہیں ہے زہر کی طرح یہ لغزش ضرور
اثر دکھائے گی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میرا اللہ مجھ سے راضی ہے تو مجھے اور
سات برس قید خانے میں گزارنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

اس بارہ کے عدد میں کمال قوت و تاثیر ہے۔ بارہ امام۔ بارہ برج۔ بارہ اولیاء
اللہ کے ہاتھ میں کل عالم کا انتظام ہے۔ بارہ ہزار فوج کمی کے سبب سے مغلوب نہ ہو گی۔
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بارہ حروف ہیں اور محمد رسول اللہ کے بھی بارہ ہی حروف ہیں یوسف
علیہ السلام بھی مع بھائیوں کے بارہ تھے۔ زمین اور آسمان والوں کے کمالات یوسف
علیہ السلام کو بارہ برس کے قید میں حاصل ہوئے۔ اب وقت آگیا ہے کہ حضرت یوسفؑ
قید کی مصیبت سے نجات حاصل کریں۔ اب ایسے سامان بنتے ہیں جو کسی کے وہم و خیال
میں بھی نہ گزرے ہوں گے۔

بسا اوقات بہت سی ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جن سے بچنے کا کوئی سامان

نظر نہیں آتا. مگر غیب سے ایسے سامان بنجاتے ہیں کہ وہ مشکل آسان ہو جاتی ہے. جب حضرت یوسفؑ خود تدبیر کر رہے تھے اور پھنسے جاتے تھے جب سب سے تعلق ٹوٹ گیا. اس شرابی کا بھی خیال دل سے نکل گیا. جو طرف سے مایوسی ہوگئی بجز خدا کے کسی کا سہارا اور کسی پر بھروسہ نہ رہا تو اب خدا کے فضل نے دستگیری کی.

ادھر یوسف علیہ السلام سجدے میں خدائے تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں. اَللّٰهُمَّ خَلِّصْنِيْ مِنْ سِجْنِ الظُّلْمِ مجھے قید سے چھڑا. ادھر اسی وقت بادشاہ خواب دیکھتا ہے اور گھبرا کر خواب سے اٹھ کر دربار کرتا ہے. تمام کاہن نجومی حکما جمع ہیں. ان کے سامنے اپنا خواب بیان کر رہا ہے وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّيٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ بادشاہ نے کہا آج رات میں نے خواب دیکھا ہے. سات موٹی تازہ گائیں ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں ہندؤں کی طرح قدیم مصریوں میں گائے کی بڑی عزت تھی. گائے کو گائے کھاتے ہوئے دیکھ کر بادشاہ گھبرا گیا.

وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ اور یہ دیکھا کہ سات ہرے بھرے بالیں ہیں اور ان کو سات موکھے بھٹوں نے لپٹ کر اپنے اندر چھپا لیا ہے. يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ

اے اہل دربار اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو جلدی بتاؤ. اس خواب سے میں سخت پریشان ہوں. اس زبردست خواب کی کوئی تعبیر ان کے سمجھ میں نہیں آئی یہ درباری لیاقت تو کچھ نہ رکھتے تھے مگر پورے باتونی تھے. اپنے ناقابلیت کا تو اقرار نہیں کیا بلکہ بادشاہ کے ہی خواب کو جھوٹا بتادیا. قَالُوٓا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ سب نے مل کر کہا بادشاہ یہ پریشان خواب ہیں. وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ہم کو پریشان خوابوں کی تعبیر دینی نہیں آتی. اس لئے کہ ایسے خواب تعبیر کے قابل نہیں ہوتے.

بعض خواب ایسے ہی پر اسرار ہوتے ہیں کہ ان کی تعبیر دینا بجز لایق شخص کے مشکل ہے.

حکایت

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر طمانچہ مارا۔ گھبرا کر ایک بزرگ سے کہا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ تیری کیا مجال ہے کہ تیرا ہاتھ پہنچ سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی کسی بات کے خلاف کر رہا ہے۔ کوئی حرام کبیرہ گناہ تجھ سے ہو رہا ہے بہت سوچا ہے کچھ خیال نہیں آتا ہے۔ اپنی بیوی سے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ تم نے قسم کھائی تھی اور مجھ سے کہا تھا کہ اگر فلاں کے گھر میں گئی تو تجھ پر طلاق بائن ہے۔ میں اس گھر کے دروازے پر سے جارہی تھی مجھ کو قسم دے کر اس گھر والی نے بلایا۔ میں اس کے گھر میں گئی مگر میں نے اس کو تم سے چھپایا۔ اس لئے طلاق ہو گئی ہے۔ مجھ سے تم حرام کر رہے ہو۔ دونوں نے توبہ کئے اور پھر از سر نو نکاح کر لیا۔

الغرض جب بادشاہ نے اپنا خواب بیان کیا۔ اہل دربار اور بڑے بڑے تعبیر دینے والے بادشاہ کے خواب کی تعبیر سے عاجز ہو گئے تو بادشاہ بہت متفکر ہو گیا۔ اس وقت بادشاہ کی حضوری میں ساقی بھی موجود تھا۔ وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ

اب اسے ایک مدت کے بعد حضرت یوسفؑ کا پیغام یاد آیا تو اس نے کہا ذرا اگر مجھے قید خانے تک جانے کی اجازت ہو تو میں وہاں سے آکر حضور کے خواب کی تعبیر ہو بہو بیان کرتا ہوں۔ وہاں ایک با خدا بزرگ ہیں ہم دونوں قیدیوں کو ہمارے خواب کی جو تعبیر دی تھی جو ہو بہو ویسی ہی ہوئی یہ سنتے ہی بادشاہ نے اسے اجازت دی۔ اب ساقی نہایت نادم صورت لیکر حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ منہ پر آستین رکھے ہوئے شرماتے ہوئے سامنے آیا کہا حضور مجھے بالکل یاد نہ رہا۔ میں بالکل بھول گیا معاف فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ تم کیوں شرماتے ہو میرا اللہ مجھے نہیں بھولا ہے اور یہ بس ہے معذرت کے بعد اس ساقی نے کہا یوسفؑ

اے صدیق" اللہ اکبر. حضرت یوسف میں وہ کیا خوبیاں ہوں گی کہ پردیس میں ہیں. اپنے نہیں غیر متقی نہیں بلکہ فاسق تک آپ کے خوبیوں کے قائل ہیں. آپ کو صدیق کہتے ہیں.

صدیق وہ ہے جس کا ظاہر اور باطن یکساں ہو. اس کے دل میں نیکیوں کا ایسا جوش موجود ہوتا ہے جو کسی دباؤ سے نہیں دبتا اور کسی روک سے نہیں رکتا وہ ایسے پکے ارادہ کا ہوتا ہے کہ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے مگر اس کے ارادے کو کوئی پلٹ نہیں سکتا. وہ زندگی کو صرف اللہ کے لئے پسند کیا کرتا ہے. اس کا مقصود صرف رضائے حق ہوتا ہے. اس کے زبان پر سوائے سچ کے کبھی جھوٹ نہیں آتا. بات کریگا سچی، وعدہ کرے گا سچا. نیت میں اس کے خلوص ہوتا ہے. اس کے احوال سچے مثلاً خوفِ خدا اس میں ہے تو اس خوف کے آثار بھی اس میں موجود ہوں گے کانپتا ہوگا لرزتا ہوگا. مارے ڈر کے چہرہ کا رنگ زرد پڑگیا ہوگا. بیقرار ہوگا. یہ نہیں کہ منھ سے تو کہتا ہے کہ مجھے خدا کا ڈر ہے. مگر کچھ بھی اس پر اثر نہیں. یہ جھوٹا ہے منھ سے کہے کہ معصیت سے بچنے کے لئے سب کچھ ہے مگر معصیت کو نہ اختیار کرے

غرض وہ ساقی کہتا ہے. يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ یوسف اے صدق مجسم. اب ہم کو اس خواب کی تعبیر دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھاگئیں اور سات بھٹے ہرے ہیں اور سات بھٹے سوکھے ہیں. سوکھے بھٹوں نے ہرے بھٹوں کو لپیٹ کر ان کو بھی سکھا دیا. اس کی تعبیر فرمایئے تو جس نے مجھ کو بھیجا ہے ان لوگوں کے پاس واپس جاکر بیان کردوں گا تاکہ وہ اس تعبیر کو معلوم کرلیں. اس وقت وہ لوگ تعبیر سننے کے لئے بے چین ہیں.

اللہ اکبر کس قدر فضولیات سے بچتے ہیں کہ یہ نہیں پوچھتے کہ کس کا خواب ہے کس نے بھیجا ہے. بے کچھ دریافت کئے تعبیر شروع فرماتے ہیں. مخلوق کے ساتھ کس قدر ہمدردی ہے کہ تعبیر بیان فرماکر اس کے متعلق انتظام اور تدبیر بھی سکھاتے ہیں.

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا۔ حضرت یوسف نے فرمایا سات موٹی گائیں اور سات ہرے بھٹے ان دونوں کی تعبیر یہ ہے کہ سات سال سستا سماں اور بڑی خوشحالی رہے گی برابر کھیتی کرو گے۔ بارش بہت اچھی ہوگی۔

اب تدبیر سکھاتے ہیں۔ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ مگر جسقدر غلہ پیدا ہو اس میں سے صرف بقدر استعمال کھلا کرو۔ باقی سب بھٹوں میں ہی رہنے دو تاکہ گھن نہ لگ جائے۔ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۔ اس کے بعد قحط کا زمانہ آئے گا وہ بھی برابر سات سال تک رہے گا۔ جو غلہ تم گزشتہ سالوں میں جمع کر چکے ہو وہ سب ان قحط کے برسوں میں کھا جاؤ گے۔ صرف بیج کے واسطے کچھ رہ جائے گا۔ اسلئے کہ ان برسوں میں بارش بالکل رک جائے گی مطلق کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی۔

دبلے گائیوں سے اور سوکھے بھٹوں سے یہی قحط کے سال مراد ہیں جو پہلے سالوں کے اناج کو کھا جائیں گے۔ خواب یہیں ختم ہو گیا۔ اور اس کی تعبیر بھی۔ پندرہویں سال کیا ہوگا خواب میں اس کا ذکر نہیں۔ تعبیر سننے والوں کی پریشانی دور ہونے کے لئے حضرت یوسفؑ اپنی طرف سے فرماتے ہیں۔ اس عبارت کے اشارے سے کہ سات سال قحط کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد قحط نہیں رہے گا بلکہ سکال ہو جائے گا۔ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ پھر اس کے بعد ایک برس ایسا آوے گا جس میں لوگوں کے واسطے خوب بارش ہوگی۔ کثرت سے اناج آئے گا۔ میوہ اور تیل نکلنے کی چیزیں بھی بہت ہوں گی۔ جس کو لوگ نچوڑ نچوڑ کر مشروبات بنائیں گے۔ تیل نکالیں گے۔ غرض کہ پندرہویں سال قحط بالکل دور ہو جاوے گا۔ یہ خوشحالی اور فارغ البالی کا سال ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت یوسفؑ نے تعبیر کے اس قاعدہ سے تعبیر دی ہو کہ خواب دیکھنے والے کے الفاظ سے تعبیر دینا چاہیئے جیسے "سنبلات" یعنے سستا جو بلا خیر بھی ہوتا ہے۔ شر بھی۔ اس کے ساتھ "خضر" ہے جس میں خیر کے دو حروف ہیں "ضاد" سے ضوء جو بہتری کی علامت ہے۔ یعنی سستا بلا خیر کے ہوں گے۔ یابس سے مراد بائس ہے یعنی سستا بلا "بائس" یعنے شر کے سال۔

غرض خواب کی تعبیر سنکر ساقی نے بادشاہ کے پاس جاکر یہ تعبیر سنائی۔ بادشاہ حیران رہ گیا بہت خوش ہوا آپ کے علم وفن کا معتقد ہوگیا۔ چاہا کہ ایسی مبارک ذات سے خود باتیں کرے۔ اس لئے کہا وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ بادشاہ نے مشتاق ہوکر کہا یوسف علیہ السلام کو قید خانہ سے نکالو اور جلدی میرے پاس لاؤ۔ یہ حکم ہوتے ہی ساقی اور بادشاہ کا خاص مصاحب حضرت یوسف کو لانے کے لئے قید خانہ پہنچے اور حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ بادشاہ نے آپ کو یاد کیا ہے۔ اور نہایت عزت سے لانے کے لئے حکم دیا ہے۔ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ اس کے جواب میں حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ تم اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ کو کچھ ان عورتوں کا حال بھی معلوم ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ۔ میرا پرور دگار تو ان عورتوں کے مکر وفریب کو خوب جانتا ہے۔ مگر تم کو بھی تو معلوم ہو جانا چاہیئے جب تک یہ بات اچھی طرح صاف نہ ہو جائے میں قید خانہ سے نہیں نکلوں گا۔

حضرت یوسف کے اخلاق کو دیکھئے زلیخا کے چونکہ آپ پر بہت حقوق ہیں۔ اس لئے اب بھی زلیخا کا نام نہیں لیتے ہیں بلکہ ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے ہاتھ کاٹ لئے تھے اس احتیاط کو تو دیکھئے کہ حضرت یوسفؑ کو اسی ملک میں حکومت کرنا تھا۔ آپ کی دیانت جن کو معلوم ہے معلوم ہے ورنہ بادشاہ کو اور دوسرے لوگوں کو کیا معلوم کہ آپ کیسے ہیں۔ آپ کی امانت اور دیانت میں شبہ رہتا۔ جب تک صاف نہ ہو جائے قید خانہ سے نکلنا مناسب نہ سمجھے اس لئے کہ رعایا کا حاکم سے بدظن رہنے سے بہت ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس صبر کو تو دیکھئے کہ بارہ سال قید رہے ہیں۔ بادشاہ بلا رہا ہے نہایت مستقل مزاجی سے صبر کئے ہوئے ہیں جب تک خیانت اور تہمت سے برات نہ ہو جائے قید سے نہیں نکلنا چاہتے ہیں

حدیث اور یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ ایسے جگہوں میں مت جاؤ کہ جہاں تم پر تہمت لگائی جائے ہمیشہ اپنے کو تہمت سے پاک رکھو۔

حدیث اسی لئے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو خدا پر اور قیامت پر ایمان ہے تو وہ تہمت کے موقعوں سے بچے

حدیث ایک مرتبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے آپ کی بیوی چادر اوڑھے ہوئے آپ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔

آپ ان کو کچھ فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص وہاں سے گزرا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ میری بیوی ہیں۔ کچھ خیال نہ کرنا تو اس نے کہا آپ کی نسبت یارسول اللہ؟ تو فرمایا شیطان ساتھ ہے شاید تو کچھ اور خیال کرے لہذا خود سے تہمت دور کرنے کے لئے تم سے کہہ رہا ہوں۔

حضرت یوسفؑ کا پیغام لیکر لوگ بادشاہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ کو تحقیقات کرنا پڑا ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کے پتہ سے وہ عورتیں بلائی گئیں ان سے معلوم ہوا کہ زلیخا کی دعوت میں یہ واقعہ ہوا اس ضمن میں زلیخا کے بھی احوال ظاہر ہوئے اس لئے زلیخا کو بھی بلانا پڑا۔ غرض سب عورتیں اور زلیخا دربار میں جمع ہو گئے ہیں۔ مخفی طور پر تمام قصہ سے بادشاہ واقف ہو چکا ہے ان سب عورتوں سے بادشاہ پوچھتا ہے۔ وَقَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ جب تم نے یوسفؑ کو پھسلانا چاہا تھا تو اس وقت کیا معاملہ پیش آیا۔ سب عورتوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ عورتوں نے کہا حاشا وکلا ہم نے یوسفؑ میں کسی طرح کی برائی نہیں دیکھی بلکہ ہم نے ان کو نہایت نیک نیت پایا ہے۔ صرف ایک زلیخا رہ گئی ہے وہ چپ بیٹھی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اب زلیخا کا عشق وہ ناقص عشق نہیں رہا ہے۔ عشق کامل ہو گیا ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ خود کو بری ثابت کرنے کے لئے سارا الزام خاوند کے سامنے یوسف پر رکھا گیا۔ زیب النساء بیگم نے کیا خوب کہا ہے ۔

عشق تا خامست باشد بستۂ زنجیر شرم ٭ پختہ کاران جنوں را کے حیا زنجیر پاست

عشق جب تک ناقص رہتا ہے تو شرم بھی رہتی ہے پھر جب عشق پختہ و کامل ہو گیا تو پھر کیسی حیا کہاں کی شرم۔

کمال عشق میں تو خود کی توہین ہو یا ذلت اپنے معشوق یوسفؑ کا بری ہوجانا پسند ہے اس لیے زلیخا کہتی ہے۔ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ اب راز عشق مجھ پر کھل گیا ہے قصور میرا تھا۔ میں نے یوسفؑ کو پھسلایا تھا۔

یوسف بالکل سچے ہیں۔ ایک اور بات ہے۔

دوستو! جب عشق کامل ہوتا ہے تو عاشق کا کچھ ارادہ ہی نہیں رہتا جو معشوق کا ارادہ وہ عاشق کا ارادہ۔ یہ مقام ہے تسلیم و رضا کا۔

اس وقت زلیخا اسی مقام میں ہے۔ زلیخا اپنی عزت پر یوسفؑ کی عزت کو مقدم رکھتی ہے جب دیکھتی ہے کہ اپنے معشوق یوسفؑ کی مرضی خود کو بری ثابت کرنے کی ہے تو خود بھی حضرت یوسفؑ کو بری کرتی ہے۔ کہتی ہے۔ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ایک اور بات بھی سننے کی ہے۔

انسان کی فطرت پاک و صاف واقع ہوئی ہے۔ جب کسی سے کوئی جرم کسی وجہ سے ہو جاتا ہے اندر سے فطرت سلیمہ اسکو ملامت کرتی ہے یہ ملامت اندر سے اسقدر شدت سے ہوتی ہے کہ مجرم اس سے چھوٹنے کے لیے جرم کا اقرار کرتا ہے۔ گو اس کو قید یا مصیبت کی کیسی ہی تکلیف ہو اس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے بہت سے ملزم قتل اور ڈکیتی جیسے سنگین مقدمات میں اقبال جرم کر لیتے ہیں۔

ایسا ہی اسوقت زلیخا کی فطرت سلیمہ اسکو ملامت کر رہی ہے کہ ہائے تو نے یہ کیا کیا کہ ایسے پاکباز کو بدنام کر کے بارہ برس قید کی تکلیف میں ڈالا۔ اس کے اندر یہ ملامت اس شدت سے ہو رہی تھی کہ اس نے اپنی بدنامی کا کچھ خیال نہیں کیا۔ صاف صاف کہدیا۔ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ زلیخا نے یہ بھی دیکھا کہ یوسف کو میرا کتنا خیال ہے کہ شہر کی اور عورتوں کا نام لیا میرا نام نہیں لیا۔ حالانکہ یہ فتنہ میری ذات سے اٹھا ہے۔ جب یوسف کو میرا اتنا خیال ہے تو مجھ کو بھی ان کا کچھ خیال

ہونا چاہیئے. اسلئے کہا اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ

دوستو! اس سے بڑھکر بھلا کونسا درجہ تقوے کا ہوگا جو حضرت یوسفؑ کو حاصل تھا دشمن بھی ہیں تو اس کا اقرار کر رہے ہیں. وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْخُصَمَاءُ فضیلت وہ ہی ہے جس کے دشمن قائل ہوں.

بادشاہ نے کسی کو یوسفؑ کے پاس بھیجا اور یہ سارا قصہ معلوم کرایا اور یہ ظاہر کیا کہ تمام مصر نے جان لیا ہے کہ یوسفؑ تم پاک ہو اور اس تہمت سے بری. تم آؤ تمہارے سامنے ان سب عورتوں کو سخت سزا دیتا ہوں یوسفؑ نے کہلایا کہ آپ ہرگز کسی کو سزا مت دیجیے. میں نہیں چاہتا کہ کسی کو سزا دیجائے. میری غرض صرف یہ تھی ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ کہ میں نے عزیز کی امانت میں اس کے غائبانہ خیانت نہیں کی. وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ. اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا.

اگر میں خیانت کرتا تو میری ایسی برات مشہور نہیں ہوتی. دیکھو زلیخا اور دوسری عورتوں نے اپنے خاوندوں کی خیانت کی تو اللہ نے ان کی خیانت کو ظاہر کر کے تمام شہر میں بدنام کر دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ.

خیانت بہت بری صفت ہے اور امانت داری نہایت بہترین صفت ہے. افسوس امانت داری کی صفت مسلمانوں میں بہت کم ہو گئی ہے خود مسلمانوں کو مسلمانوں پر بھروسہ نہیں رہا. اگر کوئی کہیں سفر کو جانے لگے گا. کچھ رقم رکھنے کی ضرورت ہو تو کسی مسلمان پر بھروسہ نہیں کریگا. کسی ہندو ساہو کار کے پاس رکھا جائے گا. اگر کسی مسلمان صاحب کے پاس رکھائے تو چٹ تو خرد برد کریں گے یا پھر مکر جائیں گے یا ستا ستا کر دیں گے. حالانکہ امانت کا یہ حکم ہے کہ [illegible] وہی روپیہ دینا چاہیئے اگر وہی روپیہ نہیں دیا بلکہ اپنے پاس سے دوسرا دیا تو بھی گنہگار ہوا. امانت میں خیانت کرنیوالا لکھا جائے گا.

حدیث جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو ایک منادی نے ندا کی

ہمیشہ کے گھر کو کون خرید تا ہے۔ فرشتوں نے پوچھا اس کی قیمت کیا ہے حکم ہوا۔ امانت کو پورا پورا ادا کرنا۔ ساری مخلوق نے کہا ہم سے نہیں ہو سکتا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا میں اور میری اولاد خریدتی ہے۔ جنت کو اور امانت ادا کرتی ہے حکم ہوا کس بھروسہ پر؟ آدمؑ نے عرض کیا کہ آپ ہی کے بھروسہ پر، اگر تھک گیا تو آپ کے ہی دامن میں چھپونگا۔ آپ کے ہی پناہ میں آؤں گا۔ حکم ہوا ہماری پناہ لوگے تو ہم مدد کریں گے۔ ہم سے بے رخ رہوگے تو ہم بھی اپنی مدد اٹھالیں گے۔

اس اہتمام سے آپ کو امانت داری کا حکم دیا گیا۔

امانت اور خیانت بھی کئی قسم کی ہیں۔ ایک امانت تو یہ ہے کہ کوئی روپیہ یا کچھ مال رکھائے تو بجنسہ واپس کرے تو امانت دار ہے۔ ورنہ خائن ہے۔

اگر کوئی اپنی کسی چیز پر آپ کا بھروسہ کرے۔ اس کے بھروسہ کے موافق رہنا امانت ہے اس کے خلاف رہنا خیانت ہے جیسے عزیز مصر نے زلیخا کے لئے حضرت یوسف پر بھروسہ کے موافق پورے اترے یہ امانت داری ہے۔

کوئی شخص اپنا راز آپ سے کہے تو اس کو چھپانا امانت داری ہے لوگوں پر وہ راز ظاہر کردینا خیانت ہے۔

فرض سنتیں اور اعمال خدا کی امانت ہیں ان کو ہمیشہ بموجب احکام بجالانا امانت ہے۔ اور جس نے عمل ہی نہ کیا یا جیسا حکم ہے ویسا عمل نہیں کیا وہ خدا کی خیانت ہے۔

اعضاء و قوتیں بھی امانت الٰہی ہیں۔ اللہ کی مرضی کے موافق انکو برتنا امانتداری ہے۔ اگر انکو خدا کی مرضی کے خلاف صرف کیا گیا تو یہ خیانت الٰہی ہے۔

اہل و عیال و مال بھی اللہ کی امانت ہیں۔ اس کی وجہ سے خدا سے غافل ہوجانا اور انکو خدا کا راستہ نہ دکھانا در مال مسرفانہ صرف یہ بھی خیانت ہے۔

تمام نوکر چاکر بھی امانت الٰہی ہیں ان سے کام لے کر ان کو ماہوار نہ دینا یا اور کسی وجہ سے ستانا یہ خیانت الٰہی ہے۔

حکومت تفاوت فتویٰ لکھنا بھی امانت الٰہی ہے۔ بموجب احکام عمل نہ کیا اور لوگوں کی حق تلفی کی تو یہ خیانت الٰہی ہے۔

مشورہ[۹] دینے والا امانت دار ہے قصداً مشورہ خراب دیا حق کو چھپایا بری رائے دی یہ بھی خیانت ہے۔

تول[۱۰] اور ناپ بھی امانت ہے۔ ناپ تول میں دغابازی کرنا خیانت ہے

دل[۱۱] بھی خدا کی امانت ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ پاک صاف ستھرا دل تجھ کو امانت دیتے ہیں پھر ہم کو ایسا ہی واپس دیا جب قبر میں رکھا جاتا ہے حکم ہوتا ہے کیوں بندے ہماری امانت میں خیانت کر کے لایا ہے۔ یا ویسا ہی لایا ہے جیسا کہ دیا گیا تھا یعنے دنیا سے محبت کم اور اللہ سے زاید محبت کی ہے۔ تو امانت دار ہے۔ اگر دنیا سے زیادہ اور اللہ سے محبت کم ہے تو خیانت کی ہے۔

ترا بگوہر دل کردہ اند امانت دار ز دزدِ امانتِ حق را نگاہ دار و مخسپ

تجھ کو دل جیسا گوہر دیکر امانت دار بنایا ہے یہ امانت حق ہے غافل نہ رہنا چوروں سے اسکی حفاظت کرنا۔ یہ تو اللہ کی امانتیں ہیں اور ایک امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے وہ اتباع سنت ہے۔ سنت کو چھوڑ کر بدعت پر عمل کرنا خیانت رسول ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ خیانت کرنے والا محروم ہوتا ہے۔

حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص اسم اعظم سیکھنے آیا۔ اٹھارہ مہینے خدمت میں رہا۔ ایک روز حضرت نے اس کو ایک برتن دیا جس کا منہ کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور دیا کہ فلاں شخص کو لیجا کر دو۔ وہ لیجا رہا تھا راستہ میں خیال آیا دیکھوں کیا چیز ہے منہ کھولتے ہی اندر سے چوہا نکلکر بھاگا اور کچھ نہیں تھا وہ شخص غصہ میں پھر آیا اور کہا حضرت کیا آپ مجھ سے دل لگی کرتے ہیں آپنے فرمایا

دلگی کی بات نہیں۔ ہم نے ایک چوہے پر تم کو آزمانا چاہا۔ جس نے چوہے میں خیانت کی جس طرح دیا گیا تھا اسی طرح نہیں پہنچایا اب تجھ پر کیا بھروسہ۔ اسم اعظم کی امانت تو کیسے سنبھالے گا دیکھئے خیانت کرنے والا یوں محروم رہتا ہے اور امانت ادا کرنے والا دنیا میں بھی کامیاب ہوتا ہے۔

حکایت ایک غریب شخص تھے ان کی ایک نیک بخت عورت بھی تھی اس نے کہا کہ آج بچوں پر فاقہ ہے دیکھو کچھ کہیں سے لے آؤ وہ غریب حرم میں پہنچے وہاں ہزار اشرفیوں کی تھیلی پڑی ہوئی ملی۔ گھر میں لے آئے بیوی نے کہا یہ پڑا ہوا مال ہے اس کو مشتہر کرنا ضروری ہے۔ حرم میں واپس آئے کہ ایک شخص چیخ رہا ہے کہ یہاں سے اشرفیوں کی تھیلی کس نے اٹھائی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اٹھائی۔ وہ شخص ان کے پاس آیا اور نو ہزار اشرفیوں کی تھیلیاں اور لا کر دیں۔ اس نے کہا بھائی غریب سے ٹھٹا کیوں کرتے ہو۔ اس نے کہا میں ٹھٹا نہیں کر رہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مجھے ایک امیر نے دس ہزار اشرفیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ حرم میں ایک تھیلی ڈال کر ندا کرو اگر اٹھانے والا واپس دے تو ساری اشرفیاں اسی کو دیدو کہ وہ بڑا امانت دار ہے اسکی برکت سے میری خیرات قبول ہوگی۔ اسلئے میں تجھ کو اور نو ہزار اشرفیاں دے رہا ہوں۔ یہ ہے امانت دار کے لئے دنیا کی بھلائی اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۔

صاحبو! یوسف علیہ السلام کا قصہ شروع کرنے سے پہلے ایک ضروری مضمون بطور تمہید کے عرض کرتا ہوں اس آیت میں نفس کا ذکر آیا ہے اس لئے،

نفس کو سمجھنا چاہیئے وہ کیا چیز ہے انسان کے اندر ایک قوت ہے۔ جو ہمیشہ شر اور برائی کا ارادہ اور خواہش کرتی ہے اسکو نفس کہتے ہیں بخلاف اس کے روح ہمیشہ بھلائی کا ارادہ اور خیر کی خواہش کرتی ہے بری جتنی صفتیں ہیں وہ سب اس نفس میں جمع ہیں۔ شہوت، غضب۔ شیطانیت یہ سب اسی

نفس میں ہیں۔ جب اس نفس کو بڑی صحبت ملتی ہے اور انسانوں میں کے شیطان اس کو بہکاتے رہتے ہیں تو اس نفس کی ساری توجہ لذات بدنیہ کی طرف رہتی ہے اس طرح کھاتا ہے جیسے جانور کھاتے ہیں۔ بلکہ اس کی جانوروں سے بھی گری ہوئی حالت ہوتی ہے جانور اپنے مالک کو پہچانتے ہیں یہ کمبخت نفس اپنے مالک کو بھی نہیں پہچانتا۔

دین کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ دین کی بات جب سامنے آئی تو بیل کی طرح بلید ہو جاتا ہے اگر سمجھا بھی تو اس کی الٹی سیدھی تاویلیں کر کے اڑانے کی فکر کرتا ہے۔ سور کی طرح حریص، کتے کی طرح خوشامدی، اونٹ کی طرح کینہ والا، چیتے کی طرح تکبر کرنے والا۔ لومڑی کی طرح مکار وحیلہ ساز ہو جاتا ہے غرض وہ انسان نہیں رہتا ہے کبھی کسی جانور کی کیفیت میں ہوتا ہے اور کبھی کسی جانور کی۔

قلب نفس اور روح کے بیچ میں ہے کبھی نفس سے متاثر ہوتا ہے اور کبھی روح سے اسی لئے اسکو قلب کہتے ہیں کہ دل اس الٹ پلٹ میں رہتا ہے۔

حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دل مثل اس پر کے ہے جو کھلے میدان میں ہو، ادھر کی ہوا آتی ہے تو اسکو ادھر اڑاتی ہے اور ادھر کی ہوا آتی ہے تو اسکو ادھر اڑاتی ہے۔ ایسے ہی قلب بھی کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا ہے۔ اس واسطے کبھی متقی ہے تو کبھی فاسق۔ جیسے دھواں جب چڑھتا ہے تو چھت پر جمتا ہے مگر کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ پھر اور چڑھتا ہے اور جمتا ہے ایسے ہی ہوتے ہوتے چھت کو کالا کر دیتا ہے۔

ایسا ہی نفس کی برائیوں کا دھواں چڑھتے چڑھتے دل کو کالا بنا دیتا ہے یہ تاریکی روح میں اور دل میں پردہ بنجاتی ہے۔ اس وقت روح کا اثر بالکل بند ہونے سے دل اندھا ہو جاتا ہے۔ حق بات دکھتی نہیں۔ ایسے دل کی نظر میں آخرت کی قدر نہیں رہتی۔ دنیا ہی مقصود ہو جاتی ہے۔ آخرت کی سختیاں اور

دوزخ کے احوال اس کان سے سنتا ہے اور اس کان سے نکال ڈالتا ہے ایسے شخص کی عقل بھی آخرت کے معاملہ میں بیکار ہو جاتی ہے۔

اکیلی روح رہ جاتی ہے وہ ایسی ہو جاتی ہے جیسے فولاد پر زنگ چڑھ گیا ہو۔ ایسی روح کا کچھ اثر نہیں رہتا۔ ساری سلطنت نفس کی ہو جاتی ہے طرح طرح کے برائیوں کا حکم کرتا جاتا ہے۔ روح تو بے بس ہے دل اور عقل تو نفس کے تابع ہیں اس لئے ہمیشہ برائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کو کہتے ہیں نفس امارہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اس حکایت کے بیلوں کی۔

حکایت

تین بیل تھے ایک زرد۔ دوسرا ابلق تیسرا کالا۔ یہ تینوں ایک رمنہ پر قابض تھے کسی جانور کو اس میں نہیں آنے دیتے تھے۔ سب جانوروں نے مشورہ کیا کہ کسی تدبیر سے یہ جنگل ان سے چھڑائیں شیر نے کہا میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔ اس رمنہ کے پاس آیا تو تینوں بیلوں نے سینگ جھکا کر حملہ کرنا چاہا تو شیر نے کہا سنو بھائیو مجھے اپنے پاس رہنے دو۔ مجھ سے تم کو قوت ہوگی۔ غرض وہ راضی ہو گئے۔ چند روز کے بعد شیر نے پہلے پیلے اور ابلق بیل سے کہا ہم میں اور کالے بیل میں کچھ مناسبت نہیں۔ یہ نہ رہے تو پھر جنگل ہمارا ہی ہے۔ ان دونوں بیلوں نے کہا کیا کیا جائے شیر نے کہا تم چپ رہو اس کالے کی مدد مت کرو میں انتظام کر لیتا ہوں۔ دونوں بیلوں نے کہا تیرا اختیار ہے تو جو چاہے کر۔ کالا بیل چر رہا تھا۔ شیر نے اس پر حملہ کیا تو اس نے اپنے ساتھ کے دونوں بیلوں کو مدد کے لئے بلایا۔ انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ شیر نے کالے بیل کو پھاڑ ڈالا اور کھا لیا۔

چند روز کے بعد پیلے بیل سے کہا تجھ میں اور مجھ میں پوری مناسبت ہے اس ابلق کو کسی طرح نکال دیں تو پھر سارا رمنہ ہمارا ہی ہے۔ اس نے کہا اچھا تم کو اختیار ہے۔ شیر نے ابلق پر حملہ کیا۔ اس نے بھی اپنے ساتھی کو پکارا اس نے سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا شیر ابلق کو چیر پھاڑ کر کھا گیا چند روز کے بعد

پہلے بیل سے کہا تیار ہو جاؤ! اب تمہاری باری ہے اسلئے کہ تم میں اور مجھ میں کچھ مناسبت ہی نہیں۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو بہت یاد کیا اور بہت گڑگڑایا کچھ فائدہ نہوا شیر نے اسکو بھی پھاڑا اور کھالیا۔ ایسا ہی نفس شیر ہے عقل اور دل کو بے کار کر دیتا ہے۔ پھر روح کو دبانا کونسی بڑی بات ہے سارا جسم اسی کا ہے جس عضو سے جو کام چاہتا ہے لیتا ہے اس لئے اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے۔

اگر خدائے تعالیٰ کی عنایت ہوئی۔ کوئی نیک صحبت ملی یا کسی کی نصیحت کا اثر ہوا۔ ہدایت کا راستہ کھل گیا تو گو نفس کی طبیعت میں شر ہے۔ شر کا ارادہ کرتا ہے مگر پھر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ برائی کرتا ہے۔ پھر پچھتاتا اور توبہ کرتا ہے اسکو نفس لوامہ کہتے ہیں یہ بہت اچھی صفت ہے اسی سے نیکیوں کی بنیاد پڑتی ہے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔

کثرت ذکر اور خلافِ نفس شریعت کی پابندی سے روح کی نورانیت غالب آکر دل کے ساتھ نفس کو بھی منور کر دیتی ہے تو نفس گو اس کی طبیعت میں شر ہے مگر روح کی نورانیت غالب آنے سے صفاتِ حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں جیسے عفت، تقویٰ، صبر وغیرہ، ہر حال میں خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے ہر واقعہ کو خدا ہی کے طرف سے سمجھ کر اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ ایسے نفس میں ایک سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے اس لئے اسکو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

ہم اس دنیا کے طلسم میں کچھ ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ کچھ خبر ہی نہیں کہ پہلو میں کونسا نفس لئے ہوئے ہیں ؎

باش تا مِہ رُوئے یکتا بیند ٭ باش تا با تو در حدیث آیند

تاکیاں را نشاندہ بہ زر ٭ تاکیاں را گرفتہ در بر

ذرا ٹہرو۔ پردہ اٹھنے دو تو معلوم ہوگا کہ جس کو بغل میں لینا تھا اسکو

دروازے پر بٹھایا ہے اور جس کو دروازے پر بٹھانا تھا اس کو بغل میں لئے ہوئے ہو ایسا ہی جو روح و دل کو باہر کر کے نفس کو اندر لئے ہوئے ہیں ٹہرو ٹہرو ایک وقت وہ آتا ہے کہ صحیح و تندرست تھے کوئی کہتا ہوا آتا ہے کہ فلاں صاحب بیمار ہو گئے۔ کوئی دوا آپ کو معلوم ہو۔ یا کوئی لائق حکیم کا پتہ ہو تو بتایئے لائق لائق ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج ہوتا رہا۔ مگر بیماری بڑھتی جا رہی ہے۔ پھر خبر آتی ہے کہ ان کی نازک حالت ہے وصیت بھی کر دی۔ مال سب ایک جگہ کر کے مقفل کر دیا۔ توڑے بھی ڈالدیئے گئے۔ پھر خبر آتی ہے اب تو زبان بھی بند ہو گئی پہچانت بھی نہیں رہی۔ ایک ایک سامنے لیجاتے ہیں یہ تمہارا بچہ ہے۔ یہ تمہاری بیوی ہیں کچھ بولو۔ کہاں کی بیوی کہاں کے بچے سب سے تعلق ٹوٹنے کا وقت آیا ہے پھر خبر آتی ہے کہ وہ صاحب ختم ہو گئے۔ وہ تو گئے مگر اپنے ساتھ کیا لے گئے۔ کچھ نہیں۔ سب یہیں رہ گیا۔ نفس امارہ لے گئے یا نفس مطمئنہ اگر نفس امارہ لے گئے ہیں تو اس کے ساتھ سیاہ دل بھی ہے۔ خدا سے وحشت بھی ہے اگر نفس مطمئنہ لے گئے ہیں تو صفائی دل کی بھی ہے۔ ذکر الٰہی سے انسیت بھی ہے اور خدا کی محبت بھی اور بار بار یہ خطاب بھی ہے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف چلو وہ تم سے راضی، تم اس سے راضی دوستو! دیکھو جو کچھ لینا ہے لے لو۔ اور ایک بات سنو۔ جب تک زندہ رہو گو نفس کیسا ہی مطمئنہ ہو جائے ولی ہی نظر آئے پھر بھی اس سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے اس کی یہ ساری ولایت مجبوری کی ہے اور اندر شرارت بھری ہوئی ہے

حکایت ایک شخص کا کسی پہاڑ پر گذر ہوا دیکھا کہ اژدہا پڑا ہوا ہے۔ بالکل بے حس و حرکت ہے ہلا جلا کر دیکھا تو کچھ بھی حرکت نہیں سمجھا کہ مرا ہوا ہے۔ یہ خیال باندھا کہ اسکو شہر میں لے چلو کمال ظاہر ہوگا اس کو لایا اور بڑا فخر کرنے لگا میں نے اسکو اس طرح مارا یوں کیا اور یوں کیا لوگ اسکی

بہادری کی تعریف کرنے لگے۔ یہ قصہ صبح کے وقت کا ہے رفتہ رفتہ آفتاب اونچا ہوا۔ اس سانپ کو گرمی پہنچی۔ اس نے پکڑنے والے کو کاٹ لیا جس کی وجہ سے وہ ختم ہوگیا اسی طرح:

اے شخص تو جو مغرور ہے کہ میرا نفس راہ پر آگیا ہے یاد رکھ اسکی مثال اس اژدھے کی طرح ہے جو سردی کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا اور واقع میں وہ زندہ تھا اسی طرح تیرا نفس جو گناہ کا سامان نہ ہونے سے نیک نظر آتا ہے اگر ابھی گناہ کا سامان ہوجائے تو پھر اسکو دیکھنا چاہیئے کیسے رنگ لاتا ہے بخلاف پیغمبروں کے کہ انکا نفس ایسا مطمئنہ ہوتا ہے کہ پھر اس کے امارہ ہونے کی امید نہیں اسلئے کہ ان کی روح کی نورانیت ایسی غالب آتی ہے کہ نفس کو بھی شر سوجھتا ہی نہیں گو ان کے بھی نفس میں شر ہے مگر ان کے نفس سے وہ شر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ پیغمبر معصوم ہیں۔

اسی بات کو حضرت یوسفؑ کس عمدگی سے ظاہر فرماتے ہیں وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ میں اپنے نفس کو بری اور پاک نہیں بتلاتا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ نفس تو ہر ایک کا بری ہی بات بتلاتا ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر جس پر میرا رب رحم کرے وہ لوامہ ہوتا ہے یا مطمئنہ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اگر نفس امارہ سے لوامہ ہوجائے تو میرا رب مغفرت فرماتا ہے۔ اگر نفس مطمئنہ ہوگیا تو یہ محض اسکی عنایت و رحمت کا اثر ہے۔ اس سے حضرت یوسفؑ یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ:

انسان ہمیشہ اپنے عیبوں پر نظر رکھے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم کو اپنا عیب نظر نہیں آتا ہے۔ دوسرے کے عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں جب طاعون یا کوئی بیماری پھیلتی ہے تو کہتے ہیں کہ میاں طاعون کیوں نہ ہو لوگوں کے اعمال تو دیکھئے کیا ہیں۔ اگر کسی نے بہت احتیاط کی تو کہا کہ اللہ رحم کرے ہم لوگ کیسے کیسے اعمال میں مبتلا ہیں۔ اس سے بھی دوسرے ہی مراد ہوتے ہیں۔

کبھی کسی کو یہ کہتے نہیں سنا ہوگا کہ میرے اعمال خراب ہیں مجھ میں فلاں عیب ہے

اس کے سبب سے یہ تباہی آرہی ہے۔ جب تعجب ہوتا ہے تو ہمیشہ دوسروں کے اعمال پر ہوتا ہے۔ غرض ہمارے سامنے دو فہرستیں ہوتی ہیں۔ ایک اپنے نیک اعمال کی اور ایک دوسروں کے برے اعمال کی۔ صاحبو! ہم لوگ اپنے آپ کو ٹٹولیں اور غور و فکر کریں تو ہم کو خود معلوم ہوگا کہ ہمارے اندر کیا کیا برائیاں بھری ہوئی ہیں۔ پھر کیا منہ لیکر ہم اپنے کو پاک سمجھیں ہمارا ہر وقت کا مشغلہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو پاک سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جو بڑے بڑے اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ ان کی نظر ہمیشہ اپنے عیبوں پر رہی ہے۔ اولیاء تو اولیاء پیغمبر بھی باوجود معصوم ہونے کے اپنے نفس کو پاک نہیں کہتے تھے۔

دیکھئے یوسف علیہ السلام کیا فرماتے ہیں۔ وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ میں نفس کو پاک نہیں کہتا۔ وہ تو برائی کا حکم کرتا رہتا ہے۔ یہ کون فرما رہے ہیں یوسفؑ۔ کون یوسفؑ وہ یوسفؑ کہ جن کے پاک ہونے کی اللہ تعالیٰ گواہی دے رہا ہے۔ کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ایسے ہی ہم ان سے برائی اور فحش دور کرتے رہتے ہیں اگر مخلوق کی گواہی چاہتے ہو تو وہ دودھ پیتے بچے کی گواہی کافی ہے جس نے یوسف علیہ السلام کے پاک ہونے کی گواہی دی۔ اگر شہادت اس بچہ کی قبول نہیں تو خود زلیخا کی گواہی موجود ہے۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ فَاسْتَعْصَمَ میں نے ہی یوسفؑ کو پھسلایا ہے وہ ہمیشہ بچتے ہی رہے۔ اگر زلیخا کی بھی گواہی منظور نہیں تو مصر کی عورتوں کی گواہی موجود ہے انہوں نے کہا مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے کوئی برائی کی ہو۔ اگر عورتوں کی گواہی بھی تمہارے پاس قابل قبول نہیں تو شیطان کی گواہی موجود ہے۔ اس نے کہا تھا۔ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ سب کو بہکاؤں گا مگر تیرے مخلص بندوں کو نہیں بہکا سکوں گا۔ یوسفؑ کے مخلص ہونے پر اللہ گواہ ہے اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۔ یوسفؑ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں باوجود اس قدر تقدس و پاکی کے حضرت یوسف یہ فرماتے ہیں۔

وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ میں اپنے نفس کی برات کا دعویٰ نہیں کرتا. نفس تو برائی کا ہمیشہ حکم کرتا ہے. لیکن ناشکری بھی نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہتا ہوں اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر جس پر میرا رب رحم کرے.

دوستو! جب یوسف علیہ السلام باوجود اس تقدس و پاکی کے دعویٰ نہ کریں تو ہم آپ کس شمار میں ہیں تو یہ ہم سکھانے کے لئے فرماتے ہیں. وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ غرض

آج تہمت کا ہوا قصہ تمام ؛ آج واقف ہوگئے سب خاص و عام
پاک ثابت ہوگئے یوسفؑ نبی ؛ کیا عنایت ان پہ یہ مولٰے نے کی

مصر کا بادشاہ حضرت یوسفؑ کا مشتاق ہے. حکم دیا کہ حضرت یوسفؑ کو ہمارے دربار میں لاؤ قَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ان کو خاص اپنے کام کے لئے رکھوں گا. عزیز مصر کی ماتحتی سے نکال کر نائب سلطنت بناؤں گا. مگر اس طرح نہیں تمام شہر میں آئینہ بندی کرو تمام شہر کو طرح طرح کی زینتوں سے آراستہ کرو. جگہ جگہ کمانیں بناؤ. قید خانہ سے ہمارے محل تک دو طرفہ فوج کھڑی رہے شاہی گھوڑا زیور سے آراستہ بھیجو. کئی رسالے آگے اور پیچھے رہیں، بادشاہ کے مصاحب نے خدمت میں حاضر ہوکر کہا حضور کو بادشاہ نے یاد فرمایا ہے. خلعت فاخرہ پیش کیا حضرت یوسفؑ نے فرمایا ایک اور بات ہے جب تک وہ پوری نہ ہو میں قید خانہ سے نہیں نکلوں گا. بادشاہ سے کہو ظلم سے جو قیدی تنگ ہیں ان کو بھی میرے ساتھ قید سے چھوڑ دو. بادشاہ نے اسکی بھی اجازت دی.

یوسف علیہ السلام شاہی خلعت پہن کر شاہی گھوڑے پر سوار ہوئے. آج پورے بارہ برس کے بعد قید خانہ سے قدم باہر نکال رہے ہیں. بڑی شان و شوکت سے جلوس آپ کا روانہ ہوا. دو طرفہ فوج سلامی اتار رہی ہے. ہر طرف خوش آمدید کے نعرے بلند ہو رہے ہیں ؎

آج ہے پھر مصر میں وہ اژدھام ؛ آج ہیں پھر محو حیرت خاص و عام
آج پھر ہے عام منظر آپ کا ؛ آج پھر چرچا ہے گھر گھر آپ کا

آج پھر ہے مصر میں اک دھوم دھام آج پھر بے چین ہے عالم تمام

الغرض سواری آپ کی دربار شاہی تک پہنچی۔ ہر شخص کے زبان پر ہے سہ

آ گئے یوسفؑ پیارے آ گئے آ گئے آنکھوں کے تارے آ گئے

بادشاہ نے چند قدم آگے بڑھکر یوسف علیہ السلام کا خیر مقدم کیا۔ بادشاہ نے بغل گیر ہو کر اپنے بازو میں تخت پر بٹھایا۔ نہایت محبت سے باتیں کرنا شروع کیں فَلَمَّا كَلَّمَهُ جب بادشاہ نے آپ سے باتیں کیں تو باتوں سے آپ کا فضل و کمال ظاہر ہوا۔ آپ کی قابلیت آپ کی اعلیٰ درجہ کی رائے ظاہر ہوئی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر کہا قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ تم ہمارے نزدیک آج سے بڑے معزز اور معتبر ہو۔

خواب کی تعبیر کا ذکر آیا تو بادشاہ نے کہا اتنے بڑے قحط کا انتظام بڑا بھاری کام ہے یہ انتظام کس کے سپرد کیا جائے قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ حضرت یوسف نے فرمایا ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دیجئے إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ میں ان کی حفاظت کروں گا۔ آمد و خرچ کا انتظام اور حساب کتاب کے طریقے سب سے میں واقف ہوں۔

دوستو! حضرت یوسفؑ یہ عزت دیکھ کر یہ نہیں فرماتے کہ کنعان کو واپس کیا جائے بلکہ یہیں کے اختیارات مانگتے ہیں۔ ایسا ہی۔

جب مسلمان نیک ہو اور سکرات کے وقت وہ عزت دیکھے پھر دنیا کی طرف پلٹنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ کافر اور گنہگار جب وہاں کے سختیاں دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا (اے رب مجھ کو دنیا کے طرف واپس کرتا کہ میں نیک عمل کر کے لوٹ آؤں)

مصر کے بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کے قید خانہ سے نکلتے وقت کیا کیا اعزاز و احترام کیا ایسے ہی نیک مسلمان کے لئے دنیا قید خانہ ہے

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِينَ۔ دنیا سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ طرح

طرح کے اعزاز و احترام کرے گا۔ فرشتے مبارکباد کہتے ہوئے سامنے آئیں گے اور کہیں گے سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اے نیک بندے تم پر سلام ہو، جاؤ جنت میں یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے۔

حضرت یوسفؑ کی یہ درخواست مخلوقِ خدا پر شفقت کے لحاظ سے تھی آپ چاہتے تھے کہ مخلوق کی خدمت کریں کوئی ایسا اہل نہیں تھا۔ ایسا انتظام کوئی دوسرا کر نہیں سکتا تھا۔ بادشاہ نے کہا آپ جیسا شخص مجھ کو مل نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے آپ کو عزیز مصر بنایا۔ وزیر مال کا کام بھی آپ ہی دیکھئے مجھ سے کسی چیز کے پوچھنے کی ضرورت نہیں نائب السلطنت بھی آپ ہی ہیں۔ پورے اختیارات آپ کو دیئے گئے ہیں برائے نام بادشاہ ہوں۔ دوستو! سمجھنے کی بات ہے۔ حسن میں حضرت یوسفؑ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے جب کبھی آپ بے نقاب باہر تشریف لاتے تو جو دیکھتا عاشق و شیدا ہو جاتا۔ کمزور طبیعت کے لوگ بیہوش ہو ہو کر گر جاتے۔ حسن یوسفؑ ضرب المثل ہے۔

حسن کی بھی دنیا میں بڑی قدر ہے مال و دولت اسکے سامنے بے حقیقت ہوتے ہیں۔ لیکن جو قدر خدا نے علم کو دی ہے اس کا پاسنگ بھی حسن کو نہیں ملا لیجئے خود قرآن مجید اس کا شاہد ہے۔ جب تک یوسف علیہ السلام کو علم کی خلعت نہیں ملی تھی حسن تو آپ کا مادری تھا۔ کیا قدر تھی کہیں تو کھوٹے درہموں کو بکے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ پھر قافلہ سالار نے اچھی قیمت سے بیچا۔ غرض باوجود اتنے حسن خداداد کے غلاموں کی طرح بکتے رہے انتہا یہ کہ قید خانہ میں پہنچ گئے۔ اس جیل میں اللہ نے آپکو تعبیر خواب کا علم دیا۔ جیل سے سیدھے مسند وزارت پر آئے۔ دوستو! یوسف علیہ السلام کا قصہ سنانے کے پہلے ایک مختصر سی تمہید عرض کرنا ضروری ہے۔ سنئے ذرا دل لگا کر سنئے:۔

صاحبو! کارخانہ قدرت کو آپ نے دیکھا ہر چیز کس انتظام سے ہو رہی ہے کہیں بدنظمی نام کو نہیں۔ جب دیکھو جاڑے کی راتیں لانبی ہوتی ہیں گرمیوں کی راتیں چھوٹی۔ کبھی آپ نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ گرمیوں کی راتیں لانبی ہوں

اور جاڑے کی چھوٹی. پیر کے موسم میں گرمی رہے گی. بارش کا آغاز مرگ سے ہوگا
غرض ہر چیز کے لیے تو ایک طریقہ مقرر ہے اس کے خلاف ہو نہیں سکتا. ایسا ہی
عذاب وثواب کا بھی ایک طریقہ مقرر ہے اس کے خلاف ہو نہیں سکتا.

سنیئے تین عالم ہیں. عالم دنیا۱. عالم برزخ۲. عالم آخرت۳

ہر کام نیک یا بد کرنے کے بعد اس کا رنگ روح پر اور دل پر جمتا ہے اور
عالم برزخ میں چھپتا ہے. ہر ایک کام اپنے مناسب صورت سے عالم برزخ میں
ظاہر ہوتا ہے اسی تمام برزخ کو قبر کہتے. ہر کام کی جو صورت بنتی ہے قیامت تک
وہیں عالم برزخ میں رہتی ہے. پھر جب قیامت میں یہ دونوں عالم فنا ہو جائیں
گے. کثافت کی چادر اتار کر سارا عالم لطیف و نورانی ہو جائے گا. عالم برزخ
میں جس کام کی جو صورت بنی تھی وہ کامل طور پر قیامت میں ظاہر ہو جائے گی.
تو ہر نیک و بد کام کے موجود ہونے کی تین حالتیں ہیں. صدور۱. ظہور مثالی۲ ظہور۳
حقیقی. اس کی مثال ایسی ہے جیسے فوٹو فون. جب آدمی بات کرتا ہے تو اس
کے تین مرتبے ہوتے ہیں. ایک۱ تو یہ ہے کہ وہ بات منہ سے نکلی. دوسرا۲ مرتبہ
فوراً وہ الفاظ فوٹو فون میں بند ہو گئے اور اس میں چھپ گئے. تیسرا مرتبہ جب
کنجی دی تو بعینہ وہی آواز ظاہر ہوتی ہے. سو منہ سے نکلنا عالم دنیا کی مثال
ہے فوٹو فون میں بند ہونا عالم برزخ کی پھر اس سے نکلنا عالم قیامت کی مثال ہے
کوئی شخص اس میں شک نہیں کرتا کہ الفاظ تو منہ سے نکلتے ہی فوٹو فون میں بند
ہو جاتے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ نکالنے کے وقت وہی بات نکلے گی
جو اول منہ سے نکلی تھی. اسکے خلاف نہ نکلے گی. اسی طرح مسلمان کو اس میں
شک نہیں کرنا چاہیئے کہ جسوقت کوئی عمل نیک یا بد اس سے ہوتا ہے وہ عالم
برزخ میں چھپ جاتا ہے. اور قیامت میں اس کا پورا ظہور ہوگا کیونکہ قدرت
کے کارخانہ میں جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے اس کے خلاف کبھی ہو نہیں سکتا. ایسا ہی
نیک و بد عمل کا جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے اس کے خلاف کبھی ہو نہیں سکتا اچھا

ایک اور مثال سے سمجھئے درخت پیدا ہونے کے تین مدارج ہیں۔ تخم ڈالنا زمین سے نکلنا۔ بڑا ہو کر پھل پھول لگنا۔

صاحبو! کیا خود بخود بغیر تخم کے درخت نکلتا ہے اور بغیر درخت کے پھل پھول لگ جاتا ہے نہیں! صاحبو یہ سب تخم ڈالنے کا نتیجہ ہے۔ ایسا ہی عمل کرنا تخم ڈالنا ہے۔ عالم برزخ میں چھپنا درخت نکلنا ہے۔ قیامت میں آثار کامل ظاہر ہونا پھول پھل لگنا ہے۔ تخم میں پھول پھل پتے ڈالیاں سب موجود ہوتے ہیں۔ مگر نظر نہیں آتے۔ جب تخم زمین میں ڈالا گیا تو درخت اور پھول پتے وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں جو تخم میں نظر نہیں آتے تھے۔ ایسے ہی نیک وبد عمل میں سب کچھ عذاب و ثواب ہے مگر نظر نہیں آتا۔ قبر اور قیامت میں ظاہر ہو جائے گا جو تخم دیکھے اور درخت نہ دیکھے اس کو اعتبار نہ آئے گا کہ اس تخم سے یہ درخت نکلتا ہے۔ ایسا ہی ہم کو اعمال کے نتیجہ کا جو قبر اور قیامت میں ہوگا۔ چونکہ دیکھا نہیں ہے ہرگز اعتبار نہیں آتا ہے تو جیسے اس شخص کو جو تخم دیکھے اور درخت نہ دیکھے اس شخص کا اعتبار کرنا چاہیئے جس نے تخم اور درخت دونوں دیکھے ہیں۔ اور یہ کہتا ہے کہ اس تخم کا یہ درخت ہے۔ جیسے املی کا درخت اور اس کا تخم۔ سوچو

ایسے ہی اعمال کا نتیجہ قبر و قیامت میں جو ہوگا پیغمبروں نے دیکھا ہے ان کا اعتبار کرنا چاہیئے۔

تو صاحبو! جیسے دنیا کا کارخانہ غیر منظم نہیں، ایسا ہی آخرت کا کارخانہ بھی غیر منظم نہیں ہے کہ جس کو چاہا پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا اور جس کو چاہا جنت میں بھیجدیا۔ یوں تو خدا کو اختیار ہے مگر اس کی اس طرح عادت نہیں بلکہ انسان کے جزا و سزا کی یہ صورت ہے کہ جب انسان لباس جسمانی کو ایسی حالت میں اتارتا ہے کہ اس نے نیکیاں کر کے ملکوتیت کو غالب اور بہمیت کو مغلوب کر لیا ہے تو جیسے مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے۔ ایسا ہی وہ علیین یعنی اچھے لوگوں کی طرف کھنچتا ہے اس کے اعمال جو عالم برزخ میں جمع ہیں۔ عمدہ صورتوں میں

اس کے سامنے آتے ہیں، اور وہ اعمال جنت کی ہوائیں اور خوشبو بن کر اس کو آرام پہنچاتے ہیں اور جس شخص نے برائیاں کر کے ملکوتیت کو مغلوب اور بہیمیت کو غالب کر رکھا ہے. تو وہ سجین یعنے برے لوگوں میں کھچکر جاتا ہے. اس کے اعمال جو عالم برزخ میں جمع ہیں. سانپ، بچھو، گرز، آگ بن کر ایذا دیتے ہیں وہ ان سے رنج اٹھاتا ہے. پھر قیامت میں پورا ظہور ہو کر نیک کو جنت میں اور بدکو دوزخ میں جانا ہو گا. جیسے عالم دنیا سے چیزیں عالم مثال میں چھپتی ہیں ایسا ہی ادھر سے آنے والی چیزیں عالم مثال میں رہتی ہیں. پھر اس عالم میں ظاہر ہوتی ہیں جو برے اعمال اس عالم سے عالم برزخ میں چھپتے ہیں تو اصل تو قیامت میں ظاہر ہوں گے. مگر اس کے آثار کسی قدر پھر اس عالم میں طاعون ووبا وقحط ومغلوبیت وغیرہ عذاب بن کر ظاہر ہوتے ہیں.

یورپ کا سائنس داں کہتا ہے کہ بخارات یعنے پانی کے چھوٹے چھوٹے ذرات کشش آفتاب سے اوپر چڑھتے ہیں. زمہریر کی سردی سے جم کر بارش بن کر ٹپک پڑتے ہیں تو اس کو مان لیا جاتا ہے. اگر ایسا ہی برے بھلے اعمال عالم مثال میں چھپکر کسی قدر پھر اس عالم میں قحط. طاعون. وبا. مغلوبیت بن کر ظاہر ہوتے ہیں تو اس کو کیوں نہیں مانا جاتا

ایسے ہی نیک اعمال جو عالم برزخ میں چھپتے ہیں ان کا اثر کامل طور پر تو قیامت میں ظاہر ہوگا مگر کسی قدر اس عالم میں بھی الٹ کر ظاہر ہوتا ہے.

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں کے مظالم ہوئے، مصر کی غلامی رہی قید کی زندگی ان طرح طرح کے مصیبتوں پر آپ نے صبر کیا. راضی برضاء الٰہی رہے. یہ نیکیاں عالم برزخ میں چھپے اور بہ تبدیل صورت اس عالم میں اس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ عزت ملی، حکومت ملی، وزیر اعظم بنے، نائب سلطنت بنے، بادشاہ نے اپنی انگوٹھی ان کو پہنا دی اپنا لباس دیا، سواری دی. ان کا شاہانہ جلوس نکالا. ان کا لقب جہاں پناہ رکھا. عام اعلان کیا گیا کہ یوسف کو جملہ اختیارات شاہی عطا کئے گئے.

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ہم نے ایسے عجیب طور پر یوسف علیہ السلام کو ملک میں با اختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں ایسی آزادی دی جیسے بادشاہوں کو ہوتی ہے۔ یا تو وہ وقت تھا کہ کنوئیں میں محبوس تھے پھر عزیز کی ماتحتی میں مقید رہے۔ پھر قید خانہ میں بند رہے یا آج یہ خود مختاری اور آزادی عنایت ہوئی کہ تمام مصر میں حضرت یوسفؑ ہی کی حکومت تھی جو چاہتے احکام نافذ کرتے۔

دنیا کا دستور ہی یہ ہے، خدا تعالیٰ کی عادت اسی طرح کی ہے کہ سختی کے بعد آرام دیا کرتا ہے۔ نو مہینے بچہ رحم میں خون پیتا ہے جب کہیں چاند جیسا ہو کر باہر آتا ہے۔ لعل پتھر میں ایک زمانہ تک۔ آفتاب کی تپش کی سختی جھیلتا ہے۔ جب کہیں انمول لاقیمت ہو کر نکلتا ہے۔

مسلمانو! اس سے تم کو سبق لینا چاہیئے۔ گو کیسی ہی ناامیدی کی حالت ہو مگر تم کو ناامید نہ ہونا چاہیئے۔ وہ جو غلامی سے نکال کر بادشاہت پر پہنچا سکتا ہے وہ جو فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے اس پر اعتماد رکھو مگر خود میں قابلیت پیدا کرو۔ شرک اور گناہوں سے بچو حضرت یوسفؑ کی طرح تقویٰ اور عصمت صبر اور استقامت حاصل کرو اور حکومت کرنے کی صلاحیت پیدا کرو، پھر دیکھو وہ کارساز حقیقی کس طرح تمہاری مدد کرتا ہے۔

تمام ملک مصر میں خوشی کا عالم ہے۔ ہر ایک باغ باغ نظر آرہا ہے۔ دربار یوسفی سے نئے نئے احکام جاری ہو رہے ہیں۔

تمام امور سلطنت میں آپ نے وہ اعلیٰ انتظام اور بندوبست کئے کہ تمام دنیا میں آپ کی شہرت ہو گئی۔ بادشاہ کے خواب کی تعبیر ظاہر ہونے کا وقت آگیا۔ اب یہاں سے وہ سات سال شروع ہوتے ہیں جن میں غلہ کثرت سے پیدا ہوگا تو آپ نے تمام زمینداروں اور کسانوں کے نام احکام صادر کئے کہ تمام مصر کی زمین میں غلہ بویا جائے۔ زمین کا محصول معاف کیا جاتا ہے۔ بجائے محصول کے نصف غلہ خود رکھیں اور نصف ہمارے پاس داخل کیا جائے۔ ادھر آپ نے بہت بڑے جنگل میں بڑے بڑے مکان

بنوائے جس میں زیادہ غلہ جمع رہے گا اور قحط میں مخلوق کے کام آئے گا۔

سات سال میں خوب غلہ جمع ہو گیا۔ اس انتظام سے آپ فارغ ہو کر سلطنت کے دوسرے کاموں کی اصلاح میں مشغول ہیں۔

ایک تو آپ کو سلطنت دی گئی

دوسری چیز نبوت دی گئی۔ نیکیاں عالم برزخ میں چھپتی ہیں۔

پھر الٹ کر ان کا اثر اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے۔

نبوت ان چیزوں میں سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا کی رحمت ہے۔ نبوت نیکیوں کا دنیوی معاوضہ نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ جس کو چاہتے ہیں ہم اپنی رحمت یعنی نبوت عطا کرتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی قابل ذکر نیکی عفت وعصمت ہے کہ جس کو آپ نے کیسے کیسے نازک موقعوں پر بچایا ہے۔ یہ نیکی بھی عالم برزخ میں چھپی اور پھر جب اُلٹ کر دنیا میں آئی تو اس کا اثر دنیا میں یہ ہوا کہ زلیخا سے آپ کا نکاح کروا دیا گیا اس کا واقعہ اس طرح ہوا۔

جب عزیز مصر وزارت سے علیحدہ کیا گیا تو وہ اس صدمہ کی تاب نہ لا سکا چند روز میں مر گیا۔ اب غمزدہ زلیخا سخت حیران و پریشان ہے۔ وزارت جاتے ہی گھر پاب کوئی نہ رہا۔ عزیز بھی مر گیا۔ گھر میں کوئی اولاد نہیں۔ سب سے زیادہ یوسف کی جدائی اس کی جان لے رہی ہے۔ زلیخا ہے اور یوسفؑ کا خیال ہے۔ عشق اپنے زوروں پر ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا آپ نے قصہ سنا ہو گا۔ جب آپ کے پاس فرشتے بصورت آزمائش کے لئے آئے ہیں اللہ کہتے ہیں تو آدھا مال لٹاتے ہیں پھر اور نام لینے کی خواہش کرتے ہیں اس طرح نام اللہ کا لینے والوں کو کل مال دے دیتے ہیں۔

یہ عشق حقیقی تھا۔

عشق مجازی میں یہی رنگ زلیخا پر چھا ہے جو کوئی اس کے پاس آ کر پیارے

یوسف کا نام لیتا ہے یا ان کا کچھ ذکر کرتا ہے تو مٹھیوں سے اشرفیاں اور جواہرات دیتی ہے. جس سے یہ تھوڑے ہی دنوں میں مفلس و محتاج ہو گئیں. رہنے کا محل تک لٹا دیا جس راستہ سے حضرت یوسفؑ کا گزر ہوتا تھا وہاں ایک جھونپڑی ڈال کر پڑی ہے.

معمولی مصیبتوں میں انسان بوڑھا ہو جاتا ہے. طرح طرح کی مصیبتوں کے سوا یوسفؑ کے جدائی کی مصیبت نے اس کو نہایت بوڑھا بنا دیا. آنکھوں سے روتے روتے اندھی ہو گئیں کمر جھک گئی. بال سفید ہو گئے. دانت گر گئے. سب کچھ ہو گیا مگر یوسف کی محبت دل سے نہ گئی ؎

ع ہر گہ کہ یا د روئے تو کردم جواں شدم

"سب کچھ ہو گیا ہوں مگر جب معشوق کا نام لیتا ہوں نوجوان ہو جاتا ہوں" ایک یہ محبت ہے اور ایک ہماری محبت خدا کے ساتھ ہے سب کچھ رکھ کر پھر اس سے کورے ہیں. اگر کوئی مصیبت آگئی تو پھر دیکھئے دل میں کیا کیا بدگمانیاں آتی ہیں.

ایک سنسان میدان ہے. ہو کا عالم ہے جہاں آدم نہ آدم زاد، ایک ٹوٹی سی جھونپڑی میں زلیخا عزیزِ مصر کی بیگم رہتی ہے.

حضرت یوسفؑ کی سواری جب اس طرف سے گزرتی ہے تو ان کے گھوڑے کے سموں کی آواز سے دل بہلاتی ہے. لوگوں سے کہتی ہے. لوگو مجھے راستہ کے کنارے لے چلو یوسف نہ سہی ان کے گھوڑے کے سُم کی گرد تو مجھ پر پڑے گی. اسی کو میں اپنا وصال سمجھوں گی بچوں کی شرارت مشہور ہے ان کو یہ شرارت سوجھتی تھی کہ جب فوج سامنے سے گزرتی تو بچے کہتے زلیخا یہ دیکھو یوسف آئے وہ کہتی میں تو اندھی ہوں مگر دل محبت میں زندہ ہے. وہ دیکھ رہا ہے اس میں میرا "جاناں" نہیں ہے.

جب یوسفؑ آتے تو بچے کہتے خدا جانے یوسف کب آئیں گے زلیخا کہتی اے مجھے دھوکا مت دو میری جان یہ کیا ہے گزر رہا ہے. زلیخا گرتی پڑتی قریب سواری کے جانا چاہتی ہے تو نقیبوں اور چوبداروں سے ہٹو بڑھو، دور ہو کی آواز سنتی ہے تو کہتی

ارے ایک زمانہ سے دور ہوں بادا اور کیا دور کرے گا۔ خود ہی دور ہوتی ہوں یہ کہکر بے ہوش ہو کر گر جاتی ہے کمبل کا جبہ جسم میں ہے اور ایک رسی سے کمر بندھی ہوئی ہے۔ ٹوٹی جھونپڑی میں ہے۔ آپ کچھ جانتے ہیں کہ یہ اندھی بڈھی کون ہے؟ یہ وہ ہے جس نے یوسفؑ کو جواہرات میں تولا تھا۔ مصر میں ان کے استقبال کے لئے ان کی راہ میں زر و جواہر نہیں بلکہ اپنی پلکیں بچھادی تھی۔ تمام مصر کو دلہن بنا کر ان کے سامنے آئی تھی۔ یہ وہی زلیخا ہے جو آج کس بُرے حال میں خراب و خستہ پڑی ہوئی یوسفؑ یوسفؑ کہہ کر ٹھنڈی سانس بھرتی ہے۔ کوئی اس کا پرسان حال نہیں جو کوئی راستہ سے گذرتا تو زلیخا کی یہ حالت دیکھ کر رو دیتا۔

زلیخا آج تک اپنے پرانے مذہب پر ہے بت پرستی کرتی ہے۔ ہمیشہ اس پتھر سے یوسفؑ کو مانگتی ہے جب پتھر سے یوسف کو مانگتے عاجز ہو گئی۔ مگر پتھر کو کیا خبر" اندھے کے آگے روئے اپنی آنکھیں کھوئے۔" حضرت یوسفؑ کی صحبت نے اثر کیا توفیق الٰہی نے مدد کی دیکھا کہ سارے اسباب منقطع ہو گئے ہیں۔ بجز خدا کے کوئی سہارا نہیں ہے۔ بت سے کہا جب تجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا تو پھر تو کس کام کا صنم کو توڑا اور صمد سے دل کو جوڑا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه منھ سے نکلا مسلمان ہو گئی اور عرض کیا الٰہی یا تو مجھے یوسف سے ملا یا یوسف کی محبت میرے دل سے نکال لے اور اپنی محبت دے۔ الٰہی وہ دن دکھا کہ مجھ کو یوسفؑ تلاش کریں۔ اور میں یوسفؑ سے چھپوں۔ وہ مجھے منتیں کر کے بلائیں اور میں ان سے بھاگوں۔ وہ اپنا حسن جمال مجھے دکھائیں۔ میں اُن سے منھ پھیر لوں۔ الٰہی یوسفؑ مجھ کو دیکھیں اور میں تجھ کو دیکھوں۔ زلیخا یہ دعائیں مانگ رہی تھی۔ فرشتوں نے عرض کیا الٰہی اب تو زلیخا تیری ہو گئی ہے اس کی مراد پوری کر۔ حکم ہوا ملائکہ مجھے میری ذات کی قسم ہے دیکھو کل کیا ہوتا ہے۔

دوسرے دن حضرت یوسفؑ کی سواری بڑی شان سے مصر میں نکلی۔ زلیخا کے جھونپڑے کے پاس سے گزری۔ زلیخا لکڑی لے کر سڑک کے کنارے کھڑی رہی

اور کہنے لگی سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا بِالْمَعْصِيَةِ وَجَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا عَلَى الطَّاعَةِ پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو غلام بنایا گنہگاری کے سبب سے اور غلاموں کو بادشاہ بنایا اپنی طاعت اور تابعداری کے سبب سے۔

زلیخا ہمیشہ ایسی ہی آوازیں لگایا کرتی تھی۔ لیکن کون سنتا تھا آج زلیخا کا خدا حامی ہے۔ زلیخا کی یہ آواز حضرت یوسف کے کان میں پہنچی۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا جلد دیکھو یہ کون فریاد کرتا ہے اس کو کیا تکلیف ہے۔ حضرت یوسفؑ کا غلام زلیخا کی جھونپڑی کی طرف دوڑا۔ دیکھا کہ ایک بڑھیا اندھی فریاد کرتی ہے۔ جاکر عرض کیا ایک اندھی عورت ہے وہ کچھ فریاد کرتی ہے فرمایا جاؤ پوچھو کیا مانگتی ہے غلام گیا اور پوچھا بڑھیا جلد بتا تیری کیا حاجت ہے۔ زلیخا نے کہا تو کون ہے اس نے کہا حضرت یوسفؑ کا غلام ہوں۔ یہ سن کر زلیخا نے کہا ہٹ جاؤ تجھ سے کیا کام ہے جس نے تجھے بھیجا ہے اس کو ہمارے پاس بھیج۔ غلام نے حضرت یوسفؑ سے عرض کیا حضور وہ عورت بڑی مغرور و متکبر ہے کہتی ہے کہ جا اُسے بھیج جس نے تجھے بھیجا ہے۔ غلام اُدھر گیا ادھر زلیخا دعا کرنے لگی الٰہی بتوں میں تو اتنی بھی طاقت نہیں تھی یوسف کے غلام کو میرے پاس لاتے۔ وہ یوسف کو کہاں لا سکتے تھے مگر کیا الٰہی تجھ میں اتنی طاقت نہیں جو یوسف کو میرے پاس لائے۔ یہ سنتے ہی دریائے رحمت جوش میں آیا۔ حکم ہوا جبرئیل یوسفؑ سے کہو جاؤ اس بڑھیا کی مزاج پرسی کرو۔

حضرت یوسفؑ فوراً سواری سے اتر پڑے۔ زلیخا کے سامنے جاکر کھڑے ہوئے فرمایا اے عورت تو کون ہے زلیخا نے کہا میں وہ ہوں جس نے تم کو جواہرات سونا، چاندی خرچ کر کے مول لیا تھا۔ میں وہ ہوں کہ جب سے تم کو دیکھا کبھی رات کو سوئی نہیں۔ کبھی پیٹ بھر کھانا کھایا نہیں۔ افسوس تم اتنا جلد مجھے بھول گئے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم بلائے سے کبھی آئے نہ تم خود سے کبھی آئے نہ تم خود سے کبھی آئے۔ آج تم کو کسی نے بھیجا ہے یا تم آپ آئے ہو۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا آج مجھے رب العالمین نے بھیجا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جاؤ اس

[بچ]ھیا کا دل خوش کرکے آؤ۔ یہ سنتے ہی زلیخا کے دل میں عشق الٰہی کی پہلی بنیاد پڑی عرض کیا

اے توڑنے کر بت ساد یکر بالاماں کہنے والے خدا تیرا شکر ادا کرتی ہوں۔

ابھی تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ منہ سے نکالا ہے کہ یوسفؑ ہاتھ باندھے سامنے

[ک]ھڑے ہیں۔ کھڑے کیا ہیں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تیری دلی تمنا کیا ہے۔ کفر کی حالت میں جواہر

[ن]گار محلوں میں نہ آئے اگر دھوکے سے لے گئی تو پیچھا چھڑا کر بھاگ گئے۔ آج جنگل ہے چٹیل

[م]یدان ہے جھونپڑی ہے۔ لیکن بت پرستی چھوڑ کر خدا پرست ہوئی ہوں۔ ابھی ابھی مسلمان

ہوئی ہوں۔ یوسف سامنے کھڑے ہیں۔ کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

یوسفؑ نے پوچھا زلیخا وہ تمہارا حسن و جمال اور مال و دولت کیا ہوا

زلیخا نے کہا جس نے تم کو قید خانہ سے نکال کر سلطنت دی، اسی نے

میرا حسن و جمال اور مال لے لیا۔

حضرت یوسفؑ پوچھتے ہیں اچھا زلیخا بتاؤ تمہاری کیا آرزو ہے۔ زلیخا نے کہا تم

پوچھتے ہو یا کوئی اور پوچھتا ہے۔ آپ نے فرمایا جلدی بتاؤ تمہاری تمنا کیا ہے۔ زلیخا کہنے لگی

میری تمنا وہی ہے جو شروع سے تھی اور اب تک ہے آپ نے فرمایا زلیخا اب تو تم بڈھی ہو گئی

ہو تم اس قابل نہیں رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا یوسفؑ زلیخا کے طرف سے ہم کہتے ہیں وہ قابل نہیں تو کیا

ہوا ہم تو قدرت والے ہیں اس کو قابل بنا سکتے ہیں۔ یوسفؑ معجزہ دکھائے۔ جبرئیل نے

زلیخا پر ہاتھ پھیرا آنکھیں روشن ہوئیں۔ کمر سیدھی ہوئی نئے سرے سے جوان تھی۔ یوسف

اس وقت (۴۰) سالہ ہیں اور زلیخا سترہ سالہ۔

زلیخا کے جوان ہونے میں وہمیوں کو شک میں رہنے دو۔ جن کو معجزہ

اور کرامت کا انکار ہو تو وہ زلیخا کا جوان ہونا نہ مانیں۔ ہم تو جانتے ہیں جو

خدا ایسی قدرت والا ہے جو سب کو جنت میں جوان کرکے بھیجے گا وہی

قدرت والا خدا ہے۔ جس نے زلیخا کو جوان کیا۔

یورپ میں جرمن اور فرانس کے ڈاکٹر بندر کے غدود لگا کر بڈھے انسان

کو جوان بنا رہے ہیں اس کا کسی کو انکار نہیں۔ کسی پیغمبر کے معجزہ
اور خدا کی قدرت سے کوئی جوان ہو تو انکار ہے۔

آپ تو قائل ہیں کہ زلیخا جوان ہو گئی حضرت یوسفؑ سے نکاح ہو گیا فرشتوں نے مبارکباد دی حضرت یوسفؑ نے دلہن کے حجرہ کو طرح طرح سے آراستہ کیا جب رات ہوئی تنہائی میں حضرت یوسفؑ نے زلیخا سے کہا کیوں زلیخا وہ اچھا تھا کیا یہ؟

اسوقت خدا کا غضب ہوتا مخلوق میں بدنامی، عزیز کے سامنے ندامت اور اب خدا کی عنایت ہے اور مخلوق مبارکباد دے رہی ہے۔ زلیخا نے کہا یوسف اب مجھے معاف کرو۔ تمہارے عشق مجازی عشق حقیقی ہو گیا ہے اور حضرت یوسفؑ کے دل میں جائز محبت زلیخا کی پیدا ہو گئی ہے زلیخا کے لئے عبادت خانہ بنا دیا گیا تھا اور ادھر خدا کی عبادت کرتی ادھر حضرت یوسفؑ کی خدمت۔

ایک رات کو یوسفؑ نے چاہا کہ زلیخا کے پاس سے نہ جائے اور زلیخا مشتاق عبادت تھیں وہ اٹھیں آپ نے ان کو پکڑا وہ چھڑا کر بھاگیں تو یوسفؑ نے پیچھے سے کرتا پکڑا۔ اس کش کشی میں زلیخا کا کرتہ پھٹ گیا۔ جبرئیل وہیں تھے انہوں نے کہا یوسف اس کرتے کے بدلے یہ کرتہ ہو گیا۔ فانہ ہفتم میں اس نے تمہارا کرتہ پھاڑا تھا آج تم نے اس کا کرتا پھاڑ دیا۔ یوسفؑ نے کہا کیا زلیخا تم وہ نہیں ہو جنھوں نے میرے لئے کیا کچھ نہ کیا تھا۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ میں تمہاری ہوں مگر میرا دل وہ نہ رہا پہلے یوسفؑ کی طالب تھی اب یوسفؑ کے خالق کی طالب ہوں

حاجو! انسانی زندگی پر آپ نے نظر ڈالی ہو گی۔ انسان کی زندگی کی ابتدا ہوتی ہے بچپنے سے۔ بچپنے میں لذت و مزہ کسی چیز میں نہیں آتا ہے اگر مزہ آتا ہے تو کھیل میں۔ اگر بچہ سے کہا جائے کہ کھیلو مت ہم تمہارا ایک جوان عورت سے نکاح کر دیتے ہیں جملۂ میں بڑا مزہ آتا ہے۔ بچہ کہے گا غلط اس میں کیا مزہ ہے۔

اگر مزہ ہے تو پتنگ میں، چینڈ ول میں، لٹوؤں میں، جوان ہنستے ہیں کہ تمہا
کو معلوم ہی نہیں اگر معلوم ہوگا کہ عورت میں کیا مزہ ہے تو سب کھیلوں
کو آگ لگا دے گا۔

جب جوان ہوا تو معلوم ہوا کہ عورت میں کیا مزہ ہے۔ اب
اچھے کپڑوں میں بھی مزہ آرہا ہے۔ اچھے کھانوں میں بھی مزہ آرہا ہے
بچپنے کے کھیلوں پر خود ہنستا ہے کہ لاحول ولا قوۃ میں نے اب تک
بیکار عمر ضائع کی۔ عورت کے کپڑے کے، کھانے کے مزہ کے سامنے
کھیل کا مزہ کچھ بھی نہیں۔ ان سب مزوں کو لذتِ حسی کہتے ہیں اسکے
بعد ایک اور لذت ہے جس پر سے انسان کھانے پینے کی لذتوں
کو قربان کر دیتا ہے وہ لذت حکومت کی ہے یہ ڈگری ہو تو یہ عہدہ
ملتا ہے کھانا پینا نیند برباد کر کے حکومت کے لئے کوشش کرتا ہے حالانکہ
یہ ایک خیالی لذت ہے۔ صرف خیال پر مزہ لے رہا ہے اس کو لذت
خیالی کہتے ہیں۔ یہاں تک تو نفس و شیطان ساتھ ہیں ان لذتوں کو
لذت کر کے دکھاتے ہیں اسکے آگے ایک اور لذت ہے اسکو لذت
قلبی کہتے ہیں۔ وہ خدا کے عشق و محبت کی لذت ہے۔ اسکے تابعداری
اور اطاعت کی لذت ہے جیسے بچہ عورت کی لذت سے انکار کرتا
تھا ایسا ہی سب اس دل کی لذت سے انکار کرتے ہیں جب بچہ جوان
ہوا اور عورت کی لذت ملی تو اب کہتا ہے میری وہ سب پچھلی عمر
ضائع گئی۔ ایسا ہی اس دل کی لذت سے انکار کرتے ہیں۔

جب بچہ جوان ہوا اور عورت کی لذت ملی تو اب کہتا ہے میری
وہ سب پچھلی عمر ضائع ہو گئی۔ ایسا ہی اس دل کو لذت کا مزہ لگ
جائے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ افسوس میں نے اپنی ساری عمر برباد کی۔
لذتِ حسی و خیالی چند روزہ لذت ہے لذتِ قلبی ابدالآباد کی

لذت ہے۔

لذتِ حسّی و خیالی میں طرح طرح کی مصیبتیں ہیں عورت ناموافق ہوئی گھر قید خانہ ہو گیا۔ حکومت میں بالا دست حاکم کی طرف سے سختیاں و بال جان ہیں۔ غرض ایک مزہ کے ساتھ ہزار ہا بدمزگیاں ہیں مگر دل کی لذت میں مزہ ہی مزہ ہے۔ بے مزگی نام کو نہیں جیسے آب حیات ظلمات میں چھپا ہوا ہے ایسا ہی دل کی لذت لذات حسی و خیالی میں چھپی ہوئی ہے۔ کوئی لذت حسّی میں اٹک گیا ہے کوئی لذت خیالی میں۔

ایک زمانہ تک زلیخا بھی لذت حسی اور لذت خیالی میں پھنسی رہی صرف لذت حسی و لذت خیالی کے پیچھے کسقدر بے شمار خزانہ اور کیسی اٹھتی جوانی اور کیسا بے نظیر حسن خاک میں ملا دیا۔ نتیجہ کیا ہوا ناکام ہی رہا۔ ہائے یہ خزانہ یہ جوانی یہ حسن لذت قلبی کیلئے لٹاتی تو کیا اچھا ہوتا۔ زلیخا اگر خدا تمہاری نہ کرتا تو تم برباد ہو چکی تھیں احسانے مدد کی تم کو لذت قلبی حاصل ہو گئی ہے کہ اب یوسفؑ تمہاری طرف متوجہ ہیں اور تم خدا کی طرف متوجہ ہو۔

کیوں بی زلیخا تم سب لذتیں لے چکی ہو۔ تم بادشاہ کی بیٹی، وزیر کی بیوی اس سے بڑھ کر اور کیا حکومت ہو سکتی ہے، یہ خیالی لذت بھی تم لے چکی ہو حسی لذت کا کیا پوچھنا۔ سب مزے تم کو حاصل تھے آخر یہ قلبی لذت ملی۔ سچ بتاؤ کونسی لذت میں مزہ بڑھ کر ہے دریا و قطر کی بھی مناسبت نہیں۔ زمین و آسمان کی مثال بھی ٹھیک نہیں عرش و فرش کا فرق کچھ نہیں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کا جیسا کوئی نہیں

غرض یوسفؑ و زلیخا علیہما السلام خوش ہیں، خدا کی عبادت کرتے ہوئے

زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے دو لڑکے بھی پیدا ہوئے ہیں، ماں ویسی، باپ ویسے ان بچوں کے حسن کا کیا کہنا شمس و قمر تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ نیکوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے

عالم مثالی و برزخ سے جو اثرات الٹ کر آئے سو وہ یہ ہیں۔ مگر اعمال صالحہ کا اصل و کامل ظہور تو قیامت میں ہوگا۔ اس لئے فرماتا ہے۔

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔

آخرت کا اجر تو دنیا کے اجر سے مسلمان متقیوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔

الغرض اب تمام ملک مصر میں حضرت یوسفؑ ہی کی حکومت تھی جو چاہتے احکام نافذ کرتے اور بی زلیخا جیسی فرشتہ صفت حور کی طرح خوبصورت نوجوان عورت آپ کے نکاح میں ہے لیکن یہ در اصل بہت ہی حقیر اور ادنیٰ ثواب ہے اور جو کچھ ان متقیوں کو ملنے والا ہے وہ تو مرنے کے بعد ہی ملے گا۔

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔

تقویٰ کرنے والوں کا آخرت کا اجر دنیا کی تمام نعمتوں سے بہت بہتر ہے۔ اسلئے کہ دنیا کے اجر کو بقا ہے فنا کے ساتھ کہاں ہے ملک مصر اور کہاں ہیں زلیخا۔ آخرت میں اجر میں بقا ہے فنا نام کو نہیں دنیا میں جو اجر عطا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مشقتیں ہی مشقتیں ہیں آخرت کے اجر میں عطا ہے پھر اس کے بعد مشقت نہیں۔

اسی واسطے کہا گیا ہے کہ اگر دنیا سونا ہوتی اور فانی۔ آخرت ٹھیکری ہوتی اور باقی تو آخرت دنیا سے بہتر ہوتی۔ چہ جائیکہ دنیا ٹھیکری ہے اور فانی اور آخرت سونا ہے۔ اور باقی تو پھر آخرت کس طرح بہتر نہ ہوگی

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ جنت بنائے جانے کی کچھ کیفیت بیان فرمائیے

تو آپ نے فرمایا جنت کی دیواریں ایک اینٹ سونے کی ایک اینٹ چاندی کی ہیں اس کا گارا مشک خالص کا اس میں بجائے گھانس کے زعفران ملی ہوئی ہے۔

جنت میں کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں جو اس میں داخل ہوگا طرح طرح کی نعمتوں میں ہمیشہ رہے گا۔ نہ مرے گا۔ نہ بیمار ہوگا۔ نہ کپڑے پرانے ہوں گے نہ جوانی ڈھلے گی۔ جیسے دنیا میں دن بدن حسن گھٹتا اور بڑھاپا آتا جاتا ہے ایسا ہی وہاں دن بدن حسن و جمال بڑھتا جاتا ہے۔ نوجوان رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں چار قسم کے باغ اور چار قسم کے محل اور چار قسم کے پینے کی چیزیں اور چار قسم کی خلعتیں ہیں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا۔ ہمیشہ رہنے کے باغ جس میں وہ داخل ہوں گے کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ ان کو باغ فردوس ملیں گے اس میں اللہ کی طرف سے مہمانی ہوگی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی۔ ان کے لئے جنت ماوی ملے گی۔

لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ۔ ان کے لئے نعمتوں کے باغ ہوں گے۔

پہلا محل لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ ان کے لئے جنت میں ہمیشہ رہنے کا محل ملے گا

وَاللّٰهُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ اللہ تعالیٰ دار السلام کی طرف بلاتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَدْخَلَنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ جنتی کہیں گے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے محل میں داخل کیا۔

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ بے شک آخرت کا محل ہمیشہ کی زندگی کا محل ہے

پہلا شربت فِیْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ جنت میں ایسے پانی کی نہریں ہوں گی جو نہیں سڑنے والا ہے۔

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ کبھی متغیر نہ ہوگا۔

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ اور شراب کی نہریں

ہیں جن میں پینے والوں کے لئے لذت ہی لذت ہے

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى اور صاف کئے ہوئے شہد کی نہریں ہیں

پہلی خلعت عطا کی. عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ نہیں منقطع ہونے والی عطا ہوگی

خلعت بقا کی. خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

خلعت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ

اللہ کے رضامندی کی سب سے بڑی خلعت.

خلعت ملاقات الٰہی کی تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ اللہ کے

ملاقات کے دن ان کی تحیۃ سلام ہوگی.

یہ ہے اجر آخرت کا.

یہ ہے نمونہ جنت کی نعمتوں کا.

دوستو! آپ کا کیا خیال ہے. کیا یہ مفت ملنے کی چیز ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام مفت بادشاہ نہیں بنائے گئے بھائیوں نے اُن کو باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں گرایا. پھر کھوٹے داموں سے بکے طرح طرح کی مصیبتوں سے، سفر کی سختیوں سے، قید کی ذلت سے حضرت یوسفؑ کی آزمائش کی گئی.

حضرت یوسفؑ ان تمام بلاؤں کا مزہ چکھنے کے بعد مصر کے بادشاہ ہوئے مسلمانو! تم کو بھی مفت جنت نہیں ملے گی. اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرنا جنت کی اجرت ہے. جب اسکی تابعداری کروگے خاندان سے برادری سے جدا ہونا پڑے گا. طرح طرح سے آزمائش کی جائے گی. جاڑوں کی نماز، گرمیوں کے روزے، احکام الٰہی کی پابندی: ان سب سختیوں کا مزہ چکھنے کے بعد جنت کے بادشاہ بنائے جاؤ گے. یہ ہے جنت کی اجرت.

دوستو! اگر جنت لینا ہو تو اٹھو خدا کی تابعداری کر کے جنت کی اجرت دو

حکایت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز حمام میں جانا چاہا۔ حمام کے مالک نے آپ کو روکا کہ بغیر اجرت کے حمام میں نہیں جاسکتے۔ آپ رونے لگے اور فرمایا کہ شیطان کے گھر میں تو مجھے مفت نہیں جانے دیتے ہیں نبیوں اور صدیقوں کے گھر میں کیسے بغیر اجرت کے جانے دیں گے۔

نبیوں اور صدیقوں کے گھر سے مراد اگر جنت ہے تو سچے نیک اعمال کی ضرورت ہے یہی اس کی اجرت ہے اور اگر اس سے مراد دل ہے تو اس میں جانے کے لئے خدائے تعالیٰ سے سچا تعلق اور ایک خاص حال کی ضرورت ہے۔ یہ دونوں حاصل ہونے کے لئے بندگی کی ضرورت ہے جس میں بندہ پن نہیں ہوگا اس کے نزدیک آخرت دنیا سے بہتر نہیں ہوگی۔ اگر آخرت کو دنیا سے بہتر جانے گا سچا بندہ بننے کے لئے کوشش کریگا۔ خدا کے احکام کا پابند ہوگا۔ اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچے گا۔ شریعت کے موافق چلنا اور اپنی طبیعت کے خلاف کرنا یہی مجاہدہ ہے اسی سے نفس کا زور ٹوٹتا ہے اسی سے جنت ملتی ہے اسی سے اہل دل ہوتے ہیں۔

کیوں صاحبو! یاد نہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے جب طبیعت کے خلاف کیا نفس کو اسکے خواہشات سے روکے رکھا خدا کی رضا پر راضی رہے۔ کنوئیں اور قید خانہ کی سختیوں پر صبر کیا اور سچے بندہ بن کر پیش ہوئے تو دنیا میں خدائے تعالیٰ نے ان کو بادشاہ بنایا۔ سارا ملک مصر انہی کا ہوگیا۔ کنوئیں کی اور قید خانہ کی تنگی کے بدلہ میں یہ وسعت دی کہ سارا ملک مصر ان کا مسخر ہوگیا۔ جب وہ خدا کے سچے بندے بنے تو خدائے تعالیٰ نے سارے مصر والوں کو ان کا بندہ اور غلام بنایا۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خیال سے زلیخا سے اپنی طبیعت کو روکا تو ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے زلیخا سے بھی نکاح کرادیا پھر آخرت میں جو کچھ

دے گا وہ بہتر سے بہتر ہے۔

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ

دوستو! اس آیت پر پھر ایک نظر ڈالیئے آخرت کا اجر متقیوں کو دینے کا وعدہ ہے۔ اس لیئے صاحبو متقی بنو۔

صاحبو! متقی وہ ہے کہ نفس کو اس کے خواہشات سے بچائے اور دل کو غفلت سے بچائے حلق کو حرام غذاؤں سے اور حرام مال سے بچائے اور اعضا کو تمام گناہوں سے بچائے دوزخ کی دہشت سے ہمیشہ غمگین رہے اور رات دن خدا سے ڈرتا رہے۔ یہ ہے تقویٰ اگر جنت لینا ہو اور آخرت کے اجر کی خواہش ہو تو مخفی اور علانیہ آپ کو یہ تقویٰ اختیار کرنا ہوگا۔ تقویٰ مضبوط رسی ہے اس کو تھام لو بہشت میں پہنچ جاؤ گے۔

جس نے تقویٰ چھوڑا اور گناہوں میں مبتلا ہوگیا وہ آخرت کے اجر سے محروم ہوگا۔ عالم برزخ میں وہ گناہ طرح طرح کے عذاب بن کر تکلیفیں پہنچائیں گے اور کبھی عالم برزخ سے پلٹ کر گناہوں کے اثرات وبا، طاعون، قحط، مغلوبی وغیرہ کی صورت میں مصیبتیں بن کر دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بالکل اس کی ایسی مثال ہے جیسے سائنس جاننے والے حکیم کہتے ہیں کہ ندی نالہ تالاب سمندر حوض چشمہ گیلی زمین پر آفتاب کی گرمی پڑتی ہے تو وہ پانی کو بھاپ بنا کر ہوا میں اڑالے جاتی ہے۔ زمہریر میں سردی سے جم کر یہی پانی جو چڑھا تھا بارش بن کر پھر نیچے ٹپکتا ہے۔ ایسا ہی جو گناہ یہاں سے عالم برزخ میں چڑھے تھے پھر وہ وبا طاعون قحط وغیرہ کی صورت میں مصیبتیں بنکر ظاہر ہوتے ہیں۔ وہاں گئے ہوئے پانی کو زمہریر کی سردی ٹپکاتی ہے۔ یہاں سے گئے ہوئے گناہوں کو طاعون و قحط بنا کر خدا کی محبت ظاہر کرتی ہے

کیوں؟ اسلئے ؎

اُو کمند انگند و بالائی کشد ٭ از رہ بطلان سوئے راہ می کشد

اللہ تعالیٰ کمند ڈال کر ہم کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تاکہ ہم اسکی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اسکی طرف کھنچکر آئیں۔

آں کمندت چیست درد و ابتلا ٭ قحط و بیماری و اندوہ و بلا

وہ کمند کیا ہے درد ہے اور مصیبتوں میں مبتلا ہونا ہے قحط و بیماری اور غم اور بلائیں ہیں۔

جذبِ[3] حق است آں نہ اندوہ و غمت ٭ آں جراحت نیست غیر از مرہمت

اے الٹی سمجھ کے انسان تو جس کو غم اور مصیبت سمجھتا ہے وہ اللہ کی طرف سے کشش ہے۔ اس ذریعہ سے تجھ کو اپنی طرف کھینچا جاتا ہے جس کو تو زخم دینا سمجھتا ہے وہ عین مرہم ہے۔

ایں کشاکش از برائے جذبِ تست ٭ تا قبائے عشق آید بر تو چست

یہ مصیبتوں میں کشاکشی تجھے اپنی طرف کھینچنے کے لئے ہے تاکہ عشق الٰہی کی قبا تیرے جسم پر ٹھیک اترے

عاقلاں راز غم و بیماری و درد ٭ او بدرگاہِ خدا آورد فرد

یہ بیماری اور یہ درد اور یہ تکلیف عقلمندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔ آجکل بھی مسلمانوں پر سخت مصیبتیں آرہی ہیں تاکہ وہ پلٹی کھائیں اور خدا کی طرف رجوع کریں مگر افسوس مسلمان خدا سے اور دور ہوتے جارہے ہیں

انسان اور غافل انسان! تجھے کچھ خبر ہے۔ تجھ پر کیا کیا انقلابات آرہے ہیں یہ چیز گراں ہیں۔ بڑے بڑے قحط دیکھے ہوں گے مگر کبھی تم نے سکھال میں دو کال دیکھا نہ ہوگا۔ کبھی وبا کا دورہ ہوتا ہے اور کبھی طاعون کا اور کبھی انفلوئنزے کا طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ وہ چلتے چلتے

گرا مر گیا۔ وہ بیٹھے بیٹھے مر گیا بھلا چنگا گھر سے چلا راستہ میں مر گیا غرض اس وقت مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ گیا ہے لگاتار انقلاب چلے آرہے ہیں پھر کبھی کچھ خوش بھی کر دیتے ہیں۔

ہائے یہ غافل انسان تکلیف دینے کی اور راحت دینے کی غرض ہی نہیں سمجھا اور نہ سمجھنے کی کوشش کی اگر کسی نے سمجھایا تو اسکو برائی سے سنا اور کبھی ہنسی میں اڑا دیا۔ اس کی غرض خدا سے سن وہ فرماتا ہے لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ اس مصیبت و راحت کو خدا کی طرف سے سمجھ کر خدا کی طرف جھکیں اور عاجزی کریں۔

ہائے انسان! تیری غفلت کہ ... گئی۔ خدا کو بھولا اسباب کے پیچھے پڑ گیا طاعون کیوں آتا ہے چوہوں سے، اور چوہوں کے پسوؤں سے لگا چوہوں کو مارے، ارے چوہوں کو کیا مارتا ہے نفس کو مار۔ ایسا ہی قحط وغیرہ مصیبتوں کو اسباب کے ہی طرف نسبت کرتا ہے۔ کبھی ان مصیبتوں کو خدا کی طرف سے سمجھ کر خدا کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ مانا کہ یہ مصیبتیں اسباب سے آتی ہیں۔ مگر اسباب تو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ طاعون چوہے کے پسوؤں سے آتا ہے، تو چوہوں میں پسو پیدا کرنا تو خدا کی طرف سے ہی ہے تو تجھ کو خدا ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

ہماری مثال ایسی ہے کہ ایک کاغذ پر ایک خوش نویس کچھ لکھ رہا تھا ایک چیونٹی آئی اور کہا صدقے قلم کے کیا اچھے حروف لکھ رہا ہے، دوسری چیونٹی آئی اور کہا تو غلط کہتی ہے قلم میں کیا ہے اوپر دیکھ قلم جن انگلیوں میں ہے وہ قابل تعریف ہیں جو ایسے حروف نکل رہے ہیں تیسری چیونٹی نے کہا کہ جیسے قلم ویسے انگلیاں جس کی یہ انگلیاں ہیں اور جو ان انگلیوں اور قلم کو حرکت دیتا ہے وہ تعریف کے قابل ہے جو ایسے حروف نکال رہا ہے۔

ایسے ہی سائنس جاننے والا اسباب سے سمجھتا ہے نجومی کہتا ہے غلط تاروں کے اثر سے اسباب پیدا ہوتے ہیں اور اسباب سے سب کچھ ہورہا ہے تیسرا کہتا ہے دونوں غلط، تارے خدا کے ہاتھ میں ہیں اس میں اثر دینے والا بھی وہی ہے۔ اور اسباب پیدا کرنے والا بھی وہی ہے بلکہ اسباب دو قسم کے ہیں۔ اسباب ظاہری اسباب باطنی جیسے طاعون کا ظاہری سبب ہے چوہے، پسو، جراثیم، باطنی سبب زنا ہے۔ جب زنا کثرت سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ چوہوں میں جراثیم پیدا کرتا ہے جراثیم سے طاعون پھیلتا ہے۔

ایسا ہی قحط کا ظاہری سبب بارش نہ ہونا اور باطنی سبب کئی گناہ ہیں جب وہ گناہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش روک دیتا ہے یا کم کر دیتا ہے قحط اور گرانی ہو جاتی ہے قحط اور گرانی جن گناہوں سے پیدا ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آدمی محروم ہو جاتا ہے رزق سے گناہ کے سبب سے جس کو وہ کرتا ہے

ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مہاجرین پانچ باتیں ہیں اللہ تم کو ان سے بچائے۔

۱۔ جب کسی قوم میں بے حیائی اور زنا ظاہر ہوتا ہے اور لوگ کھلم کھلا بے حیائی کے کام کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو طاعون میں مبتلا کرتا ہے۔ اور ایسی بیماریاں دیتا ہے جو ان کے باپ دادوں میں کبھی نہیں ہوئی تھیں

۲۔ جو قوم ناپ تول کم کرتی ہے تو وہ قحط سالی اور سخت مشقت میں مبتلا ہوتی ہے اور ان پر ظالم حاکم مقرر کیا جاتا ہے

۳۔ جو قوم اللہ کا اور رسول کا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو ان کا دشمن بنا کر ان پر مسلط کرتا ہے

۵- جو قوم اور ان کے حاکم اللہ کے حکم کے موافق فیصلہ کرنا چھوڑ دیں تو ان کے آپسمیں خانہ جنگی پیدا ہوگی۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے انتقام لینا چاہتا ہے تو بچوں کو موت دیتا ہے، عورتوں کو بانجھ کرتا ہے، پھر ان پر انتقام اتارتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مطلق گناہ سے بچے کثرت سے مرتے ہیں۔

حدیث جب کسی قوم میں سود کا معاملہ ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ ان سے عقل سلیم چھین لیتا ہے۔

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے زنا اور سود جس بستی میں ہوتا ہے تو اس بستی میں اللہ تعالیٰ ہلاکت بھیجتا ہے۔ ہلاکت کی دو صورتیں ہیں۔ مال کا تلف ہونا جان کا تلف ہونا جو کہ قحط اور وبا میں ہوتا ہے

حدیث امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں زنا ہوگا وہ قحط میں مبتلا ہوگی۔

جو قوم رشوت لے گی تو ان پر رعب اور خوف۔ غیر اقوام کا مسلط ہوگا۔

حدیث سال میں ایک رات وبا نازل ہوتی ہے جو برتن کھلا رہتا ہے اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ اسلئے ہمیشہ برتن ڈھکا رکھو۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قحط اور طاعون اور وبا اور غیر قوموں کے مسلط ہونے اور مظالم کرنے کے یہ اسباب ہیں۔ کثرت بے حیائی۔ زنا۔ کم ناپنا تولنا زکوٰۃ نہ دینا اور عام گناہوں کا ہی ہونا۔ سود کا لین دین۔ رات کو برتنوں کا کھلا رکھنا جب یہ گناہ عالم برزخ میں جمع ہوکر پھر الٹ کر اس عالم میں آتے ہیں تو طاعون اور قحط، وبا، اور غیر قوموں کے ہاتھوں ذلیل ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

الغرض جب حضرت یوسفؑ کے زمانے میں سات سال کا قحط پڑا۔ بارش

کا ایک قطرہ نہیں برسا۔ زمین سے ایک دانہ نہیں نکلا۔ لوگ پریشان ہو کر حضرت یوسفؑ کے پاس آئے۔

سال اول میں روپیہ اور اشرفیوں سے اناج مول لیا۔

دوسرے سال زیور اور جواہر دے کر۔

تیسرے سال جانور دیکر

چوتھے سال غلام باندی دیکر

پانچویں سال جائدادیں دیکر

چھٹے سال اولاد دیکر۔

ساتویں سال خود کو حضرت یوسفؑ کا غلام باندی بنا کر اناج مول لیا۔

اب کل مصر ملک خود یوسف کا غلام تھا۔ تمام مصر والوں نے حضرت یوسفؑ کو غلام دیکھا تھا۔ خدا نے چاہا کہ سب کو حضرت یوسفؑ کا غلام بنا دے تاکہ کوئی آئندہ بے ادبی کا لفظ نہ نکال سکے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ بچپنے میں حضرت یوسفؑ آئینہ دیکھ کر فرمائے تھے کہ اللہ رے حسن، اگر میں غلام ہوتا تو کوئی قیمت نہیں دے سکتا تو جب یوسفؑ نے اپنی طرف دیکھا تو کھوٹے داموں کو بکے غلام ہوئے جب خدا پر نظر رکھی تو تمام ملک مصر غلام بن گیا۔ اس سے یہ سکھانا منظور ہے کہ بندہ ہمیشہ اپنے کو حقیر سمجھے۔

حضرت یوسفؑ کا یہ حکم تھا کہ فی کس ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ نہ دیا جائے۔

حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے قحط کے زمانہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ وہ بھی ایک وقت۔

مصاحبوں نے عرض کیا حضور تمام مصر اور اس کے خزانے آپ کے قبضہ میں ہیں پھر آپ کیوں فاقہ کشی کرتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا اگر میں پیٹ بھر کھاؤں گا تو بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔ قحط کے دفع کی تدبیر مجھ سے نہ ہو سکے گی جاتو میں

سال جب قحط ختم ہوگیا تو آپ نے سب کو آزاد کر دیا. ان کی جائیدادیں ان کو واپس دیدیں. پھر فرمایا کہ مجھے تمہارے مال و جائیداد کی اور تمہاری حاجت نہیں. میں نبی ہوں تم کو خدا کی طرف بلاتا ہوں یہ سن کر تمام مسلمان ہو گئے.

قحط کے زمانے میں اکثر آپ سامنے بیٹھ جاتے. ہزارہا کا مجمع ہوتا تو کئی کئی روز تک لوگوں کو بھوک نہیں معلوم ہوتی تھی.

مصر کی قحط سالی کا آغاز اور اس کا اختتام تو سن چکے. اب ذرا کنعان کی قحط سالی اور اولادِ یعقوب کی بدحالی سنئے

الغرض قحط کا پہلا سال ہے کنعان میں بھی قحط پڑا ہوا ہے. یعقوب علیہ السلام نے جنگل میں ایک گھر بنا لیا تھا. اس کا نام رکھا تھا بیت الاحزن جب سے یوسف علیہ السلام جدا ہوئے تھے یعقوب علیہ السلام اسی میں رہتے تھے. خدا کی یاد کرتے اور یوسف کے غم میں روتے رہتے.

قحط کا زمانہ ہے راستے والے جاتے ہوئے بیت الاحزان کے نیچے اترتے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتے اور کہتے کہ عزیزِ مصر کیا اخلاق والے ہیں کس قدر ہماری ہمدردی کی. یعقوب علیہ السلام سنتے اور دل میں کہتے کہ مصر میں تو کوئی نبی نہیں ہے پھر یہ نبیوں جیسے اخلاق کیسے. کاش مجھے قوت ہوتی تو میں مصر جاتا. شاید میرا یوسف ہی ہو، یہ نہیں معلوم تھا کہ آج عزیزِ مصر یوسف ہی ہیں اور وہ بادشاہِ وقت ہیں

یعقوب علیہ السلام کے پاس ان کی اولاد آئی اور روتے ہوئے کہا کہ بابا چالیس برس سے آپ کو فقط رونا ہی ہے کبھی ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتے. ہم سے بات نہیں کرتے ہمارے لئے کوئی دعا نہیں کرتے. کبھی ہم کو دیکھ کر مسکراتے نہیں. فرض کیجئے کہ ہم نے آپ کی نافرمانی کی ہے. خیر ہوا گیا ہم تو اب آپ کے سامنے معذرت کرکے آئے ہیں ہمارے قصور کو معاف کرو. ہم سخت قحط میں مبتلا ہیں. ہمارے لئے دعا کرو کہ رزق وسعت سے دیا جائے. یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں تم کو ایک شخص کا پتہ دیتا ہوں وہ عزیزِ مصر ہے. وہ بڑا کریم ہے. اس کی سخاوت اور عدل کا عالم میں ڈنکا بج رہا ہے اس کے

لبریز خزانے مخلوق پر بارش کی طرح برس رہے ہیں اس سخت قحط میں اس کی رعایا خوب پیٹ بھر کر کھاتی پیتی ہے۔ عرب اور عجم سے لوگ کھنچکر اس کی طرف جا رہے ہیں بہت سے لوگ واپس آکر میرے بیت الاحزن کے نیچے بیٹھ کر اس کے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں اس کے پاس جاؤ اور اس کو میرا سلام کہو۔ یہ سن کر اولاد یعقوبؑ نے کہا ہم کیا لے جائیں عزیز کے دربار کے لائق تو کوئی چیز ہمارے پاس نہیں۔

صاحبو! ہم بھی اللہ عزیز کے پاس کیا لیجائیں کوئی الطاعت ہے جو اس کے دربار کے لائق ہو۔ کبھی ہم نے اس کے لائق قیام کیا یا خلوص کے ساتھ کبھی اسکو سجدہ کیا، کبھی اس کو دل میں حاضر سمجھکر ذکر کیا، کبھی اس کے عہدوں کو پورا کیا، ایک دن بھی نیک بنکر کبھی زندگی بسر کی۔ کبھی خدا کے قضا پر راضی رہے۔ کوئی ہم میں ایسا ہے کہ اس کے در سے کبھی نہ غائب ہوا ہو ہم میں کوئی ایسا ہے کہ جس نے کبھی خدا کے دوستوں کو دوست رکھا ہے۔ گنہگارو اس کی طرف اس کی تابعداری کے قدم سے چلو۔ وَيْلَكُمْ يَا اَهْلَ الْمَعَاصِيْ يَوْمَ يُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ اے گنہگارو! وہ دن کیا ہوگا جب پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچے لایا جاوے گا۔

اولاد یعقوبؑ نے کہا بابا ہم ننگے پاؤں محتاج، اس کے دربار کے لائق تو ہمارے پاس کوئی چیز نہیں، لوگ اس کے پاس جواہر سونا، چاندی لاتے ہیں، ہم کیا منہ لیکر جائیں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے وہ کریم ہے۔ تھوڑی چیز قبول کرکے کثرت سے عطا کرتا ہے۔

دوستو! ایسا ہی اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ تم شرماؤ مت تھوڑی چیز لاؤ اس کے بدلے میں بہت سی عطا کرتا ہے۔ تمہارا قیام تمہارا سجدہ گو کیسا ہی ہو وہ کریم اسکو قبول کرنے کو تیار ہے۔ جس طرح بن پڑے تم اسکا ذکر کرو وہ کریم تمہارا ذکر کرتا ہے تم دل میں کرو وہ دل میں کرتا ہے تم مجمع میں کرو وہ تمہارے مجمع سے اچھے مجمع میں تمہارا ذکر کرتا ہے۔

دوستو! کچھ ہو کبھی اس کریم کے در کو نہ چھوڑنا ہمیشہ خدا کے دوستوں سے تعلق رکھنا۔ پھر دیکھو وہ کریم تم پر کیا کیا سرفرازیاں کرتا ہے۔

خبردار دوست جیسی کچھ تمہاری اطاعت ہے اس کے دربار میں لاؤ وہ کریم ہے کبھی تم کو خالی ہاتھ نہیں بھیجے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کنعان میں بھی سخت قحط ہے یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مصر جانے کے لئے باپ سے اجازت لے رہے ہیں باپ اجازت دے رہے ہیں مصر جانے کے متعلق باپ بیٹوں میں باتیں ہو رہی ہیں۔ آخر بات یہ ہوئی تھی کہ اولاد یعقوب نے کہا بابا بادشاہوں کا دربار ہے ہم کیا لے جائیں حضرت یعقوب ؑ نے فرمایا بیٹا گو وہ بادشاہ ہے مگر سنا ہے کہ وہ کریم ہے۔ کریم تھوڑی چیز لیکر بہت عطا کرتا ہے۔ تم بھی تھوڑا اُون کچھ پنیر اور دو چار روپیہ پیش کردو۔ اولاد یعقوب نے کہا بابا اگر وہ ہماری ان چیزوں کو قبول نہ کرے تو ہم کیا کریں۔ حضرت یعقوب ؑ نے فرمایا بیٹا تم اپنا نسب پیش کرو اور کہو اے بادشاہ ہم یعقوب ؑ بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی اولاد ہیں۔ شاید وہ تم پر رحم کرے۔ اولاد یعقوب ؑ نے کہا بابا نسب کو بھی نہ مانے تو؟ حضرت یعقوب ؑ نے فرمایا اپنے فقر و فاقہ اور غربت کو پیش کرو شاید ان کو رحم آجائے۔ بیٹا تم کس کے سامنے جارہے ہو۔ ذرا شاہی آداب کا لحاظ رکھنا۔

عافیت کی کچھ قیمت نہیں۔ سمندر کا کوئی پڑوس نہیں۔ بادشاہ کا کوئی دوست نہیں

اولاد یعقوب نے کہا بابا ہم کبھی بادشاہوں کے سامنے گئے نہیں کیسے جائیں کیا کریں۔ حضرت یعقوب ؑ نے فرمایا سنو بیٹا میں بتاتا ہوں۔ بغیر اجازت کے شاہ مصر کے سامنے نہیں جانا۔ سیدھے جائیں اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا۔ بادشاہوں کے سامنے اِدھر اُدھر دیکھنا بڑی بے ادبی ہے۔

اسی واسطے نماز میں سجدہ کی جگہ دیکھنا سنت ہے جب نمازی ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیوں بندے مجھے چھوڑ کر جو تو ادھر ادھر دیکھتا ہے کیا مجھ سے وہ بہتر ہے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا بیٹا جب سامنے جانا تو تعریف کے الفاظ کہنا۔ حکم دے تو بیٹھنا جب تک حکم نہ دے کھڑے رہنا۔ جب بیٹھو گے تو بغیر پوچھے اپنی طرف سے بات شروع نہ کرنا۔ بات کریں تو مختصر بات کرنا جتنا پوچھے اتنا جواب دینا۔ بہت دیر نہیں بیٹھنا۔ واپس ہوتے وقت پیٹھ پھیر کر واپس نہ ہونا تم میں اور بادشاہ میں جو باتیں ہوں وہ دربار سے باہر آ کر کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

دوستو! حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کی یہ کیا حالت ہے کچھ سن لیے ہو ایک مخلوق کے سامنے جانے سے کس قدر ڈر رہے ہیں۔ کیا ہم کو خالق کے سامنے جانے سے کس قدر ڈر رہے ہیں۔ کیا ہم کو خالق کے سامنے جانے کا ڈر اتنا بھی ہے جتنا ان کو تھا؟

دوستو! ایک دن آتا ہے کونسا دن یَوْمُ الْحَسْرَةِ وَ النَّدَامَةِ حسرت و ندامت کا دن یَوْمُ الْمُحَاسَبَةِ رتی رتی کے حساب دینے کا دن یَوْمُ الْمَسْئَلَةِ جو کچھ کیا ہے ان سب کے بارے میں سوال ہونے کا دن یَوْمُ الْقِصَاصِ یہاں جس پر چاہو ظلم کر لو۔ آتا ہے۔ ذرا ذرا بدلہ دلانے کا دن یَوْمُ الْعَذَابِ عذاب بھگتنے کا دن یَوْمُ الْقَضَاءِ فیصلہ کا دن یَوْمُ الْبَلَاءِ دنیا بھر کی بلاؤں کا دن یَوْمُ الْبُكَاءِ رونے دھونے کا دن یَوْمُ الْفَزَعِ گھبراہٹ کا دن یَوْمٌ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ایسا دن ہو گا کہ مارے ہیبت کے دیدے کھلے کے کھلے رہ جائیں گے۔ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وہ ایسا دن ہو گا جس میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وہ ایسا دن ہو گا جس میں بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ ماں باپ بچوں سے۔ بچہ ماں باپ سے يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ وہ ایسا دن ہو گا جس میں نہ مال نفع دیگا نہ اولاد

ایسے بہت سے نام ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کیسی مایوسی کی جگہ ہے۔ اس دن کیا ہوگا۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ گنہگارو! یہ دنیا نہیں جہاں بھلے بُرے مل کر رہتے تھے۔ یہاں ایسا نہیں ہوسکتا گنہگارو! نیکوں سے علیحدہ ہو جاؤ پھر کیا ہوگا۔ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ موحد موحد کے ساتھ، ملحد ملحد کے ساتھ، فاسق فاسق کے ساتھ، ظالم ظالم کے ساتھ، سعید فرشتہ کے ساتھ شقی شیطان کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں گے۔ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ہائے اس وقت کی رسوائی نامۂ اعمال کھل رہے ہیں۔

چھپے چھپے اندر کے بھید ظاہر ہو رہے ہیں۔

دوستو! اس وقت کیا ہوگا۔ ترازو کھڑی کی گئی ہے۔ نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جا رہے ہیں اور ہم خدا کے سامنے کھڑے ہیں اور وہ فرما رہا ہے بندے پڑھ اپنے نامۂ اعمال تو خود اپنے دل میں سوچ کیا کیا ہے کیا لے آیا ہے۔

دوستو! ٹھیرو ٹھیرو وہ دن آتا ہے میدان حساب میں ٹکڑیوں کی ٹکڑیاں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اکیلے اکیلے کھڑے ہوں گے پھر ٹکڑیاں ٹکڑیاں کر کے نافرمانوں کو جہنم کی طرف لیجائیں گے اور متقیوں کو جنت کی طرف مہمانوں کی طرح عزت سے لیجائیں گے۔

دوستو! امیدیں تو دُور دُور کی سوچ رہے ہو۔ حالانکہ موت قریب ہے۔ توشہ تھوڑا ہے۔ مسافت دور دراز ہے، آگ دہکتی ہوئی ہے پیشی کے لئے پکارنے والے جبرئیل ہیں۔ حاکم رب جلیل ہے۔ پکار ہو رہی ہے۔ فلاں بن فلاں کہاں ہے بندے زبردست قدرت والے خدا کے سامنے کھڑے ہیں وہ فرما رہا ہے بندے میں نے تجھے اتنی عمر دی تیرے جسم کو تندرستی دی تھی۔ جوانی کن کاموں

ہیں ختم کی مال کس ذریعہ سے کمایا کیا تجھے وہ راتیں یاد ہیں جب تو نے
میری نافرمانی کر کے مجھ سے مقابلہ کیا تھا منع کئے ہوئے کام کر کر کے کیسے
دن گزارے کچھ یاد ہے ہائے اس وقت کی ندامت کچھ نہ پوچھو کہ
کیا ہوگی۔ جنت و دوزخ کے بیچ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے نہ مال
نفع دے رہا ہے نہ دوست آشنا کام آرہے ہیں۔ دوزخ کے سخت
گیر فرشتے پکڑنے کے لئے آرہے ہیں۔

بندہ گھبرایا ہوا کہہ رہا ہے الامان، الامان کہاں کا امان خدا کا جس
پر غضب ہو کہیں اسکو بھی امن ملتا ہے۔ دوزخ کا حکم ہوگیا ہے رونے
چلانے سے کہیں فرشتوں کو رحم آتا ہے۔ وہ سختی سے کھینچ رہے ہیں اور
یہ کہہ رہا ہے اے میرے پروردگار کے فرشتو مجھے ذرا سی مہلت دو کہ
آگ میں جانے سے پہلے میں خود پر رو لوں اس قدر روئے گا کہ آنسو
ختم ہو جائیں گے تو خون روئے گا پھر بھی رونا ختم نہیں ہوگا۔ ہائے
یہ رونا اگر دنیا میں روتا تو نفع دیتا۔ وہاں رونے سے کیا فائدہ پھر
دوزخ میں ڈالدیا جائے گا، اس آگ میں جس کی گرمی سخت ہے جس
کی تہ دور ہے جس کا پانی کھولتا ہوا پیپ ہے جس کا زیور لوہے کی بیڑیاں
اور ہتھکڑیاں ہیں جس کا عذاب ہر روز نیا ہے۔

دوستو: اس دن سے ڈرو، خدائے تعالیٰ کے سامنے کھڑے رہنے
کو یاد رکھو دنیا ختم ہونے کے پہلے خدا کو راضی کر لو پھر ایسے کھڑے رہو گے
جیسا کسی حاکم کے سامنے اس کا دوست کھڑا رہتا ہے اگر خدا کو ناراض
کر کے چلو گے تو ایسے کھڑے رہو گے جیسا حاکم کے سامنے مجرم کھڑا رہتا ہے
وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ
دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ دھوکہ دینے والا شیطان
کہیں تم کو دھوکا نہ دیدے گناہوں کے بوجھ ہلکے کر دو تم کو ایک دشوار گزار

گھاٹی سے گذرنا ہے۔

اس گھاٹی سے وہی لوگ گذریں گے۔ جن کے پاس کچھ بوجھ نہیں ہے۔

القصہ بن یامین جو حضرت یوسفؑ کے سگے بھائی تھے ان کو حضرت یعقوب نے اپنی خدمت کے لئے رکھ لیا۔ باقی دس بیٹوں کو مصر جانے کی اجازت دیدی ان کے ساتھ دس اونٹ تھے اناج لانے کے اور ایک بن یامین کے نام کا زائد اونٹ بھی ہے۔ اب یہ قافلہ منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے مصر چلا جارہا ہے۔

صاحبو! ذرا عبرت کی جگہ ہے جس کو کل کھوٹے داموں کو بیچا تھا آج اسی کے دربار میں غلام بنتے جارہے ہیں۔ اب مصر کی کیفیت سنئے حضرت یوسفؑ نے ایک عظیم الشان مکان بنوایا ہے وہاں کے ملازموں کو حکم ملا ہے کہ جو مسافر آئے اس کے حالات لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرو۔ اس سے غرض یہ تھی کہ کنعان سے کوئی آئے تو اُن کو اس کی خبر ملے۔

آخر وہ مبارک دن آیا کہ کنعان سے چلا ہوا قافلہ اس مکان میں آکر ٹھہرا۔ روز نامچہ دربار شاہی میں پہنچا اس کے پیشانی پر کنعانی قافلہ لکھا ہوا تھا۔ جس کو دیکھتے ہی حضرت یوسفؑ بے چین ہو گئے خوشی سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اس میں بن یامین کے سوا سب بھائیوں کا نام لکھا دیکھا۔ وزیر اعظم نے پوچھا حضور روتے کیوں ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا میرے بھائی آئے ہیں۔ جنہوں نے مجھکو باؤلی میں ڈالا اور بیچا تھا۔ اس وقت رونے کے دو وجہ ہیں ایک تو اس شرم سے کہ میری وجہ سے یہ خدا کے نافرمان ہوئے۔ دوسرے ان کے فقر و فاقہ کی کیفیت سن کر میرا دل دکھتا ہے۔ وزیر نے آپ کے اس کرم سے تعجب کیا۔ بھائیوں نے تو آپ سے ایسا برتاؤ کیا ہے۔ آپ حضور ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے تو فرمایا ان سے وہ برتاؤ کروں گا جو قرابت دار قرابتدار سے کرتا ہے اور دوست دوست سے کرتا ہے۔ دربار سجایا گیا فوجیں دو طرفہ کھڑی تھیں غلام پیچھے ادب سے کھڑے ہوئے تھے حضرت یوسف لباس فاخرہ پہنے ہوئے تخت زریں پر برآمد ہیں۔

سامنے وزارت کی زرین کرسیاں رکھی ہوئی ہیں ایسے میں وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ حضرت یوسفؑ کے بھائی آئے اور یوسفؑ کے دربار میں داخل ہوئے آج تک انہوں نے شاہی دربار نہیں دیکھا تھا حضرت یوسفؑ کے دربار کی یہ شان و شوکت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ایک تو حضرت یوسفؑ کی اعلیٰ درجہ کی سمجھ تھی۔ دوسرے بھائیوں کو جوان چھوڑ آئے تھے اسلئے ان میں کچھ زیادہ تغیر نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی خیال تھا کہ قحط ہے ضرور وہ آئیں گے۔ دل اُن کی طرف لگا ہوا تھا۔ روزنامچے سے احوال بھی معلوم ہو چکے تھے سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ کا یہ وعدہ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ جب باؤلی میں گرائے گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک وقت وہ آئے گا کہ ان سب کو ہم تمہارے سامنے لائیں گے۔ اس حالت میں کہ وہ تم کو نہیں جانیں گے آپ کو معلوم تھا کہ یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا فَعَرَفَهُمْ اس لئے حضرت یوسفؑ نے تو بھائیوں کو پہچان لیا بخلاف اس کے بھائیوں کو حضرت یوسف بچپن میں چھوڑ آئے تھے۔ حضرت یوسفؑ میں بہت کچھ تغیر ہو گیا تھا اسلئے بھائی ان کو پہچان نہ سکے۔ وہ یہ سمجھے کہ اب تک یوسفؑ مر گئے ہوں گے۔ سامان ہی ایسے کر دیئے گئے تھے کہ وہ مر جائیں۔ اس لئے انکا خیال ہی نہیں تھا۔ اس لئے ذہن ادھر گیا ہی نہیں کہ یوسفؑ ہیں۔ پھر بادشاہت ملنا کوئی معمولی چیز نہیں۔ بے وطن بے سہارا۔ سہارا کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ خدا کے چاہنے کے بعد کیا چیز کی نہیں ہو سکتی۔ مگر بظاہر ایسا شخص جو باؤلی میں پھینک دیا گیا جو کھوٹے درہموں کو بیچ دیا گیا۔ کہیں بادشاہ ہو سکتا ہے پھر شاہی رعب داب نے ان کے ذہن کو ادھر آنے ہی نہیں دیا کہ یہ یوسفؑ ہیں۔ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اس لئے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو نہیں پہچانا۔

حضرت یوسفؑ نے دربار میں آنے کے پہلے ان کی خاطر و مدارت اچھی طرح سے کی تھی اسلئے وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا تھا شاہ مصر ہماری

اس قدر کیوں خاطر کر رہا ہے۔ دوسرے نے کہا وہ سمجھا ہے کہ ہمارے پاس قیمتی تحفے ہیں اس لئے خاطر ہو رہی ہے۔ تیسرے نے کہا نہیں جی اس نے سنا ہے کہ ہمارے آباد اجداد پیغمبر ہیں اسلئے خاطر کر رہا ہے۔ چوتھے نے کہا نہیں ہماری صورتیں شریفوں کے ہیں یہ دیکھ کر وہ سمجھا ہے کہ ہم شریف لوگ ہیں ان کی عزت کی جائے پانچویں نے کہا نہیں بھائی ہماری غریبی پر رحم کر کے خاطر کر رہا ہے۔ نامہ نگار نے یہ سب روز نامچہ میں لکھ پیش کر دیا تھا۔ اسلئے مصلحت یہ تھی کہ ابھی خود کو چھپایا جائے۔ الغرض جب وہ لوگ دربار میں آئے تو حضرت یوسفؑ نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا ہم شام سے آئے ہیں۔ کنعانی لوگ ہیں آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو ہم کو شبہ ہے شاید تم جاسوس ہو۔ کسی بادشاہ کے پاس سے ہمارے ملک کا حال دریافت کرنے آئے ہو انہوں نے کہا نہیں حضور ہم ایک نبی کی اولاد ہیں، ہمارے باپ کے بارہ بیٹے تھے ایک بیٹے کو ہمارے باپ بہت چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا ایک بیٹے کو چاہنا اور دوسرے بیٹوں کو نہ چاہنا یہ شان صدیقوں کی نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں حضور وہ بچہ ہی ایسا تھا جو اس کو دیکھتا اپنی جان سے زیادہ پیارا سمجھتا ہم اس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ جب اسنے جھوٹا خواب کہا ہم اس کے دشمن ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اس نے جھوٹا خواب کیا کہا تھا۔ انہوں نے کہا اس بچہ نے یہ کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ ہو گیا ہوں اور ہم سب بھائی اس کے سامنے غلاموں کی طرح کھڑے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تو کیا وہ بادشاہ ہوا۔ انہوں نے کہا ہاں ہوا جنت کا بادشاہ ہوا ہو گا۔ دنیا میں تو نہ ہوا بھیڑیا کھا گیا۔ آپ نے فرمایا اچھا تم کتنے بھائی تھے، انہوں نے کہا جی حضور ہم بارہ تھے، ایک تو مر گیا جس کا نام یوسف تھا۔ اس سے چھوٹا باپ کے پاس ہے جس کو انہوں نے اپنے مرے ہوئے بچے کے تسلی کے لئے رکھ لیا ہے۔ والد کو وہم ہو گیا ہے کہیں یوسفؑ کی طرح اس کو بھی بھیڑیا نہ کھا جائے اس لئے اس کو چھوڑتے ہی نہیں۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا تمہارے ملک کے عجیب بھیڑیئے ہیں کہ پیغمبر زادوں کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں خیر ہمارا شبہ تو جب جائے گا کہ جب تم دوبارہ آؤ گے تو بن یامین کو

ضرور لانا۔ بہت خاطر ہوتی رہی۔ تکلف کے عمدہ عمدہ کھانے کھلاتے رہے وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جب حضرت یوسفؑ بھائیوں کا سامان تیار کرنے لگے تو اُن کو ایک ایک اونٹ بوجھ اناج دے دیا۔ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ اور فرمایا اب کی آنے پر۔ تم اپنے سوتیلے بھائی کو ضرور لانا بِأَخِيكُمْ نہ فرمانے میں بلاغت یہ ہے کہ ایسا کہنے میں بھائی معرفہ ہو جاتے تھے بخلاف اس کے بِأَخٍ لَّكُمْ کہنے سے بھائی سے نکارت رہی گویا یوسفؑ پہچانتے ہی نہیں ہیں۔ پھر فرمایا ہمارے اطمینان کے لئے ایک بھائی کو یہاں چھوڑ جاؤ قرعہ ڈالا گیا شمعونؑ کو چھوڑ دیا۔ یوسفؑ نے کہا فرمایا کچھ فکر نہ کرو۔ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ تم نے دیکھا نہیں کہ میں پورا تول ناپ کر دے رہا ہوں۔ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ اور میں کیسا اچھا مہمان نواز ہوں فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ اگر اپنے بھائی کو نہ لاؤگے تو پھر میرے پاس نہ آنا تم کو میرے پاس سے غلہ نہیں ملے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمایا ہے جیسا ہم نے تم کو دل دیا تھا ایسا ہی صاف ستھرا دل نہ لاؤگے تو ہمارے پاس سے تم کو کچھ نہ ملے گا

حدیث فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا، تمہارے لباس کو نہیں دیکھتا نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں کو اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔

دوستو! کچھ فکر ہے ہمارے پہلو میں تو ایسا دل نہیں، ہائے یہ دل تو رات دن غفلت میں ڈوبا ہوا ہے اس کی عمر قیل وقال میں گذر رہی ہے ہر وقت نئے نئے بیڑیوں میں جکڑا جاتا ہے۔ پھر کبھی جب سوجھتی ہے تو اور جکڑے جانے کی ہی سوجھتی ہے۔ راستہ بھولا ہوا غفلت کی نیند میں ہے۔ غیر خدا کی محبت میں کچھ ایسا مست ہے کہ یہ نشہ ابھی اترا ہی نہیں کہ اور پیتا ہی جاتا ہے۔ پھر آخرت کا ہوش آئے تو کس طرح آئے

كَمْ أُنَادِي وَهُوَ لَا يَصْغِي لِمَنْ نَادَى ۔ وَا فُؤَادِي وَا فُؤَادِي وَا فُؤَادِ

ہائے اسے دل، افسوس اے دل، میرے پیارے دل، میں کب تک تجھے
پکاروں تو میری سنتا ہی نہیں، وہ دن کب آئیں گے کہ پلٹی کھائے گا اور سب
کو چھوڑ کر ایک اللہ کا ہو جائے گا

یَا بِهَائِیْ اِتَّخِذْ قَلْبًا سِوَاہُ فَهُوَ مَا مَعْبُوْدُہٗ اِلَّا هَوَاہُ

کیا کروں یہ دل تو اب کام کا نہ رہا اس نے تو خدا کو چھوڑ کر خواہشات
نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اس دل کو تو آگ لگا دو، خدا کو ڈھونڈھنے
سے پہلے کوئی اور ایسا دل ڈھونڈو جس میں خدا آسکے۔ اس کا معبود ہو تو خدا ہی
ہو، اسکا محبوب ہو تو خدا ہی ہو، اسکا مقصود ہو تو خدا ہی ہو۔

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفَاعِلُوْنَ انہوں نے کہا ہمارا اپنے والد
کی خدمت میں پہونچکر سب سے پہلا کام یہی ہوگا کہ بن یامین کو یہاں لائیں

صاحبو! ابھی حضرت یعقوبؑ کا امتحان ختم نہیں ہوا ہے۔ یوسفؑ کی جدائی کے
بعد بن یامین سے تسلی ہوتی تھی، اب بن یامین کو بھی چھڑایا جاتا ہے تاکہ خدا کے سوا کسی کی محبت
دل میں نہ رہے۔ جس دن یہ ہو جائے گا اس دن سب مل جائیں گے۔

خفیہ طور پر آپ نے نوکروں کو اشارہ کیا وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ
فِیْ رِحَالِهِمْ وہ تمام ہدیہ تحفہ جو غلہ مول لینے کے لئے لائے ہیں ان کے غلہ میں چھپا
کر رکھ دو۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا اِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ
جب وہ گھر جائیں گے اپنی پونجی دیکھ کر واپس آئیں گے۔ غرض یوسف علیہ السلام
کو ان کا دوبارہ آنا بھائی کو لانا منظور تھا۔ اس لئے کئی طرح کے تدبیریں کیں۔ اول تو
وعدہ کیا کہ اگر واپسی میں بن یامین کو لاؤ گے تو ان کو اناج ملے گا۔ دوسرے وعید سنادی کہ اگر نہ
لاؤ گے اناج نہیں ملے گا۔ تیسرے ایک بھائی کو روک لیا۔ قیمت واپس کردی کہ اس کو
احسان سمجھ کر واپس آئیں گے۔ ممکن ہے کہ ان کے پاس اور کوئی قیمت نہ ہو۔ اس لئے پھر نہ
آسکیں جب یہ قیمت رہے گی تو واپس آئیں گے۔ چونکہ یہ خاندان نبوت سے ہیں اور مسئلہ
یہ ہے کہ اگر بائع کے پاس مشتری کی یا مشتری کے پاس بائع کی کوئی چیز نکلے جب تک کہ

یہ یقین نہ ہو کہ اس نے خوشی سے دیا ہے رکھ لینا جائز نہیں. اس لئے آگے کہتے ہیں مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا جب ناجائز سمجھیں گے تو ضرور واپس کرنے آئیں گے.

غرض ان مصلحتوں سے قیمت گونیوں میں چھپا کر واپس کردی.

القصہ یہ تو بھائی منزل بہ منزل راستہ طے کر رہے ہیں. شاہ مصر کے خاطر اور اخلاق سے خوش ہو کر تمام راستہ تعریف کرتے ہوئے گھر واپس آرہے ہیں جب شہرت ہوئی کہ شاہ مصر نے ان کی بہت خاطر کی ہے تو جس منزل میں اترتے تھے. بہت خاطر و عزت ہوتی تھی اور آپس میں کہتے تھے آتے وقت ہماری کوئی عزت نہیں کرتا تھا اب جاتے وقت کیوں ایسی عزت ہو رہی ہے تو ایک دوسرے نے کہا یہ بادشاہ کے مقرب ہونے کا اثر ہے.

دوستو: مخلوق کا جو مقرب ہو اس کا یہ اثر ہے تو خالق کے مقرب ہونے کا کیا کچھ اثر نہ ہوگا.

حدیث اس لئے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اللیل تہجد گزار اجمل الناس ہوتے ہیں اسلئے کہ انہوں نے اللہ سے خلوت کی ہے اس لئے اس کا نور ان کو ڈھانپ لیتا ہے.

حدیث کل قیامت میں جب آئیں گے وہ لوگ جو راتوں کو نماز تہجد پڑھا کرتے ہیں تو وہ ایسے نورانی ہوں گے. جیسے اندھیری رات میں چراغ.

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنے سگے بھائی بن یامین کو اپنے پاس بلانے کے لئے بہترین تدبیر فرما کر اب بھائی کے منتظر ہیں.

دوستو!

آج یہ دنیا ہے عبرت کی جگہ ہے جس کو ہم سمجھے ہیں نعمت کی جگہ قصۂ یوسفؑ سے عبرت چاہیئے ہے بلکہ ہر شئے سے نصیحت چاہیئے مسلمانوں کو آخرت تو آخرت دنیاداری بھی نہیں آتی جو کام کریں گے بے تدبیری سے

بے ڈھنگا۔ صاحبو! ذرا ہوشیاری سیکھو۔ حضرت یوسفؑ سے تدبیر کرنا سیکھو، دیکھو باتوں باتوں میں بھائیوں کو اس طرح مجبور کر دیا ہے کہ بغیر بن یامین کے لانے کے گزر نہیں۔ آج عقلمندی اور تدبیر مسلمانوں میں نہ رہی۔ پہلے کے معمولی مسلمان بھی اپنا کام نکالنے کے لئے کیسی دور اندیشی اور کیسی تدبیر کیا کرتے تھے۔ مسلمانو! تمہاری بے تدبیری تم کو بدنام کر رہی ہے۔ ہر کام تدبیر سے کیا کرو۔

القصہ حضرت یوسفؑ کے بھائی راستہ میں، کنعان کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ ابلیس معہ اپنی ذریت کے ان کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے آؤ دوستو تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھو میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں، انہوں نے اس کے پاس بیٹھنے کا ارادہ کیا ایک فرشتہ اترا اور کہا اے اولاد یعقوبؑ! یہ ابلیس ہے اس کے کہنے سے جو ظلم یوسفؑ پر کر کے خدا کے نافرمان ہو چکے ہو وہ بس نہیں؟ اور اور اس کی صحبت میں بیٹھنا چاہتے ہو، فرشتہ یہ کہہ کر ان کو کنعان کی طرف بھیج دیا۔ اور ابلیس کو مار کر وہاں سے نکال دیا۔

جب یہ کنعان پہونچے اور حضرت یعقوبؑ کے سامنے گئے تو آپ ہنسے بھی اور روئے بھی۔

اولاد یعقوب نے کہا باوا! ایک وقت میں ہنسنا اور رونا کیسا حضرت یعقوبؑ نے فرمایا مجھے تمہارے پاس سے نبی کی اور شیطان کی بو آرہی ہے۔ ضرور تم کسی نبی کے پاس سے ہو کر آئے ہو۔ شاید تم شیطان کے پاس بھی بیٹھے ہو، اس لئے نبی کی بو سے ہنسا اور شیطان کی بو سے رویا۔ یہ سن کر اولاد یعقوبؑ راستہ میں جو ابلیس کا واقعہ گزرا تھا اس کو سنایا۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا عجب مزاج واقع ہوا تھا۔ غلہ لانے میں جو کامیابی ہوئی سفر جس خیر و عافیت سے پورا ہوا، حاکم نے جس عزت سے ان کی مہمانداری کی اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِیْھِمْ

قَالُوا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ پہلی بات جو گھر پہونچتے ہی باپ سے کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ باوا ہم کو تو غلہ ملنا بند ہو گیا۔
یہ نتیجہ ہے حرص کا چسکے آنے کے بعد ساری خوبیاں مٹ جاتی ہیں۔
حضرت یعقوبؑ نے فرمایا بیٹے تم وہاں کی حالت تو بیان کرو، کیا کیا دقت پیش آئے تو صاحبزادوں نے مصر کی تمام کیفیت بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ مصر کے بادشاہ نے ہماری نہایت خاطر مدارت کی، اسکے اخلاق ہمارے دل پر نقش ہو گئے ہیں ہمارا کوئی بھائی بھی ہو تو وہ ہماری ایسی عزت نہیں کرتا جیسی اس بادشاہ نے ہماری عزت کی ہے باوجود اتنے احسانات کے اس نے چلتے وقت کہا کہ اگر تم بن یامین کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو پھر میرے ملک میں ہرگز قدم نہ رکھنا اگر ان کو لاؤ گے تو تم کو مالامال کر دوں گا فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ اس لئے اگر پھر آپ کو غلہ لینا منظور ہے تو اس مرتبہ بن یامین کو ہمارے ساتھ ضرور روانہ کیجئے۔ تاکہ ہم غلہ لے سکیں۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ تو بتلاؤ کہ شمعون کہاں ہے۔ انہوں نے کہا شمعون کو بادشاہ نے اس ضمانت رکھ لیا ہے کہ ہم بن یامین کو ان کے دربار میں حاضر کر سکیں۔ اسلئے ہم آپ سے التجا کرتے ہیں کہ آپ ہمارے چھوٹے بھائی کو ہمارے ساتھ کر دیں تو ہم شمعون کے ساتھ مالامال ہو کر کنعان واپس ہوں گے اور بن یامین کی طرف سے آپ بے فکر رہیں۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم ہر طرح سے ان کی حفاظت کریں گے۔ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بس رہنے دو میں بن یامین کے بارے میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی یوسفؑ کے بارے میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں۔ یوسفؑ کے لئے بھی تو تم نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہا تھا۔ جیسا یوسف کے ساتھ کیا ویسا ہی بن یامین کے ساتھ کرو گے۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا۔ بن یامین اللہ کے سپرد ہے۔ وہی سب سے بڑا نگہبان ہے تمہاری نگہبانی سے کیا ہوتا ہے۔
وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے میری محبت اور میری شفقت سے یوسفؑ کے لئے کیا ہوا جو بن یامین کے لئے ہو گا۔ یوسف کے لئے

تجربہ ہو چکا ہے اب مجھے تمہارا اعتبار نہیں اس لئے کہ :-

آدمی جب ایک بار جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے تو مدتوں تک اسکا اعتبار جاتا رہتا ہے۔

دوستو! جھوٹ بہت بری چیز ہے آخرت کے عذاب کے سوا دنیا میں بھی اعتبار جاتا رہتا ہے اگر کبھی سچ کہیگا تو لوگ جھوٹ سمجھیں گے کبھی جھوٹ نہ کہنا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے اس کہنے سے نصیحت لو اور وہ حدیث یاد کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان ایک سوراخ سے دو بار نہیں کاٹا جاتا یعنے جس کام میں ایک بار دھوکا ہو گیا یا نقصان ہو گیا تو پھر دوبارہ وہ کام نہیں کرتا غرض قرآن آپ کو سکھا رہا ہے کہ ہوشیاری سے دنیا کی زندگی بسر کرو۔ تیسری نصیحت یعقوب علیہ السلام کے اس کہنے سے یہ ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ ہر معاملہ میں اپنے کو اللہ کے حفاظت میں سونپ دے! خدا کے سوا کسی کی حفاظت پر بھروسہ نہ کرے اس لئے کہ اللہ کو حفاظت کے لئے کسی سامان کی ضرورت نہیں ہے خدا کے سوا اوروں کو سامان اور ذریعہ کی ضرورت ہے اس لئے اوروں کو حفاظت کرنا مشکل ہے اللہ کو حفاظت کرنا آسان ہے

حکایت ایک شخص کی بیوی نہایت خوبصورت تھی اس لئے اس کو بڑی حفاظت میں رکھتا تھا کہ پرندہ پر نہ مار سکے۔ ایسا انتظام کیا تھا کہ مرد تو کیا کوئی عورت یا بچہ بھی اس کے پاس نہ آسکے جب باہر جاتا تو دروازہ پر کئی قفل ڈال کر جاتا۔

اس طرح ہمیشہ کے قید سے عورت تنگ ہو گئی تھی ایک روز اس عورت نے خاوند سے کہا خدا اور رسول کے حکم کے موافق میری نگرانی رکھو۔ اس عذاب میں مجھ کو کب تک رکھو گے۔ عصمتِ ذات و تربیتِ فرزند خدا کے ہاتھ ہے اگر عورت بدکار فاحشہ

ہے تو کوئی اس کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اگر عصمت والی نیک ہے تو چاند کے مانند بھی کوئی ہو تو اس کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہو گی۔ یہ عذاب مجھ پر سے اٹھالو میری عصمت وعفت میری حفاظت کرنے والی بس ہے۔ غرض بہت سمجھایا کچھ اثر نہیں ہوا بلکہ اور حفاظت سختی سے کرنے لگا۔ جب خاوند نہیں رہتا تو پڑوس والی ایک بڑھیا دروازہ کے پاس آتی یہ دروازہ کے درازیں میں سے اس بڈھی سے باتیں کرتی تھی۔ ایک روز وہ بڈھی آئی تو اس سے کہا کہ وہ نوجوان جو پڑوس میں رہتا ہے اس کو میرا پیغام پہنچادو کہ ایک مدت سے تم پر عاشق ہوں، تمہارے وصال کے لیئے بے چین ہوں اس عورت کا حسن تو مشہور تھا وہ بہت خوش ہوا اور وہی بڈھی کے ذریعہ سے پیغام بھیجا کہ میں بھی تم پر عاشق ہوں مگر کیا کروں تمہارا خاوند ایسا ظالم ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی تدبیر وصال کی تمہارے ہمارے ملنے کی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس عورت نے پھر بول بھیجا کہ تمام محلہ میں بلوہ کر دو کہ میں سفر کو جارہا ہوں اور ایک بڑا صندوق بناؤ میرے خاوند کے پاس آؤ اور کہو کہ میں سفر کو جارہا ہوں میرے پاس ایک صندوق قیمتی سامان سے بھرا ہوا ہے آپ کے سوا مجھے کسی پر بھروسہ نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ صندوق آپ کے گھر میں امانت رکھاؤں اگر قبول فرمائیں تو مجھ پر بڑا احسان ہو گا۔ سفر کو جانے والا جسطرح رخصت ہوتا ہے اسی طرح میرے خاوند سے رخصت ہو کر جاؤ اور صندوق میں خود بیٹھ کر قفل ڈالوادو اور اپنے غلام کے سر پر دیکر ہمارے گھر میں بھجوادو، پھر جب میرا خاوند باہر جائے تو صندوق میں سے نکلنا جوان نے یہ تدبیر پسند کیا جیسا اس نے کہا تھا ویسا ہی عمل کیا جب وہ صندوق اس عورت کے گھر میں پہنچا تو اس صندوق کے ساتھ اس کا خاوند بھی آکر ایک جگہ رکھنا چاہا تب وہ عورت سامنے آئی اور پوچھا یہ کیا ہے کہا صندوق ہے۔ خاوند نے سب کیفیت بیان کی عورت نے کہا تم جانتے ہو کہ صندوق میں کیا ہے خاوند نے کہا میں نہیں جانتا تو عورت نے کہا عقل سے دور ہے کہ صندوق پر قفل لگا ہوا تم لائے ہو، نہیں جانتے ہو کہ اس میں کیا ہے۔ کل صندوق والا کہے کہ اس صندوق میں جواہرات تھے۔ موتی تھے تو تم کہاں سے دوگے۔ غلام کو کھڑے رہنے دو، محلہ والوں کو بلاؤ سب کے سامنے صندوق کھولو تاکہ کل اگر جھگڑا پڑے تو گواہ رہیں۔ مرد نے

ISLAMIC STUDIES LIBRARY

پسند کیا غلام کے اور محلہ والوں کے سامنے صندوق کھولا گیا تو اس میں اس جوان کو دیکھا کہ اندر بیٹھا ہوا ہے۔ خاوند نے متحیر ہو کر اور غصہ میں بھر کر جوان پر حملہ کرنا چاہا تو عورت نے کہا جوان کا کچھ قصور نہیں یہ کام میرا ہے تم کو یہ دکھانا چاہتی تھی کہ نگرانی سے عورت عصمت والی نہیں ہوتی، خود عورت کو عصمت کا خیال ہونا چاہیئے۔ اگر مجھے عصمت کا خیال نہ ہوتا تو اب کونسی چیز حرام کاری سے روکنے والی تھی۔ غیر مرد کو تم خود لاکر چھوڑے جارہے تھے، میں تمہاری حفاظت سے نہیں بچی ہوں بلکہ میں صرف اپنی عصمت سے بچی ہوں یہ سن کر مرد نے اس عورت سے اس سختی کو اٹھالیا اور کہا فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا میری حفاظت بیکار ہے میں نے خدا کی حفاظت میں تجھ کو دیا۔

غرض جب یعقوب علیہ السلام نے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری عزت کی قسم جب تم مجھ پر بھروسہ کر کے میری حفاظت میں دے رہے ہو تو یوسفؑ اور بن یامین دونوں کو تم سے ملاؤں گا

القصہ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا جب گونیاں کھولنا تو مجھے بلا لینا میں اس پر برکت کی دعا کروں گا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور گونیاں کھولتے وقت حضرت یعقوب کو بلایا گیا۔ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ جب انہوں نے غلہ کی گونیاں کھولنی شروع کیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام نقدی واپس کردی گئی ہے تو ان کو بن یامین کے لیجانے پر اصرار کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آگیا۔ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ابا لیجئے اور ہم کو کیا چاہیئے، ہماری پونجی نقدی بھی تو ہم کو واپس کردی گئی ہے۔ ایسا کریم بادشاہ ہے اس سے زیادہ اور کس عنایت کا انتظار کریں۔ اب تو ہم کو ایسے بادشاہ کے پاس پھر جانا چاہیئے، مگر ہم جا نہیں سکتے جب تک کہ آپ بن یامین کو لیجانے کی اجازت نہ دیں۔ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا اپنے گھر والوں کے واسطے اور غلہ لائیں گے۔ وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور اپنے بھائی بن یامین کی خوب حفاظت کریں گے۔ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ بن یامین کے حصہ کا مہ لائیں گے۔

ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے ختم ہو جائے گا چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے مر جائیں گے۔ اس لئے آپ بن یامین کو لیجانے کی اجازت دیجئے۔
یعقوب علیہ السلام کو اس وقت خیال آیا کہ اگر میں بن یامین کو نہیں اجازت دیتا ہوں تو تمام گھر بھوکوں مر جائے گا۔ یوسف علیہ السلام سے جیسی بھائیوں کو عداوت تھی ویسی ان کو بن یامین سے نہیں ہے اس وقت بھائیوں کی شروع جوانی تھی بے سمجھ تھے اب سمجھدار ہیں یہ سب سوچ کر بن یامین کو اجازت دیتے ہیں ایک تدبیر کے ساتھ

اس لئے بطور تمہید کے تدبیر اور تقدیر کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں آجکل نوجوان نئی تعلیم کے اثر سے تقدیر کا بھی انکار کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقدیر کے ہی مسئلہ کی بدولت مسلمانوں کا تنزل ہو رہا ہے افسوس یہ کس قدر مشاہدہ کے خلاف ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ اور تابعین تقدیر کے ماننے والے تھے انہوں نے ترقی کی جس کی نظیر آج نہیں مل سکتی برسوں کا کام دنوں میں کر دکھایا۔ چند سال میں روئے زمین کے بادشاہ ہو گئے۔ اور ہونا ہی چاہیئے تھا۔ ترقی کا مدار ہمت پر ہے۔ تقدیر کے قائل کے برابر تقدیر کے منکر کو ہمت نہیں ہو سکتی جہاں اسباب اور تدبیر بگڑی منکر تقدیر ہمت ہار دیتا ہے۔ معتقد تقدیر کی نظر خدا پر ہوتی ہے وہ ہمت نہیں ہارتا۔ یہ اسباب بگڑے بگڑے مسبب الاسباب کوئی دوسرے اسباب کر دیگا۔ اس لئے پریشان نہیں ہوتا۔ اسی واسطے تھوڑی سی فوج صحابہ کی ہزار ہا کا مقابلہ کرتی تھی۔ صرف مقابلہ ہی نہیں کرتی تھی بلکہ فتح کر کے آتی تھی۔ یہی تقدیر کے ماننے کا نتیجہ تھا۔ جب کام بگڑتا ہے دونوں کا بگڑتا ہے تقدیر کے ماننے والے کا بھی تقدیر کے نہ ماننے والے کا بھی مگر دونوں کے دلوں پر نظر ڈالئے تقدیر کے ماننے والے کو راحت میں پائیں گے اور تقدیر کے منکر کو تکلیف میں۔ فرض کیجئے دو شخص ایسے ہوں کہ دنیا کی حیثیت سے دونوں برابر عقل مزاج قوت سب یکساں دونوں کو

ایک ایک بیٹا بھی ہے۔ سب باتوں میں دونوں برابر ہیں لیکن ایک تقدیر کو مانتا ہے دوسرا انکار کرتا ہے۔ دونوں کے بیٹے مر گئے۔ سبب یہ ہوا کہ بیماری کے علاج اور تشخیص میں غلطی ہوئی۔ صدمہ تو دونوں کو ہوگا بتلایئے جلد کس کا صدمہ ختم ہوگا۔

تقدیر کے قائل کو جلد راحت نصیب ہوگی کیونکہ صدمہ پڑتے ہی اس کو خیال ہوگا مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے کبھی یہ سوچے گا۔ لَنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ہم کو ہرگز نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر وہ ہی جو اللہ نے ہمارے مقدر میں لکھا ہے خدا کو یہی منظور تھا پھر خیال آئے گا۔ فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے شاید اس کی موت ہی کوئی مصلحت ہو اس طرح کے خیالات آتے ہی صدمہ ختم ہو جائے گا۔

منکر تقدیر کو ساری عمر یہ غم لگا رہیگا افسوس میں نے فلاں تدبیر نہ کی ورنہ ضرور کامیاب ہوتا لڑکا بچ جاتا کبھی کہے گا یہ بدپرہیزی نہ ہوتی تو کبھی نہ مرتا غرض ایسے پریشان کن خیالات عمر بھر پریشان رکھتے ہیں جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب بتایئے راحت حاصل کرنا اچھا ہے یا نہیں اگر راحت ضروری ہے تو تقدیر ماننے کے سوا اور کونسی صورت ہے راحت ہونے کی اور پریشانی دور ہونے کی۔ افسوس خدا اور رسولؐ نے کتنا سامان راحت کا کر دیا ہے۔ مگر ہم نے کچھ قدر نہ کی۔ تقدیر والا جہاں اسباب نہو وہاں مایوس نہو گا تدبیر والا مایوس ہو جائے گا۔ تدبیر کرنے والا سمجھا ہوا رہتا ہے جو کچھ ہوگا تدبیر سے ہوگا۔ اسلئے حلال وحرام کی کمائی میں تمیز نہیں کرے گا۔ اور تقدیر کا قائل جب وہ سمجھے ہوئے ہے کہ جو ملتا ہے خدا ہی کے طرف سے ملتا ہے خدا کو ناراض کر کے رزق ڈھونڈنے سے راضی کر کے رزق کیوں نہ ڈھونڈوں

اگر جو کچھ ہوتا ہے تدبیر سے ہوتا ہے تو ایک ایسا شخص فرض کیجئے غریب آدمی تھا چند سال میں لکھ پتی ہو گیا ہم کہتے ہیں تقدیر سے ہوا اگر آپ کہیں تدبیر سے ہوا تو دوسرا آدمی اسی رائے تدبیر کا منتخب کیجئے مدت بھی وہ دگنی دیکھیے پہلے شخص کا کارنامہ بھی دیکھئے ویسے ہی تدبیریں کر کے لکھ پتی ہو کر بتلائے معلوم ہوا کہ تقدیر ہوتی ہے تو تدبیر بھی ساتھ دیتی ہے جب تقدیر میں نہیں تو ساری تدبیر بیکار۔ اگر آپ گہری نظر ڈالیں تو خود بخود تقدیر کا مسئلہ کھلتا ہے۔ رات دن آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے جب کوئی کام بنانا چاہتے ہیں تو کہاں کہاں سے اسباب پیدا ہوتے ہیں کس کس طرح سے بنتے ہیں اور جب نہیں چاہتے ہیں تو سارا بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے۔ سارے اسباب بیکار ہو جاتے ہیں۔ آگ جلایا کرتی ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہیں جلایا۔ چھری کاٹتی ہے تو اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے کو کیوں نہیں کاٹا۔ پانی ڈبوتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہیں ڈبویا۔ ادھر ہوا عاد کو برباد کر رہی ہے ادھر ہود علیہ السلام کی مسلمان امت پر کیوں اثر نہیں کیا۔

جیسے یہ تقدیر کا انکار کرنے والے توکل کو مٹانا چاہتے ہیں ویسے ہی بعض پرانے فیشن کے جن کو تحقیق نہیں تو تقدیر کو مان کر توکل کرتے ہیں اور تدبیر کا انکار کرتے ہیں اسی کو توکل سمجھتے ہیں۔ یہ توکل کو ایسا سمجھے ہیں جیسا کہ ایک شخص سمجھا تھا۔

حکایت ایک شخص نے وعظ میں سنا تھا کہ توکل کرنے سے سب کچھ مل جاتا ہے وہ سب چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں سڑک پر کنارے جا بیٹھا وہاں ایک کنواں بھی تھا۔ مسافر آتے کنویں پر بیٹھ کر اس کی طرف پیٹھ کر کے کھانا کھاتے اور چلے جاتے یہ توکل میں ہے بولا نہیں بکتا منہ تکتا رہ جاتا۔ اس طرح تین چار دن گذر گئے اب

تو دم پر بنی ہے سمجھ گیا کہ میں مرتا ہوں بستی تک جانا ہی مشکل ہوگیا۔ اتفاق سے ایک شخص آیا وہ کھانا کر چلنے لگا تو یہ بوجہ توکل منہ سے کچھ کہہ نہیں سکا۔ آخر ادھر ادھر کرکے کھنکارنے لگا اس نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا رحم آگیا۔ جو روٹیاں بچی تھیں اسکو دے گیا۔ یہ اس کو کھایا۔ اور جب ذرا جان آئی تو بستی میں آیا سیدھا مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور کہا واہ مولوی صاحب ادھورا وعظ کرتے ہیں آپ؟ آپ نے توکل کا تو بیان کیا مگر ایک بات بھول گئے پہلے کو مجھے تین چار دن کے بعد وہ بات یاد آگئی ورنہ میں تو مرہی گیا تھا۔ آئندہ توکل کا وعظ کیجئے تو وہ بات ضرور لیجئے۔ مولوی صاحب نے کہا وہ کیا بات ہے اسنے کہا یہ بات ہے کہ جب توکل کیا جاوے تو کھنکارنا بھی پڑتا ہے جیسے وہ توکل کا منشا نہیں سمجھا ویسے ہی یہ لوگ بھی تدبیر کا انکار کرنے والے اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ کارخانہ اسباب کا بے کار نہیں ہے۔

عجیب مشکل مسئلہ ہے تدبیر اور اسباب پر بھروسہ کیا تو شرک اگر ترک کیا تو خلاف سنت۔

حضرت نے بھی تدبیریں کیں۔ جنگ میں خندق کھودی۔ یوسف علیہ السلام نے بھی تدبیر کی۔ یعقوب علیہ السلام بھی اب ان آیتوں میں تدبیر کرتے ہیں مولانا نے عجیب انداز سے اس مسئلہ کو حل کیا ہے مگر کس طرح؟ اس طرح سے

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ✻ گفتہ آید در حدیث دیگراں

بہت اچھا ہے کہ معشوق کا راز دوسروں کے قصہ کے ضمن میں کہا جائے

حکایت کسی جنگل میں ہرن خرگوش اسی قسم کے جانور رہتے تھے وہاں ایک شیر بھی تھا۔ شیر سے وہ جانور سب تنگ تھے۔ کھانا تھوڑا، ستانا بہت۔ سب نے مل کر شیر سے معاہدہ کیا کہ ہم ہر روز ایک

جانور آپ کو پہنچا یا کریں گے. آپ شکار کے لئے مت نکلا کرو. شیر نے کہا بشرطیکہ ایفاء وعدہ ہو، میں اس لئے احتیاط کرتا ہوں کہ کہیں تم مجھ کو دھوکا نہ دیدو

نخچیر یعنے شکار ہونے والے جانوروں نے کہا آپ احتیاط کو چھوڑ دو تقدیر کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا ہے توکل بہتر ہے، ورنہ اس سے لازم آتا ہے کہ تم خدا کے احکام سے مقابلہ کر رہے ہو. اگر اس کا حکم جاری ہو جائے تو تمہاری احتیاط کیا کام دیگی. جو کچھ دنیا میں ہورہا ہے سب کا کرنے والا وہی ہے کوئی پیدا ہورہا ہے کوئی مر رہا ہے. کوئی زندہ ہے کسی کو رزق مل رہا ہے مالدار بن رہا ہے کوئی مفلس بھیک مانگ رہا ہے سب رہی کرنے والا ہے کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں. جب دل کی آنکھ کھلے تو تجھ کو معلوم ہوگا ذرہ ذرہ اسکے حکم کا مسخر ہے. اس لئے اگر خوف بھی ہو تو اسی سے ہو، اور امید بھی ہو تو اسی سے ہو، ٹیکا بھی ہو تو اسی پر ہو. بھروسہ بھی ہو تو اسی پر ہو. شیر نے کہا بات تو سچ کہی تم نے، اسباب و تدبیر کرنا بھی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسرے پیغمبروں کی سنت ہے ؎

گفت پیغمبر بآواز بلند ؛ با توکل زانوئے اشتر ببند

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ فرمایا ہے اونٹ کا زانو باندھکر توکل کر.

رمز الکاسب حبیب اللہ شنو ؛ از توکل در سبب کاہل مشو

الکاسب حبیب اللہ کو نہ بھولو. توکل کر کے سبب کو نہ چھوڑ دو

نخچیروں نے کہا طبیب دیکھتا ہے کہ بیمار دوا نہیں پیتا تو وہ دوا کو غذا کی صورت میں بنا کے دیتا ہے.

حضور بھی بہت بڑے طبیب روحانی تھے لوگوں میں قوت وہمت

نہیں، اسباب وتدبیر کے ضمن میں تقدیر پر عمل کروایا ہے ترکیب تک دوا کو غذا کی صورت میں پہنچے گا۔ چھوڑ تدبیر توکل کر بہت سے تدبیر کرنے والوں کے لئے تدبیر ہی ان کے لئے وبال جان بن گئی ایک شخص دشمن سے بھاگ کر گھر میں آیا اور دروازہ بند کیا۔ پھر دیکھتا کیا ہے کہ دشمن خود گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ ذرا فرعون کی تدبیر کو دیکھو لاکھوں لڑکے قتل کروا ڈالے جس کی تلاش تھی وہ خود گھر میں ہے۔ سب تدبیر لاحاصل ہے تدبیر کو چھوڑ دو تو پھر وہ خود تمہاری تدبیر کرتا ہے۔ دیکھو بچہ جب خود تدبیر نہیں کرتا، نہ ہاتھ سے پکڑ سکتا نہ پاؤں سے چل سکتا ہے تو باپ کندھے پر اٹھائے اٹھائے پھرتا ہے جب بچہ اپنی تدبیر آپ کرتا ہے۔ تو باپ بھی چھوڑ دیتا ہے کہ وہ خود چلے پھر جتنی تدبیر چھوڑو گے خدا تعالیٰ اتنا ہی تمہارا کفیل ہوگا۔

حکایت ایک بزرگ مفلس ہو گئے بیوی سے کہا جو کچھ گھر میں ہے خیرات کر دو، بیوی نے سب خیرات کر دیا۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ کسی نے پکارا حضرت کے واسطے ہدیہ آیا ہے تمام گھر گیہوں سے بھر گیا آپ نے پوچھا گھر میں کیا کچھ باقی ہے۔ بی بی نے کہا ہاں چکی ہے اس خیال سے کہ شاید ضرورت پڑنے پر ایسی چکی نہ ملے فرمایا اگر چکی خیرات کرتی تو آٹا آتا۔ چکی رکھی تھی اسلئے ایسی چیز آئی جس کے واسطے تو پیس پیس کر تھکو گی۔

شیر نے کہا بام پر بے زینہ کے نہیں چڑھتے ہیں ایسا ہی مقاصد تک بے اسباب وبے تدبیر کے نہیں جا سکتے۔ اگر کسی کا مالک کدالی دے اور زمین بتائے اور منہ سے کچھ نہ کہے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمین کھودنے کا حکم دیا ہے۔ ایسا ہی ہاتھ پاؤں دیئے نفع و نقصان سوچنے کی قوت دی اسکا مطلب یہ ہے کہ تدبیر کرو۔

نچیروں نے کہا غلام کو جب کوئی خرید تا ہے اس کے کھانے پینے کا ذمہ دار خود وہ ہوتا ہے غلام کو سوائے خدمت مولیٰ کے دوسری تدبیر کرنا حماقت ہے. جو درخت لیتا ہے وہی پانی بھی دیتا ہے. کیڑے لگیں تو مارتا ہے کیا تیرا پیدا کرنے والا تجھکو بیکار چھوڑ دے گا. جب کوئی تیرا بوجھ اٹھا رہا ہے تو تو کیوں اپنے اوپر بوجھ لادلیتا ہے. ماں کے پیٹ کے اندھیرے میں کچھ تدبیر کی تھی، ہوش سنبھالنے تک بھی کچھ تدبیر کی تھی جو اب تدبیر کرنے کو نکلا ہے. بڑی بڑی تدبیریں کیں لوگوں نے ایسی تدبیریں ان کے ہلاکت کا باعث ہو گئیں.

حکایت دربار سلیمان علیہ السلام میں ایک شخص کو عزرائیل علیہ السلام نے گھور گھور کر دیکھا اس نے گھبرا کر عزرائیل علیہ السلام کے جانے کے بعد عرض کیا کہ مجھے ہند میں پہنچا دیجئے. حضرت سلیمان ؑ نے ایسا ہی کیا دوسرے دن عزرائیل علیہ السلام سے گھورنے کی وجہ حضرت سلیمان ؑ نے دریافت کی. انہوں نے کہا اسکی روح ہند میں نکالنے کا حکم ہوا تھا. اور وہ ابھی یہیں تھا. اسلئے میں تعجب سے گھور رہا تھا. حضرت سلیمان ؑ نے فرمایا وہ ہند میں پہنچا دیا گیا تو عزرائیل ؑ نے فرمایا حکم کے موافق ہند میں ہی روح اس کی نکال لی گئی. دیکھا آپ نے تدبیر کیا کام آئی. تقدیر سے بھاگ کر تدبیر میں ہی پھنس گیا.

حکایت ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا ان کا فرزند مفلس ہو کر پریشان ہو گیا. باپ کے خلیفہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ میری سفارش حاکم شہر کے پاس کر کے کچھ صورت روزگار کی نکالئے ان بزرگ نے سر جھکا کر فرمایا میرے اختیار میں نہیں ہے کہ شام کو صبح کر دوں میں کہاں تم کہاں، جب تم عراق کے حاکم بنائے جاؤگے

اس لڑکے کے سمجھ میں نہیں آیا. غصہ ہوکر اٹھ گیا سال دو سال کے بعد بادشاہ کے بچہ کے لئے استاد کی ضرورت پڑی. کسی نے اس لڑکے کا پتہ دیکر اس کو نوکر رکھا دیا. بیس پچیس سال کے بعد بادشاہ کا انتقال ہوگیا. یہی شاہزادہ جو شاگرد تھا وہ بادشاہ ہوگیا. اس وقت ان بزرگ کا انتقال ہوگیا تھا۔ شاگرد نے عراق کا حاکم اسی اپنے استاد کو بنایا. جب وہ سمجھا کہ والد کے خلیفہ صاحب کا یہ مطلب تھا کہ اس وقت تیری تقدیر میں کچھ نہیں. آئندہ ہونے والی بات کو اس وقت کردینا میرے اختیار سے باہر ہے یہ ایسا ہے جیسے شام کو صبح کرنا.

غرض یہ دونوں دلائل پیش کررہے تھے شیر تدبیر کو نخچیر تقدیر کو کسی طرف فیصلہ نہیں ہورہا تھا. وہاں ایک اور عقلمند جانور تھا اس کو حکم بنایا گیا تو اس نے کہا دونوں سچ کہتے ہیں مگر اصل مطلب تک کوئی نہیں پہنچا۔ فیصلہ یہ ہے کہ بعض اعمال جوارح (اعضاء) کے ہیں اور بعض اعمال قلب کے توکل جوارح کا فعل نہیں ہے بلکہ قلب کا فعل ہے ہاں تدبیر جوارح کا فعل ہے تدبیر جوارح سے کرو توکل قلب سے اسی لئے جس نے تدبیر چھوڑدی ہے مگر دل غافل ہے خدا پر بھروسہ نہیں ہے وہ متوکل نہیں. اور جو تدبیر کررہا ہے مگر اس کو تدبیر پر بھروسہ نہیں ہے.

بھروسہ خدا پر ہے اور اسی پر خوب اطمینان ہے اگر کام بگڑ بھی جاتے ہیں اور تدبیر بے کار جاتی ہے. پھر بھی اس کے اطمینان میں خلل نہیں آتا ہے تو وہ متوکل ہے.

اس لئے تدبیر کریں مگر تدبیر کو یوں نہ سمجھیں کہ سرخ جھنڈی ہے اس کے دکھانے سے ریل رک جاتی ہے نادان سمجھتا ہے کہ سرخ جھنڈی میں ریل کو روکنے کا اثر ہے عقلمند سمجھتا ہے کہ ریل روکنے والا کوئی اور ہے جھنڈی فرو علامت ہے. ریل روکنے والا کوئی اور ہے یہی سمجھتے ہیں جھنڈی بیدیر

ہے۔ باقی اصل کرنے والا کوئی اور ہے۔ تدبیر بے کار ہونے کے وقت جیسا
اللہ کا خیال آتا ہے ویسا ہی تدبیر کے وقت بھی اللہ ہی پر بھروسہ رہے
اہل مقدمہ کسی کو وکیل بنا کر غافل نہیں ہو جاتا۔ کچھ نہ کچھ کوشش کرتا ہے
ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے ایسا ہی خدا پر بھروسہ کر کے تدبیر کریں۔ صرف تدبیر
اور اسباب پر بھروسہ نہ ہو تدبیر بھی کرے تو یہی سمجھ کر کہ خدا کا حکم ہے خدا
کا حکم سمجھ کر تدبیر کرنا بھی عبادت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ظاہرہ تدبیر پہ عمل کرنا عبادت ہے دل سے اس پر
بھروسہ نہ کر کے تقدیر پر بھروسہ کرنا توکل ہے اور یہ بھی عبادت ہے۔

اس پہ یعقوب علیہ السلام تدبیر فرماتے ہیں۔ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ
مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖ اس وقت تک
ہرگز بن یامین کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔ جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو
پکا قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور ہی لے آؤ گے۔ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ہاں اگر
تم سب گھر ہی جاؤ اور سب پر مصیبت آئے تو مجبوری ہے یہ شفقت پدری تھی جو
استثناء کیے۔ مگر ایسا نہ ہو جیسا کہ سب سلامت رہے اور یوسفؑ کو کھپا دیا۔ ایسا
اب نہ کرنا۔ اولاد یعقوبؑ نے قسم کھائی۔ یہ تدبیر تھی مگر تدبیر پر بھروسہ نہیں۔ بھروسہ
تقدیر پر ہے اور اللہ پر ہے اسلئے فرمایا۔ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ
عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا "اس کا پورا کرانا اللہ
پر ہے۔ وہی وکیل ہے۔ چلتے وقت یعقوب علیہ السلام ایک اور تدبیر کرتے ہیں فرماتے ہیں
وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ
مُّتَفَرِّقَةٍ میرے بیٹو! جب مصر میں پہنچو تو سب کے سب ایک دروازے
سے شہر کے مت جانا بلکہ علٰحدہ علٰحدہ دروازوں سے جانا۔ ایک شخص کے بارہ
بیٹے ہیں جن کر لوگ نظر لگائیں گے یہ تدبیر تھی۔ اس پر بھی بھروسہ نہیں۔ اب تقدیر
اور خدا پر بھروسہ ہوتا ہے دیکھئے۔ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

یہ تدبیر ہے کرو مگر اس پر بھروسہ مت کرو۔ خدا کے حکم کو کوئی تم پر سے ٹال نہیں سکتا
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ یہ ظاہری
تدبیر پر بھروسہ نہیں۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے وَ عَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔

سب کو یہی چاہیئے کہ ظاہری تدبیر کرے مگر تدبیر پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔
بھروسہ اللہ پر کرنا چاہیئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے فرزند پھر دوبارہ مصر کو غلہ لانے جارہے ہیں شاہ مصر سے بن یامین کو لانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لئے باپ کے سامنے بن یامین کو واپس لانے کی قسمیں کھاکر ساتھ لیجانے کی اجازت مانگی۔ حضرت یعقوبؑ نے اجازت دیکر یہ نصیحت کی تھی کہ گیارہ بھائی سب کے سب حسین خوبصورت قوی ہیکل پہلوان ایک ساتھ چلیں تو خوف ہے کہ نظر لگ جائیگی اسلئے شہر میں ایک دروازہ سے مت جانا بلکہ الگ الگ دروازوں سے شہر میں داخل ہونا یہ میری تدبیر ہے۔ باقی جو تمہاری تقدیر میں ہے میں اس کو ٹال نہیں سکتا۔ خدا کا جو حکم ہے ہو کر رہتا ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ سب کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے اس کے ضمن میں تدبیر و تقدیر کا مسئلہ بھی حل ہوگیا ہے۔ اب نظر لگنے کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

نظر لگنا ثابت ہے۔ واقعی نظر لگتی ہے۔

حدیث | حدیث شریف میں آیا ہے کہ نظر انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں پہونچاتی ہے اب رہی یہ بات کہ نظر لگنا کیا بات ہے۔ نظر کیوں لگتی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ نظر لگانے والا جب کسی چیز کو دیکھتا ہے اور وہ چیز اسکو اچھی معلوم ہوتی ہے تو دل کو اس سے تعلق ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ دل کا تعلق اپنے سوا اور کسی چیز سے ہو اسلئے اس چیز کو متغیر کر دیتا ہے تاکہ دل کو اس سے تعلق نہ رہے اور بعضوں نے فرمایا ہے گناہ کا اثر ضرور ہوتا ہے جیسے گناہ کا اثر خود اس شخص پر ہوتا ہے ایسا

ہی اوروں پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً زنا سے وبا و طاعون کم ناپنے کم تولنے سے
زکوٰۃ نہ دینے سے بارش نہیں ہوتی۔ قحط و گرانی ہوتی ہے۔ جب نظر لگانے
والا کسی چیز کو دیکھتا ہے اور وہ چیز اس کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو اسکو
چاہیئے تھا کہ اللہ کی طرف رجوع کرتا اسکو خدا کی قدرت کا نمونہ سمجھتا اور
منہ سے ماشاء اللہ ولاقوۃ الا باللہ کہتا تو اس کے نظر کرنے کا کچھ اثر نہ
ہوتا ایسا نہ کیا بلکہ خدا کو بھولا ہوا غفلت سے اس چیز کو دیکھا تو یہ اسکی
آنکھ کا گناہ ہوا۔ ہر گناہ کا اثر ضرور ہے۔ اس گناہ کا یہ اثر ہوا کہ اس چیز
کو نقصان پہنچا یہ وجوہ ہیں نظر لگنے کے اور نظر کس طرح لگا کرتی ہے اسکو
بعض نے کہا ہے کوئی چیز کسی چیز میں اثر کرنے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہ جسم
والی ہو۔ جیسے زہر جسم دار چیز ہے وہ اثر کرتا ہے یا آگ جسم دار ہے اثر
کرتی ہے ایسے ہی نفسانی اثرات ہوتے ہیں مثلاً ایک لانبا تختہ چار انگل
لیجیئے اور اس کو زمین پر رکھیئے تو انسان اس پر سے آسانی سے چلا جائیگا
وہی تختہ دو اونچے دیواروں کے بیچ میں رکھا جائے تو اس پر سے نہیں چل
سکے گا اگر چلے گا تو گر جائے گا۔ اگرچہ کسی چیز نے نہ دھکا دیا نہ ڈھکیلا۔
پھر جو اگرا تو وہ نفس کے اثرات ہیں۔

ایسے ہی کسی شخص سے ایذا پہنچی دو چار دن ہو گئے۔ پھر یکایک خیال
آیا تو فوراً غصہ آ جاتا ہے۔ مزاج گرم ہو جاتا ہے۔ چہرہ پر بھی اس کا اثر آجاتا
ہے۔ یہ جو تغیر بدن میں آگیا تو کوئی جسم والی چیز سے نہیں آیا بلکہ اندرونی
نفس کا اثر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اندر نفس میں یہ قابلیت ہے کہ بدن
کو متغیر کرے ایسا ہی بعض نفس دوسرے کو بھی متغیر کرتے ہیں کہ جب
اس چیز کو دیکھے اور پسند آئے اور اچھا معلوم ہو یہی نظر لگتا ہے۔

حکایت

ایک وقت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان
پر جہاد کے لئے آئے تھے ایک شہر کو فتح کرنا تھا جب اس

شہر پر حملہ کا ارادہ کرتے تو بیمار ہو جاتے۔ جاسوس بھیجکر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں ایک جماعت گوسائیوں کی ہے مراقب ہو کر بیمار کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو آپ بیمار ہو جاتے ہیں۔ سلطان نے حکم دیا کہ زور زور سے باجے بجاؤ تاکہ گوسائیں اس پریشانی سے توجہ نہ کر سکیں سلطان محمود بیمار نہ ہوئے حملہ کرکے وہ شہر فتح کر لیا۔ صرف ان گوسائیوں کے نفس کا اثر تھا کہ بیمار کر دیتا تھا۔ دیکھئے نفس کا کہاں تک اثر ہوتا ہے۔

حکایت ایک عورت اپنے خاوند پہ عاشق تھی اس کا نام بدرالدین تھا۔ وہ مر گیا رات کو بدر نکلا مارے غم کے وہ بدر کو نہ دیکھ سکی اور کہنے لگی اے بدر تیرا ہم نام تو مر گیا میں تجھ کو دیکھ نہیں سکتی۔ کاش تجھ گرہن لگ جاتا یہ کہنا تھا کہ چاند کو گرہن لگ گیا۔ یہ کوئی جسم والی چیز نہیں بلکہ اندرونی نفس کا اثر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اندر نفس میں یہ قابلیت ہے کہ دوسرے جسم کو متغیر کرے اسی واسطے گوسائیوں نے سلطان کو، عورت نے چاند کو متغیر کر دیا۔ ایسا ہی نظر لگانے والے کے نفس کا اثر ہے کہ جس کو نظر لگتی ہے اس کو خراب کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نظر لگانے والے کا نقطہ خیال اثر کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ نہیں بلکہ ایک لطیف چیز جو نہیں دکھتی ہے نظر لگانے والے کے آنکھ سے نکل کر جس کو نظر لگتی ہے اس سے ملجا کر اس کو ہلاک کرتی یا خراب کرتی ہے۔ جیسے بعض سانپ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی نگاہ انسان کی نگاہ سے ملی تو انسان فوراً مر جاتا ہے یا بھینس کی نگاہ سے ملے تو وہ مر جاتی ہے کیونکہ سانپ کے آنکھ سے ایک غیر محسوس زہر نکل کر انسان کے یا بھینس کے آنکھ سے ہوتے ہوئے جسم کو ہلاک کر دیتا ہے ایسا ہی نظر لگانے والے کے آنکھ سے زہر

نکلا جسکو نظر لگتی ہے اس کو ہلاک یا خراب کر دیتا ہے۔
بعض کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں صرف سننے سے وہ زہر منتقل ہو جاتا ہے۔ جیسے اندھے کی نظر، اسی طرح لگتی ہے جیسے بچھو سانپ کاٹنے کے بعد اگر ان کو مار ڈالا جائے تو ان کے زہر کا اثر کم ہو جاتا ہے اگر بچھو سانپ زندہ رہے تو کاٹی ہوئی جگہ سے مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زہر ڈالتے رہتے ہیں وہ ہوائیں ملکر تکلیف بڑھاتا رہتا ہے۔ بعینہ یہی حال نظر لگانے والے کا ہے دیکھنے یا سننے سے برابر زہر پہنچتا ہے اور ہلاک یا خراب کر دیتا ہے۔
یہ نظر جیسے انسانوں کی لگتی ہے ایسا ہی جن کی بھی لگتی ہے جنات کی نظر برچھی سے زیادہ اثر کرتی ہے۔ نظر نہ لگنے کے لئے

علاج

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچہ کو دیکھا تو فرمایا اس کے ٹھوڑی کے گڑھے میں کالک لگا دو، نظر کی تیزی کم ہو کر اثر ظاہر نہیں ہوگا اصلی علاج یہ ہے کہ جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو اور خوف ہو نظر لگنے کا تو نظر لگانے والا کہے مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ انشاء اللہ تعالیٰ نظر نہیں لگے گی ہر شخص اس کی عادت رکھے اور جب نظر لگ جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ جس کی نظر لگی ہے اگر وہ معلوم ہو تو اسکو وضو کا پانی کسی برتن میں لیکر اس پانی سے جس کو نظر لگی ہے غسل کرائیں نظر دور ہونے کے لئے دعاؤں کا بھی خاص اثر ہے جبرئیل علیہ السلام نے حضرتؐ پر یہ دعا پڑھی تھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ وَحَاسِدٍ اللّٰهُ ... امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کیلئے حضرتؐ نے یہ دعا پڑھی تھی۔ اُعِيْذُكَ

بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ

وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ نظر دفع ہونے کے لئے یہ آیت سورہ نون کے آخر کی بہت زور اثر ہے۔ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی جب بچھونے پر بیٹھتے سونے کے لئے ہر رات کو تو دو ہاتھ ملاتے اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس بڑھ کر ہاتھ پر پھونک کر جہاں تک ہاتھ پہنچے تمام جسم پر ملتے۔ سر اور منہ کی طرف سے شروع کرتے (تین یا سات مرتبہ ایسا کر کے سو جاتے (اس کی وجہ سے نظر جادو اور بہت سی بیماریوں سے اللہ تعالیٰ امن میں رکھتا)

حیواۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ دنیا کے عجائبات سے یہ ایک ہے کہ اُلّو دن کو نہیں نکلتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں سب جانوروں میں زیادہ خوبصورت ہوں اگر دن کو نکلوں گا تو نظر لگے گی۔ اس واسطے رات کو نکلتا ہے۔

غرض قافلہ تیار ہوا بن یامین کے رخصت کی گھڑی آگئی۔ حضرت یعقوبؑ نے بن یامین کو غسل کرایا۔ اچھے کپڑے پہنائے، اپنا متبرک عمامہ سر پر باندھا۔ اپنے ہاتھ کا عصا ان کے ہاتھ میں دیا اور شجر فراق تک رخصت کرنے آئے۔ شجر فراق کے نیچے پیارے یوسفؑ کو رخصت کرنے کا سارا سماں آنکھوں میں پھر گیا۔ آج بن یامین کے ساتھ یوسفؑ کے فراق کا غم تازہ ہو گیا آپ بہت روئے اور فرمایا۔

آج کیا فرقت ہے بن یامین کی — یاد تازہ ہو گئی یوسفؑ تری
یوسفا دو غم نہ جھیلے جائیں گے — ہاتھ دھو بیٹھوں نہ بن یامین سے
آہ دو کا ہجر اور دو کا الم — کس طرح سے یہ سہا جائے گا غم
تجھ کو سونپا تھا یہودا کو پسر — اس کو سونپا ہے خدا کو سربسر
دیکھ یہودا نے نہ خالہ نونہال — غم نہ دے گا مجھ کو رب ذوالجلال

پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا سہ

کب تلک مجھ پر رہے گا امتحان کب تلک یوں میں رہونگا نوحہ خواں
آزمائش کب تلک ہو گی مری عمر میری اب تو آخر ہو گئی
مجھ کو ہے امید تیری ذات سے مجھ کو تو دکھلائے گا بچے مرے

سب بچے چلے حضرت یعقوبؑ دور تک ان کو دیکھتے رہے جب وہ نگاہوں سے چھپ گئے تو آپ بہت غمگین ہو کر بیت الاحزاں کی طرف واپس ہوئے یہ دسوں فرزند منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے شہر مصر کے قریب پہنچے ان کی آنے کی خبر سن کر شمعون بھی آگئے۔

باپ کے حکم کے موافق ایک ایک دروازے سے دو دو بھائی گئے۔ بن یامین سفر کے لیے نئے تھے اس کا انہوں نے کچھ خیال نہیں کیا۔ اکیلے ان کو ایک دروازے سے بھیجدیا۔ بن یامین محض نئے اجنبی مسافر تن تنہا دروازے پر کھڑے ہیں حیران ہیں کہ کدھر جاؤں۔ کس سے پوچھوں زبان تھی کنعانی زبان سے مصر میں کوئی واقف نہیں راستہ پوچھتے ہیں کوئی سمجھتا نہیں جبرئیل کو حکم ہوا کہ ہمارے بندے بن یامین کی پریشانی یوسفؑ سے کہدو اور کہو یوسفؑ اٹھو بھیس بدل کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر بن یامین کو راہ دکھلاؤ یوسف علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کر کے بن یامین کے قریب آکر عبرانی زبان میں پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کس کو پوچھتے ہو۔ بن یامین اپنی زبان والا شخص ملنے سے بہت خوش ہوئے۔ بادشاہ کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو بن یامین سے یوسفؑ نے کہا میں تمہارے ساتھ چل کر راستہ دکھاتا ہوں یہ کہہ کر آپ کے ہاتھ خالی ہیں اپنے ہاتھ سے یاقوت کا کنگن اتار کر ان کو پہنایا۔ بن یامین نے کہا مگر یہ کیا ہے میں کیا کروں یوسف علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا یہ قیمتی چیز ہے اس کو ہاتھ میں پہنا کرتے ہیں جب بھائی نظر آنے لگے تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں جاؤ مجھے اجازت دو میں رخصت ہوتا ہوں۔ بن یامین نے کہا تم کو چھوڑ نا میرا دل نہیں چاہتا یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں بھی اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کا غلام ہوں بغیر اس کے

حکم کے تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام چلے گئے۔ بن یامین اپنے بھائیوں سے مل گئے بھائیوں نے کہا بن یامین آج بہت خوش ہو کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا ایک اونٹ سوار نے مجھ کو راستہ بتایا اور یہ کنگن مجھ کو دیا۔ ایک ایک لیتا دیکھتا شمعون نے جو لیا تو خود پہن لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس سے وہ کنگن غائب ہو گیا۔ شمعون نے کہا وہ کنگن کہاں غائب ہو گیا تو بن یامین نے کہا یہ دیکھو میرے پاس ہے پھر شمعون نے دوبارہ لے کر پہنا پھر وہ غائب ہو گیا ہر ایک بھائی وہ کنگن لے کر پہنتا مگر کوئی اس کو اپنے پاس نہ رکھ سکا۔

دوستو! یوسف علیہ السلام کا دیا ہوا کنگن تو بھائی نہ لے سکے کیا خدا کا دیا ہوا ایمان شیطان چھین سکتا ہے؟ مگر کب جب نیک اعمال سے ایمان کو قوت دیگئی ہو، اگر بُرے اعمال سے ایمان ناتوان ہو گیا ہے تو اسکا سنبھلنا اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی لادو تو وہ ایسا آدمی لایا جو لنگڑا، لولا، اندھا، بہرا، تمام بیماریاں اس میں اٹھنا بیٹھنا مشکل، ایک چارپائی پہ لٹا کر لایا۔ آپ فرمائیں گے دوست یہ کیا لائے ہو وہ کہے گا آپ نے آدمی لانے کے لئے کہا تھا یہ لایا ہوں۔ آپ ہنسیں گے اور فرمائیں گے ہاں آدمی تو ہے اسکے قاتل کو قصاص ہوگا۔ مگر یہ میرے کس کام کا ہے۔

دوستو! ایسا ہی گنہگار کا ایمان گنہگار کے کام کا نہیں رہتا۔

صاحبو! خدا کے لیے سنبھلو۔ نیک اعمال کر کے ایمان کو ایسا قوی بناؤ کہ شیطان ہزار لینا چاہے وہ اس کے ہاتھ نہ آئے۔ جیسے بن یامین کا کنگن ان کے بھائیوں کے ہاتھ نہ آیا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ - جب مصر پہنچکر جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا اسی طرح شہر کے اندر داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا۔ باقی ان کے باپ کو ان سے یہ تدبیر بتلا کر خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا بلکہ یعقوب علیہ السلام کے جی میں درجہ تدبیر میں ایک ارمان آیا تھا جس کو انہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے اُن کو علم دیا تھا وہ علم کے خلاف تدبیر کو اعتقاداً مؤثر حقیقی کب سمجھ سکتے تھے صرف ان کو ملا ایک تدبیر بتلانا تھا۔ جو مشروع و محمود ہے لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے بلکہ جہل سے تدبیر کو مؤثر حقیقی سمجھ کر اعتقاد کر لیتے ہیں۔

القصہ دربار شاہی ہے حضرت یوسفؑ تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کی یاد ہوئی جب سب بھائی دربار میں گئے تو نگاہ نیچی ہیں جسم پر لرزہ ہے بہت تعظیم سے سلام عرض کیا۔ جواب سلام کا ملا۔ بہت رعب سے حضرت یوسفؑ نے جو بادشاہ تھے پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ مہمانوں نے عرض کیا حضور ہم کنعان سے آئے ہیں۔ ہم پہلے بھی دربار میں حاضر ہوئے تھے ہم کو جو کچھ ملا یہ بہت سرفرازی ہوئی تھی۔ ہمارے چھوٹے بھائی بن یامین کو حاضر کرنے کا حکم ہوا تھا۔ وہ حاضر کیا گیا ہے۔ پھر بادشاہ نے دریافت کیا تمہارے والد کیسے ہیں تو انہوں نے کہا حضور ان کی بہت نازک حالت ہے۔ عرصہ ہوا ان کے ایک یوسفؑ نام فرزند کو بھیڑیا کھا گیا ہے اس کی جدائی میں روتے روتے اندھے ہو گئے ہیں۔ اب یہ دوسرے بھائی بن یامین کی جدائی کی برداشت ان کو نہ ہوگی۔ بیحد روتا ہوا ہم ان کو چھوڑ آئے ہیں۔ حکم ہوا بیٹھ جاؤ۔ سب بیٹھ گئے۔ پھر بڑے بھائی یہودا نے فوراً کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور! کچھ عرض کرنا ہے حکم ہوا کہو کیا کہتے ہو۔ عرض کیا حضور ہم پہلی مرتبہ جو نذر لائے تھے وہ سرکاری خدمت گاروں کی سہو سے ہمارے سامان میں باندھ دیا گیا ہم دوبارہ لائے ہیں۔ حضور اس کو قبول فرمائیں۔ حکم ہوا اچھا ہم کو منظور ہے ہم وہ تم کو بخشتے ہیں۔ ہم تمہاری اس دیانت داری سے بہت خوش ہیں تم نے جو وعدہ پورا کیا بن یامین کو ساتھ لائے۔ اس کی وجہ سے ہم تم سے بہت راضی ہوئے

ISLAMIC STUDIES LIBRARY

دربار برخواست ہوا۔ خاصہ کا حکم دیا گیا۔ اب ان کو ایسے مکان میں لے گئے جہاں دیواروں پر چھتوں پر تمام تصویریں ہیں۔ یوسف علیہ السلام اپنے محل میں گئے ان گیارہ بھائیوں کو اس تصویر والے مکان میں لے گئے یہ غور سے دیکھ رہے ہیں کہیں یہ تصویر ہے کہ یعقوب علیہ السلام شجر فراق کے نیچے اپنے بچوں کو لئے کھڑے ہیں اور یوسف علیہ السلام کو رخصت کر رہے ہیں۔ کہیں یہ تصویر ہے کہ دسوں بھائی یوسفؑ کے کپڑے اتار رہے ہیں۔ کہیں یہ تصویر ہے کہ یوسفؑ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کھینچ رہے ہیں۔ کہیں یہ تصویر ہے کہ پھول سے رخساروں پر زور زور سے طمانچے مار رہے ہیں کہیں یہ تصویر ہے کہ چھری تیز کر کے یوسفؑ کے ذبح کا ارادہ ہے۔ کہیں یہ تصویر ہے کہ یوسفؑ کو باندھ کر کنوئیں میں ڈال رہے ہیں۔ یوسف ایک ایک بھائی کے ٹانگوں سے لپٹ جاتے ہیں۔ اور سب کے سب لاتیں اور طمانچہ مار رہے ہیں اور کہیں یہ تصویر ہے کہ یوسفؑ کو کنوئیں میں چھوڑ رہے ہیں۔ اور بیچ میں سے رسی کاٹ رہے ہیں۔ کہیں یہ تصویر ہے کہ قافلہ سالار کے ہاتھ یوسف کو غلام بنا کر بیچ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر اشاروں میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے یہ سارے کرتب کیسے معلوم ہو گئے تھر تھر کانپ رہے ہیں ہوش باختہ ہیں رنگ فق ہو گیا ہے۔ زبان بند ہے سوچ رہے ہیں کہ کہیں یوسفؑ نے بادشاہ سے کہہ دیا تو نہیں ہے۔ کیا آفت آتی ہے معلوم نہیں ہم سے کیا انتقام لیا جاتا ہے۔ اس وقت ان کی ندامت اور ہیبت و خوف کچھ نہ پوچھئے۔ حالانکہ یوسفؑ انجان ہیں۔

دوستو! وہ وقت کیسا ہو گا۔ دنیا میں جس جانور کی صفت غالب تھی وہی جانور بنے ہوئے نظر آئیں گے۔ کوئی کتا ہے تو کوئی بندر اور کوئی بلی، قیامت کا دن ہے گناہ کی حیثیت کھل رہی ہے۔ حرام پیسہ کھانے والے گو کھاتے نظر آئیں گے۔ بے نمازی سور کی صورت میں دکھائی دیں گے۔ بیوپار میں دغا دھوکہ دینے والے کے منہ سے پیپ و خون بہہ رہا ہو گا۔ منہ سے آگ

جھڑ رہی ہوگی۔ زانی اوندھے منہ ہیں۔ شرمگاہوں سے پیپ و
لہو بہتا ہوا ہے۔ ایسی بدبو آتی ہے کہ اہل محشر سب تنگ ہیں
نشہ باز اس حالت میں ہونگے کہ دانت مثل سینگ کے ہونٹ سینے
پر لٹکے ہوئے زبان پیٹ پر اور پیٹ ران پر پڑے ہوئے۔
غیبت کرنے والے مردار گوشت کھاتے ہوئے نظر آئیں گے
غرض ہر گناہ کی ایک ایک صورت نظر آئے گی۔ پھر یہ ہوائی
چھپی ہوئی نہیں سب کے سامنے ہوگی۔ ہائے اس طرح گناہ دکھائے
جا رہے ہیں کہاں؟ اس حاکم کے سامنے جو زبردست قدرت والا
شہنشاہ ہے جو چاہے وہ کرے اسکا کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہائے
اس وقت کی ندامت ہیبت دہشت رسوائی کچھ نہ پوچھئے
لے وہ شخص جسکے سارے کام برے ہیں۔ برے اعمال سے دل
سیاہ ہوگیا ہے۔ کثرت سے لغزشیں ہیں ہمیشہ غفلت میں ہے۔ کچھ
خبر ہے تجھے کون کھلاتا پلاتا ہے؟ تجھے کس نے قوت گویائی عطا کی
نحس منی کے قطرے سے کس نے یہ صورت زیبا دی؟ اب کون
حفاظت کر رہا ہے؟ ماں کے پیٹ میں کون حفاظت کرتا تھا
ماں کے پیٹ سے نکلے تو دل کے وفادار، امانتدار۔ جب چلے تھے
دیانتداری کا وعدہ کرکے چلے تھے۔ یہاں آئے تو رات دن خیانت
میں مبتلا ہیں۔ پھر آپ کی حالت یہ ہے کہ ایک مچھر سے اپنے
کو نہیں بچا سکتے پھر کیا منہ لے کر اللہ کے خلاف کرتے ہو۔ اگر ایسے
وقت یوسفؑ بھائیوں سے پوچھتے تو ان سے کچھ جواب نہ
بن پڑا۔ ایسے ہی اللہ کے سامنے کیا عذر پیش کروگے۔ بوڑھا بڑھاپے
پر، جوان جوانی پر روئے گا۔ ہائے ہم نے کچھ نہ کیا جو کرنا
وہ کیا جو نہ کرنا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ برادرانِ یوسف ایسے مکان میں بٹھائے گئے ہیں کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی۔ ان سب واقعات کی تصویریں اس میں کھچی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر سب بھائی ہیبت و دہشت سے کانپ رہے تھے ایسے میں کھانا آیا۔ مگر ان میں سے کوئی کھا نہ سکا۔ حکم ہوا کیوں نہیں کھاتے۔ عرض کیا حضور اس مکان میں ہم سے نہیں کھایا جاتا۔ حکم ہوا دوسرے مکان میں دسترخوان بچھایا جائے۔ اور یہ بھی حکم ہوا کہ ایک ایک خوان پر دو دو بھائی بیٹھیں۔ پانچ خوان پر دس بھائی بیٹھ گئے۔ بن یامینؑ اکیلے رہ گئے اور رونے لگے۔

شاہ مصر نے پوچھا اے کنعانی جوان تجھ کو کیا ہوا۔ کیوں رو رہا ہے۔ بن یامین نے کہا حضور ایک خوان پر دو دو بھائی بیٹھے ہیں۔ میں تنہا رہ گیا ہوں۔ اگر میرے بھائی یوسفؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے ساتھ بیٹھتے۔ ہائے یوسفؑ تیری یاد مجھے رولا رہی ہے

یوسف تجھ کو کہاں سے پاؤں میں ؛ خوانِ نعمت پر کہاں سے لاؤں میں
کاش ہوتا آج میرے پاس تو ؛ پوری ہوتی میرے دل کی آرزو

شاہ مصر نے فرمایا اے کنعانی مہمانو! بن یامینؑ کے رونے سے ہمارا دل بھر آیا اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم بن یامینؑ کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک بھائی نے کھڑے ہو کر تخت شاہی کو بوسہ دیا۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور ہمارے کہاں نصیب کو مصر کا بادشاہ ہمارے چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ بٹھائے۔ گو ان کا دل نہیں چاہتا تھا کہ یہ عزت بن یامین کو ملے شاہی رعب سے کچھ نہیں کر سکے۔ خوشی سے اجازت دی۔ جب رات ہوئی دو دو بھائی کو ایک ایک کمرے میں اتارا۔ بن یامین اکیلے رہ گئے ان کو اپنے کمرے میں بلا لیا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ یوسفؑ نے اپنے بھائی بن یامین کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اس تدبیر سے بن یامین کے ساتھ تنہائی کا موقع نکل آیا۔ باتوں باتوں میں حضرت یوسفؑ نے بن یامین سے پوچھا کیا بن یامین تمہاری شادی ہو گئی ہے انہوں نے کہا ہاں حضور ہو گئی ہے۔ کتنے بچے ہیں۔ حضور تین بچے ہیں ان کے نام کیا ہیں

تو کہا ایک کا نام ذئب (بھیڑیا) ہے حضرت یوسف ؑ نے فرمایا تم نبی کی اولاد ہو کر اپنی اولاد کا یہ نام کیسے رکھا۔ انہوں نے کہا میرے بھائی یوسفؑ کو ذئب کھا گیا ہے۔ اسلئے میں نے اپنے بچہ کا نام ذئب رکھا ہے۔ جب میں اس کو پکاروں گا تو میرا بھائی یوسفؑ یاد آئے گا یہ کہہ کر بن یامین بہت روئے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا دوسرے بچہ کا نام کیا ہے تو انہوں نے کہا اس کا نام دم (خون) ہے آپ نے فرمایا یہ کیسا نام؟ تو انہوں نے کہا میرے ان دس بھائیوں نے یوسفؑ بھائی کا قمیص لاکر دیا یا تھا جو ان کے دم میں لت پت تھا۔ اس لیئے بچہ کا نام دم رکھا ہے۔ جب بچہ کو پکارتا ہوں یہ نام لیکر تو یوسفؑ یاد آتے ہیں یہ کہہ کر بہت روئے ادھر حضرت یوسفؑ بھی زار و قطار رو رہے تھے۔ اچھا تیسرے کا نام کیا ہے انہوں نے کہا یوسف ہے۔ اگرچہ بھائی یوسفؑ تو مر گئے ان کی یادگار میں اپنے بچہ کا نام یوسف رکھا ہے تاکہ بچہ کو پکارنے سے بھائی یوسفؑ یاد آتے ہیں۔ یہ کہہ کر اتنا روئے کہ قریب بے ہوش ہونے کے ہو گئے۔ حضرت یوسفؑ نے دل میں کہا الٰہی میرے غم میں بھائی کا یہ حال ہے تو بوڑھے باپ کا کیا حال ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ قَبْلَ فِرَاقِ الدُّنْیَا الٰہی دنیا سے جانے کے پہلے مجھے میرے باپ سے ملا۔ بن یامین کی یہ حالت تھی کہ حضرت یوسفؑ کو گھور گھور کر دیکھتے۔ جب یوسف ان کو دیکھتے تو رعب شاہی سے نیچے نگاہ کر لیتے۔ اپنے دل میں طرح طرح کی باتیں کرتے۔ کبھی کہتے مصر کا بادشاہ میرا بھائی یوسفؑ معلوم ہوتا ہے۔ پھر کہتے یوسف کہاں مصر کا بادشاہ کہاں۔ پھر کہتے یہ ہاتھیں یہ صورت یہ حسن یوسفؑ ایسے ہی تھے۔ پھر یقین سے کہتے یہ ہی ہیں اس کے بعد امید و ناامیدی سے رونے لگتے۔

حضرت یوسفؑ فرماتے بن یامین یہ کیسی بے قراری ہے کیا دیکھ کر تم اس طرح رونے لگے۔ بن یامین نے عرض کیا حضور کیا عرض کروں میرے بھائی یوسف ہوبہو آپ کے ہی طرح تھے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا تمہارے بھائی یوسفؑ جو مر گئے ہیں ان کے بدلے میں میں تمہارا بھائی بنتا ہوں۔ بن یامین نے کہا حضور کس کی تقدیر

ہے جو آپ جیسا بادشاہ اسکا بھائی ہے مگر آپ کو میرے باپ یعقوب اور میری ماں راحیل نے نہیں جنا ہے۔ سنو بولے بھائی ہوئے تو کیا یہ سن کر حضرت یوسف بہت روئے کھڑے ہو کر بن یامین کو گلے لگا لیا قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ اور کہا میں تمہارا بھائی ہوں ؎

دیکھ یوسف کی طرف دل شاد کر ؛ میں ہی یوسف ہوں ترا جان پدر
غم والم سب دل سے اپنے دور کر ؛ ہجر کی آتش بھی کافور کر
ہوگئے رخصت بھی فرقت کے دن ؛ آگئے صد شکر بس راحت کے دن

بن یامین یہ سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔

دوستو! بن یامین یوسف سے ایک زمانے سے جدا تھے اب ملے ہیں تو کچھ ایسی لذت ملی کہ بے ہوش ہو گئے ہیں مخلوق کے دیدار میں یہ لذت ہے تو خالق کے دیدار میں کیا لذت ہوگی۔

ذرا اس دیدار کی لذت موسیٰؑ سے پوچھو کہ باوجود قرب اور بار نبوت اٹھانے کے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے

ذرا کوہ طور سے پوچھو جس پر تجلی ہوئی تھی۔ ہائے اس بیچارے پہاڑ کو وہ لذت ملی کہ برداشت نہ ہو سکی۔ ٹکڑے ہو گیا۔

دوستو! تم کو اب بھی دیدار دکھا کر یہ لذت دینا چاہتے ہیں مگر ایسے حجاب پڑے ہوئے ہیں جو ہم کو دیدار سے روکتے ہیں۔ ایک جسمانی ہے۔ یعنے یہ بدن اور دوسرا خواہشات نفسانی پردہ بنے ہوئے ہیں اسلئے دیدار نہیں ہو سکتا

موت کے بعد یہ سب چھوٹ جاتے ہیں حجاب اٹھ جاتے ہیں دیدار نصیب ہوتا ہے تو موسیٰ کو کوہ طور پر جو دکھا تھا آپ کو وہ قبر میں اور قیامت میں دکھتا ہے۔ مگر کب جب دوسرا حجاب ظلمانی جو مرنے کے بعد بھی نہیں اٹھتا ہے اس کو زندگی میں اٹھا کر چلو۔

وہ حجاب ظلمانی اٹھتا ہے اللہ کی اطاعت کر کے اس کی محبت
پیدا کرنے سے اگر کسی نے یہ حجاب ظلمانی دنیا میں نہیں اٹھایا تو مرنے
کے بعد دیدار نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ یہ حجاب ظلمانی اٹھانے کے
لئے دوزخ میں ڈالا جائے۔ ہزار ہا برس جلنے کے بعد یہ حجاب
ظلمانی اٹھ جائے گا تو دیدار دکھانے کے لائق بنے گا۔
مسلمانو! جو دیدار مرتے ہی دکھتا ہے اس کو گناہ کر کے ہزار ہا برس
پیچھے کرنا کس قدر نادانی ہے۔ اس لئے فرماتا ہے۔ اِنَّهُمْ عَنْ
رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ بے شک وہ لوگ اپنے پروردگار
کے دیدار سے محروم رہیں گے! بخلاف اس کے جس نے دنیا میں خدا
کی تابعداری کر کے اس کی محبت پیدا کر کے حجاب ظلمانی اٹھایا
ہے تو صرف حجاب جسمانی باقی رہ جاتا ہے۔ مرنے سے یہ بھی اٹھ
جاتا ہے۔ دیدار ہوتا ہے وہ لذت ملتی ہے کہ جب قیامت میں
قبر سے اٹھایا جائے گا تو کہے گا کس مزہ میں تھا اتنا جلد ہائے
مجھے کس نے جگا دیا۔ پھر قیامت میں اس حالت میں آئینگے کہ
حجاب ظلمانی اٹھا ہوا رہے گا اسلئے ان کی شان میں آیا ہے۔
وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اس دن کچھ لوگ ایسے
ہوں گے جو ہشاش بشاش اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے،
اس لذت کے سامنے ان کو نہ جنت کی پرواہ ہوگی نہ حوروں کی
جنت کو خود تمنا ہوگی، حوروں کو خود آرزو ہوگی کہ ہمارے
طرف بھی کچھ متوجہ ہوں۔ جب جنت کا اور حوروں کا انتظار حد
سے بڑھ جائے گا تو خدائے تعالیٰ ان سے وعدہ کر کے جنت میں ان
کو بھیجے گا۔ وقتاً فوقتاً ان کو دیدار ہوتا رہے گا۔
غرض جب ہوش آیا تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا میرے پیارے بھائی

کچھ باوا کی کیفیت سناؤ ان کا کیا حال ہے بن یامین نے روتے ہوئے کہا بھائی کیا کہوں تمہارے واسطے روتے روتے باوا کی آنکھیں چلی گئی ہیں۔

اب بھی ان کو آرزو ہے تو یہ ہے کہ تم سے ملاقات ہو۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا اچھا میری بہن کا کیا حال ہے۔ بن یامین نے کہا بھائی وہ بھی تمہارے لئے بہت بے چین ہے۔ ہر روز راستہ پر جا کر بیٹھتی ہے اور ہر گذرنے والے سے تمہارا پتہ پوچھتی ہے اور روتی ہے۔ یہ سب واقعات سُن کر حضرت یوسفؑ بہت روئے اور فرمایا یہ سب بلا بھائیوں کی لائی ہوئی ہے مگر میرا دل ان سے بالکل صاف ہے میرے دل میں ان کی طرف سے کچھ عداوت نہیں ہے۔

فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ تم بھی اپنا دل صاف کر لو۔ ان باتوں کا رنج مت کرو جو سلوک سوتیلے بھائی تمہارے ہمارے ساتھ کیا کرتے تھے۔

دوستو یہ ہیں صدیقیوں کی باتیں۔

جب انسان کا بس نہیں چلتا تو مجبور ہو کر غصہ کو دباتا ہے تو وہ غصہ اندر ہی اندر کینہ بنتا ہے۔ پھر کینہ سے حسد پیدا ہوتا ہے مخالف کو تکلیف پہنچنے سے خوشی ہوتی ہے۔ بات کرنا سلام کرنا چھوڑ دیتا ہے اس کو حقارت سے دیکھتا ہے۔ غیبت کرتا ہے اس کے اندر کے بھید دل کو ظاہر کرتا ہے۔ خود ایذا پہنچاتا ہے اور لوگوں کو ایذا دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ کم سے کم اس کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو روک دیتا ہے یہ ذلت ہے اپنے کو سنبھالنے کا مخالف کے ساتھ نیک سلوک نہ کرے تو برائی بھی نہ کرے اور صدیق اس کیسا تمہد برائی تو کیا کرتے، طرح طرح سے نیکی اور سلوک کیا کرتے ہیں۔

اس لئے حضرت یوسف سمجھاتے ہیں کہ بن یامین میں بھی ان کے ساتھ سلوک کرتا ہوں، تم بھی ان سے اپنا دل صاف رکھو۔

اس آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بن یامین کو خوف ہوا کہ باپ کی توجہ حضرت یوسفؑ کی طرف زیادہ ہونے سے بھائیوں نے حسد کر کے ان پر اس قدر مصیبت ڈھائی اب بادشاہ کی توجہ مجھ پر ہے حسد کر کے معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا مصیبت ڈالتے ہیں. اس لئے حضرت یوسفؑ بن یامین کو اس سے اطمینان دلاتے ہیں فرماتے ہیں. فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اللہ نے ہم کو اور تم کو ملا دیا ہے. اب بھائیوں کے حسد سے ڈرو مت مگر ابھی بالکل راز میں رکھو کسی پر ظاہر مت کرو کہ میں یوسفؑ ہوں انجان بنے رہو اس سے حضرت یوسفؑ یہ سبق دینا چاہتے ہیں کہ:-

بہت سے کام راز میں رکھنے سے بنتے ہیں. لوگوں میں ظاہر کرنے سے بگڑ جاتے ہیں اور یہ معلوم کرادیا ہے کہ حاسدوں کو کامیابی نہیں ہوتی۔ کامیابی ان کو ہوتی ہے جو دل میں حسد اور کینہ نہیں رکھتے ہیں، دیکھو اولاد یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے حسد کر کے بھائی بھائی کو باپ بیٹے کو جدا کرنا چاہا. لیکن کامیابی نہ ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اعلیٰ مرتبہ پہ پہنچا کر بھائی سے بھائی کو ملا دیا. عنقریب باپ بیٹے کو بھی ملائے گا

پھر دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ بن یامین یوسف علیہ السلام کے پاس رہ جائیں. اگر بلاوجہ روک لیا جائے تو ناحق جھگڑا ہوگا یا راز کھل جائے گا.

ادھر باپ کو بھی پریشانی ہوگی کہ بلاسبب کیوں روک لئے گئے.

حضرت یوسفؑ نے فرمایا ایک تدبیر تو ہے مگر ذرا تمہاری بدنامی ہے، بن یامین نے کہا کچھ پرواہ نہیں. بن یامین کو روک لینے کی تدبیر سوچ لی گئی.

ادھر بڑے بھائی نے سب بھائیوں کو جمع کر کے کہا آپ لوگ نہایت آرام سے بادشاہی نعمتیں کھا رہے ہیں، کچھ بوڑھے باپ کی اور ننھے ننھے بچوں کی بھی فکر ہے. کچھ خیال ہے کہ ان پر کیا گذر رہی ہوگی. یہ سن کر سب کا دل مصر سے اچاٹ

ہوگیا۔ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر رخصت ہونیکی اجازت چاہی، اجازت مل گئی، روانگی کی تاریخ مقرر ہوگئی غلہ اور روپیہ پیسہ لادا جانے لگا۔

بادشاہ کے ایک رازدار خدمت گار نے نظر بچا کر پوشیدہ طور پر بادشاہ کے حکم سے ایک جڑاؤ پانی پینے کا کٹورا ابن یامین کے سامان میں چھپا دیا۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ

یعنے جب سامان مکمل ہوگیا تو بن یامین کے سامان میں ایک کٹورا رکھ دیا گیا۔ بن یامین اور دوسرے بھائی اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوگئے۔ مصر سے کنعان کی طرف قافلہ روانہ ہوگیا۔ میل دو میل گئے ہوں گے کہ پیچھے سے سواروں کا ایک رسالہ پہنچا۔ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ انہوں نے پکارا قافلہ والو تم چور ہو۔ ٹھہرو اور دربار شاہی تک ہمارے ساتھ واپس چلو یہ سنکر قافلہ والوں کے ہوش اڑ گئے۔ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ تلاش کرنے والوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے جس کی چوری کا ہم پر شبہ کر رہے ہو، قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ۔ انہوں نے کہا کہ بادشاہی کٹورا غائب ہوگیا ہے وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ جو اس کا پتہ لگا کر حاضر کرے گا اس کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ انعام ملے گا۔ میں اس کے دلانے کا ذمہ دار ہوں۔ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ

یہ لوگ کہنے لگے خدا کی قسم تم کو معلوم ہے کہ ہم فساد پھیلانے والے لوگ نہیں ہیں۔ ہم چور نہیں ہیں۔ ہمارا یہ شیوہ نہیں ہے تم کو یاد ہوگا کہ پہلے آنے میں جو نذر ہم لائے تھے وہ شاہی ملازموں کی سہو سے ہمارے اسباب میں آگئی جس کو ہم نے دوبارہ آنے پر واپس لاکر سرکار میں پہنچا دیا۔ ہم ایسے دیانت دار ہیں، پھر کیسے چوری کرسکتے ہیں قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ انہوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے تو چوری کی کیا سزا۔ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ انہوں نے کہا ہماری شریعت یعقوبؑ میں

اس کی سزا یہ ہے کہ چوری کا مال جس کے اسباب میں نکلے تو وہ شخص مال والے کا غلام ایک سال کے لیئے بن کر رہے اور کہیں نہ جاسکے۔ یہ تدبیر ہے کہ بھائیوں کے منھ سے یہ اقرار کرالیا گیا کہ چور کو گرفتار کرلو۔ ہم چوروں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ یہ قافلہ جس عزت سے گیا تھا اب ذلت سے پھر مصر واپس ہو رہا ہے۔

غرض وہ قافلہ واپس لایا گیا۔ بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ قافلہ حاضر ہے حکم ہوا تفتیش کی جائے۔ سب سے پہلے بن یامین کی تلاشی لینے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں راز فاش نہو جائے۔ اسلئے پہلے سوتیلے بھائیوں کی تلاشی کا حکم ہوا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ یعنے اپنے بھائی بن یامین کی تلاشی لینے کے پہلے دوسرے بھائیوں کی تلاشی شروع کی۔ جب ان بھائیوں کے سامان میں سے کٹورا برآمد نہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا اب ہم کو اطمینان ہو گیا۔ تمہاری طرف چوری کا شبہ نہیں رہا، تلاشی موقوف کی جائے۔ دس کے دس بھائیوں نے عرض کیا حضور یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم کو ہماری امانت داری پر زعم ہے، ہم تو پوری چھڑتی دیئے بغیر نہیں رہیں گے تاکہ آپ کو بالکل شبہ نہ رہے حکم ہوا کہ گیارہویں مہمان کی بھی تلاشی لی جائے۔ شاہی حکم ہوتے ہی بن یامین کے سامان کی تلاشی ہونے لگی۔ تھوڑی دیر میں سب کے سامنے بن یامین کے سامان میں سے بادشاہ کا کٹورا نکل آیا۔ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ بن یامین کے سامان میں سے وہ کٹورا برآمد ہو گیا" سب بھائیوں نے مارے شرم کے سر نیچا کرلیا، زبان کاٹنے لگے اور عبرانی زبان میں بن یامین کو گالیاں دینے لگے اور کہا.. بن یامین تو نے یہ کیا غضب کیا۔ اولاد یعقوبؑ کا بھرم کھو دیا۔ ہماری عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیا۔

اس تدبیر سے کوئی شخص نبی معصوم یعنے حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ اعتراض نہ کرے کہ یہ کیا مکر و فریب کی چال چلی گئی ہے۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہی یوسف کو یہ تدبیر بتائی تھی کیوں؟

اس لئے کہ ہمارا اصول ہے۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ برائی کا بدلہ برائی

یہ وہی اولاد یعقوبؑ ہیں جنھوں نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے یوسفؑ کو کس مکاری سے حاصل کیا تھا۔ زبان سے تو یہ کہدیا تھا اِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ہم یوسفؑ کی پوری پوری حفاظت کریں گے، اور دل میں یوسف علیہ السلام کا قتل کرنا یا دور پھینک دینا ٹھان لیا تھا۔ باپ سے مکر کیا۔ یوسفؑ کو سخت تکلیف میں ڈالا حضرت یوسف اس سے راضی نہیں تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔

بخلاف اس کے ان کے اس مکر کا بدلہ ایسے ہی مکر کے ذریعہ سے دے کر ان کے قبضہ سے بن یامین کو نکالا جو شریعت یعقوب میں جائز ہے اور یہاں بن یامین بھی اس عمل سے راضی ہیں اسلئے یہ صورت جواز کی ہے۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ کا مکر بہترین بدلہ دینے والا ہے۔

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ یہ تدبیر نہ بتائی جاتی تو مصر کے قانون سے حضرت یوسفؑ اپنے بھائی کو نہیں روک سکتے تھے۔

مصر کا قانون یہ تھا کہ چور کو چرائی ہوئی چیز کا دگنا جرمانہ کیا جائے کوڑے مار کر شہر سے نکالا جائے۔ اس قانون سے بن یامین کو نہیں روک سکتے تھے۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ہاں اگر اللہ کو منظور ہو تو بہت سی باتیں ممکن تھیں۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم جس کو چاہتے ہیں تدبیر میں اس کے درجہ بلند کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی تدبیریں سکھاتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ہم علم والے سے بڑھکر یوسفؑ کو سکھایا۔

القصہ جب وہ شاہی کٹورا بن یامین کے اسباب میں سے نکلا تو بادشاہ نے کہا تم پیغمبرزادے ہو کر یہ کیا تمہارے حرکات ہیں۔ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ

اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ انہوں نے کہا حضور یہ بن یامین بدنام کنندہ ہے. پردیس میں ہم کو اس نے رسوا کیا. اس کا کیا قصور ہے اس کی ماں کا قصور ہے جو اولاد جنی چور! اس کا ایک بھائی تھا یوسف وہ بھی چور تھا یہ بھی چور ہے. ہماری ماں علیحدہ ہے ہم اس طریقہ پر نہیں ہیں۔

حضرت یوسفؑ پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں. اس کا واقعہ یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ماں کے مرنے کے بعد پھوپی پرورش کرتی تھیں. جب ذرا ہوشیار ہوئے تو یعقوب علیہ السلام ان کو اپنے گھر لیجانا چاہتے تھے، وہ یوسفؑ کو بہت چاہتی تھیں. انہوں نے یوسفؑ کو روکنا چاہا اس لئے یوسفؑ کے کمر میں خود پٹکا باندھ کر مشہور کیا کہ میرا پٹکا گم ہو گیا ہے. تلاشی لینے سے یوسف کے کمر میں نکلا. حضرت یعقوبؑ کے شرعی قانون کے موافق یوسفؑ کو پھوپی کے پاس رہنا پڑا، بھائیوں نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے. اور دوسرا واقعہ یہ ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام نے بچپنے میں اپنے نانا کو دیکھا کہ وہ بت کی پوجا کرتے ہیں، حضرت یوسفؑ اس بت کو اٹھا کر لے گئے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے گھورے پر پھینک دیا.

دوستو! دیکھا آپ نے حسد کیسی بری بلا ہے اتنا زمانہ دراز بھی آ گیا حضرت یوسفؑ کو طرح طرح کی ایذا بھی دے چکے مگر ابھی دل ٹھنڈا نہیں ہوا ہے. کینہ سے اور حسد سے دل صاف نہیں ہوا. انسان خود ہی کوشش کر کے حسد کو دل سے نکالے ورنہ کتنی ہی مدت گذرے حسد دل سے نہیں نکلتا.

جب بھائیوں نے اس کا بھائی یوسف بھی چور تھا اور یہ بھی چور ہے یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے برداشت کیا جو بہتان لگایا گیا تھا اس کو سنکر صبر کیا ورنہ حضرت یوسفؑ حاکم ہیں قدرت والے ہیں. اور یہ ذلیل ہو کر سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں جو چاہتے سزا دے سکتے تھے مگر آپ نے کچھ نہ کہا انجان ہو گئے فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ حضرت یوسفؑ اس بات کا جواب

دینا چاہتے تھے مگر نہ دیا بلکہ دل میں چھپائے رکھا اور زبان سے بھائیوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔ صرف اتنا فرمایا قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا تم بڑے شریر لوگ ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ خدا جانے یوسف نے کیا کیا تھا اور کیسا تھا۔

یہ کہہ کر حضرت یوسفؑ نے بن یامین کو روک لیا۔ شاہی ملازم بن یامین کو جب گرفتار کرکے لے چلے تو اُس وقت تمام بھائیوں نے رو دیا۔

عرائس میں لکھا ہے کہ جب کوئی تدبیر نہ چلی تو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو غصہ آیا۔ ان کے خاندان کا یہ اثر تھا کہ جب یہ غصہ ہوتے تو کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہ کرسکتی۔ روبیل کو غصہ آیا اور کہا اے بادشاہ خدا کی قسم اگر اب تم ہمارے بھائی بن یامین کو نہیں چھوڑوگے تو ایک چیخ میں مصر کے تمام حاملہ عورتوں کے حمل گرادوں گا۔ مارے غصہ کے تمام بدن کے بال کھڑے ہوگئے۔ حضرت یوسف جانتے تھے کہ ان کے غصہ کا اتارنا آسان ہے۔ انہیں کے خاندان سے کوئی ان کو ہاتھ لگادے تو غصہ اتر جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے بچہ کو اشارہ کیا وہ قریب گیا اور ہاتھ لگایا غصہ اتر گیا۔ روبیل نے کہا بے شک اولاد یعقوبؑ کے یہاں کوئی ہے۔ غرض جس بات پر گھمنڈ تھا وہ بھی نہ رہا تو بادشاہ مصر کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں۔ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ جب بن یامین روک لئے گئے اور کچھ بس نہ چلا تو خوشامد کرنے لگے۔ حضور بن یامین کا ایک بہت بڑھا باپ ہے جن کی عمر ۱۲۵ برس کی ہے۔ بڑی شان والے بزرگ ہیں۔ ان کی ناخوشی سے ڈریئے وہ بن یامین کو بہت چاہتے ہیں۔ ان کے غم میں خدا جانے ان کا کیا حال ہو، اس لئے ایسا کیجئے کہ بن یامین کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے۔ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ آپ کی ہمیشہ احسان کرنے کی عادت ہے۔ اب بھی اتنا احسان کیجئے۔

باپ کی حالت سن کر حضرت یوسفؑ کا دل بھر آیا۔ بن یامین کو چھوڑ دینا چاہا مگر مجبور تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ نہیں بن یامین کو مصر میں ٹھہرا رہنے دو۔ ہماری قدرت کا تماشہ خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہو۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا

مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسی بے انصافی کی بات سے خدا بچائے چور کو چھوڑ کر ناحق دوسرے کو پکڑ لیں اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ اگر ہم ایسا کریں تو ظالم ٹھیریں گے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔

ظاہر تو معلوم یہی ہے کہ مجرم کو چھوڑ کر غیر مجرم کو پکڑنا اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔ باطن میں یہ ظلم ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بن یامین کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے اگر میں بن یامین کے سوا دوسرے کو ان کی جگہ میں رکھ لوں تو وحی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ظالم ٹھیروں گا۔

ایسا ہی اولیاء اللہ کو بھی اپنے الہام کا خلاف کرنا ظلم ہے۔ اسی واسطے جو وارد ان کے دل پر آتا ہے اس کے موافق عمل کرتے ہیں۔

کسی معاملے میں جب تک حکم نہ دیا جائے یا خبر نہ دی جائے نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں نہ وہ کام کرتے ہیں۔

حکایت حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مریدنی تھی اس کا بچہ استاد کے پاس پڑھتا تھا۔ استاد نے اس کو پن چکی پر بھیجا۔ بچہ وہاں پانی میں اترا اور ڈوب گیا۔ استاد نے حضرت سری سقطیؒ کو اس کی خبر کی تو حضرت اس کے ماں کے پاس جو حضرت کی مریدنی تھی گئے اور کچھ صبر کے فضائل بیان کئے اور کچھ راضی برضا رہنے کی فضیلت سنائی۔ مریدنی نے کہا پیر و مرشد اس سے آپ کی کیا غرض ہے کیا ارشاد فرمانا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا تیرا بیٹا ڈوب گیا ہے۔ اس نے کہا میرا بیٹا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ مریدنی نے کہا نہیں پیر و مرشد اللہ تعالیٰ تو ایسا نہیں کرے گا۔ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے پھر صبر و رضا کی رغبت دلانے لگے۔ اس نے کہا نہیں پیر و مرشد چلو میں وہاں چلتی ہوں، کھڑی رہی، سب اس کے ساتھ چلے نہر پر پہنچی اور کہی کہاں ڈوبا۔ لوگوں نے کہا یہاں، اس لڑکے کا نام محمد تھا اس عورت

نے وہاں کھڑے ہو کر پکارا۔ اے بیٹا محمد، اس نے کہا لبیک، ماں نے
ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور باہر لائی، گھر کے طرف لے چلی۔
حضرت سری سقطی حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے طرف متوجہ ہوئے
اور کہا یہ کیا معاملہ ہے، حضرت جنیدؒ نے کہا یہ راز مجھے معلوم ہے بات یہ
کہ یہ خدا کی پوری تابعداری ہے۔ خدا کی بات سنتی ہے اسلئے خدا بھی اس
کی بات سنتا ہے جو یہ کہے اس کو پورا کرتا ہے۔ کوئی واقعہ جب تک
اسکو خبر نہ کرے ظاہر نہیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی اس کو خبر
نہ کی ہے اس واسطے اس نے انکار کیا اور کہا میرے پروردگار نے تو ایسا
نہیں کیا اور اب ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے، تابعداری کے سوا جب
تک کہ حلال غذا نہ کھاوے ایسا شخص وسوسہ اور الہام میں فرق نہ کر سکے گا۔
ظلم کئی طرح کا ہوتا ہے بری صحبت میں بیٹھنا بھی ظلم ہے کسی کی حق
تلفی کرنا بھی ظلم ہے۔ خدا کے احکام کا خلاف کرنا بھی ظلم ہے، جو کسی پر ظلم
کرے اور گناہوں میں مبتلا ہووے دوستو! اس کا تدارک یہ ہے کہ جلد
توبہ اور استغفار کرے۔

حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندے
سے محبت ہوتی ہے تو اسکی نظروں میں گناہ بہت بڑا نظر آتا ہے، توبہ
کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا سے انسیت بڑھتی
جاتی ہے۔ جس بندے پر خدا کا غضب ہوتا ہے۔ کیسا ہی گناہ ہو اس کو
چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو اسکی پرواہ نہیں ہوتی، کوئی نصیحت کرے
تو نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ دوستو! اس حالت سے اللہ بچاوئے
خدا کے لئے سنبھلو، ڈرو، کانپو، ہر گناہ سے توبہ کرو، آج کل خدا کا غضب
بہت زور پر ہے۔ فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا
حضرت یوسف کے اس جواب سے وہ نہایت مایوس ہوئے آپس میں مشورہ

کرنے لگے اور والد سے جا کر کیا کہیں۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ سب سے بڑے بھائی نے کہا ہم کس منہ سے اپنے باپ کے پاس جائیں تمہیں معلوم ہے کہ روانگی کے وقت والد قسمیں دے دے کر پکا قول لے چکے ہیں کہ تم بن یامین کو اپنے ہمراہ لانا۔ ہاں سب کے سب کوئی مصیبت میں مبتلا ہوں تو اور بات ہے ہم سب پر تو مصیبت نہیں آئی ہے۔ صرف بن یامین گرفتار ہو گئے ہیں والد کو جا کر کیا جواب دو گے۔ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ ایک مرتبہ یوسفؑ کے معاملہ میں اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ کہہ کر تم ان کو دھوکا دے چکے ہو، پھر یوسف کے ساتھ جو کچھ کر چکے ہو وہ اب تک ان کو یاد ہے۔ پرانی شرمندگی کیا کم ہے جو ایک نئی شرمندگی لے کر ان کے سامنے جاویں۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ میں تو یہاں سے نہیں جاتا۔ جب تک کہ باپ کا حکم ہو اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ یا اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت نکالے کہ بن یامین کی خلاصی ہو جائے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ میں خوب سمجھتا ہوں کہ وہ ہر آڑے مشکل کے لئے سب سے بہتر تدبیر نکالتا ہے اور بندوں کی مشکلیں آسان کرتا ہے۔

غرض یا تو میں بن یامین کو لے کر جاؤں گا یا باپ کا بلاوا آنے کے بعد کنعان کا ارادہ کروں گا۔ یوں تو تمہارے ساتھ نہیں چلتا۔ اسلئے مجھ کو تو چھوڑ دو۔ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ تم واپس والد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو آپ کے صاحبزادے چوری کر کے گرفتار ہو گئے ہیں۔ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ہم وہی بیان کرتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں۔ قول دیتے وقت غیب کی کیا خبر تھی کہ یہ چوری کریں گے اور پکڑے جائیں گے۔ ورنہ ہم قول نہ دیتے۔ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ہمارے کہنے کا یقین نہ ہو تو اس بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم تھے۔ اور اس قافلے والوں سے پوچھئے جس میں ہم شامل ہو کر یہاں آئے ہیں۔ یقین جانئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔ اس مشورہ کے موافق اپنے بڑے بھائی یہودا کو مصر میں

چھوڑ کر باقی دوسرے بھائی کنعان کی طرف چلے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ علیہ السلام کی غرض یہ تھی کہ بغیر راز فاش ہونے کے بن یامین کو اپنے پاس روک لیں۔ دونوں بھائیوں کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ چوری کے الزام سے بن یامین کو روک لیا جائے۔ بن یامین اس طرح مصر میں رہ گئے۔ بڑا بھائی اس شرم سے کہ باپ کو کیا منہ دکھائے وہ بھی خود مصر میں رہ گیا باقی ۹ بھائی مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب یہ لوگ کنعان پہنچے تو سب سے پہلے بیت الاحزان یعنی حضرت یعقوبؑ کے کوٹھری میں گئے۔ حضرت یعقوبؑ کو دکھتا نہیں تھا۔ فرزندوں کی آواز سن کر کھڑے ہوگئے۔ پہلی بات یہی کی کہ۔۔ بن یامین کہاں ہیں۔ وہ میرے کھوئے ہوئے یوسفؑ کی نشانی ہے اُسے لاؤ میرے گلے لگاؤ۔

حضرت یعقوبؑ آپ کو خبر نہیں کہ یوسفؑ تو کھوئے ہوئے تھے ہی۔ بن یامین بھی آپ سے چھن گئے۔ دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے کھڑے ہیں۔ کسی فرزند کی ہمت نہیں ہوتی کہ بن یامین کے گرفتاری کا حال سنائیں پھر خود ہی فرمایا چپ کیوں ہو۔ کیا اس کو بھی کھو آئے۔ کیا اسے بھی بھیڑیا کھا گیا۔ سچ بتاؤ تم نے اسے کیا کیا جرات کرکے فرزندوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بن یامین پر چوری ثابت ہوئی۔ ہماری شریعت کے موافق مصر کے بادشاہ نے ایک سال کے لئے بن یامین کو روک لیا ہے۔

حضرت یعقوب کو فرزندوں کے کہنے کا بالکل یقین نہیں آیا۔ آپ یہی سمجھتے کہ یوسفؑ کی طرح بن یامین کو بھی انہوں نے ضائع کر دیا ہے۔ حرف میرے اطمینان دلانے کے لئے ایک سال تک روک لئے جانے کا بہانہ کرتے ہیں حقیقت میں یہ جھوٹے ہیں۔

دوستو! حضرت سعدیؒ نے سچ فرمایا ہے جھوٹ کی مثال زخم کے مانند ہے زخم درست بھی ہو جاتا ہے تو بھی نشان باقی رہتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یعقوبؑ ایک مرتبہ یوسفؑ کے بارے میں تجربہ کر چکے تھے. اب اگر وہ سچ بھی کہہ رہے ہیں تو حضرت یعقوبؑ کو ان پر اعتبار نہیں آتا ہے، ان کا بیان سن کر یہی جواب دیا. جو یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جانے کی فرمن کر دیا تھا. قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا بن یامین چوری میں نہیں گرفتار ہوئے ہیں بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے. فَصَبْرٌ جَمِيلٌ خیر اچھا میں صبر ہی کروں گا. ایسا صبر جس میں مخلوق کی طرف شکایت کا نام نہ ہوگا.

کاملوں کی یہ شان ہوتی ہے. اتنا بھاری صدمہ اور پھر بھی خیال آتا ہے صبر جمیل کا.

اس لئے کہ جب ہم یہ سمجھیں کہ یہ سب کچھ منجانب اللہ ہے. مصیبت بھی ادھر سے ہی ہے، دکھ بھی ادھر ہی سے ہے اور وہ مالک ہے، مالک کا تصرف مملوک میں ناگوار نہیں ہوتا ہے دیکھئے آپ کے پاس بہت سے جانور ہوں کبھی تو ان کو آپ اپنے گھر کے دروازہ پر باندھتے ہیں اور کبھی جنگل میں مکان بنا کر کھیت کے پاس باندھتے ہیں بھلا جانور کو کچھ حق ہے اعتراض کا مجھے یہاں کیوں باندھا وہاں کیوں نہ باندھا. کچھ حق نہیں. کیوں کہ آپ مالک ہیں، مالک کو ہر طرح کا حق ہے

یا اللہ! آپ کو تو اس برائے نام ملک کی وجہ ایسا اختیار ہو خدائے تعالیٰ کو ایسا اختیار کیوں نہ ہو. غضب کی بات ہے الحمد اللہ تعالیٰ مالک ہونے کے ساتھ رحیم بھی ہے. جو مالک مہربان ہوتا ہے وہ جو برتاؤ بھی کرے اس میں سب غلام راضی رہتے ہیں کیوں کہ اس کا برتاؤ رحم سے خالی نہیں ہوتا. پھر وہ حکیم بھی ہے.

یہی ایک صفت بندہ کا رنج و غم دور کرنے کے لئے کافی تھی. دیکھئے ڈاکٹر نشتر لگاتا ہے مگر اس سے کوئی ناراض نہیں ہوتا بلکہ شکریہ ادا کرتے ہیں اور فیس دیتے ہیں.

جب حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصیبت ہمارے سر پر پڑ جائے تو ہم کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کسی باطنی دنبل کے لئے نشتر ہے. سب سے زیادہ یہ ہے کہ وہ محبوب بھی ہے. محبوب کو عاشق کے امتحان کا ہر وقت حق حاصل ہوتا ہے. اب تو آپ کو مصیبتوں میں لذت ملنی چاہیئے. اسکو مثال سے یوں سمجھئے کہ آپ کے بدن میں ایک دشمن نے چٹکی لی تو آپ جھلا جائیں گے. اور محبوب نے چٹکی لی تو آپ اپنے سے زیادہ خوش نصیب کسی کو نہ سمجھیں گے

جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی طلب میں کتنی ہی ذلت اٹھانی پڑے سب گوارا ہوتی ہے بلکہ جب دیکھتے ہیں کہ اس کے تصرف سے ہے تو بالکل ناگوار نہیں معلوم ہوتا ہے.

صاحبو! محبت الٰہی پیدا کرو. پھر سب مصیبتیں آسان ہیں.

آب کم جو تشنگی آور بدست ٭ تا بجوشد آب از بالا و پست

صاحبو! پانی مت ڈھونڈو، پیاس پیدا کرو، پھر دیکھو پانی تمہارے اطراف اُبلنے لگے گا.

تشنگاں گر آب جویند از جہاں ٭ آب ہم جوید بعالم تشنگاں

کیونکہ پیاسے جیسے پانی ڈھونڈتے ہیں ایسا ہی پانی بھی پیاسوں کو ڈھونڈتا ہے

جب ہم اللہ تعالیٰ کو محبوب بنائیں گے. اللہ تعالیٰ بھی ہم کو محبوب بنائے گا. پھر مصیبت مصیبت نہیں معلوم ہوگی بلکہ یہ معلوم ہوگا کہ یہ سب مشینیں ہیں. جو کسی کے چلانے سے چل رہی ہیں. بغیر اس کے محض بیکار ہیں. جس نے اصل چلانے والے کو نہ دیکھا ہو وہ سمجھ رہا ہے کہ یہی آٹا پیستی ہیں مگر اہل معرفت سمجھتے ہیں کہ ان کی رفتار عارضی ہے اصل میں یہ اپنی رفتار میں غیر کی محتاج ہیں.

ما ہمہ شیراں ولے شیر علم ٭ حملہ شان از باد باشد دمبدم

ہم سب شیر ہیں مگر کون سے شیر! علم کے پھریرے پر کے تصویری
شیر ہیں ہوا کی وجہ سے حملہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

حملہ شان پیدا و ناپیدا است باد ✤ آنچہ ناپیدا است ہرگز کم مباد

ان تصویروں کا حملہ تو دکھائی دیتا ہے مگر ہوا دکھائی نہیں دیتی ہے
نہیں دکھنے والی چیز کبھی کم نہو اسی سے حملہ کی بقا ہے۔

جب سب اُدھر ہی سے ہے اور وہ مالک ہے رحیم ہے محبوب ہے
تو اپنے سارے کام اسی پر سونپو جیسے بچہ اپنے کام ماں پر سونپتا ہے
اور امید رکھتا ہے تو ماں سے ہی رکھتا ہے۔

اسلئے حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا
مجھ کو اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو یعنے یوسفؑ اور بن یامین اور بڑے بھائی
ان تینوں کو مجھ تک پہنچائے گا۔ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ کیوں کہ اس کو سب کی
خبر ہے کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس حال میں ہیں۔ (الْحَكِيمُ) وہ بڑی حکمت والا
ہے۔ جب وہ ملانا چاہے گا تو ہزاروں تدبیریں کرکے مجھ سے لاکر ملائے گا۔

دوستو! کیوں یہ ویسا ہی ہے نا کہ جیسے بچہ ماں سے امید کرتا
ہے کیسے ہی واقعات ہوں مگر ماں سے جو اسکو امید ہوتی ہے وہ کم نہیں ہوتی
ایسے ہی حضرت یعقوبؑ کو تازہ بہ تازہ مصیبتیں، مایوس کرنے والے
واقعات ہیں مگر خدا سے جو امید ہے اس کو نہ کم کر سکے نہ مٹا سکے۔

کاملین کی یہ شان ہے کہ مصیبت بڑھ رہی ہے مگر ان کو جو بھروسہ
اور جو امید اللہ تعالیٰ پر ہے اس میں ذرا فرق نہیں آتا۔ کس استقلال
سے فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لائے گا۔
ایک ہم ہیں کہ ذرا سا ہماری مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو ہم اللہ
سے ناامید ہو جاتے ہیں ذرا سی مصیبت میں بعض تو زبان سے اور
بعض زبان سے نہیں دل میں خدا کی طرف سے بڑے بڑے خیال لاتے ہیں

اور بدظن ہو جاتے ہیں۔

ہم کو حضرت یعقوبؑ سے سبق لینا چاہیئے۔ مصیبتوں میں صبر کریں اور ہمیشہ اللہ کی رحمت کے امیدوار رہیں۔

چونکہ اولاد سے رنج پر رنج پہونچے تھے یہ جواب اولاد کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

اس نئے غم سے حضرت یوسف کا پرانا غم تازہ ہو گیا۔ یوسف کو یاد کر کے فرمایا وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ ہائے یوسف افسوس۔

نبی آخر زماں کے امتیو! تم کیسے خوش نصیب ہو، مصیبت کے وقت إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کہنا تم کو سکھایا اور امت تو امت، پیغمبروں کو بھی یہ نہیں سکھایا۔ اگر یہ سکھاتا تو حضرت یعقوبؑ يَا أَسَفَىٰ فرماتے بلکہ إِنَّا لِلّٰهِ فرماتے سُبْحَانَ اللّٰهِ کیا تعلیم ہے حکم ہوتا ہے جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ ہم سب اللہ کی ملک ہیں اگر مالک اپنی چیز میں تغیر و تبدل کرے، اپنی ایک مملوک کو دوسری مملوک چیز سے جدا کر دے تو اسکو حق ہے کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا جیسے ابھی میں نے جانوروں کی مثال دی ہے۔ اگر یہ مضمون دل میں خوب مضبوط جم جائے گا تو کسی مصیبت سے دل میں رنج اور حسرت کا نام و نشان نہیں رہ سکتا۔ دیکھئے یہ ہے تعلیم اسلامی کہ بقراط اور سقراط جہاں بھر کے فلاسفہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی مدعی ہو تو بتلایئے کہ اس کے سوا کونسی تدبیر ہے کہ جس سے انسان کو تسلی حاصل ہو۔

اس قدر جملہ بھی مصیبت کا اثر دور کرنے کے لئے کافی تھا۔ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کہکر مضمون کو پورا کر دیا، اگر تم کو بہت ہی بیقراری ہے اور وہ ہی شئے تمہاری مطلوب ہے اس کے بغیر تم کو چین ہی نہیں آتا تو تم اپنے نفس سے کہو وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہم سب اسی کی طرف جانے والے اگر تلف ہوگئی ہے تو خیر آگے پیچھے کا فرق ہے وہاں مل لیں گے۔ اس پر آپ یہ شبہ کریں گے کہ انبیاء بھی تو مصیبت میں روئے ہیں حضرت یعقوب اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہو رہا تھا حضرتؐ کے آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں تو فرمایا یہ تو رحمت ہے۔ کپڑے پھاڑنا۔ منھ اور سینہ پر مارنا، پکار کر رونا، زبان سے یا دل سے خدا کی شکایت کرنا یہ منع ہے۔ پھر حضرتؐ کے آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ آنکھیں اور رہی ہیں دل غمگین ہیں ہم نہیں کہیں گے مگر وہی جس سے ہمارا پروردگار راضی رہے۔ اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی میں غمگین ہیں بتلایئے تو یہ پیغمبر حضرات کیوں روئے؟ سنئیے ہمارے رونے میں اور ان حضرات کے رونے میں بہت فرق ہے۔ ہم محض اس چیز کی یاد میں روتے ہیں وہ حضرات دیکھتے ہیں کہ اس وقت اللہ کو ہمارا رونا ہی مطلوب ہے تا کہ ہماری محتاجی کا اظہار ہو۔ اسلئے روتے ہیں۔ تمہاری محبوب چیز کا لینا یا دور کرنا خود دلیل ہے اسکی کہ اللہ تعالیٰ کسی مصلحت سے تم کو رلانا چاہتے ہیں۔ سو روؤ۔ اس وقت نہ رونا بے ادبی ہے۔ اگر آپ نہ روئے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس مصیبت کے راز کو نہیں سمجھے ہیں۔

صاحبو! خدا کے سامنے روؤ۔ خدا کے سامنے تمہاری عاجزی ظاہر ہو۔ پیغمبر اور اولیاء اللہ اس راز کو سمجھ گئے ہیں اس لئے وہ روئے ہیں۔

کیں تفرع را بر حق قدر ہاست ‌ ‌ ‌ ‌ کاں بہا کانجاست زاری را کجاست

یہ تمہارے رونے کی اللہ کے پاس بڑی قدر ہے۔ تمہارے رونے کی جو

قیمت کہ وہاں ہے پھر اور کہاں ہے۔

گر تو خواہی کز بلا جاں و خری :: جان خود را تضرع آوری

اگر تو چاہتا ہے کہ بلا اور مصیبت سے اپنی قدر بڑھائے تو خوب روؤ۔ اسی سے اللہ کے پاس تیری قدر بڑھتی ہے۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست :: اے خوشا آں دل کہ آں بریاں اوست

کیا اچھی ہے وہ آنکھ جو اللہ کے لئے رو رہی ہے کیا اچھا ہے وہ دل جو اللہ کے عشق میں بھنا جا رہا ہے۔

پس جو مصیبت میں ایسے زلالے سے روتے ہیں وہ بھی "گریان اوست" میں داخل ہیں جو نہ روئے اور ضبط کر کے پتھر سا بنا رہے اس نے اللہ کی مراد کو پورا نہ کیا۔

حکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے کسی نے پوچھا حضرت کیسی طبیعت ہے فرمایا اچھی نہیں بیمار ہوں، پھر کسی نے پوچھا حضرت آپ تو بڑے عارف ہیں، آپ بھی جزع کرتے ہیں۔ فرمایا دیوانے ہو گئے ہو کیا میں اپنے خدا کے سامنے بہادر بنوں، وہ تو میرا ضعف ظاہر کرے اور میں قوت ظاہر کروں۔

حکایت ایک بزرگ رو رہے تھے کسی نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں فرمایا بھوک لگ رہی ہے اس شخص نے کہا حضرت بھوک سے روتے ہیں فرمایا اللہ ہمارے رونے ہی کیلئے بھوک لگا دیں تو ہم کیوں نہ روئیں مگر ایسا رونا نہیں جیسا رونے کی مشق عورتوں کو ہوتی ہے۔ جب کہیں تعزیت وغیرہ میں جاتی ہیں تو گاڑی میں اچھی خاصی ہوتی ہیں اور اس سے اترتے ہی ہوہو کرنا شروع کر دیتی غرض اس نیت سے مصیبت میں بے ساختہ جوش سے بغیر آواز کے رونا منع نہیں ہے پیغمبر تو ہر ایک حق ادا کرتے ہیں، اس لئے حضرت یعقوبؑ کے یوں تو روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں ہیں، اب یہ تازہ غم اور پرانا غم جمع ہونے سے بہت روئے القصہ حضرت یعقوبؑ کا رونا یوں تو ہمیشہ کا رونا تھا مگر اب نہ یوسفؑ رہے دیوسفؑ کی تسلی جو بن یامین سے ہوتی تھی) نہ وہ رہے، رونے کا جوش ہوا تو آنکھوں میں آنسو

ڈبڈبائے اس حالت کو اللہ اس طرح فرماتا ہے وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ
آنکھوں میں آنسو بھر جانے سے آنکھیں سفید دکھنے لگیں۔ یا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب سے
یوسفؑ جدا ہوئے ہیں چالیس برس کا زمانہ گزرا مگر کبھی آنکھ کا آنسو سوکھا نہیں۔
وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ روتے روتے اندھے ہو گئے آنکھیں سفید ہو گئیں۔

حدیث اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل جو شخص کہ اس کے آنکھیں جائیں اندھا ہو جائے اس کا کیا بدلہ ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا۔
سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا آپ پاک ہیں ہم کو اتنا ہی علم ہے
جتنا کہ آپ نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو جبرئیل اس کا بدلہ میرا دیدار
ہے اور ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔

حدیث سب سے پہلے دیدار اندھے کو ہو گا۔ معلوم ہوا کہ آنکھیں جانا دیدار کا سبب ہے۔
ایسا ہی حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کا جانا حضرت یوسفؑ کے دیدار کا سبب
بنتا ہے یوسفؑ کی ملاقات کا زمانہ قریب آگیا ہے روتے روتے اندھے ہو گئے۔
فَهُوَ كَظِيۡمٌ پھر بھاری رنج و غم کو دل ہی دل میں چھپائے رکھا۔ حضرت یعقوبؑ
کی جو تصویر کھینچا ہے اس سے بہتر نہیں بیان ہو سکتا۔
جو شخص منہ سے کچھ کہہ لیتا ہے تو اس کا رنج ہلکا ہو جاتا ہے مگر جس کا غم اندر
ہی اندر گھٹتا رہتا ہے۔ جیسے حضرت یعقوبؑ کا غم، ان کے دل پر کیا صدمہ ہوا ہو گا۔ یہ
غم کی انتہائی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں حضرت یعقوبؑ کے غم کی جو تصویر
کھینچا ہے۔ اس سے بہتر نہیں بیان ہو سکتا ہے۔
انسان کے شریف اعضاء تین ہیں۔ زبان، آنکھ، دل
حضرت یعقوبؑ کے یہ تینوں اعضاء انتہائی غم میں ڈوبے ہوئے تھے زبان
سے یَاۤاَسَفٰی یعنے ہائے یوسفؑ فرما رہے تھے وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ روتے
روتے آنکھیں سفید ہو گئے تھے فَهُوَ كَظِيۡمٌ۔ دل میں بے انتہا غم بھرا ہوا تھا

مگر آپ اُس کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔

اب جو منہ سے یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ نکلا تو فرزندوں کو یوسفؑ کا نام لینا ناگوار ہوا۔ ان کو تو یہ امید تھی کہ یوسفؑ علیحدہ ہونے کے بعد یہ باپ کے پیارے ہو جائیں گے۔ مگر اب اتنی مدت ہونے کے بعد بھی یوسفؑ ہی کا نام لیتے سنا۔ دل میں تو وہ اس کو بُرا سمجھے مگر بظاہر باپ کو تسلی دیتے ہیں کچھ عجیب لُطف طبیعت واقع ہوئی ہے ذراسی تسلی کے الفاظ کو دیکھیئے۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ بیٹوں نے کہا باوا خدا کی قسم تم یوسفؑ یوسفؑ ہی کرتے رہو گے۔ یہاں تک کہ گھل گھل کر سخت بیمار ہو جاؤ گے یا مر جاؤ

سبحان اللہ یعقوب علیہ السلام کیا جواب دیتے ہیں، جواب سننے کے پہلے ذرا بچہ کی حالت کو دیکھیے کہ ماں کے ساتھ کیا ہوتی ہے۔

ماں کے سوا وہ کسی کو بیچانتا ہی نہیں ادھر بادشاہ اُدھر ماں کی طرف ہی لپکے گا۔ گھبراہٹ میں ماں ہی کی طرف جائے گا۔ اسی کو پکارے گا۔ بھروسہ ہے تو ماں ہی پر ہے خیال ہے تو ماں ہی کا ہے۔ ہر حالت میں ماں کا ہی دامن پکڑے ہوئے ہے کبھی چھوڑتا ہی نہیں، ماں سامنے نہو اور کوئی مصیبت آئے پہلے اسکی زبان پر اماں ہوگا۔ پہلا خیال دل میں ماں ہی کا ہوگا؛ ماں دکھی وہ اس سے لپٹ گیا جب چلے گا تو اُسی کی طرف چلے گا۔ بچہ کی یہ محبت خالی نہیں جاتی، اگر بچہ کھیل میں ہو اور بہت دیر ہوگئی ہو تو خود ماں اسکو ڈھونڈھتی ہوئی نکلتی ہے۔ کھیل میں اگرچہ بچہ ماں کو نہ پیٹے ماں اسکو لپٹا لیتی ہے اگر دودھ نہ مانگے تو وہ خود دودھ دیتی ہے۔

دوستو! کیا ہم بچہ سے بھی گئے گزرے ہوگئے کم سے کم بچہ کی طرح تو ہمیں مصیبتوں اور بلاؤں میں پکاریں تو اللہ ہی کو پکاریں۔ بھروسہ ہو تو اسی پر ہو خیال ہو تو اُسی کا ہو پھر دیکھو کس طرح مدد آتی ہے۔ کس طرح وہ تم کو لپٹا لیتا ہے۔ دیکھئے ماں بچہ کو مارتی ہے تو وہ روتا ضرور ہے، لیکن رو کر پھر ماں ہی کو

لپٹ جاتا ہے۔ ایسے ہی مصیبت و بلا میں اُسی کو رو کر دکھائیں اور پھر اسی کی طرف رجوع کریں۔

اس لئے بیٹوں کو حضرت یعقوبؑ جواب دیتے ہیں۔ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ

بَثَّ۔ وہ غم جو ظاہر ہونے لگے۔ حُزْنِ۔ وہ غم جو دل میں چھپا ہوا ہو۔

حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں تمہارے یا کسی اور کے سامنے تو شکایت نہیں کرتا ہوں جو تم تسلی دینا چاہتے ہو، میں تو اپنے کھلے اور چھپے رنج و غم کی شکایت اپنے خدا کے سامنے کرتا ہوں، جیسے بچہ اپنے ماں کے سامنے کرتا ہے۔

عاشق کی یہی شان ہے کہ وہ اپنا دکھڑا اپنے معشوق کے سامنے روتا ہی گڑگڑاتا ہے اسی میں اسکو مزہ آتا ہے۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ان باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، جب وہ رُلانا چاہتے ہیں تو رونا ہی چاہیئے۔ مگر اسی کو دکھانے کے لئے نہ کہ اوروں کو، تم کو کیا خبر ہے مجھے معلوم ہے رنج و غم اسلئے دیتے ہیں کہ انسان سب سے ٹوٹ پھوٹ کر اپنے اللہ کا ہو جائے اسی واسطے میرے دادا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور میرے چچا اسمٰعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے دیا گیا اور مجھے یہ غم دیا جس میں جل رہا ہوں، اس سے غرض یہ ہے کہ سب سے چھڑا کر اپنا کر لیوے، اسی واسطے تو میں نے تم سے منہ پھیر لیا اگر تمہارے سامنے شکایت ہوتی تو تمہاری طرف متوجہ رہتا۔ پھر تم مجھے کیوں تسلی دیتے ہو، غرض یہ ہے کہ میرے رنج و غم کا راز تم کو معلوم نہیں ہے، وہ مجھ کو معلوم ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ کاملین کی حالت کا اندازہ عام لوگ نہیں کر سکتے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ؛ گرچہ ماند در نبشتن شیر و شیر

کاملین کا قیاس تو دیر مت کر، اگرچہ شیر اور شیر (دودھ) لکھنے میں ایکطرح کے ہیں مگر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد ؛ کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

تمام عالم اس سبب سے گمراہ ہوا ہے کہ کاملین کی کسی کو خبر نہیں۔

گفت انیکہ ما بشر ایشاں بشر ⁂ ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

کاملین کو سمجھنے تو یہ سمجھے کہ ہم بھی آدمی، وہ بھی آدمی، ہم کو بھی کھانے اور سونے کی ضرورت پڑتی ہے، ایسا ہی ان کو بھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر حال خاصانِ خدا کا، اور عام لوگوں کا یکساں ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو پہچان نہیں سکتے ہیں۔

اسی واسطے یعقوب علیہ السلام کے فرزند یہ سمجھ کر کہ ان کا رونا اپنا جیسا رونا ہے اُن کو تسلی دینے لگے، حالانکہ ان کے رونے میں اور حضرت یعقوبؑ کے رونے میں بہت فرق تھا جس کو کسی قدر میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ عوام کی مصیبت ان کا جی کھاتا ہے اور خاصانِ خدا کی مصیبت زخم کا نشتر ہے وہ سمجھتے ہوئے کہ ؂

درد از یار است و درماں نیز ہم ⁂ دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

درد بھی دوست کی طرف سے ہے اور علاج بھی، دل و جاں اس پہ سے فدا ہوں اسی لئے اس کے بھروسہ پر کچھ تدبیر بھی کر لیتے ہیں۔

مصر کے بادشاہ کو یہ خط لکھ کر بھیجتے ہیں، یہ خط ہے یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیم کی طرف سے بادشاہ مصر کو لکھا جا رہا ہے۔

اما بعد، ہمارا گھر ابتلا و امتحان کا گھر ہے۔ ہمارے دادا ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے پھر اللہ نے آگ ان پر گلزار کر دی۔ چچا کے گلے پر ہاتھ پاؤں باندھ کر چھری پھیری گئی۔ جن کا فدیہ بہشتی بکرے سے ہوا اور میں یوسفؑ کے فراق میں مبتلا کیا گیا جس کے متعلق کہا جاتا ہے اسکو بھیڑیا کھا گیا اس پر طرہ یہ کہ اس کا حقیقی بھائی بن یامین جو میرے غمگین دل کی تسکین تھا تیرے قید میں ہے ایسے وقت کہ میرے آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتا ہے اور کمر جھک گئی ہے میرے بچہ کو قید کر کے مجھے بے چین کر دیا گیا ہے۔ اے بادشاہ تیرا گمان ہے کہ میرا بیٹا چور ہے یاد رکھ کہ ہم ایسے خاندان کے لوگ ہیں کہ نہ چوری

کرتے ہیں اور نہ کوئی ہماری نسل سے چور ہوتا ہے۔ اے بادشاہ اگر تو میرے بچہ کو میرے پاس نہ بھیجدے گا تو ایسی بد دعا کردوں گا کہ جس کا اثر تیری ساتویں پشت تک پہونچیگا۔

جب یہ خط یوسف علیہ السلام کو پہنچا اور آپ نے خط کا عنوان دیکھا ایسے بے خود ہوئے کہ ضبط نہ کر سکے، تخت سے اتر کر خلوت میں اتار دئے کہ بے ہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو خط پڑھا اور یہ جواب لکھ بھیجا۔

اما بعد فَقَدْ سَمِعْتُ ذِکْرَ آبَاءِ کَ اَنْکَرَاہ اِصْبِرْ کَمَا صَبَرُوا وَاظْفَرْ کَمَا ظَفَرُوا وَالسَّلَامُ میاں نے آپکے بزرگ باپ دادا کے نام سنے صبر کرو جیسا کہ انہوں نے صبر کیا اور فتحیاب ہو جیسے جیسے کہ وہ فتحیاب ہوئے۔

قاصد کو خلعت وانعام اور یہ جواب دے کر واپس کیا۔

حضرت یعقوبؑ نے یہ جواب دیکھتے ہی فرمایا یہ باتیں پیغمبروں کی ہیں، پہلے ہی میں شاہ مصر کے اقوال وافعال سن چکا ہوں. ممکن ہے کہ شاہ مصر میرا یوسفؑ ہو. پھر اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز ملک الموت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو ان سے آپ نے فرمایا کیا آپ میری قبض روح کے لئے آئے ہیں انہوں نے کہا نہیں حضرت میں آپکی ملاقات کے لئے آیا ہوں اور آپ کو تسلی دینے کے لئے آیا ہوں یہ سنکر یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت! للہ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے میرے یوسفؑ کی جان نکالی ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا نہیں۔ ابھی وہ زندہ ہیں بڑی شوکت اور عزت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ بے چین ہوگئے۔ پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ میرا یوسفؑ کس جگہ ہے۔ ملک الموت نے کہا مجھے یہ ظاہر کرنے کی اجازت نہیں، ہاں اتنا کہنے کی اجازت ہے کہ جدائی کے دن ختم ہو چکے اور غم کی حد ہو گئی۔ اب قریب ہیں آپ یوسفؑ سے ملنے والے ہیں۔ اس واقعہ سے بھی پہلے خیال کی تائید ہوئی۔ یہ بھی یاد تھا کہ یوسف علیہ السلام کا خواب سچا ہے، بغیر یہ تعبیر پوری ہونے کے وہ نہیں مر سکتے (باپ ماں گیارہ بچے کا سجدہ) اسکی تعبیر بتاتا ہے کہ وہ

بادشاہت پر پہونچیں گے۔

اسلئے ممکن ہے کہ بادشاہ مصر میرا یوسفؑ ہی ہو، یہ بھی سنا کہ بن یامین پر چوری کا الزام لگایا گیا ہے وہ گرفتار ہو گئے ہیں مگر بادشاہ نے ان کو نہ کچھ ایذا دی نہ مارا، بلکہ عزت سے رکھا۔ کہیں چور سے ایسا معاملہ کیا کرتے ہیں اس سے بھی سمجھے کہ شاید بادشاہ مصر یوسفؑ ہی ہوں۔

غرض اسوقت ایسے قرینے موجود ہوئے ہیں کہ جس کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جانے کا [illegible] مین کا چوری میں پکڑے جانے کا خیال دل سے نکالو، عقل و ہوش سے کام لے کر یوسفؑ کو اور یوسفؑ کے بھائی کو مصر میں ہی تلاش کرو جاؤ فرزندوں نے پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہہ کر کہا کہ باوا بن یامین کیلئے تو ہم کوشش کرتے ہیں، یوسفؑ کو تو مر گئے۔ کہیں مردوں کو کوئی ڈھونڈا کرتا ہے۔ زمانہ ہو گیا یوسفؑ کو تو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ مجھے جو معلوم ہے وہ تم کو نہیں معلوم جاؤ مصر میں ڈھونڈو وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو۔ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ رحمت الٰہی سے مایوس ہونا کافروں کا کام ہے تم رحمت سے کیسے مایوس ہو رہے ہو۔

جب خدائے تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھتے ہیں۔ ہر چیز کا اس کو علم ہے۔ وہ کریم ہے۔ بخیل نہیں ہے تو کسی حال میں اللہ سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ معرفہ کی تکرار سے ایک ہی چیز مراد ہوتی ہے۔ اور نکرہ کی تکرار سے علیحدہ چیز اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے ہماری بڑی بڑی نعمتوں کو دیکھ کر ہمارے فضل پر بھروسہ رکھو۔ اگر کوئی تنگی اور مصیبت ظلم اور گناہ کا بدلہ نہ ہو تو

ایک تنگی کے بدلہ دو آسانیاں ہیں۔ مع سے اشارہ ہے کہ بہت جلد آسانی ہوتی ہے۔ گھبراؤ مت تنگی کے ساتھ تو یہ آسانی ہے دلوں کا مقصد اور جلا ہوتا ہے۔ جس کے سبب سے یسر آخرت یعنے ثواب آخرت حاصل ہوتا ہے دنیا کا یسر علیحدہ ہے۔ جیسے روزہ دار کو دو فرحتیں ہوتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری فرحت دیدار الٰہی کے وقت۔ اس لئے حضرتؐ نے فرمایا ایک دنیا کی تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں ہوتی ہے تم کو ہرگز ناامید نہ ہونا چاہیئے۔

حکایت ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ موسیٰؑ میرے ایک دوست (یعنی ولی) کا انتقال ہو گیا ہے جاؤ اسکو غسل دو۔ موسیٰ علیہ السلام اس مردہ کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مشہور گنہگار ہے۔ لوگوں نے اسکو گھورے پر ڈال دیا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا الٰہی تجھ کو معلوم ہے اس کی نسبت لوگوں کا کیا خیال ہے۔ لوگ اس کو کیا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰؑ اس نے مرنے کے پہلے تین چیزیں کی شفاعت پیش کی۔ اگر سارے گنہگار ان تینوں چیزوں کی شفاعت پیش کریں گے تو میں سب کے گناہ بخش دوں گا۔

اول یہ کہا کہ پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ میں نے گناہ کئے شیطان کے بہکانے سے مگر دل سے ان کو برا سمجھتا ہوں۔

۲ اگرچہ گنہگاروں کے ساتھ رہ کر گناہ کئے ہیں لیکن صالحوں کے ساتھ تیرے نیک بندوں کے ساتھ بیٹھنا مجھے بہت پیارا معلوم ہوتا ہے۔

۳ اگر میرے پاس نیک شخص کا کام بھی ہو اور گنہگار کا کام بھی تو پہلے نیک کا کام پورا کر دیتا ہوں۔

الٰہی اگر تو میرے گناہوں کو معاف کرے گا پیغمبر خوش ہوں گے اور اولیاء اللہ خوش ہوں گے اور تیرا دشمن شیطان غمگین ہوگا۔

اگر مجھے عذاب دیگا تو شیطان تیرا دشمن خوش ہوگا پیغمبر اور اولیاء غمگین ہونگے

الہی دوستوں کی خوشی اگر تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے، دشمنوں کی خوشی سے تو تو مجھ پر رحم کر اور میرے سب گناہوں کو معاف کر، یہی وجہ ہے کہ میں نے اس پر نزول رحمت کی اور اس کے گناہوں کو معاف کردیا۔ میں غفور و رحیم ہوں جو گناہوں کا اقرار کرلیتا ہے آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو میں اس پر بے حد رحمت نازل کرتا ہوں۔ اسلئے دوستو! اللہ تعالیٰ سے ناامید مت ہو، وہ دنیا کی سختیوں کو بھی دور کرے گا۔ تو یہ کر لوگے تو آخرت کی سختیوں کو بھی دور کرے گا دوستو! یوسف علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام سے جدا ہو کر چالیس برس ہوگئے ہیں۔ مگر حضرت یعقوبؑ مایوس نہیں ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ جاؤ یوسفؑ کو ڈھونڈو۔

ہائے افسوس میرے دوستو، تم دل سے کیسے مایوس ہوگئے ہو، اٹھو تم بھی دل کو ڈھونڈو، حضرت یوسفؑ کی طرح تمہارا دل گم نہیں ہوگیا ہے بلکہ سخت بیمار ہوگیا ہے اسلئے تمہارے ہاتھ نہیں آتا یہ بیمار دل کب تک پہلو میں لئے رہوگے دیکھو بیماری بڑھ رہی ہے۔ بیماری کا انجام موت ہے۔ اگر دل مرگیا تو اس مردہ دل کو لیکر کیا کروگے۔ آخرت کی سعادت تو زندہ دلی کے ساتھ ہے زندہ دل کو قلب سلیم کہتے ہیں۔ اسی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ جہاں مال ہی کام آئے گا نہ اولاد، وہاں وہ دل کام آئے گا جو دل کے بیماریوں سے صحیح وسالم ہے

اے دل تم نے کسی بیمار کو دیکھا ہی نہیں۔ تجھے کیا خبر کہ بیماری میں کیا کیا کرتے ہیں اور تو بیمار کیا گزر رہا ہے۔ فرض کرو کہ دنیا کا ایک خود مختار بادشاہ ہے اپنی ساری خواہشات کو پورا کرسکتا ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی لذت نہیں جس کو وہ حاصل نہ کرسکے اتفاق سے ہوگیا۔ وہ بیمار پھر بتائے دل اب وہ کیا کرے گا طبیبوں کو بلائے گا دوا سازوں کو جمع کرے گا کڑوی سے کڑوی دوا گو وہ کیسی ہی ناگوار ہو خوشی سے پئے گا۔ ساری لذتوں کو خیرباد کہہ کر صرف طبیب کی بتائی ہوئی چیزوں کو استعمال کرے گا اس سے گو وہ لاغر ہوتا جائے گا مگر دن بدن اس کی بیماری میں

گھٹنا شروع ہو گا۔ اور صحت ہوتی جائے گی۔ اس اثناء میں اگر اسکا نفس پرہیز
توڑنا چاہے گا تو شروع بیماری کے درد اور تکلیفیں پیش نظر ہوں گے موت آنکھوں
کے سامنے پھرنگی شماتت اعداد کا خیال آئے گا۔ تو نفس کو ملامت کرے گا اور
ہرگز پرہیز نہ توڑے گا۔ شفا کا خیال، بدن کی صحت، آرام و راحت کی
زندگی کڑوی دوا پینے کے لئے ابھارتے رہیں گے لذتوں کا چھوڑنا ناگوار
چیزوں پر صبر کرنا اسکو آسان معلوم ہو گا۔ دیکھ اے دل! بیمار اس طرح بیماری
کا علاج کیا کرتے ہیں کیا تو نے کبھی کبھی طبیب روحانی کو نبض دکھائی اور کبھی
علماء ربانی سے مشورہ لیا۔ ان کی بتائی ہوئی کڑوی دوا کبھی استعمال کیا کیا۔
تجھ کو بھی کبھی پرہیز کا خیال آیا۔ جب یہ کچھ بھی نہ کیا تو سچ بتا پھر تیری بیماری
جائے تو کس طرح جائے۔ کیا سچ مچ مردہ دل ہی کہلانا چاہتا ہے کب تک ہاتھ
پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے گا چل اٹھ اب علاج میں سستی نہ کر

الغرض باپ کے حکم کی تعمیل کے لئے اولاد یعقوب تیسری مرتبہ پھر مصر جانے
کی تیاری کر رہی ہے۔ کچھ غریبانہ تحفہ، کچھ اون اور گھی وغیرہ لے کر مصر کی طرف روانہ
ہو گئے ان کو یہ خیال ہوا کہ بن یامین کا تو پتہ معلوم ہے پہلے انہی کو لانے کی تدبیر کرنا
چاہیئے بادشاہ سے بن یامین کو مانگ لیں۔ یوسفؑ جو بے پتہ ہیں ان کو پھر ڈھونڈیں
نے غلہ کی تو ضرورت تھی اسی بہانے سے بادشاہ کے سامنے گئے۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا
عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ کہنے لگے حضور ہم کو اور ہمارے
گھر والوں کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ ہم محتاج ہیں اہل و عیال
بہت ہیں۔ آمدنی بہت کم ہے وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ اس قدر نادار ہیں
کہ حضور کے دربار میں ایسے تحفہ لائے ہیں جس کو کوئی قبول نہ کرے۔ حضور ہم غریب
آدمی ہیں۔ نکمی چیز لائے ہیں۔ آپ اس کا خیال نہ کیجئے۔ فَاَوْفِ
لَنَا الْكَيْلَ پورا غلہ دیجئے وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ہمارا کچھ استحقاق نہیں
خیرات سمجھ کر دیجئے اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ

خیرات دینے والوں کو جزاء خیر دیتا ہے

آخرت میں تو خیرات کا بدلہ ملے گا مگر دنیا میں بھی خیرات کا بدلہ ملتا ہے، لیکن خالص نیت ہو، خدا ہی کے لئے خیرات کرے اور نہایت خوشی سے خیرات کرے، دل پہ بار نہ ہو،

دوستو! نیت کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔

حکایت سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ شکار کے لئے نکلے تھے سب بچھڑ گئے۔ اپنی سلطنت میں کسی کھیت پر گزر ہوا، دیکھا کہ اسمیں نیشکر لگے ہوئے ہیں جو آپ کے واسطے لائے گئے اس میں خوب رس تھا بہت خوش ہوئے یکایک دل میں خیال آیا کہ ہمارے مال کے عہدہ دار کس قدر نالائق ہیں محصول بہت کم رکھا ہے آئندہ سال سے اسکا محصول بڑھا دوں گا۔ جہاں اترے تھے وہاں۔ تھوڑی دیر لیٹ کر پھر اور نیشکر منگائے، نیشکر اسی طرح کے تھے مگر رس بہت کم۔ جس نیشکر کو دیکھتے ہیں رس کم۔ اس کا سبب دریافت کیا گیا تو ایک تجربہ کار بوڑھے نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے بادشاہ کی نیت خراب ہو گئی ہے۔ ظلم کرنے کی نیت کی ہے۔ اس کا یہ اثر ہوا۔ سلطان نے اپنے دل میں توبہ کر لی جو محصول بڑھانے کا خیال پیدا ہوا تھا اس سے باز آیا تھوڑی دیر کے بعد پھر جو نیشکر چوسے تو خوب رس تھا جیسے کہ پہلے تھا۔

دوستو! یہ ہے نیت کا اثر ہر کام میں نیت درست رکھو۔

حکایت ایک شخص نے جنگل میں دیکھا کہ کتا پیاسا ہے مارے پیاس کے اس کا دم نکل رہا ہے۔ اسنے ٹوپی کو ڈول بنایا اور شملہ کو رسی، پانی کھینچکر کتے کو پلایا۔ اس کی جان بچ گئی۔ اس زمانہ کے پیغمبر کو حکم ہوا جاؤ اس شخص سے کہو ہم نے تیرے تمام گناہ کو معاف کر دیا

تیری یہ خیرات ہم کو بہت پسند آئی ۔

کسے با کسے نیکوئی گم نہ کرد ؛ کجا گم شود خیر با نیک مرد

کسی کے ساتھ بھی نیکی کرنا ضائع نہیں ہوتا ہے تو بھلا نیک شخص کے ساتھ نیکی کرنا کیسے ضائع ہوگا۔

کتنے کے ساتھ جس نے نیکی کی تھی وہ ضائع نہیں ہوئی۔ ہائے کیا انسانوں کے ساتھ جو نیکی کی جائے وہ ضائع ہوگی۔ نیت درست ہو تو دنیا میں بھی اسکو اس کا پھل ملے گا۔

پھر خیرات کے بھی اقسام ہیں۔ کسی محتاج ضرورت مند کو دینا یا صدقہ جاریہ کرنا یعنی ایسی چیز بنانے کے لئے خیرات دینا کہ وہ باقی رہے جب تک وہ چیز باقی رہے گی اسکو ثواب ملتا رہے گا۔ جیسے پل بنانا، باولی کھود کر وقف کرنا، مسجد بنانا، مسجد کی تعمیر کرنا۔

دوستو! ہم مرجائیں گے مگر جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گے ثواب ملتا ہی رہے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ سینکڑوں روپیہ ہی دیئے جائیں جس سے جو ہو سکے وہ دے، اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔

گروت در بیاباں نباشد چہے ؛ چراغے بنہ در زیارت گہے

اگر جنگل میں کنواں نہ کھود سکے تو خیر لوگوں کے آمد و رفت کی جگہ پر چراغ ہی لگادے

بہ قنطار زر بخش کردن ز گنج ؛ نباشد چو قیراطے از دست رنج

خزانہ سے مال کا ڈھیر خیرات کرنے کا دیسا ثواب نہیں ہے جیسا مشقت سے کمائے ہوئے ایک آنہ کے خیرات کا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مالدار ہتھیلوں سے روپیہ دے اور ایک غریب اپنا مشقت کی کمائی میں سے جو کچھ بھی دے تو یہ ضائع نہیں جائے گا۔

بود ہر کسے بار در خورد زور ؛ گرانست پائے ملخ پیش مور

ہر شخص اپنی قوت کے موافق بوجھ اٹھاتا ہے۔ چیونٹی کو ٹڈے کا

پاؤں بہت ہے۔ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دین کی خدمت کے لئے چندہ ہو رہا تھا۔ مالدار سینکڑوں روپیہ لا رہے تھے، ایک شخص دو سیر گیہوں لایا۔ لوگ ہنسنے لگے آپ نے فرمایا ہنسنے کی کیا بات ہے تم نے اپنی حیثیت کے موافق دیا اور اس نے اپنی حیثیت کی موافق۔ اسکی غریبی کی وجہ سے سب سے پہلے اس کی خیرات مقبول ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روپیوں کا ڈھیر لگا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اس کو نیچے اوپر کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے عثمانؓ آئندہ جو کچھ بھی کرے معاف ہے۔

پھر خیرات مال کی جیسی ہوتی ہے ایسے ہی اور طرح کی بھی خیرات ہوتی ہے۔ کسی نے کوئی اچھی بات کہی مثلاً خود بھی نیک کام میں چندہ دیا، اور دوسروں کو بھی چندہ دینے کی ترغیب دلائی یہ اسکی نیک بات بھی خیرات ہے۔ دو شخصوں میں انصاف کرنا یا کسی کی مدد کرنا بھی خیرات ہے۔ کلمہ شریف کا ذکر کرنا۔ مسجد کی طرف نماز کے لئے جانا بھی خیرات ہے راستہ سے ایذا دینے والی چیز دور کرنا بھی خیرات ہے۔ جتنے نوافل ہیں خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا اور کچھ ہو یہ سب خیرات ہیں۔

حاجیو! آپ دیکھ رہے ہیں یوسف علیہ السلام کے بھائی کس قدر عاجزی کر رہے ہیں۔ یہ عاجزی خالی نہیں جاتی۔ اللہ تعالیٰ کو بھی عاجزی بہت پسند ہے۔

حکایت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا بایزید ہمارے پاس خزانے اعمال سے بھرے ہوئے ہیں، اگر ہمارے سامنے عاجزی کرنا گڑگڑانا، تم سنالاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حقیر تحفہ لاکر پھر عاجزی کی ہے۔ اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کے سامنے نیک اعمال لاکر پھر عاجزی کرو اسی عاجزی سے خدا کا

قرب حاصل ہوتا ہے اور اس سے وصال ہوتا ہے اسی واسطے حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں سے

چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست ٭ نیستی و حاجت و عجز و نیاز آوردہ ام

اے اللہ ایسی چار چیز لایا ہوں جو وہ آپ کے خزانے میں نہیں ہیں فنا اور حاجت مندی اور عاجزی اور محتاجی۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے عاجزی سے جو تقریر کی وہ بہت دردانگیز تھی یوسف علیہ السلام جیسے نرم دل کے لئے یہ تقریر دل ہلا دینے والی تھی ادھر نورِ قلب سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اب مجھ کو ڈھونڈھنے کے لئے آئے ہیں اور حکم بھی آ گیا تھا کہ اب جدائی کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ سے رہا نہ گیا۔ بے اختیار چاہا کہ ان کو معلوم کرا دوں کہ میں یوسفؑ ہوں، اپنے ظاہر کرنے کے لئے تمہید اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کیوں جی ہم سنتے ہیں کہ تمہارا کوئی بھائی یوسفؑ نامی تھا۔ تم نے اس کے ساتھ برا برتاؤ کیا۔ طرح طرح کی اذیتیں دیں اور چند کھوٹے پیسوں میں بیچ دیا کیا یہ سچ ہے؟ انہوں نے کہا حضور بالکل غلط ہے۔ یوسفؑ تو ہمارا بڑا پیارا بھائی تھا۔ ہم نے ہمیشہ اسکو آرام سے رکھا تھا۔ اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ افسوس ہے کہ ہم کو اس کے بدلہ بھیڑیئے نے نہ کھایا وہ مر گیا ہے ہم جیتے ہیں لوگ ہم پر بہتان لگاتے ہیں حضرت یوسفؑ نے ایک دستاویز ان کے ہاتھ میں دی اور فرمایا یہ عبرانی زبان میں ہے پڑھو، اس کا کیا مضمون ہے سناؤ۔ یہ وہ دستاویز تھا کہ جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے بیچا تھا تو خریدنے والے کو اس طرح لکھ کر دیا تھا کہ ہم نے اپنے زر خرید غلام یوسفؑ کو اس کے عیبوں اور برے اخلاق کے ساتھ مالک کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس دستاویز کو پڑھتے ہی رنگ فق ہو گیا مارے شرمندگی کے سر نیچا ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں میں لرزہ تھا زبان میں لکنت تھی۔ دل میں کہتے تھے کاش زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں سما جائیں، دبی زبان سے کہنے لگے کہ یہ ہمارا لکھا ہوا دستاویز نہیں ہے تو حضرت یوسفؑ نے اس ناپ کو

ہاتھ میں لیا جو گونی میں چھپایا گیا تھا تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کنکریوں نے کلمہ پڑھا تھا۔ ایسا وہ ناپ کہنے لگا کہ ان اولاد یعقوبؑ نے ظلم کر کے یوسفؑ اور یعقوبؑ میں جدائی ڈال دی یوسفؑ کے ساتھ کا توشہ کتے کو ڈال دیا پانی زمین پر پھینک دیا۔ یوسفؑ کو بھوکا پیاسا مارے چلے۔ طمانچے مارے طرح طرح کی ایذا دے کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ ان میں سے ایک بھائی نے ان کو چھڑایا۔ پھر آخر کنوئیں میں ڈال دیا جب کسی نے نکالا تو پھر کھوٹے دام کو بیچ دیا۔

دوستو! ذرا سوچو اس وقت ان کی حالت کیا ہو گی۔ ہائے مخلوق کے سامنے شرمندہ ہونے کا یہ حال ہے۔ گنہگاروں کا اور نافرمانوں کا اللہ کے سامنے کیا حال ہو گا جب نامۂ اعمال ان کے ہاتھ میں دیکر کہا جائے گا کہ اسکو پڑھو اور اپنا حساب آپ کر لو، اسوقت گنہگار نافرمان شرمندگی سے پسینہ میں ڈوب جائیں گے۔ ہائے ہماری خرابی ہم کہاں بھاگ جائیں۔ دیتے دیتے انکار کریں گے اور کہیں گے کہ یہ ہمارا نامۂ اعمال نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے بڑے بندے نامۂ اعمال کا انکار کرتا ہے گواہوں کو کیا کرے گا۔ دو فرشتے لکھنے والے گواہ ہیں زمانہ گواہ ہے جگہ گواہ ہے لوح و قلم گواہ ہیں۔ تیرے ہاتھ پیر گواہ ہیں حکم ہو گا لیجاؤ دوزخ میں

ایسا ہی حضرت یوسفؑ نے فرمایا مقدمہ ثابت ہے مشکیاں باندھ کر لیجاؤ اور ان سب کی گردن اڑادو، فوراً پولیس نے پکڑ لیا۔ مشکیاں باندھ کر لے چلی تھوڑی دور جاکر مڑ کر بادشاہ کو دیکھنے لگے۔

قیامت میں بھی عجیب عجیب واقعات ہوں گے ایک شخص کے لئے حکم ہو گا کہ اس کو لیجاؤ دوزخ میں فوراً فرشتے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے چلیں گے وہ مڑ مڑ کر دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا کیا دیکھتا ہے عرض کرے گا الٰہی مجھے تجھ سے یہ امید نہیں تھی۔ حکم ہو گا پھر کیا امید تھی، عرض کرے گا تیری رحمت پر بھروسہ تھا۔ گناہوں کے مغفرت کی امید تھی حکم ہو گا

تجھکو جو ہم سے امید تھی جا اس کو پورا کرتے ہیں مغفرت ہو جائے گی۔
ایسا ہی اولاد یعقوب بھی مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ حضرت یوسفؑ نے ان
سے پوچھا کیا دیکھتے ہو، عرض کیا ہم کو آپ کے اخلاق سے یہ امید نہیں تھی حضور ایک
بیٹے کی جدائی میں ہمارے باپ کا یہ حال ہوا، اندھے ہو گئے، جب سب بیٹے قتل
ہو جائیں گے اور وہ اسکو سنیں گے تو ان کا کیا حال ہو گا۔ یہ ہمارا سامان ان کے پاس
بھیجدیجئے اور ہمارا آخری سلام پہونچا دیجئے۔ یہ سنکر حضرت یوسفؑ ہنس دیئے
اور فرمایا۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ
جَاهِلُونَ سچ کہو، یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ تم نے کیا برتاؤ کیا تھا
جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا بھلے برے کی کچھ سوجھ سمجھ نہ تھی یہ سن کر حضرت
یوسفؑ کے بھائی چکرائے کہ عزیز مصر کو یوسفؑ کے قصہ سے کیا واسطہ، سوچنے لگے
کیا سچ مچ یوسفؑ بادشاہ مصر ہو گئے ہیں۔ اس وقت ان کی وہ حالت ہو گئی جو ہر
انسان پر گذرتی ہے۔ آپ ذرا خوب سوچیئے جب ہم ایک زمانہ دراز کے بعد کسی
شخص کو ایسی حالت میں دیکھتے ہیں۔ جو اس کی پہلی حالت سے بالکل مختلف ہے تو
اس کو فوراً نہیں پہچان سکتے گو وہ ہمارے ساتھ ایک مدرسہ میں یا ایک جماعت میں
برسوں پڑھتا رہا ہو، یا ایک ہی جگہ نوکر رہا ہو، لیکن پچھلے زمانہ کی باتوں کا سلسلہ
شروع ہوتے ہی وہ بھول دور ہونے لگتی ہے۔ دماغ پرانی باتوں کو سوچنے لگتا ہے
یکایک ایسا ہوشیار ہو جاتا ہے کہ گویا وہ اب تک خواب میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی
باتیں یاد آنے لگتی ہیں، انکو باپ کا قول یاد آگیا کہ فرماتے ہیں عَسَى اللَّهُ أَنْ
يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا اللہ ان سب کو میرے پاس لائے گا۔ یہ بھی یاد آیا کہ باپ
نے فرمایا تھا مصر میں ہی یوسفؑ اور یوسفؑ کے بھائی کو ڈھونڈو، اور یہ بھی سوچنے
لگے کہ بادشاہ مصر معمولی اخلاق کا حاکم نہیں ہے۔ اس کا عدل، اسکی رعایا پروری
اس کی مسافر نوازی، اس کا برتاؤ اسکی گفتگو دنیا کے بادشاہوں کے جیسی نہیں
ہے ہو نہ ہو یہ یوسفؑ ہی ہوں۔

یہ خیال آیا کہ ہمارے اہل وعیال کی مصیبت اور باپ کی کیفیت سن کر جیسے
کوئی قریب کا رشتہ دار بے چین ہو جاتا ہے یہ اسی طرح بے چین ہو جاتے تھے یہ کیا بات ہے
یوسفؑ سے واقف، یوسفؑ کے سگے بھائی سے واقف، جو قصور ہم کئے ہیں وہ
سب یقین سے ہم ہی پر لگاتے ہیں۔ پھر ہماری طرف سے معذرت بھی کرتے ہیں۔
اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ جو قصور ہوا وہ جہالت سے ہوا۔ وہ برا بھلا سوچنے
کا زمانہ نہیں تھا۔ اس طرح کی کئی باتیں یاد آنے لگیں۔ ان کو یقین ہونے لگا کہ یہ
بادشاہ یوسفؑ ہیں، زیادہ تحقیق کے لئے کہنے لگے قَالُوْٓا ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ
یُوْسُفُ حضور کیا سچ مچ آپ ہی یوسفؑ ہیں۔ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَآ
اَخِیْ ہاں میں یوسفؑ ہوں اور بن یامین میرے بھائی ہیں، یہ اس لئے بڑھا دیا
کہ وہ خوش ہو جائیں جن کو ڈھونڈھنے نکلے تھے وہ ایک جگہ ہی مل گئے قَدْ مَنَّ
اللّٰهُ عَلَیْنَا ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا۔ ہم کو اول صبر اور تقویٰ کی توفیق
دی۔ پھر اس کی برکت سے ہم کو اس مرتبہ پر پہونچایا۔

اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ

واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے ایسے نیک
کام کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ اجر ضائع نہیں کرتا۔

لوگ ترقی کی تدبیریں سوچتے ہیں اور تنزل ہوتا جاتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ترقی کی جو تدبیریں بتائی ہیں وہ آزمائی ہوئی
تدبیریں ہیں۔ صحابہ کرام نے اس تدبیر پر عمل کیا۔ اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کی
تقویٰ یعنے گناہوں سے بچنا اور مصیبتوں پر صبر کرنا اور مخلوق پر احسان کرنا
یہ تدبیر ہے ترقی کی۔

پیغمبروں کو خدا کیا تعلیم فرماتا ہے۔ ترقی کی تدبیر تو سکھانا تھا، اگر یوں کہتے
دیکھو میں نے تقویٰ اور صبر کیا اور مخلوق پر احسان کیا تو اللہ نے مجھے یہ رتبہ دیا تو اس میں
فخر نکلتا خود ستائی ہوتی۔ اس لئے وہ طرز کلام کو بدل دیتے ہیں جس میں تواضع اور

عاجزی بھی نکلے اور تدبیر بھی سکھا دیں، یہ خدا کا احسان ہے کہ اُس نے تقویٰ اور صبر کی توفیق دی جس کی وجہ سے میں ترقی کر کے اس درجہ پر پہنچا۔ ایسا ہی بھائیوں سے فرماتے ہیں اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ میرے ساتھ جو کچھ تم نے بُرا برتاؤ کیا وہ جہالت سے کیا اسوقت تم کو بُرے بھلے کی تمیز نہیں تھی۔ اس چھوٹے سے جملہ میں حضرت یوسفؑ نے گناہ کا فلسفہ بیان کیا ہے۔

تمام گناہ جہالت سے بھلے بُرے کو نہ سوچنے سے ہوتے ہیں۔ انسان جب بھلے بُرے کو سوچنے لگے تو اس سے گناہ چھوٹتے جائیں گے۔ نیکیوں کی ترغیب ہوگی۔ درجات بلند ہوتے جائیں گے۔

ماشاء اللہ پیغمبروں کی تعلیم ایسی ہی ہوتی ہے

جب حضرت یوسفؑ نے اپنے کو ظاہر کر دیا اور بھائیوں کو یہ معلوم ہوا کہ مصر کے بادشاہ یوسف علیہ السلام ہو گئے ہیں اس وقت ہم انہیں کے دربار میں کھڑے ہیں تو انہوں نے حضرت یوسفؑ کو جو ایذائیں دی ہیں اور جو برتاؤ کیا تھا وہ سب یاد آرہا ہے۔ سروں کو جھکائے ہوئے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ نادم ہیں، پشیمان ہیں۔ بطور معذرت کہہ رہے ہیں۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ خدا کی قسم کچھ شک نہیں آپکو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت دی ہے اور آپ اس کے لائق تھے اور ہم نے جو کچھ کیا بے شک ہم اس میں خطاوار ہیں۔ ہم نے جو کچھ کیا اس کو مت دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر احسان کیا ہے اس کو دیکھئے اللہ ہمارے قصور کو معاف کر دو، یہ کہہ کر سب بھائی تخت شاہی کی طرف بڑھے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کے پاؤں پر گریں

حضرت یوسفؑ کی شاندار زندگی کا یہ دوسرا نظارہ ہے۔ ایک دفعہ تو بی زلیخا نے سر دربار اپنی خطا اور حضرت یوسفؑ کی عصمت کا اقرار کیا تھا اور آج وہی حسد کے مارے ہوئے جان کے دشمن بھائی سر دربار اپنی خطا اور قصور کا اور یوسف علیہ السلام کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں، بے شک خدا کا وہ وعدہ پورا

ہوا جو کنوئیں میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔
لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ اے یوسفؑ
آپ ان کو خبر دیں گے ان کے تمام ان حرکات کی اس حالت میں کہ وہ بے خبر ہوں گے
ان کی یہ عاجزانہ حالت حضرت یوسفؑ سے نہیں دیکھی گئی فوراً تخت شاہی سے اتر کر
ایک ایک کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا۔ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
ان حرکات کو یاد کر کے تم کبھی پریشان مت ہو بے فکر رہو، میرا دل صاف
ہو گیا، میں کبھی تم کو ملامت نہیں کروں گا میں کبھی تمہارے سامنے ان پچھلے واقعات کا
ذکر تک نہیں آنے دوں گا۔

دوستو! ایسا ہی بندہ گنہگار جب پلٹی کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف
رجوع کرتا ہے تو یہ کرتا ہے اور کہتا کہ الٰہی میں تیرا بھاگا ہوا غلام ہوں،
دربدر پھرا اب تیرے در پر آیا ہوں جو نہیں کرنا تھا کیا۔ میرے اللہ میں نے
وہ کیا جو میرے لائق تھا اب آپ وہ کرو جو آپ کے سزاوار ہے۔ حکم ہوتا
ہے بندے گناہوں پر ہٹ کرتے سے ہم کو غصہ آتا ہے جب تو نے
گناہوں کو چھوڑ کر آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو فکر مت کر ہم تجھ سے
صاف ہو گئے ہیں۔ اگر تو نے زمین بھر کے بھی گناہ کیا ہے، میں آسمان بھر کے
رحمت کرنے کو تیار ہوں۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کبھی تجھ کو گناہوں پر
ملامت نہیں کروں گا۔ نامۂ اعمال سے گناہ دھو ڈالوں گا۔ فرشتوں کو بھلا دوں گا
کہ تیرے گناہ ان کو یاد ہی نہ رہیں۔ میدانِ قیامت میں توبہ کئے ہوئے گنہگار سے
حساب یسیر ہوگا۔ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا۔ قیامت
میں آسان اور تھوڑا حساب کیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ حساب
یسیر کیا ہے؟ تو فرمایا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے جو طرح معاملہ
کیا ہے ایسا ہی خدائے تعالیٰ توبہ کرنے والے بندے سے کرے گا۔
یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے سرسری طور پر فرمایا۔

هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ کچھ جانتے ہو کہ تم نے یوسفؑ کے ساتھ کیا کیا. جب وہ نادم ہوئے تو فرمایا۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کبھی تم کو ملامت نہیں کروں گا ایسے ہی اللہ تعالیٰ فرمائے گا. هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ حِينَ خَالَفْتُمْ أَمْرِي. کچھ جانتے ہو کہ تم میرے احکام کے خلاف کر کے کیا کیا گئے۔

جب بندہ نادم ہو کر سر جھکائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا. لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ آج تم کو کچھ ڈر نہیں کبھی تم غمگین نہیں ہوں گے. یہ ہے حساب یسیر. یوسف علیہ السلام کریم تھے اپنے ایذا دینے والے کے بارے میں فرمایا. لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ خداوند تعالیٰ بھی کریم ہیں اپنے نافرمانوں سے فرمائے گا. لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ

خدا کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی کریم ہیں. جب تک آپ نبی نہیں ہوئے تھے خدا کی طرف لوگوں کو بلانے کا حکم نہیں ہوا تھا. آپ کے اخلاق کی وجہ سے سب آپ کو چاہتے تھے آپ کو محمدؐ امین کہتے تھے۔

جب آپ نبی ہوئے اور خدا کی طرف بلانے لگے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ یہ سنتے ہی کافروں کے دل میں آگ لگ گئی ہر طرف سے عداوت کے شعلے اٹھنے لگے. ہر ایک جوان اپنی تلوار پر آپ کو شہید کرنے کے لئے باڑ رکھنے لگا. ہر ایک زبان سے آپ کو گالیاں ملنے لگیں ہر ایک دماغ آپ کو ہلاک کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا ہر ایک آنکھ آپ کو غصہ سے دیکھنے لگی ہر ایک مجمع میں آپ کو دفع کرنے کے لئے مشورے ہونے لگے۔ ہر ایک ہاتھ آپ کے مارنے کے لئے زمین سے پتھر اٹھانے لگا حضرت نے بہت سے پتھر کھائے مگر کبھی منہ موڑ کر نہ دیکھا کہ کس دشمن نے یہ پتھر مارا جب واپس آتے اور پیروں سے موزہ نکالتے تو موزے پانی کے ڈول کی طرح حضرت کے جسم مبارک کے خون سے بھرے ہوتے. پنڈلیاں اور پیٹھ (دیکھنا)

مبارک زخمی ہوتی غرض آپ کی ایک جان اور لاکھوں قاتل ہی قاتل تھے، زہر دیا گیا، جادو کیا گیا، طرح طرح سے آپ پر ظلم کیا گیا. جو جو اذیت آپ کے ذہن میں آتی ہے وہ سب آپکو دی گئیں، آخر وطن سے نکالے گئے اس کا بدلہ یہ تھا کہ جس دن آپ نے مکہ معظمہ فتح کیا ہے ان سب جانی دشمنوں کو قتل کرادیں اس دن آپ کا جاہ و جلال ایسا تھا کہ اگر آپ چاہتے تو ایک شخص نہ بچتا، اسی واسطے ان دشمنوں نے آپ سے کہا حضور آج آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تمہارے قصور معاف کئے اب کسی طرح کا تم سے بدلہ نہیں لیا جائے گا یہ ہیں اخلاق۔

جب دشمن اپنے قابو میں آجائے تو پھر اس کے قصوروں کو معاف کرنا یہ ہے اعلیٰ درجہ کا کرم۔

یوسف علیہ السلام کے کرم و اخلاق کو دیکھئے کہ اپنے جانی دشمن بھائیوں کو عزت کے ساتھ علیحدہ شاہی محل میں رکھا ہے۔ قسم قسم کے کھانے طرح طرح کے میوے اپنے ساتھ لے کر کھاتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ سے بھائیوں نے کہا آپ کے احسانات ہم پر بہت کچھ ہوئے ہیں حالانکہ ہم آپ کے قصوروار ہیں، اپنے ساتھ کھانے کے لئے آپ بلاتے ہیں یہ بھی آپ کا احسان ہے لیکن ہم آپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں! شرم کے مارے ہم کو آپ کے سامنے آنا مصیبت معلوم ہوتا ہے حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں نہیں نہیں بھائی ایسا ہرگز نہ کہو تمہارا مجھ پر احسان ہے اس لئے کہ گو میں مصر کا بادشاہ ہوں، حاکم وقت ہوں، تمام مصر کے لوگ میرے غلام ہیں، مگر وہ مجھ کو سابقہ نظر سے دیکھتے ہیں کہتے ہیں سُبْحَانَ مَنْ بَلَغَ عَبْدًا بِيعَ بِعِشْرِينَ دِرْهَمًا مَا بَلَغَ پاک ہے وہ ذات جس نے ایک غلام کو جو مصر میں آکر ہماری آنکھوں کے سامنے نیلام ہوا ہمارا

بادشاہ بنایا. تمہارے آنے سے میرا خاندان، خاندانِ نبوت ہونا ظاہر ہوگیا، اور وہ غلامی کا دھبہ میرے دامن سے صاف ہوگیا. یہ آپ کا کیا کچھ کم احسان ہے. کس طرح سے دشمن کے دل کی کدورت کو صاف کرتے ہیں، یہ ہیں سچے مسلمانوں کے اوصاف.

آئندہ یہ طریقہ رہا کہ حضرت یوسفؑ سے جب کوئی شخص پوچھتا کہ آپ کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا، فرماتے

مجھ سے یہ نہ پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ میرے اللہ نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا.

ایک دن حضرت یوسفؑ کے ساتھ کھیلا ہوا ایک دوست آپ کے پاس اس وقت آیا. جب کہ آپ مصر میں بادشاہت کر رہے ہیں، بے تکلفی سے حضرت یوسفؑ سے کہا آپ کو وہ بھی یاد ہے کہ ایک وقت غلامی کی حالت میں آپ کے گلے میں زنجیر پڑی تھی، جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر شیر کے گلے میں زنجیر ڈالی جائے تو کیا شیر کی بہادری میں فرق آئے گا. کہا نہیں، فرمایا اسی طرح یوسفؑ کے گلے میں زنجیر کا پڑنا یوسفؑ کے کمالات کو کم نہیں کرتا. اس دوست نے کہا آپ ایک دن کنوئیں میں پڑے تھے، جواب میں فرمایا چاند کے اطراف اکثر مرتبہ ہالہ پڑتا ہے. اور چاند اس گھیرے میں گھر جاتا ہے تو کیا وہ گھیرا چاند کے حسن وکمال میں فرق لا سکتا ہے کہا کچھ نہیں. فرمایا اسی طرح یوسفؑ کا کنوئیں کے اندر رہنا یوسف کے کمالات کو کم نہیں کر سکتا دوست نے کہا کہ آپ کی مصر میں قیمت ہوئی اور آپ بیچے گئے فرمایا ایسا ہونا چاہیئے تھا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ یوسفؑ جیسے حسین کی بھی قیمت ہے. اگر بے قیمت ہے تو دنیا ایک ذات ہے جس کی شان ہے

اس کی کوئی شئے قیمت نہیں ہو سکتی، بادشاہ وہ مولیٰ سب کا بدلہ ہے مگر اس کا کوئی بدل نہیں.

ماں مر جائے وہ کام دے گا. باپ مر جائے وہ کام دے گا. وہ اکیلا جہاں بھر کا کام دیتا ہے مگر اس کی جگہ کوئی کام نہیں دے سکتا.

دوست نے کہا کہ آپ قید خانہ میں رہے، جواب میں فرمایا کہ بچہ ماں کے

پیٹ میں قید رہتا ہے کیا اس سے بچہ کا کچھ نقصان ہوتا ہے، بلکہ پیٹ میں قید رہنا ترقی اور حیات کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح یوسفؑ کا مصر کے قید خانہ میں رہنا باعث ہوا یوسف کی ترقی کا۔ بادشاہت قید خانہ سے ملی، ان باتوں کے بعد آپ نے فرمایا کہ دوست میرے لئے کیا لائے ہو، اس وقت اس دوست کے پاس کوئی چیز یوسفؑ کے قابل نہ تھی، ایک آئینہ نکال کر حضرت یوسفؑ کے سامنے رکھ دیا۔ جمال یوسف کا اس آئینہ میں چمکارا پڑا، اور یوسفؑ کے حُسن سے آئینہ کا حُسن دوبالا ہوگیا۔

یہ تحفہ لے کر حضرت یوسفؑ اپنے دوست سے بہت خوش ہوئے۔

مسلمانو! اسی طرح جب قیامت میں اللہ اپنے بندوں سے تحفہ طلب فرمائے گا تو توبہ سے دل کو پاک کیا ہوا مسلمان اپنے دل کو جو آئینہ کی طرح نور ایمان سے روشن ہوگا پیش کرے گا۔ مومن کے دل میں جب اللہ کا جلوہ نظر آئے گا سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہ پھر تو نور ہی نور ہو جائے گا۔ جیسے آئینہ کو سورج کے سامنے رکھا جائے تو سورج کے جلوہ سے آئینہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے

غرض کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرما کر حضرت یوسفؑ نے اپنا حق معاف کر دیا۔ بھائیوں سے حق العباد تو یوں معاف ہوا، اب حقوق اللہ رہا۔ اس کے لئے انہوں نے توبہ کر لی۔ حقوق اللہ بھی نہ رہے اس لئے فرمایا۔ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔

کیسا ہی گنہگار ہو جب توبہ کرے تو وہ معاف فرما دیتا ہے اسلئے کہ وہ ارحم الراحمین سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے کہ اوروں کا رحم اس کے رحم کرنے کے بعد ہوتا ہے وہ رحم نہ کرے تو کوئی رحم نہیں کرتا۔ کیوں نہ ہو اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں۔ اس میں ایک حصہ مخلوق میں تقسیم کیا گیا ہے، اسلئے ماں بچہ پر رحم کرتی ہے۔ ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو پھر اللہ کے رحم کا کیا ٹھکانا ہوگا

بآہے بسوزد جہانے گناہ :: بآشکے بشوید دو ورق سیاہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا یہ نمونہ ہے کہ ایک آہ سے بے گنتی گناہوں کو

جلادیتا ہے اور آنسوؤں سے دل کی سیاہی کو دھو دیتا ہے۔

بدر ماندہ تخت شاہی دہد ؛ بدر ماندگان ہر چہ خواہی دہد

عاجز کو تخت شاہی دیتا ہے، بے بس بے سہاروں کو جو چاہتا ہے وہ دیتا ہے

حدیث اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندے تجھ سے مجھ کو اس قدر محبت ہے اس قدر تجھ پر رحم آتا ہے کہ جب تو تتلا کر مجھ کو پکارتا ہے الٰہی! اسی وقت میں اپنے فرشتوں سے کہتا ہوں اگر یہ میرا کلام سننے کی تاب رکھتا تو میں فوراً کہتا لبیک۔ کیا ہے میرے بندے میں تیرے پاس ہوں گھبراؤ مت اب بھی کہتا ہوں گو یہ نہ سنے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا کہ پھر اعمال کی کیا ضرورت ہے۔ بندے تیرے عمل بھلے سے ہم کو تجھ پر رحم آتا ہے۔ تیرے عمل بھلے سے ہم کو تجھ پر غصہ آتا ہے، ہم تجھ پر تیری ماں سے زیادہ مہربان ہیں۔ بے شک ماں کو بچہ سے بہت محبت ہے مگر بچہ کو بھی ماں کے ساتھ کیا کچھ کم محبت ہے۔ ہزار بیٹھے ہوں بچہ ماں کو دیکھتے ہی ماں ہی کی طرف لپکتا ہے۔ کیا بچہ کا ماں سے ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے جیسا تیرا ہمارے ساتھ ہے۔ بندے تجھ کو جو اعمال کی تکلیف دیا ہوں تو اس پر عمل کر کے میرے ہی طرف آ۔ شیطان کی نہ سن، اسی سے میری محبت اور رحمت تجھ سے زیادہ ہوگی۔

اعمال نہ کر کے اللہ کی رحمت کا طالب ہونا ایسا ہی ہے کہ جو بچہ ہونے کا امیدوار ہو اور وہ نکاح ہی نہ کرے، یا نکاح کرے اور جماع نہ کرے تو لوگ اس کو احمق کہیں گے۔ ایسا ہی وہ بھی احمق ہے جو نیک اعمال نہ کرے گناہ نہ چھوڑے اور رحمت کا امیدوار رہے۔ آئندہ کے لئے تو نیک اعمال کر کے ہماری رحمت کو کھینچ لے اور گذشتہ کے لئے توبہ کر کے اس طرح گڑ گڑا اؤ ؎

نہ یوسف کہ چنداں بلا دید دہند ؛ چو حکمش رواں گشت و قدرش بلند

یوسف ؑ نے کیا کیا بلائیں و مصیبتیں دیکھیں قید ہوئے کونسی تکلیف تھی جو نہ اٹھائی جب کہیں حکومت ملی، مرتبہ ملا۔

گنہ عفو کرد آلِ یعقوب را ⁂ کہ معنے بود صورتِ خوب را

تو اپنے بھائیوں کے تمام قصوروں کو معاف کر دیئے کیوں نہ ہو ظاہری حسن وصورت کے ساتھ باطنی حسن سیرت بھی ہوا کرتا ہے۔

بکردار بدشان مقید نہ کرد ⁂ بضاعات مزجات شان رد نہ کرد

ان کی بدکرداری کے بدلہ میں ان کو مقید نہیں کیا۔ ان کے کھوٹے سرمایہ کو واپس نہیں کیا

ز لطفت ہمیں چشم داریم نیز ⁂ درین بے بضاعت بہ بخش اے عزیز

اے اللہ! ہم آپ کی مہربانیوں سے ایسی ہی امید رکھتے ہیں، ہمارے بے سرمایہ ہونے کو نہ دیکھئے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف کر دیجئے۔

بضاعت نیاوردیم الا امید ⁂ خدایا ز عفوم مکن نا امید

ہم آپ کے دربار میں سرمایہ نہیں لائے ہاں امید لائے ہیں۔ اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف نہ کرکے ناامید نہ بنایئے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کو ظاہر کرکے بھائیوں کو بتادیا کہ شاہ مصر میں یوسفؑ ہی ہوں اور بہت خاطر اور عزت سے بھائیوں کی مہمانداری کر رہے ہیں۔ اور ان کے تمام قصوروں کو معاف کر دیا ہے صرف ایک مرتبہ بر سبیل تذکرہ اپنے والد کی کیفیت پوچھی تو بھائیوں نے کہا ان کی حالت نہ پوچھئے جب آپ کا خون بھرا کرتہ انکو دکھایا گیا تو انہوں نے اس کرتہ کو اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ہمیشہ اس خون بھرے کرتہ کو آنکھوں پر رکھتے تھے اور روتے تھے آخر روتے روتے آنکھیں جاتی رہیں یہ سنکر حضرت یوسفؑ بہت روئے اور افسوس کیا اور فرمایا اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا اپنا قمیص دیکر اس کو لے جاؤ۔ فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا اس کرتہ کو بابا کے چہرہ پر ڈال دو، آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور وہ دیکھنے لگیں گے۔ وَاْتُوْنِىْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ تم اپنے کل خاندان اور بیوی بچوں کو لے کر میرے پاس چلے آؤ۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ۔ ادھر قافلہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ لئے ہوئے مصر سے باہر نکلا اور حضرت یعقوبؑ کہنا شروع

گیا۔ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ

اگر تم مجھ کو یہ نہ سمجھو کہ بڑھاپے میں بہک گیا ہوں تو میں ایک بات کہتا ہوں کہ مجھے اس وقت یوسف ؑ کی خوشبو آرہی ہے۔

دوستو! ذرا غور کرو، ایک وقت وہ تھا کہ حضرت یوسف ؑ گھر کے پاس کنعان کے کنوئیں میں ہیں، یعقوب علیہ السلام کو اس کا کچھ علم نہ ہوا۔ اور ایک وقت یہ ہے کہ ابھی کرتہ دس دن کے راستہ پر ہے اور یعقوب علیہ السلام گھر میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ مجھے یوسف ؑ کی خوشبو آرہی ہے، حضرت سعدی ؒ خوب فرماتے ہیں ؎

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند ٭ کہ ای روشن گہر پیر خردمند

حضرت یعقوب علیہ السلام سے کسی نے پوچھا اے روشن دل عقلمند پیر مرشد

زمصرش بوئے پیراہن شنیدی ٭ چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

مصر سے تو حضرت یوسف ؑ کے پیراہن کی بو آپ نے سونگھ لی، کنعان کے کنوئیں میں پاس کے پاس کیوں خود ان کو نہ دیکھا۔

بگفت احوالِ ما برق جہانست ٭ دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

آپ نے فرمایا ہمارا حال کوندنے والی بجلی کی طرح ہے، کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ

گہے بر طارم اعلےٰ نشینم ٭ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کبھی بلند بالا خانہ پر بیٹھتا ہوں، کبھی اپنے پاؤں کی پیٹھ تک سے بے خبر رہتا ہوں۔

صاحبو! یہ روح کی ناک ہے جو دس دن کے راستہ سے سونگھ رہی ہے اسی کو مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

آں شنیدی داستانِ بایزید ٭ زحال بوالحسن پیشیں چہ دید

حضرت بایزید ؒ کی داستان کیا تم نے سنا نہیں حضرت ابوالحسن ؒ کی حالت کی پیشین گوئی کرتے ہوئے انہوں نے کیا فرمایا

روزے آں سلطان تقوی میگذشت ٭ با مریداں جانب صحرا و دشت

ایک دن حضرت بایزیدؒ جو متقیوں کے سلطان تھے اپنے مریدوں کے ساتھ جنگل کی طرف گذر رہے تھے۔ آپ کو رَے کی طرف سے خوشبو آئی آپ مست ہو کر مشتاقانہ نالہ کرنے لگے ایک مرید نے جرأت کر کے پوچھا حضرت پر اس وقت جو حال طاری ہوا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے ؎

گفت بوئے بوالعجب آمد یمن
ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن

حضرت نے فرمایا کیا کہوں عجیب بو مجھ کو آ رہی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن سے آئی تھی ؎

کہ محمدؐ گفت بر دست صبا ؛ از یمن می آیدم بوئے خدا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبا ایک اللہ والے کی بو یمن کے طرف سے لا رہی ہے ؎

از اویس و از قرن بوئے عجب ؛ مر نبی را مست کرد و پر طرب

وہ کون اللہ والا تھا وہ اویسؒ قرنی تھے ان کی عجیب بو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مست بنا دیا تھا ؎

گفت زیں سو بوئے یارے می رسد
اندریں دہ شہریارے می رسد

حضرت بایزیدؒ نے فرمایا اس طرف سے ایک اللہ کے دوست کی بو آ رہی ہے اس گاؤں میں تصوف کے سلطنت کا بادشاہ آنے والا ہے ؎

بعد چندیں سال می زاید شہے ؛ می زند بر آسمانہا خرگہے

کئی سال کے بعد یہاں اولیاء اللہ کا بادشاہ پیدا ہونے والا ہے اس کی شان کیا پوچھتے ہو، آسمانوں پر اس کا ڈیرہ لگا ہوا ہو گا۔

وہ مرتبہ میں مجھ سے زائد ہوں گے لوگوں نے کہا ان کا نام کیا ہو گا۔ فرمایا ان کا نام "ابوالحسن" ہو گا۔ ان کا حلیہ یہ ہے کہ بال ایسے ہوں گے ان کا قد

ان کا رنگ، ان کی شکل ان کے اخلاق ایسے ہوں گے۔ یہ ہے روح کی آنکھ۔
ساریہؓ سپہ سالار کو حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کئی منزل دور سے دیکھ رہے ہیں اور وہ حضرت عمرؓ کی آواز سنتے ہیں، یہ ہے روح کے آنکھ اور کان۔

غرض انسان ایک لطیف جوہر ہے۔ اس کے حواس میں ایسی قوتیں ہیں مگر جسم کی کثافت نے اسکے حواس کو گھٹا دیا ہے، جب جسم کے آثار کا غلبہ ہوتا ہے تو کنعان کے کنوئیں کی خبر نہیں ہوتی، اور جب روح کا غلبہ ہوتا ہے تو دس منزل سے یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو آجاتی ہے۔ اسی واسطے جو مسلمان نیک ہے جب وہ قبر سے نکلے گا تو پانچسو برس کی مسافت سے جنت کی خوشبو سونگھے گا جسم کے آثار کو دبانے اور روح کی لطافت کو بڑھانے کے لئے نماز، زکوٰۃ حج روزہ، تراویح اور دوسرے احکام مقرر کئے گئے ہیں۔

ان ریاضتوں سے کم سے کم روح ایسی رہے جیسے آگ راکھ کے اندر کہ راکھ ہٹی اور آگ دکھنے لگی مرتے ہی روح اپنی اصلی لطافت پر آجائے گی روزہ، نماز ادا نہ کرنے سے روح جسم میں ایسی رہتی ہے جیسے کوئلہ راکھ میں، راکھ ہٹتے ہی سیاہ کوئلہ رہ جاتا ہے۔ مرتے ہی روح پر ظلمت چھائی رہتی ہے، وہی عذاب کا سبب ہوتا ہے۔

صاحبو! اس واقعہ سے ایک اور بات معلوم ہوئی کہ تقدیر پلٹی ہوئی ہوتی ہے اور خدا کو منظور نہیں ہوتا ہے تو سہل چیز بھی مشکل بن جاتی ہے پاس کے کنوئیں ہی خبر نہیں۔ اور جب زمانہ اقبال کا ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ چاہتا ہے تو مشکل سے مشکل چیز آسان ہوجاتی ہے۔ دس منزل سے خوشبو آرہی ہے۔

جب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ خدمت کے لئے جو بیٹے رہ گئے تھے انہوں نے باپ سے یہ سُنکر کہا اباجان تم تو اپنی وہی پرانی محبت میں بے سدھ ہو، جب سوجھی ہے وہی یوسفؑ کی بھلا یوسفؑ اب کہاں اس کو تو زمانہ ہوا، بھیڑیئے نے کھالیا ہے ؎

مدتیں گزریں زمانہ ہو گیا ؛ قصۂ یوسفؑ پرانا ہو گیا

اس کا جواب حضرت یعقوبؑ نے کچھ نہیں دیا، جب وقت آئے گا اُس وقت جواب دیں گے۔ مصر سے کرتہ بھیجنے کے وقت مشورہ ہوا کہ اس کو کونسا بھائی لے جائے جو بھائی خون بھرا کرتہ لے گیا تھا اس نے کہا" وہ کرتا لے جا کر باپ کو رنج دیا ہوں اس لیئے یہ کرتا لیجا کر ان کو خوش کرنا چاہتا ہوں سب راضی ہوئے، وہی بیٹا جو خون بھرا کرتا لے گیا تھا اب یہ خوش کرنے والا کرتہ بھی لیجا رہا ہے۔

بن یامین پیدا ہونے کے پہلے یعقوب علیہ السلام کے پاس ایک باندی تھی جب بن یامین پیدا ہوئے اور ان کے ماں کا انتقال ہو گیا تو بن یامین کو اس باندی کا دودھ پلانے لگے۔ کل دودھ بن یامین کو ملنے کے لئے گھر میں جو لوگ تھے، انہوں نے اس باندی کے بچہ کو بیچ دیا۔ باندی نے رو کر کہا مجھ میں اور میرے بچہ میں جنہوں نے جدائی ڈالی ہے۔ ان میں اور ان کے چہیتوں میں بھی اے خدا تو جدائی ڈال۔ غیب سے آواز آئی تو غمگین مت ہو، تیری دعا قبول ہو گئی ہے۔ ان میں اور جن کو وہ چاہتے ہیں اس میں جدائی ڈالدی جائے گی۔ جب تک تیرا بچہ تجھے نہ ملے وہ ان کو نہیں ملے گا۔ غرض یوسفؑ جدا کر دیئے گئے۔ اور وہ باندی کا بچہ بکتے ہوئے مصر میں آیا یوسف علیہ السلام نے اس کو خرید لیا۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ یہی باندی کا بچہ ہے اس غلام کو قمیص لیجانے والے بھائی کے ساتھ کر دیا جب یہ دونوں کرتا لیکر کنعان میں پہنچے تو ہیں اُس وقت حضرت یعقوبؑ کے فرزند کسی وجہ سے کچھ پیچھے رہ گئے تھے اور غلام بستی میں گیا، دیکھا کر وہاں کے کنوئیں پر ایک عورت کپڑے دھو رہی ہے۔ اس نے اس سے کہا حضرت یعقوبؑ کا گھر کدھر ہے۔ اس عورت نے کہا تجھے یعقوب سے کیا کام وہ کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کسی کی بات نہیں سنتے اکسی کی طرف دیکھتے نہیں کسی کی ضرورت کو پورا کرتے نہیں وہ ایک غمزدہ مرد ہیں۔ رات دن ان کو رونا ہے۔ غلام نے کہا کسقدر تم نے بات کو طول دیا ہے۔ کہو ان کا ٹھکانا کہاں ہے۔ میں یوسفؑ کے پاس سے آیا ہوں، وہ

عورت چلا اٹھی اور کہا الٰہی کیا تیرا یہی وعدہ تھا، اس غلام نے کہا تیرا کیا واقعہ ہے۔ اس نے اپنا قصہ بیان کیا۔ اس غلام نے نام اور کیفیت پوچھی اور اس نے پتہ بتادیا تو اس غلام نے کہا اماں میں ہی تمہارا بیٹا ہوں۔ اللہ کسی سے وعدہ خلافی نہیں کرتا، وہ بہت خوش ہوئی سینہ سے لگا لیا، ایسے میں حضرت یعقوبؑ کے بیٹے بھی آگئے یہ سب مل کر گھر کو گئے۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا وہی لڑکا جس نے بکری کے خون میں یوسف علیہ السلام کا کرتہ رنگ کر یعقوب علیہ السلام کو لادیا تھا اور یہ کہا تھا یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کھالیا ہے۔ اس وقت وہی خوشخبری لانے والا بن کر یوسف علیہ السلام کا کرتہ حضرت یعقوبؑ کے چہرہ پر ڈالتا ہے۔ کرتہ چہرہ پر پڑنا ہی تھا کہ فوراً آنکھیں کھل گئیں جس طرح پہلے دیکھتے تھے ویسے ہی دیکھنے لگے۔

صاحبو! لباس کی صحبت کا یہ اثر ہے تو لباس والے کی صحبت کا کیا اثر ہوگا اس کو خود سمجھ لیجئے اس آیتہ سے اولیاء اللہ کی اور نیکوں کی صحبت کا مفید ہونا معلوم ہوا نئی تعلیم یافتہ کثرت سے اور پرانے لوگوں میں وہابی اولیاء اللہ کے لباس کی برکت کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان کا خیال غلط ہے۔ اولیاء اللہ کے لباس کی برکت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ مشاہدہ سے بھی برکت ثابت ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اپنا ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ انہوں نے اسکو اپنے کفن کے واسطے رکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ اسکو میرے کفن میں شریک کرنا۔

حدیث ایک مرتبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے بال تقسیم فرمائے تھے جس کو حضرات صحابہ نے بڑے ادب اور اہتمام سے محفوظ رکھا تھا۔

حدیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کے لباس میں برکت ہے یہ قدیم سے چلا آرہا ہے تابوت سکینہ کس کو نہیں معلوم

حکایت ایک صاحب کا تجربہ ہے ان کو ایک بزرگ نے چینٹ کا جبہ دیا تھا، فرماتے ہیں میں اس کو پہنتا تو جب تک بدن پر رہتا کسی گناہ صغیرہ و کبیرہ کا وسوسہ تک نہ آتا تھا، پہلے تو میں اس کو اتفاقی امر سمجھا لیکن جب بار بار پہننے کے بعد یقین ہوگیا کہ یہ اس لباس کی برکت ہے

یوسف علیہ السلام کے قمیص لانے والے کو بشیر فرمایا، کیوں کہ وہ لقاء محبوب یعنی لقاء یوسف علیہ السلام کی بشارت سنانے والا تھا یا صحت جسمانی کا مژدہ سنانے والا تھا کہ اب نابینائی کا زمانہ ختم ہوگیا، بینائی کا وقت آگیا۔ یہ بھی سوچیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو لقاء محبوب حقیقی کی مسرت سنانے والے ہیں۔ اور جو دل کی بینائی کی خوشخبری لانے والے ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا۔ بیشک آپ اس نام کے زیادہ مستحق ہیں اسلئے کہ آپ کلام الٰہی لانے والے ہیں۔ جو قمیص یوسفؑ سے بدرجہ بڑھکر ہے۔ آپ لقاء الٰہی کا مژدہ سناتے ہیں۔ اس سے بڑھکر کوئی مسرت نہیں ہوسکتی اسلئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بشیر ہے۔

اگر کوئی کہے آپ کا نام نذیر بھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا نام نذیر ہوتا بھی بشیر ہونا ہے۔

جیسے طبیب ڈراتا ہے کہ دیکھو فلاں فلاں چیز نہ کھانا ورنہ بہت ضرر ہوگا تو وہ درحقیقت ڈرانا نہیں بلکہ صحت کی خوشخبری سنانا ہے کہ اگر تم ان چیزوں سے پرہیز رکھوگے تو بہت جلد اچھے ہو جاؤ گے۔ اسی طرح جن امور سے حضورؐ نے ڈرایا ہے وہاں اصل میں ڈرانا مقصود نہیں ہے بلکہ جنت کی خوشخبری سنانا ہے کہ اگر ان کاموں سے بچتے رہوگے تو جنت میں بے کھٹکے پہنچ جاؤ گے پس حقیقت میں آپ کا ڈرانا بھی خوشخبری سنانا ہے

اس کی تائید سورۂ رحمٰن سے ہوتی ہے۔ نعمتوں کے ذکر کے بعد فَبِاَیِّ آ
لَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ فرمایا ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے
عذابوں اور مصیبتوں کے بعد بھی فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ
کہنے کا کیا موقع ہے۔

سو بات یہ ہے کہ مصیبت اور عذاب کا بیان کرنا بھی نعمت ہے اگر نہیں بیان کیا جاتا تو ان سے بچنے کا اہتمام نہیں ہوتا، اس لئے وہ بھی نعمت ہے۔ ان کاموں سے بچتے رہو اگر جنت میں جانا چاہتے ہو بشیر حضرت یعقوبؑ کے پاس لباس ظاہری لایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس لباس تقویٰ لائے ہیں جو رگ رگ میں اتر کر جاتا ہے۔ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ لباس تقویٰ وہ چیز ہے جس کے بدولت قمیص یوسفی میں بھی برکت آگئی۔ قمیص یوسفی سے ظاہری آنکھیں روشن ہوئیں، لباس تقویٰ سے دل کی آنکھیں بینا ہوتی ہیں۔ ظاہری آنکھ کا اندھا ہونے سے صرف دنیا کا کسی قدر نقصان ہے، آخرت کا کچھ نقصان نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں کے اندھا ہونے سے جنت ملتی ہے پہلے سب سے اندھوں کو دیدار خدا ہوگا۔ بخلاف اس کے دل کی آنکھ جاتی رہے تو جہنم کا سامنا ہوگا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نائب اس قاصد سے بڑھے ہوئے ہیں جو قمیص لایا تھا۔ کیوں کہ اس نے تو صرف دنیا کا نفع پہنچایا کہ آنکھیں کھل گئیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نائب اس قاصد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جو قمیص لایا تھا۔ کیوں کہ اس نے تو صرف دنیا کا نفع پہنچایا کہ آنکھیں کھل گئیں۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لباس تقویٰ لائے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے دل کو بینا کرتے ہیں جو جہنم سے بچنے اور جنت میں جانے کا سبب بنتا ہے۔

اس آیت میں ایک اور نکتہ ہے سنو صاحبو! اس آیت سے معلوم ہوا کہ

یوسف علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام کو فیض پہونچا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ چھوٹے سے بھی بڑے کو فیض ہو سکتا ہے۔ مشائخ اور مرشد ناز نہ کریں کہ ہم سے ہی فیض پہنچتا ہے۔ بعض دفعہ مرید سے بھی مرشد کو فیض پہنچتا ہے جس کی اُس کو خبر نہیں ہوتی جیسے استاد کو بعض دفعہ شاگرد سے فیض ہو جاتا ہے بعض طلباء ایسا سوال کرتے ہیں جس کی طرف استاد کو کبھی التفات نہیں ہوتا۔ شاگرد کے سوال کی برکت سے استاد کے دل پر جواب وارد ہوتا ہے تو یہ جواب دراصل شاگرد کی کشش سے وارد ہوا ہے۔ بعض مقام کی تقریر صحیح استاد کے ذہن میں نہیں ہوتی شاگرد کے عبارت پڑھنے سے اور ترجمہ کرنے سے استاد کے دل پر صحیح تقریر ظاہر ہوتی ہے۔ مگر حقیقت میں یہ استاد کا فیض ہے کہ یہ استعداد استاد ہی کے برکت سے ہے۔ اسلئے شاگرد کو اور مرید کو ناز نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ مجھکو یہ استعداد کہاں حاصل تھی، یہ سب استاد اور مرشد کی برکت ہے اس تقریر سے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا جو اکثر کیا جاتا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ بعض دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رائے دی تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ان کے خلاف ہوئی تھی مگر وحی حضرت عمرؓ کے رائے کے موافق ہی آئی تھی اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ معاذ اللہ حضرت عمرؓ حضرتؐ سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ اسلئے حضرت عمرؓ کی وہ رائے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض تھا۔ جیسے شاگرد کو استاد سے فیض پہنچتا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ میں یہ استعداد نہیں پیدا ہوتی رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رائے میں کیوں نہ آئی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ میں ایک شان کا غلبہ تھا جیسے سختی کرنا کفار پر اس شان کے مناسب فوراً دل پر خدا کے مرضی کے موافق رائے آگئی، حضرت جامع کمالات تھے آپ میں سختی بھی تھی اور نرمی و رحمت بھی اسلئے اس طرف جلد ذہن نہیں گیا۔ جس طرف حضرت عمرؓ کا گیا۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ قمیص یوسفیؑ میں خوشبو کا کمال وصف تھا اس سے معلوم ہوا کہ کاملین میں بھی کمالات ہونا ضروری ہے۔ جس بزرگ میں کمال ہو اسکو لگو لپٹو جس میں کمالات نہوں اس سے الگ رہو، وہ کمال کیا ہے مولانا فرماتے ہیں

کار مرداں روشنی و گرمی است ✿ کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

روشنی سے مراد معرفت ہے، گرمی سے مراد عشق ہے۔ یعنے کامل کے اندر معرفت کی روشنی اور عشق کی گرمی ہوتی ہے۔ اور ناقص کے پاس حیلہ و مکر اور بیہودہ دعووں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ عارف کی شناخت یہ ہے کہ اس کے بیان سے قلبی اطمینان ہو۔

کامل کی پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھ کر دل خود بخود خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، بشرطیکہ یہ بیٹھنے والا معتقد نہو تو کم سے کم خالی الذہن بد دشمنی اور حسد رکھنے والا نہو، کرامت دیکھنے کی ضرورت نہیں کرامت سے واصل الی اللہ نہیں ہوتا۔ واصل الی اللہ معرفت اور عشق سے ہوتا ہے ہاں یہ بات دیکھنے کی ہے کہ وہ متقی پرہیز گار ہو، کیوں کہ فاسق واصل الی اللہ نہیں ہوتا بلکہ واصل الی الشیطان ہوتا ہے۔ وہ آپ کو واصل الی اللہ کیسے بنا دے گا۔

بعض لوگ بے نمازی شرابی اور کبابی آدمیوں کے معتقد ہوتے ہیں اور کہتے کہ ان کا ظاہر گو خراب ہے مگر ان کے دل میں خدا ہے، صاحبو! اگر دل میں خدا ہوتا تو اس کے اثر سے ظاہر میں تقویٰ و پرہیز گاری بھی ضرور ہوتی۔ اسلئے مولانا فرماتے ہیں ؎

گر انار ے میخری خنداں بخر ✿ کہ دہد خندش ز دانہ او خبر

جب انار خرید تو کھلا ہوا خرید و، جس کے سب دانے نظر آرہے ہوں اس کے اندر کا حال تم کو خریدنے کے پہلے معلوم ہو جائے گا۔ بند انار نہ خریدو کہیں اندر سے کچا نہ نکلے۔

حکایت

سڑک پر ایک شخص ننگا مادر زاد مجذوب بنا ہوا بیٹھا تھا لوگ اس کے معتقد اطراف گھیرے ہوئے کھڑے تھے اور وہ پیشاب کی جگہ دکھا کر کہہ رہا ہے کہ یہ الف ہے، لوگ ادب سے کھڑے سن رہے ہیں اس طرف سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا گذر ہوا۔ اسکو ایسا بکتے ہوئے دیکھ کر فرمایا مُرید کو، کہ پیچھے سے اس کو ایک لات مار، اور کہہ کہ الف کے نیچے بھی کہیں دو نقطے ہوتے ہیں۔

غرض حضرت یوسفؑ کے کرتے سے یعقوب علیہ السلام کے آنکھیں روشن ہوگئیں۔ دوستو! ایک وہ کرتا تھا کہ جس کو دیکھ کر یعقوبؑ السلام کے آنکھوں میں دنیا اندھیری ہوگئی اور ایک یہ کرتا ہے جس کے منھ پر ڈالنے سے آنکھوں کا نور لوٹ آیا تیسرے کرتے کو بھی یاد کیجیئے کہ زلیخا کے تہمت لگانے کے موقع پہ سچ اور جھوٹ کا معیار مقرر ہوا تھا۔

دوستو! ایک اور کرتہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو رہا تھا اسوقت صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ کا جبہ شریف کس کو دیں، آپ نے فرمایا۔ اویس قرنیؓ کو دینا۔ بعد وفات کے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوفہ میں آئے اور دریافت کیا اویس قرنیؓ کو کوئی پہچانتا ہے۔ لوگوں نے کہا وہ بھی کوئی آدمی ہے ایک دیوانہ ہے۔ مخلوق سے بھاگتا رہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ ہیں کہاں، لوگوں نے کہا فلاں جنگل میں ہیں اونٹ چراتے ہیں، سوکھی روٹی کھاتے ہیں آبادی میں نہیں آتے کسی کے ساتھ ملکر نہیں بیٹھتے۔ غم و خوشی ان کے پاس یکساں ہیں، دونوں حضرات اس جنگل میں گئے جہاں وہ رہتے تھے دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں، اُن کے اونٹوں کو فرشتے چرا رہے ہیں، نماز کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب سلام کا دیا۔ ان دونوں حضرات نے ان سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ انہوں نے کہا خدا کا بندہ، پھر ان دونوں حضرات نے کہا ہم سب خدا کے بندے ہیں آپ کا خاص نام کیا ہے تو انہوں نے کہا اویسؓ۔ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو علامتیں

بتائی تھیں وہ سب ان میں پائی گئیں. تب ان دونوں حضرات نے ان کا ہاتھ چوم کر کہا حضرت کی وصیت ہے کہ یہ جبہ آپ کو دیدیا جائے اور سلام کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کہ اس جبہ کو پہن کر میری امت کے لئے دعا کرو، انہوں نے کہاں اس کرتہ کے اہل آپ لوگ ہیں ان حضرات نے فرمایا نہیں آپ کے لئے وصیت ہے آپ ہی ہیں

اویس ؒ نے کہا عمر ؓ دیکھو جی وہ کوئی اور شخص ہوں گے. ان دونوں حضرات نے کہا آپ ہی ہیں ساری علامتیں آپ میں پائی جاتی ہیں. تو اویس ؒ نے فرمایا اچھا وہ کرتہ مجھ دو تاکہ میں دعا کردوں، آپ لوگ یہیں رہو، خود دور ایک غار میں گئے زمین پر متھ رکھ کر کہتے تھے الٰہی یہ کرتہ نہیں پہنوں گا. جب تک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو نہ بخشے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر ؓ اور علی ؓ اپنا اپنا کام کر چکے، اب آپ کا کام بخشنا باقی رہ گیا. آواز آئی بخشے ہیں، عرض کیا نہیں کل بخشدیجئے لکھو کھا کی بخشش کا وعدہ ہے رہے تھے مگر راضی نہیں ہو رہے تھے. وہ دونوں حضرات بہت دیر انتظار کرکے جہاں اویس ؒ تھے وہاں پہنچے ان کو دیکھ کر اویس ؒ نے فرمایا اگر آپ اور تھوڑا توقف کرتے تو کل امت کو بخشوا لیتا. یہ کہہ کر چلے آئے.

غرض حضرت یعقوب خوش ہیں اور مصر میں حضرت یعقوب ؑ کی آمد آمد کی خبر گشت لگا رہی ہے. ہر شخص کی زبان پر ہے.

آمد آمد ہے یہاں محبوب کی ∴ آمد آمد ہے یہاں یعقوب ؑ کی

دوستو! ذرا غور سے پھر سنو کہ جب حضرت یوسف ؑ کو اپنے والد کے نابینا ہونے کا حال معلوم ہوا تو اپنا کرتہ بھیج دیا کہ یہ ان کے منہ پر ڈال دو، آنکھ روشن ہو جائیں گی کرتہ مصر سے نکلتے ہی دس منزل دور اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا مجھ کو تو یوسف ؑ کی خوشبو آرہی ہے تو جو اولاد آپ کے پاس تھی وہ کہنے لگی آپ بوڑھے ہونے کی وجہ سے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں. حضرت یعقوب ؑ کا حلم تھا کہ اسوقت کچھ جواب نہیں دیا. جب وہ کرتہ آگیا منہ پر ڈالنے سے بینائی عود کر آئی اور آپ. دیکھنے لگے تو اب جواب دیتے ہیں وہ بھی کس اخلاق کے ساتھ قال الم

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اسی لئے تم کو یوسف کی تلاش کے لئے بھیجا تھا۔ یوسفؑ کی خوشبو کی خبر دی تھی، خواہ مخواہ تم مجھ کو جھٹلا رہے تھے آپ کو یاد ہوگا کہ بی زلیخا کو جب انکار کی کوئی صورت نہ رہی تو اس نے سر دربار اقبال جرم کیا کہ یوسفؑ معصوم ہیں۔ میری خطا ہے میں نے ان کو پھسلایا، ایسے ہی اب فرزندان یعقوبؑ کو بھی انکار کی کوئی صورت نہ رہی تو انہوں نے بھی اقبال جرم کرلیا اور کہا۔ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِیْنَ ۔ اے ہمارے باپ خدا سے ہمارے لئے گناہوں کی مغفرت کی دعا کیجئے۔ بے شک ہم خطاوار ہیں۔

فرزندان یعقوب کے انداز بیان کو دیکھئے ان کے ذمہ حقوق اللہ بھی اور حقوق العباد بھی تھے صرف خدا کا ہی قصور نہیں کیا ہے بلکہ باپ کو بھی تکلیف دی۔ اس لئے ایسا جامع لفظ اختیار کیا کہ دونوں حقوق اس میں آجائیں، باپ سے کہتے ہیں کہ ابا ہمارے گناہوں کے مغفرت کی دعا کیجئے۔ بندوں کا حق بندے ہی معاف کریں خدائے تعالیٰ معاف نہیں کرتا۔ اس لئے جب تک حضرت یعقوب معاف نہ کریں وہ خدا سے ان کے مغفرت کی دعا نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے ضرور ہے کہ یعقوب علیہ السلام اپنا قصور معاف کرکے خدا سے ان کے مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت یعقوب بھی اس کو سمجھ گئے آپ نے فرمایا قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا بے شک وہ غفور و رحیم ہے اسی وقت ان کے مغفرت کی دعا نہ کرکے آئندہ دعا کرنے کا وعدہ اس لئے کیا کہ میں اپنا حق تو معاف کرتا ہوں، یوسفؑ کو جو تم نے ایذا دی ہے اس کو میں کیا کروں گا۔ وہ تو یوسفؑ ہی کو معاف کرنا چاہیئے جب یوسفؑ سے ملوں گا وہ اپنا حق معاف کریں گے تو خدا سے خدا کا حق معاف ہونے کی دعا کروں گا۔ وہ غفور و رحیم ہے۔ بندے اپنا حق معاف کرنے کے بعد وہ بھی اپنا حق معاف کردے گا۔

دوستو! آپ کچھ سن رہے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام پیغمبر وقت ہیں

گھر کی بات ہے کہ ایک بیٹے کا حق جو ایک بیٹے پر ہے، حضرت یعقوبؑ اس کو معاف نہیں کر سکتے ہیں اور حضرت یوسفؑ کے معاف کئے بغیر مغفرت کی دعا نہیں کر رہے ہیں تو ہم جو دنیا بھر کے حقوق العباد لیجا رہے ہیں ہمارا حشر کیا ہوگا

جب یعقوب علیہ السلام کے منہ پر حضرت یوسفؑ کا کرتہ ڈالا گیا اس کے اثر سے بینائی عود کر آئی یعقوب علیہ السلام دیکھنے لگے. کرتہ لانے والے سے آپ نے پوچھا یوسف کیسے ہیں وہ بولا مصر کے بادشاہ ہیں آپ نے فرمایا بادشاہت لے کر میں کیا کروں؟ ارے یہ بتا کہ دین کیا ہے کہا کہ مسلمان ہیں، باپ دادا کے طریقہ پر ہیں. حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اب اللہ کی نعمت پوری ہوئی.

دوستو! یہ ہے اللہ والوں کی علامت پہلے دینداری دیکھتے ہیں اور پھر دنیا جیسے غافل دنیا کی نعمت پر خوش ہوتے ہیں. ایسے اللہ والے آخرت کی نعمت پر خوش ہوتے ہیں اور اسی کو پوری نعمت سمجھتے ہیں.

یوسف علیہ السلام کا عجیب واقعہ ہے گھر سے نکالے جاتے ہیں خواب دیکھ کر پھر خواب کی تعبیر دیکر قید سے نکلتے ہیں اور پھر خواب کی ہی تعبیر دیکھ کر بادشاہ بنتے ہیں کرتہ ہی نے باپ کو غم میں مبتلا کیا کرتہ ہی نے باپ کے غم کو دور کیا، کرتہ ہی سے عصمت ثابت ہوئی زلیخا عاشق ہوئی آنکھیں کھوئیں، حضرت یعقوبؑ نے بھی ان کے عشق میں آنکھیں کھوئیں. زلیخا کی بھی وصال کے پہلے آنکھیں روشن ہوگئیں اور حضرت یعقوبؑ کی بھی وصال سے پہلے آنکھیں روشن ہوگئیں، پھر اس کرتہ لانے والے نے یوسفؑ علیہ السلام کا خط دیا. حضرت یعقوبؑ اس خط کو محبت سے چومنے لگے اور فرمایا خدا تیرا شکر ہے مجھ کو آنکھیں دیں کہ میں اپنے پیارے بیٹے کا خط دیکھ رہا ہوں.

حضرت یوسفؑ نے خط میں لکھا تھا ابا جان میں خود آپ کے پاس حاضر ہوتا. ارادہ کیا تھا کہ خود حاضر ہو کر ملاقات کروں، کیا کروں مجھکو اللہ کی اجازت نہیں ہے اللہ کا حکم ہے کہ آپ مع خاندان کے میرے پاس تشریف لائیں. فَيَكُوْنُ لَكَ فَرْحَتَانِ

آپ کو دو خوشیاں ہوں گی۔ فَرْحَۃُ اللِّقَاءِ وَفَرْحَۃُ الْعَطَاءِ ایک ملاقات کی خوشی۔ دوسری جو کچھ مجھ کو خدا نے سلطنت وغیرہ دی ہے اس کے دیکھنے کی خوشی۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

حدیث لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ روزہ دار کو دو خوشیاں ہوں گے، ایک فرحت افطار کے وقت، دوسری فرحت اللہ کے دیدار کے وقت۔

غرض یوسفؑ نے اُس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ بادایاں مصر میں قبطی کافر بیری رہا یا ہیں۔ ان کے سامنے آپ کی محتاجی ظاہر ہوگی تو وہ آپ کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ زیب و زینت کے ساتھ تشریف لائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ مسلمان کی شان یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے عاجزی اور ذلت سے پیش آتے ہیں اور کافروں پر عزت ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کے اور آپ کے خاندان کے مردوں کے لئے علیحدہ اور عورتوں کے لئے علیحدہ کپڑے بھیجتا ہوں۔ قیمتی گھوڑے اور اونٹ زرین زین کسے ہوئے اور ہر سواری کے ساتھ کئی غلام بھیج رہا ہوں اس طرح تشریف لائیے تاکہ کافروں کو ہنسنے کا موقع نہ ملے۔

دوستو! سن رہے ہو، ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا معاملہ مسلمانوں سے ہوگا جب مسلمان قبر سے نکلے گا تو بہترین سواری نہایت آراستہ قبر کے کنارے دیکھے گا اور اس سواری کے ساتھ ایک فرشتہ جنتی کپڑوں کا جوڑا لئے ہوئے کھڑا ہوگا۔ اور یہ کہے گا اے مسلمان! اے خدا کے دوست لو یہ کپڑوں کا جوڑا پہنو اور اس سواری پر سوار ہو کر چلو، تاکہ تمہارے دشمن کافر اس طرح تم پر نہ ہنسیں کہ مسلمانوں کو مسلمانی سے کیا ملا۔ یہ بھی ننگے ہیں اور ہم بھی ننگے ہیں بلکہ کافر ننگے رہیں گے۔ مسلمانوں تم کپڑے پہنے رہو۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ کیا مومن کافروں کی طرح رہیں گے؟ نہیں! دونوں برابر نہیں رہ سکتے۔

آپ کو یاد ہوگا یعقوب علیہ السلام کے فرزند یعقوب علیہ السلام کو مسلسل حضرت یوسفؑ کے ہلاک ہونے کا یقین دلاتے رہے مگر حضرت یعقوب ہمیشہ ان کی باتوں کو رد ہی کرتے رہے۔ یوسفؑ سے جدائی کو امتحان سمجھتے رہے اور اس امتحان کی مدت میں کبھی کسی مخلوق کے سامنے شکوہ نہیں کیا۔ ہمیشہ اللہ کی رضا پر راضی رہے اللہ تعالیٰ نے اللہ کے بھروسہ کو پورا کیا ایک زمانے کے بچھڑے ہوئے یوسفؑ اب ملتے ہیں لیکن ایک ملاقات ہوتی تو بے انتہا خوشی سے حضرت یعقوبؑ زندہ نہ رہتے اس لئے پہلے خوشبو پہنچائی گئی۔ پھر کرتہ آیا پھر اب مصر جاتے ہیں۔ کنعان میں دھوم مچی ہے ؎

ہر طرف جوش مسرت ہے عیاں ✣ ہر طرف مسرور ہیں پیر و جواں

ہر طرف چھایا ہوا ہے اک سرور ✣ ہر جگہ ہر سمت ہر نزدیک و دور

مصر جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، سامان باندھے جا رہے ہیں کوئی غسل کر رہا ہے کوئی کپڑے بدل رہا ہے، بہو بیٹے پوتے کل خاندان یعقوب علیہ السلام کا بہتر (۷۲) مرد و عورت ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کے انہی بارہ بیٹوں کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں انہی کی اولاد میں موسیٰ علیہ السلام ہوئے۔

جب موسیٰؑ فرعون کو ڈبا کر اور مصر سے نکل کر شام کے ملک کو جا رہے تھے تو ان (۷۲) تن کے چھ لاکھ پانچسو چھیانوے (۹۶) مرد ہو گئے تھے۔ بچوں اور بڈھوں کو چھوڑ کر، یہ بہتر مرد و عورت کا قافلہ تیار ہو گیا۔ کوچ کا حکم مل گیا۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اے بیت الاحزان اب تجھ سے رخصت اب دوست سے دوست ملتا ہے۔

حضرت یعقوبؑ اپنے خاندان کو لئے ہوئے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے مصر کو چلے جا رہے ہیں۔ ادھر یوسف علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ باپ مصر آ رہے ہیں ؎

صبا ز دوست پیامے بسوئے ما آورد ✣ بہمدمان کہن دوستی بجا آورد

صبا ہمارے پاس دوست کا پیام لائی ہے، پرانے دوستوں کیساتھ حق دوستی ادا کی ہے۔

برائے چشم ضعیف آمد گرفتہ ما :: ز خاک مقدم محبوب توتیا آورد

ہماری کمزور بیمار آنکھ کے لئے محبوب کے خاکِ قدم کا سرمہ لائی ہے۔

مصر کی آراستگی مہینوں پہلے ہو رہی تھی۔ آخری اور استقبال کی تیاری از در شور سے ہونے لگی۔ گلی کوچہ تمام راستے بڑے چھوٹے بازار شاہی ساز و سامان سے آراستہ کئے جا رہے ہیں تمام محلات قلعے تمام مکانات باغات گلزار بنائے جا رہے ہیں محل کے غلام باندی عورتیں عمدہ عمدہ لباس پہن رہی ہیں جب سب تیاریاں پوری ہو چکیں تو فوج کے نام حکم ہوا کہ استنے پیدل پلٹن اور استنے رسالے تین منزل آگے استقبال کے لئے جائیں سلامی اتار کر مصر تک لائیں اور مصر کے باہر بھی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بڑے بڑے عالیشان ڈیرے کھڑے کئے گئے ہیں طرح طرح سے آراستگی کی جا رہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام تمام ارکان سلطنت کے ساتھ شہر کے باہر آ گئے ہیں۔ جدہر نظر جاتی ہے ادھر باقاعدہ فوج سلامی کے لئے کھڑی ہے۔ جب یعقوب علیہ السلام کا مبارک قافلہ قریب مصر کے آیا فوراً سلامی اتاری گئی۔ حضرت یعقوب نے دیکھا کہ جدھر نظر جاتی ہے وہاں تک طرح طرح کے لباس میں فوج نظر آتی ہے حضرت یعقوبؑ تعجب کرنے لگے۔ جبرئیل علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا حضرت کیا آپ اس لشکر اور اس تجمل سے تعجب کر رہے ہیں ذرا سر اوپر اٹھائیے۔ آپ نے اوپر دیکھا تو جیسے زمین انسانی فوج سے بھری ہے ویسے ہی اوپر فرشتے کثرت سے گھیرے کھڑے ہوئے ہیں۔ زمین والوں کی طرح آسمان والے خوشیاں منا رہے ہیں۔ حضرت یعقوب کے غم میں بھی شریک تھے۔ اب خوشی میں بھی شریک ہیں، جیسے جیسے قریب ہو رہے ہیں ادھر یعقوبؑ کا ادھر یوسفؑ کا اشتیاق بڑھ رہا ہے یہ انتظار کے چند منٹ کاٹنا دونوں کو مشکل ہو رہا ہے ۔

رہ نزدیک دیدم قدم سخت دیر :: سیر گشتم زیں سواری سیر سیر

راستہ تھوڑا ہے مگر میں اس کو بہت دور سمجھ رہا ہوں میں اس سواری سے تنگ آ گیا ہوں اور بہت تنگ آ گیا ہوں۔

اب حضرت یعقوبؑ یوسفؑ سے بالکل قریب آ گئے ہیں ۔

آگیا وہ وقت وہ ساعت عجیب ؛ ہوگیا وہ وقت وہ موقع نصیب

ہے گماں ہر اک کو شادی مرگ کا ؛ آج اس میدان میں ہوتا ہے کیا

بے اختیار حضرت یعقوبؑ کے منھ سے نکلتا ہے

السلام اے یوسفؑ ماہ مبیں ؛ السلام اے شاہ عماری نشیں

السلام اے گود کے پالے مرے ؛ السلام اے چاند کے ہالے مرے

السلام اے راحت جان حزیں ؛ السلام اے عزت دنیا و دیں

چہ جورہا کہ کشیدند بلبلاں از دے ؛ ببوے آنکہ دگر نوبہار باز آید

بلبلوں نے اس کے کیسے کیسے ظلم سہے ہیں اس امید سے کہ پھر بہار تو آتی ہے

اب حضرت یوسفؑ کے دل میں کہاں تاب رہی بے چین ہو کر آگے بڑھتے ہیں حضرت یعقوب بڑھاپے سے ناتوان تھے کسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلا کرتے تھے، اب کچھ ایسی طاقت آگئی ہے، یوسفؑ کو دوڑ کر آتے ہوئے دیکھ کر نوجوانوں کی طرح آپ بھی دوڑتے ہیں

یوسفؑ و یعقوب دونوں مل گئے ؛ گویا تھے مدت کے یہ بچھڑے ہوئے

اس طرح دونوں گلے سے یوں ملے ؛ شمع پہ پروانہ جوں آکر گرے

ہوگیا چاروں طرف سے اک ہجوم ؛ مچ رہی ہے وصل یعقوبی کی دھوم

دونوں باپ بیٹے گلے مل رہے ہیں، دونوں اسقدر رو رہے ہیں کہ ان کے رونے کو دیکھ کر در و دیوار، اپنا پرایا سب رو رہا ہے۔ ادھر فرشتے رو رہے ہیں تسبیح پڑھ رہے ہیں گھوڑے ہنہنا رہے ہیں۔ فوجی باجے بج رہے ہیں گویا قیامت قائم ہے

چہ خوش حالیست روے دوست دیدن ؛ پس از عمرے بیک دیگر رسیدن

دوستوں سے ملنے کا ایک زمانے کے بعد ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کا کیا خوشی کا وقت ہے۔

لکادرم دل زمانے آرمیدن ؛ بہم گفتن سخن از ہم شنیدن

اس وقت کی خوشی کو کچھ نہ پوچھئے جو دل کے مقصد کے موافق ایسا زمانہ گزر رہا ہے

کہ کوئی باتیں کر رہا ہے اور کوئی سن رہا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا باوا! میرے لئے آپ اتنا کیوں روئے آپ کو تو معلوم ہے کہ اگر دنیا میں نہ ملتے تو خیر قیامت میں تو ملتے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا ہاں بیٹا مجھے معلوم ہے مگر میں یہ ڈر رہا تھا کہ تم بچپنے سے گھر سے نکلے تھے۔ اگر تم بے دین ہو گئے ہوتے تو پھر مجھ میں اور تم میں ملاقات نہ ہوتی یہی فکر مجھے گھلا رہی تھی۔

دوستو! خاتمہ بالخیر ہونا بڑی نعمت ہے، پیغمبر بھی اسکی فکر کرتے تھے ؎

عروسی بود نوبت ماتمت ؛ اگر نیک روزی بود خاتمت

اگر تیرا خاتمہ بالخیر ہو جائے تو وہ مرنے کا دن نہیں ہے بلکہ وہ خوشی کا دن ہے یہ بھی عجیب وقت ہے باپ بیٹے گلے مل کر روتے روتے بے سدھ ہو رہے ہیں تمام انسان اس خوشی سے خوش ہو رہے ہیں جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ موجود ہیں۔ چوطرف سے حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کو بیحد مبارکبادیں دے رہے ہیں۔ ان دونوں باپ بیٹے کی محبت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں الٰہی ایسی محبت دنیا میں کسی کو کسی سے نہ ہوگی جیسے یعقوبؑ کو یوسفؑ سے ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل! امت احمد کے ایک ایک شخص سے مجھ کو ستر حصہ محبت بڑھکر اس محبت سے ہے اس محبت الٰہی کا یہ اثر ہے کہ اس امت کے دل میں بھی اللہ کے محبت کے ذرات موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مصر کے باہر حضرت یوسفؑ استقبال کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ کنعان سے حضرت یعقوبؑ کی سواری پہنچی، دونوں باپ بیٹے ملے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ جب یعقوبؑ معہ اپنی بیوی اور کل خاندان کے یوسف علیہ السلام کے پاس پہونچے۔ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ تو یوسف علیہ السلام باپ کو اور سوتیلی ماں کو بہت عزت اور تعظیم کے ساتھ اپنے خاص شاہی ڈیرے میں لے گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں کا درجہ بھی مثل سگی ماں کے ہے۔
آپ کو یاد ہوگا کہ سات برس کا قحط پڑا ہوا ہے، مصر کی رعایا حضرت یوسفؑ سے اپنا کل سامان اور جائداد بیچ کر غلہ خریدتے رہے۔ جب کچھ نہ رہا تو کل رعایا مرد اور عورتیں سب کے سب نے اپنے کو یوسف علیہ السلام کے ہاتھ بیچ دیا۔ سب رعایا غلام باندی ہوئی حضرت یوسفؑ نے باپ کے آنے کی خوشی میں پہلا حکم یہ دیا کہ اے مصر والو! تم سب میرے غلام ہو، میرے باپ کے آنے کی خوشی میں میں نے تم سب کو آزاد کر دیا۔

دوستو! یعقوب علیہ السلام کے سبب سے حضرت یوسفؑ اپنی کل رعایا کو آزاد کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ رمضان شریف کے سبب سے کل روزہ داروں کو دوزخ سے آزاد کر دے تو کیا تعجب ہے، اس واسطے کہ یعقوب علیہ السلام کی جو عزت یوسف علیہ السلام کے پاس ہے اس سے کہیں زیادہ عزت رمضان کی اللہ کے پاس ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے۔

هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ ۔ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ اٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النِّيْرَانِ رمضان مبارک ایسا مبارک مہینہ ہے کہ جس کا پہلا دہا رحمتہ ہے اور دوسرا دہا مغفرۃ اور تیسرے دہے میں دوزخ سے آزادی ہوتی ہے۔

رمضان شریف کا پہلا حصہ رحمت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بغیر اللہ کی توفیق کے کوئی عمل نہیں ہو سکتا۔ روزہ رکھنے، تراویح پڑھنے اور قرآن پڑھنے اور سننے کی توفیق نہ دیتے تو کیا کرتے۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ شروع رمضان سے ہی ان عبادتوں کی توفیق عطا فرمائی۔ اس لئے پہلا دہا رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ نیکیوں سے برائیاں معاف ہو جاتی ہیں تو جب اول

رمضان میں توفیق ہو جانے کی وجہ سے نیکیاں شروع کیں تو گناہ معاف ہونے لگے۔ جب ان نیکیوں کی وجہ سے گناہ معاف ہوگئے تو وسط رمضان مغفرت کا ہوا۔ گناہ معاف ہو جانا یہی دوزخ سے بچاتا ہے اسلئے ارشاد ہوا۔ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النِّیْرَانِ۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ جن کو روزے تراویح نصیب نہیں ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اُن سے کوئی ایسا بڑا کام ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا ہے کہ وہ روزے رکھیں۔ تراویح پڑھیں جس کی وجہ سے ان کی مغفرت ہو جائے، دوزخ سے آزادی مل جائے۔

دوستو! بہت خوفناک بات ہے جلد توبہ کرنا چاہیئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے روزے رکھے تراویح پڑھی قرآن سنا، اور پڑھا وہ اپنے ان اعمال پر ناز نہ کرے اور کچھ اپنا کمال نہ سمجھے، جب تک کوئی بات دل میں نہیں ہوتی، آدمی کچھ نہیں کرسکتا اور یہ خدا کے اختیار میں ہے۔ آخر کیا بات تھی ابو جہل نہایت سمجھدار آدمی تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دور کے رشتہ کا چچا تھا، تیرہ برس حضرت کی صحبت میں رہا مگر مسلمان ہونا نصیب نہ ہوا، وہی حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ دور دراز ملک حبش کے رہنے والے کچھ بڑے عقلمند بھی نہیں سمجھے جاتے تھے نہ پہلے سے حضرت کی صحبت میسر ہوئی تھی، کافر کے پھندے میں پھنس گئے غلام بنائے گئے اسلئے کوئی موقع تحقیقات کا نہیں ملتا تھا۔ پھر تکلیف کا یہ عالم جلتی ریت میں ڈالتے، تپتا پتھر سینہ پر رکھ دیتے، یہ سب کچھ تھا مگر زبان سے احد، احد ہی نکلتا آخر کیا بات تھی۔ پس یہی وجہ تھی کہ ابو جہل کو توفیق نہیں دی گئی اور حضرت بلالؓ کو توفیق دیگئی ؎

حسنؒ ز بصرہ، بلالؓ از حبش صہیبؓ از روم ÷ ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

حسنؒ بصرہ کے رہنے والے، بلالؓ حبش کے، اور صہیبؓ روم کے، یہ تو

مشرف بہ اسلام ہوں اور خاص مکہ کا رہنے والا ابو جہل کافر ہی رہے کیسی تعجب کی بات ہے۔ روزہ دار وجیہ۔ تک اُدھر سے کچھ مدد نہ ہو کچھ نہیں ہو سکتا اسلئے تم کو کچھ غرور نہیں ہونا چاہیئے ہاں اس بات پر خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ نے مدد کی اور توفیق دی کہ ہم نے روزے رکھے، تراویح پڑھی، قرآن سنا

غرض حضرت یوسفؑ نے باپ کے ساتھ بات چیت سے فارغ ہو کر ان سے کہا وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ اب آپ سب شہر مصر میں چلیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں امن وچین سے رہیئے، مصر کے بادشاہ ظالم ہوتے تھے ان کے بغیر اجازت کے کوئی مصر میں آ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے حضرت یوسفؑ تسلی دیتے ہیں کہ باوا اب مصر میری سلطنت ہے آپ سب کو کچھ خوف نہیں کرنا چاہیئے قحط کا بھی کچھ فکر نہیں۔ ہر طرح امن وچین رہے گا۔ شہر میں چلیئے یوسف علیہ السلام اللہ کے حکم سے خود پہلے شہر میں آئے اور دربار کیا۔ دربار کی سجاوٹ اور خوبصورتی دیکھنے کے قابل تھی۔ جہاں دربار ہو رہا ہے وہ ایک عالیشان محل ہے اس میں شہ نشین ہے۔ اس پر تخت شاہی بچھا ہوا ہے تخت کے دو طرف فوج کھڑی ہے پیچھے خدمت گار کمر بستہ کھڑے ہیں، تمام وزراء تخت کے نیچے اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

یوسف علیہ السلام رعب وادب کے ساتھ تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام اور یوسف السلام کے سوتیلی ماں اور گیارہ کے گیارہ بھائی دربار میں آئے یہاں کا قانون یہ تھا کہ کوئی ہو، ہر ایک کے لئے ضروری تھا کہ بادشاہ کو سجدہ کریں، ایک۔ تو اس قانون کی پابندی سے دوسرے شاہی رعب وداب کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کی سوتیلی ماں اور گیارہ بھائی۔ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا سب کے سب حضرت یوسفؑ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اس موقع پر امام بیضاوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سجدہ پہلے ادا کیا گیا پھر والدین کو تخت پر بٹھایا گیا۔ قرآن میں تخت پر بٹھانے کو مقدم اور سجدہ کرنے کے واقعہ کو جملہ حالیہ بنا کر موخر لانے میں بلاغت یہ ہے کہ والدین کی تعظیم حضرت

یوسفؑ کے پاس اصل مقصد ہے سجدہ بلحاظ اس وقت کے رواج کے ضمنی طور پر ادا کیا گیا ہے — آہ! یہ سماں دیکھتے ہی یوسف علیہ السلام کے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے بچپنے کا خواب اور اس تعبیر کا نقشہ ان کی آنکھوں میں پھر گیا۔

وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا کہنے لگے ابا یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ چاند اور آفتاب اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ کرتے ہیں۔ میرے رب نے اس خواب کو سچا کیا۔ چاند سے مراد سوتیلی ماں، آفتاب سے مراد باپ یعقوب علیہ السلام اور گیارہ تاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں۔ جو اب سب کے سب سجدہ کئے ہیں۔ اب خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

دوستو! یہی سماں بھائیوں کے پیش نظر تھا۔ اس ذلت سے بچنے کے لئے بھائیوں نے کیا نہ کیا جو ظلم نہ کرنا تھا کیا۔ یہ ان کو خبر نہیں تھی کہ خدا کا ارادہ پورا ہو کر رہتا ہے بہت سی تدبیریں کیں مگر تقدیر کے سامنے کچھ نہ چل سکا۔

اب رہا یہ شبہ کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں، پھر کیسے یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹے سجدہ کر رہے ہیں۔ اور یوسف علیہ السلام کیسا سجدہ لے رہے ہیں۔ اس کا سرسری جواب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں کوئی ایسی شریعت نہیں تھی جس میں تفصیلی احکام ہوں۔

پہلی شریعت جو دنیا میں پائی جاتی ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں پہلے کئی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو شریعت موسیٰ کے بعد منع کر دی گئی۔ جیسے دو بہنوں سے ایک شخص کا نکاح کرنا منع نہیں تھا۔ خود یعقوب علیہ السلام نے دو بہنوں سے نکاح کیا تھا بعد میں توریت جب موسیٰؑ علیہ السلام پر اتری تو دو بہنوں کا ایک شخص سے نکاح کرنا منع کیا گیا۔ ایسے ہی یعقوب علیہ السلام کے زمانے تک

سجدہ شکرانہ جائز تھا۔ پیغمبروں کا خواب وحی ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے خواب سے اس کی اجازت پائی جا رہی تھی یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد جو کر رہی ہے وہ صرف خدا کے حکم سے کر رہا ہے اگر خدا کا حکم نہ ہوتا تو خود یوسف علیہ السلام کو گوارا نہیں ہوتا کہ باپ ان کو سجدہ کریں۔

حضرت یعقوبؑ کو ناگوار نہیں ہوا۔ اس لئے کہ کوئی شخص کسی کو اپنے سے بہتر دیکھ کر اگر خوش ہوتا ہے تو وہ ماں باپ ہیں ظاہری اور باطنی کتنی ہی ترقی اولاد کو ہو، مگر ماں باپ کو کبھی اس پر حسد نہیں ہوگا۔ وہ اس ترقی سے خوش ہوں گے۔ اسلئے حضرت یعقوب کو ناگوار نہیں ہوا مگر اب امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہے کہ کسی قسم کا سجدہ ہو، خدا ہی کو کیا جائے خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں۔

پہلے جو سجدہ جائز تھا اب اسی کا اس امت میں ناجائز ہونا ایسا ہے جیسے یونانی طبیب اصول طب میں متفق ہوتے ہیں۔ انگریزی ڈاکٹر اصول ڈاکٹری میں متفق ہوتے ہیں۔ پھر بھی اشخاص کے اختلاف، بیماریوں کے اختلاف، زمانہ کے اختلاف سے تجویز نسخے میں اختلاف پڑ جاتا ہے ایسا ہی پیغمبر طبیب روحانی ہیں۔ امتوں کے اختلاف سے زمانہ کے اختلاف سے احکام میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔

بلحاظ موسم اور بلحاظ مزاج مریض کو کبھی کچھ بتلاتے ہیں اور کبھی کچھ، ایسا ہی پیغمبروں نے بھی اپنی اپنی امتوں کے لحاظ سے احکام مختلف بتلائے ہیں۔ بعض حکیموں اور ڈاکٹروں میں دور اندیشی زیادہ ہوتی ہے اسلئے بھی احکام بدل جاتے ہیں۔

اب یہ سمجھئے کہ مخلوقات میں جو کچھ ہے وہ خدا کی عطا ہے تمام کائنات میں اللہ کے کمال کا ظہور ہے لینے والے کی قابلیت سے وہ کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے۔ جیسے نور۔ آفتاب کا تو برابر گر رہا ہے مگر کوئی چیز زیادہ چمکتی ہے

اور کوئی چیز کم، آئینوں میں بھی آتشی آئینہ میں حرارت زیادہ آتی ہے جیسے آفتاب کے ظہور میں قابلیت کے لحاظ سے فرق ہے، ایسے ہی صفات خدا کے اخذ کرنے میں بلحاظ قابلیت فرق ہے تمام کائنات سے زیادہ اللہ کے صفتِ قدرت کا ظہور فرشتوں میں زیادہ ہے صفت علم و فہم کا ظہور انسان میں بڑھکر ہے اور کوئی کسی کا خلیفہ ہوتا ہے تو وہ اس کے کے ذاتی احوال میں نہیں ہوتا ہے۔ جیسے کھانا پینا۔ پیشاب پاخانہ صحت و مرض میں کوئی کسی کا خلیفہ نہیں ہوتا۔ جو امور کہ دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں جیسے حکومت اور ہدایت بیع و شریٰ اسمیں خلافت ہوتی ہے۔ یہ معاملات بغیر علم کے نہیں ہوتے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمادات اور نباتات اور حیوانات میں تو خلافت کے قابل علم و شعور نہیں ہے تین گروہ ہیں کہ جن میں علم ہونے کی وجہ سے خلافت کے مستحق ہیں۔ فرشتے جنات انسان، ملائکہ اور جنات میں زور اور قدرت کے افسانہ بہت سنے، عرش اعظم کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ نفخ صور سے عالم کا برباد ہونا اور قائم ہونا بھی سن چکے ہو، انسان نے علم میں جو ترقی کی وہ ملائکہ اور جنات نے نہیں کی۔

سب سے زیادہ علم ہونیکی وجہ ایک اور بھی ہے۔ ملائکہ کو کوئی حاجت نہیں، کسی چیز کے محتاج نہیں، جمادات صرف موجد کے محتاج ہیں اور کسی چیز کے محتاج نہیں۔ نباتات موجد کے سوا زمین کے، پانی کے، ہوا کے، حرارت آفتاب کے محتاج ہیں۔ حیوانات ان سب چیزوں کے محتاج ہو کر خورد و نوش کے بھی محتاج ہیں، جنات میں قوت پرواز و قوت حمل اثقال ہونے سے ان کو بھی احتیاج کم ہے۔ انسان سب چیزوں کا محتاج ہے۔ عالم کی ہر چیز کا محتاج ہے اسلئے انسان کو ہر چیز کا علم ہونا ضروری ہوا۔ جن کو کام ہی نہ پڑے ان کو اس چیز کے علم کی ضرورت نہیں اسلئے

انسان علم میں نمبر اول ہے مانا کہ فرشتوں میں کمال عبادت ہے۔
لَا يَعْصُوْنَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ فرشتے کبھی نافرمانی نہیں کرتے، جو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ انسان شوریدہ پشت سرکش ہے مگر اس کو کیا کیجئے فرشتوں کی اطاعت کمال عبادت ہے لیکن عبادت خالق کی صفت نہیں ہے مخلوق کی صفت ہے اور علم خدا کی صفتِ اولی ہے، خلافت کے لئے ضرور ہے کہ جس کا خلیفہ ہو اس کا کمال اس میں ہو یہی وجہ ہے مکتبوں میں اور مدرسوں میں خانقاہوں میں اکھاڑوں میں وہی شخص خلیفہ ہوتا ہے، جس میں استاد اور پیر کے کمالات سب سے زیادہ ہوں کمال عبادت خدا کی صفت نہیں، علم خدا کی صفت ہے، انسان میں علم سب سے بڑھا ہوا ہے اسلئے انسان خلیفۂ خدا ہونے کا مستحق ہے اور کوئی مخلوق خلیفۂ خدا ہونے کی مستحق نہیں۔

بادشاہ کے جو آداب ہیں وہ خلیفہ کے لئے بجالانا ضرور ہے خاص کر ان کے ذمہ جن پر بغاوت کی تہمت لگی ہو اور خلیفہ ہونے کے لئے جنہوں نے رخنہ اندازی کی ہو، ان کو آداب شاہی بجالانا چاہیئے، آدم علیہ السلام کی نسبت فرشتوں نے اعتراض کیا تھا اور یوسف علیہ السلام کی نسبت بھائیوں کو اعتراض تھا، اسلئے سجدہ جو خدا کے آداب میں سے ہے فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو اور بھائیوں سے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کروایا تاکہ یہ معلوم ہو کہ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا، آدم مظہر علم ہے اور وہ ہمارا خلیفہ ہے۔ اس لئے فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں خوب جانتا ہوں اس کو جو تم نہیں جانتے ایسے ہی حضرت یوسفؑ علم میں کچھ اور ہی چیز تھے۔ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ایسے ہی برگزیدہ کرے گا تم کو اللہ تعالیٰ اور سکھائے گا۔ تعبیر خواب کی۔ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ

عَالِمٍ عَلِیْمٌ (ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہے۔ ذَالِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ (یہ اس قسم سے ہے جو سکھایا مجھ کو میرے پروردگار نے) فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا (جب وہ بھر جوانی کو پہونچے۔ دیا ہم نے ان کو علم و حکمت) حضرت یوسف کی شان میں ہے۔ یوسف علم میں زائد ہونے سے مستحق خلافت خدا تھے۔ اسلئے ان کو سجدہ کروایا، بخلاف بتوں کے ان میں کچھ علم و شعور نہیں، اس لئے ان میں لیاقت خلافت نہیں اس لئے وہ مستحق سجدہ نہیں، بخلاف کعبہ کے وہ مسجود الیہ ہے اس لئے کہ ہم کعبہ نہ بھی ہو تو ادھر سجدہ کریں گے۔ بت مسجود الیہ نہیں ہوسکتے اسلئے کہ بت نہ ہو تو بت پرست ادھر سجدہ نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سجدے دو قسم کے ہیں۔ سجدۂ عبادت، سجدہ خلافت،

سجدہ عبادت میں مسجود بالذات ہوتا ہے۔

سجدۂ خلافت میں مسجود مجازی ہوتا ہے۔

تو سجدہ آدم و سجدۂ یوسف۔ سجدہ عبادت نہیں تھا، سجدۂ خلافت تھا۔ اب رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ علم تھا اور سب کو علم آپ ہی سے حاصل ہوا۔ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (سکھائی آپ کو وہ چیز جو آپ نہیں جانتے تھے اس کو بھی دیکھئے اور عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ (اور سکھایا آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے نام) یُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ (سکھائی گئی آپ کو تعبیر خواب کی) کو سوچئے وہاں تمہ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ہے آپ پر اللہ کا بڑا فضل) یہاں تمہ عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ (سکھایا مجھ کو میرے پروردگار نے) کو بھی سوچئے تو معلوم ہوگا کہ آپ کا علم سب سے بڑھا ہوا ہے علم میں آپ خلیفہ اول اللہ کے ہیں اسی واسطے فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

جو رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے) تو چاہیئے تھا کہ جیسے آدمؑ مسجود ملائکہ ہوئے، یوسفؑ مسجود برادران ہوئے تو ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجود و خلائق ہوں، جواب اس کا یہ ہے کہ سجدۂ خلافت حق خلیفہ ہے نہ حق خدا، جو خواہ مخواہ خلیفہ کے ذمہ ضروری ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ہیں۔ آپ کو تجربہ سابق سے معلوم ہوا تھا کہ سجدۂ غیر کے بدولت کم فہموں نے عابد کو معبود، مخلوق کو خالق سمجھ لیا تھا۔ آپ نے رحمت عالم ہونے کی وجہ سے اپنا یہ حق نہ لیا تاکہ مخلوق کچھ کا کچھ سمجھ کر عذاب میں مبتلا نہ ہو۔

اور پھر بار بار اللہ کا آپ کو عبد پکارنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں کمال عبدیت تھی۔ یہ ظاہری مساوات بھی آپ کو پسند نہیں آئی بے شک آپ مستحق سجدۂ خلافت تھے مگر آپ نے اس کو قبول نہیں کیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے والد یا استاد یا پیر اپنے برابر بیٹھنے کو کہے اور وہ بوجہ ادب کے قبول نہ کرے یہ نافرمانی ہزار فرماں برداری سے بہتر ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ملائکہ کی رخنہ اندازی اور برادران یوسف کی سرکشی سے سجدۂ ملائکہ اور سجدۂ یوسفؑ ضروری معلوم ہوا تاکہ ہمسری سے جو انکار ہو رہا تھا اُس کا جواب ہو جائے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ہمسر تھا ہی نہیں۔ یہاں سجدہ کا حکم دینا گویا ہمسر مان لینا تھا۔ اس لئے حکم نہیں دیا گیا۔

سجدہ آدمؑ و یوسفؑ سے چھپے ہوئے مرتبہ کو ظاہر کرنا مقصود تھا جو چیز آفتاب کی طرح روشن ہے اس کو ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے آفتاب کو دکھانے کے لئے چراغ نہیں روشن کرتے جس کی فضیلت کی دھوم ہو پھر اس کے فضیلت کا اعلان ایسا ہے جیسے حسن یوسفؑ کے لئے منادی کرائی

جائیے آدمؑ علیہ السلام اور ملائکہ میں فرق تھا تو ایسا تھا جیسے اہل قلم و اہل سیف میں ہوتا ہے، ہر ایک میں ایک جزی فضیلت ہے اسلئے ہر ایک کو عہدۂ گورنری کی امید ہے۔

حضرت یوسفؑ اور برادرانِ یوسفؑ میں اگر فرق ہے تو ایسا جیسا باہم شاہزادوں میں ہوتا ہے ہر کسی کو آرزو ولی عہد ہونے کی ہوتی ہے اسلئے باہم بغض و حسد ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے سوا اوروں میں جو فرق ہے وہ ایسا ہے جیسے بادشاہ کے محبوب اور بادشاہ کے خادم میں ہوتا ہے کسی کو خیال ہمسری کا نہیں تو ان کو سجدہ کروا کر زیر کرنے کی کیا ضرورت اسلئے ادہر تو اظہار خلافت کی ضرورت نہیں ادھر کمال عبدیت سے آپ نے اس سجدۂ خلافت کو پسند نہیں کیا۔ اسی لئے ادہر امت کے نام سجدۂ خلافت کا حکم آیا نہ ادھر سے پسند کیا گیا۔ کم فہمی سے جو خرابیاں ہوتی تھیں اس کے انسداد کی تدبیر کی ضرورت ہی نہ رہی اسلئے حضرت نے سجدہ کی ممانعت فرمائی۔ بخلاف اس کے اوروں میں اتنی دور اندیشی نہیں تھی نہ ویسا کمال عبدیت تھا جو خاتم النبی میں تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال کیجئے کہ ملائکہ سے جو سجدہ کروایا، ان میں کمالِ معرفت تھی شرک کا خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ برادرانِ یوسفؑ اور والدین یوسفؑ میں نبوت و خاندان نبوت ہونے سے شرک کا گمان تک نہ تھا۔

یہاں نہ کمال معرفت، نہ کمال نبوت اس سجدہ سے کسقدر ضرور ہوتا۔ رحمت عالم نے اسلئے اسکو گوارہ نہیں کیا۔ اس دور اندیشی پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ ایک اور بات قابل تنبیہ ہے کہ بادشاہ کا ایک نوکر ہوتا ہے اور ایک محبوب، نوکر گو کتنا ہی بڑے رتبہ والا ہو، محبوب کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

حکایت جب محمود غزنوی نے ایاز کو گورنری دی، وہ رونے لگا لوگوں نے کہا یہ خوشی کا وقت ہے نہ رونے کا تو ایاز نے جواب دیا ۔

داد ایاز آں حال تو سے را جواب ٭ گفت بس دور بیداز ہیچ صواب

ایاز نے لوگوں کو جواب دیا اور کہا تم سیدھے راستہ سے دور جا پڑے ہو

نیستند آگہ کہ شاہِ انجمن ٭ دور می انداز دش از خویشتن

تم کو کچھ خبر نہیں کہ بادشاہ سلامت مجھ کو اپنے پاس سے جدا کر رہے ہیں

گر بحکم من کند ملکِ جہاں ٭ من نہ گردم غائب از وی یکزماں

اگر ساری سلطنت میرے حکم میں دیدے تو بھی میں ایک لحظہ اس سے غائب ہونے کو پسند نہیں کروں گا ۔

ہر چہ گوید آں توانم کرد و بس ٭ لیک از دوری نجویم یک نفس

بادشاہ سلامت جو فرمائیں وہ کرنے کو تیار ہوں لیکن ان سے ایک لحظہ دور ہونا نہیں چاہتا ہوں

من چہ خواہم کرد ملک و کار او ٭ ملک مارا بس بود دیدار او

میں کیا کروں اس کے ملک کو اور اس کی حکومت کو، مجھ کو اس کا دیدار ہی بڑی حکومت ہے ۔

گر تو مرد طالبی و حق شناس ٭ بندگی کردن بیاموز از ایاز

اگر تم مردانِ خدا سے ہو اور طالب حق ہو اور اللہ کی کچھ قدر ہے تو محبت کرنا ایاز سے سیکھو ۔

حضرت کو سجدہ کروانا گویا حضرت کو خلیفہ بنانا تھا تو جیسے صوبہ دار کو تحصیلداری دینا اس کا مرتبہ گھٹانا ہے ایسا ہی حضرت کو خلیفہ بنانا اور خلافت کے لوازم سے سجدہ آپ کو کرانا آپ کا مرتبہ گھٹانا تھا ۔

محکمۂ محبوبیت سے گرا کر محکمۂ حکومت میں لانا تھا ۔

شاید اوروں کو سجدہ کرانے اور حضرت کو سجدہ نہ کرانے سے کسی کو کچھ اور خیال نہ ہو، اس لئے عالم امکان کا آپ کو صدر بنایا اور اس وجہ سے بھی کہ یہ امت خدا کے محبوب کی امت ہے وہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریگی اگر سجدہ کرے گی تو خدا ہی کو کرے گی۔

الغرض ماں باپ اور گیارہ بھائیوں نے جب دربار میں آداب شاہی ادا کئے تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا ابا یہ ہمارے خواب کی تعبیر ہے گیارہ تارے اور چاند اور آفتاب کو جو سجدہ کرتے دیکھا تھا۔

میرے پروردگار نے اس کو سچا کر دکھایا کہ چاند و آفتاب یعنی ماں باپ اور گیارہ تارے گیارہ بھائی آداب شاہی بجالا رہے ہیں، یہ حضرت یوسفؑ کا ارشاد ہے کہ خواب کی خیالی صورت بیداری میں محسوس ہو کر سامنے آئی۔

تو حضرت یوسفؑ خواب کو اور ہوشیاری کو اس طرح سمجھے، اور ہمارے آقائے نامدار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب اور بیداری کو اس طرح سمجھے کہ بیداری بھی ایک خواب ہے کہ لوگ مرنے کے بعد ہونے والے واقعات سے غافل ہیں۔ جیسے سونے والا غافل ہوتا ہے، ہاں مرنے کے بعد بیدار ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد بیداری ہوگی، زندگی میں بیدار نہیں ہیں سب سو رہے ہیں۔

اس زندگی کا خواب، خواب کے اندر کا خواب ہے ؎

دنیا خوابے است و زندگانی در وے ٭ خوابیست کہ در خواب بہ بینی آنرا

جیسے کوئی نیند میں یہ دیکھے کہ مجھ کو ایک خواب پڑا اور میں نے ہوشیار ہو کر وہ خواب ایک شخص سے کہا اور اس نے مجھ کو یہ تعبیر دی، حالانکہ وہ ابھی نیند میں ہی ہے۔ ایسے ہی ہم دنیا میں بحالت خواب ہیں مرنے کے بعد اسکی تعبیر ظاہر ہوگی۔

الحاصل حضرت یوسفؑ اور خاتم النبیینؐ کے خواب سمجھنے میں یہ فرق ہے کہ:

۱۔ حضرت یوسفؑ اپنے بچپنے کے خواب کو خواب اور اپنے بھائیوں کے سجدہ کو تعبیر فرماتے ہیں۔

۲۔ اور خاتم النبین فرماتے ہیں کہ یہ زندگی گویا ابھی خواب ہے مرنے کے بعد اس کی تعبیر پوری ہوگی، جب معلوم ہوگا کہ کیا کرنا تھا کیا گیا یہ فرق ہے پیغمبر اور "خاتم پیغمبران" کے سمجھنے میں اس کو مولانا فرماتے ہیں سہ

ایں جہاں راکہ بصورت قائم است ؛ گفت پیغمبر کہ حُلم نائمست

یہ دنیا جو بیداری کی صورت میں موجود ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ دنیا سونے والے کے خواب کی صورت میں ہے۔

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام ؛ بے خبر زاں کوست در خواب دوم

خواب دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ میں سو رہا ہوں مگر وہ بے خبر ہے اس سے کہ وہ خواب میں دوسرا خواب دیکھ رہا ہے

دوستو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ سکھا رہے ہیں جیسے خواب ایک بے ثبات اور ناپائدار چیز ہے۔ ایسے ہی دنیا کی ناپائداری اور بے ثباتی سے عبرت لیا کرو۔

دنیا بے گوروں کا گھر ہے، یہ دار فانی گذشتنی اور گذاشتنی ہے اس دنیا کا دلدادہ بڑے درجے کا احمق ہے۔ ہائے کیسے کیسے نامور بادشاہان جن کے رعب و داب کا سکہ ایک جہاں پر جما ہوا تھا۔ روئے زمین پر جنکی دھاک بیٹھی ہوئی تھی آج کس بے بسی اور کسمپرسی کے عالم میں پڑے ہوئے ہیں، ہائے ان کی وہ زبردست سلطنت، وہ قوت وہ فوج، وہ حکومت کیا ہوئی ایک خواب تھا، ہائے اس بے وفا دنیا نے ان بیچاروں کو کیسے کیسے سبز باغ دکھلا دکھلا کر بھلا وا دیکر زیر زمین سلا دیا، ان بدنصیبوں پر کچھ ترس نہ آیا، آئندہ نسلوں کی عبرت کے لئے بے تاج و تخت فرش خاک پہ زیر زمین پڑے ہوئے بادشاہوں

پر مٹی کا ایک ڈھیر لگا کر قبر کے نام سے مشہور کیا گیا تھا اس جفا کار دنیا نے اپنے ظلم کے ہاتھوں سے اس تودہ خاک کو اڑا اڑا کر بے نام و نشان بنا کر چھوڑا

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا ؞ مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

آپ نے یہ ظلم کہیں دیکھا ہوگا نہ سنا ہوگا کروڑوں خانماں برباد ہوگئے ان بادشاہوں کا کوئی نام لیوا بھی نہ رہا۔ اگر کہیں ان بادشاہوں کی نسل میں کوئی نشانی باقی ہے تو وہ دروازوں پر بھیک مانگتے نظر آتی ہے

اللہ رے فلک کی تلون مزاجیاں ؞ رکھتا نہیں کسی کو کسی ایک حال پر

او بے وفا دنیا کیا کوئی اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتا ہے جیسا کہ تو نے کیا۔ کیسے کیسے چاند کی سی صورت والوں کو ہائے دنیا تو نے خاک میں ملا دیا ان کی اٹھتی ہوئی جوانی پر بھی تجھ کو کچھ رحم نہ آیا، ان کا نہ چھپنے والا حسن ان کی ٹوٹی پھوٹی قبروں سے نکل نکل کر اپنے دیکھنے والوں کو آٹھ آٹھ آنسو رلا رہا ہے۔ ادھر زلفوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے تو ادھر سر کے بالوں کا، ہائے سارے جوڑ بند ایک دوسرے سے جدا ہو کر کہیں سے کہیں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا نرم و نازک جسم کہ جس کو پھولوں کی سیج اپنی سختی کی وجہ سے بار بار اٹھا کر بٹھا دیا کرتی تھی آج قبر میں وہ کیڑے مکوڑے کی غذا بن رہا ہے۔

یوسف ؑ کا حسن اور زلیخا کے عشق کی داستان بھی ایک فسانہ ہی ہے۔ اور دنیا اگر یہ تیرا کچھ نہ کر سکے تو کیا تعجب ہے، یہ نازک خوبصورت مقابلہ کے لئے نہیں پیدا ہوئے تھے، ہاں تعجب تو اس بات کا ہے اور حیرت تو اسکی ہے کہ کیسے کیسے شہزور ہیلتن شیر دل نامور بہادروں کو تو نے نیچا دکھا کر چھوڑا۔ عرب سے عجم تک جن کی شجاعت کا شہرہ تھا۔ ایک زمانہ جن کا لوہا مان لیا تھا۔ ہائے وہ بہادر پہلوان کس بے بسی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں چادر تانے چت پڑے ہوئے ہیں ؎

دنیا نہیں کسی کی ہمیشہ قیام گاہ ∴ جو ہے یہاں وہ تیر قضا کا نشانہ ہے
دنیا میں کوئی داغ سے خالی جگہ نہیں ∴ بے داغ چرخ پر کبھی تو روشن قمر نہیں
دنیا نہیں ہے کچھ بھی جو دیکھا بچشم غور ∴ اس پر وہ مبتلا ہے کہ جس کو نظر نہیں

دوستو! سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ایک جادوگرنی ہے۔ ہائے اس دنیا نے کچھ ایسا جادو کیا ہے، ہم سب کچھ سمجھتے ہیں، کہتے ہیں سنتے ہیں۔ مگر چند منٹ بھی نہیں گذرنے پاتے کہ جو کچھ کہا سنا تھا وہ سب ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی ہم ہیں اور وہی ہماری قدیمی غفلت، کیا اندھیر ہے۔

دوستو! میں نے مانا کہ دنیا خوبصورت چیز ہے۔ ہر طرح کی اس میں راحت بھی ہے۔ سب ہنر بھی ہیں۔ لیکن اس دنیا میں ایک عیب ایسا ہے کہ اس دنیا کی سب خوبیوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کیسے کیسے بڑے بڑے مکانات اجڑے پڑے ہیں۔ ان کے رہنے والوں کے دماغ میں کیا کیا آرزوئیں ہوں گی۔ کیسی کیسی تمنائیں ہوں گی، مگر وہ سب آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور ان کی دنیا ختم ہو گئی۔

حکایت شیخ چلی کہیں جا رہے تھے ایک شخص نے کہا یہ تیل کا گھڑا اٹھا کر ہمارے گھر پہنچا دو تم کو ایک پیسہ دیں گے شیخ چلی نے وہ گھڑا اٹھا لیا، اب راستہ چلتے چلتے دل میں سوچتے جاتے ہیں کہ ایک پیسہ جو ملے گا دیہات سے اس کا ایک انڈا خرید دوں گا بڑی بستی میں لا کر اسکو نفع سے بیچوں گا۔ ان پیسوں سے اور انڈے خریدوں گا اسی طرح جب بہت سے پیسے ہو جائیں گے تو ان کی مرغی خریدوں گا۔ جب مرغیاں بہت ہوں گی تو بکریاں خریدوں گا بکریوں سے گائیں، گائیوں سے بھینسیں گھوڑے ہاتھی خریدوں گا۔ پھر بڑا مکان بناؤں گا پھر

ایک امیر لڑکی سے نکاح کروں گا پھر اس سے بچے ہوں گے۔ بچے کہیں گے ابا ابا ہم کو پیسے دو، ان کو دھکا کر کہوں گا کہ دور ہو، سر جو ہلا تو تیل کا گھڑا گر گیا تیل والا ملامت کرنے لگا تو شیخ چلی کہنے لگا بندۂ خدا تمہارا ایک گھڑا تیل کا گیا میرا تو سارا خاندان غارت ہو گیا۔ شیخ چلی کے خیالات پر ہم کو ہنسی آتی ہے ہم خود رات دن کی آرزوئیں ہوتیں کیا شیخ چلی کے خیالات سے کم ہیں۔ ہماری ساری آرزوئیں پہلے تو پوری ہوتی نہیں جو ہوتی ہیں تو وہ بھی ایک خواب و خیال ہیں۔ بگیرد۔ بمیرد اس خواب کی تعبیر مرتے ہی معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کا غم خواب کا غم، دنیا کی خوشی خواب کی خوشی ہے،

جیسے کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ میں تخت سلطنت پر ہوں تمام لوگ میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، لوگ اپنی اپنی حاجتیں میرے سامنے پیش کر رہے ہیں میں انکو پورا کر رہا ہوں۔ غرض تمام شاہی ٹھاٹ جا رہا ہے، آنکھ کھولتے ہی کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف پولیس بیڑیاں لئے کھڑی ہے۔ جیل خانہ لیجانا چاہتی ہے جس طرح طرح کی سزائیں دی جا رہی ہیں، دنیا کی خوشی اس خواب کی جیسی خوشی ہے۔ اگر دنیا میں عمر بھر عیش کئے اور مرنے کے بعد پکڑے گئے تو وہ عیش کس کام کا۔

خواب میں اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے یا خوب پیٹا جا رہا ہے کہ اسی وقت آنکھ کھلی، کیا دیکھتا ہے کہ نہایت عمدہ پھولوں کی سیج سے آراستہ پلنگ پر ہے اور بہت بڑا محل ہے لوگ ادھر ادھر کھڑے ہیں جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں، کوئی پنکھا جھل رہا ہے کوئی عطر لا رہا ہے کوئی پان دے رہا ہے تو کیا اس شخص کے ذہن میں اس خواب کے رنج و تکلیف کا اثر رہے گا۔ اسی طرح دنیا کا غم خواب کا غم ہے۔ دنیا کی خوشی خواب کی خوشی ہے۔

حکایت: ایک شخص کی عادت تھی کہ وہ روزانہ نیند میں بھونے میں

پیشاب کردیا کرتا تھا۔ روز صبح کو اس کی بیوی اٹھ کر بچھونا دھوتی تھی ایک روز بیوی نے کہا کم بخت تو روز پیشاب کر لیتا ہے میں دھوتے دھوتے تنگ آگئی ہوں یہ کیا معاملہ، وہ شخص کہنے لگا کہ میں روز خواب میں دیکھتا ہوں کہ شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ چل تجھے سیر کرا کر لاتا ہوں، جب میں چلنے کو تیار ہو جاتا ہوں تو کہتا ہے پہلے پیشاب کرنے تو میں سمجھتا ہوں کہ پیشاب خانہ ہے اس میں پیشاب کر دیتا ہوں۔ آنکھ کھولتے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچھونا ہے۔ بہت پچھتاتا ہوں، مگر کیا فائدہ، بیوی نے کہا اب کے اگر شیطان آیا تو کہو ہم غریب آدمی ہیں کہیں سے روپیہ لا دے، خاوند نے کہنے کا وعدہ کیا، رات کو جب سویا تو پھر شیطان آیا تو اس نے شیطان سے کہا یار ہم خالی خولی نہیں آتے کچھ روپیہ دلا دو شیطان نے کہا یہ کیا مشکل ہے چلو، ایک خزانہ پر لیجا کر کھڑا کر دیا۔ اس نے خوب روپیہ چادر میں بھر لیا اٹھایا نہ گیا تو شیطان نے اٹھا کر کاندھے پر رکھ دیا اتنا بوجھ تھا کہ مارے بوجھ کے پائخانہ نکل گیا۔ آنکھ کھولتے ہی کیا دیکھتا ہے کہ روپیہ تو ندارد ہے بچھونے پر پائخانہ پڑا ہوا ہے۔ بیوی بولی یہ کیا اس شخص نے کہا شیطان نے اتنے روپے رکھدیئے کہ پائخانہ نکل گیا۔ بیوی نے کہا میاں میں باز آئی تمہارے روپیوں سے پیشاب ہی کر لیا کرو۔ خدا کے واسطے پائخانہ مت کرو بالکل یہی حالت ہماری ہے کہ ہم بھی دنیا میں بحالت خواب ہی گناہ کر کے خوب روپیہ سر پر لادے ہوئے ہیں، موت کے وقت جب آنکھ کھلے گی تو معلوم ہوگا کہ روپیہ تو پاس کچھ نہیں ہے۔ ہاں گناہوں کی نجاست میں لت پت ہیں۔

اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا خواب ہے اسکی تعبیر مرنے کے بعد معلوم ہوگی خدا اور رسول کی غرض دنیا کو خواب کہکر دنیا چھڑانا نہیں ہے بلکہ دنیا سے دل اتارنا ہے کہ آپ دنیا کریں مگر دل اترا

ہوا ہے۔ دنیا کرنا بُرا نہیں ہے۔ مگر دنیا میں کھپنا بُرا ہے۔ جیسے پائخانہ کماتا بُرا نہیں۔ پائخانہ کھانا بُرا ہے دنیا میں دل کھپنا ہی زہر ہے یہ وہ بلا ہے کہ دنیا میں کھپنے سے خدا تعالیٰ سے غفلت ہو جاتی ہے پھر اس سے جو بُرا کام نہ ہو وہ تھوڑا ہے۔

بالکل دنیا میں کھپ جاؤ گے تو دنیا کو اپنا گھر سمجھنے لگو گے، آخرت کو بھول جاؤ گے۔

مسلمانو! تمہارا گھر تو آخرت ہے مگر تم نے دنیا کو اپنے لئے گھر بنا رکھا ہے۔ اس لئے آخرت کی کچھ تیاری نہیں، ہمارے چوبیس گھنٹے دنیا کے لئے ہیں ایسے کوئی وقت ہمارا آخرت کے لئے نہیں۔

دوستو! ایسی دنیا مت کرو۔ ایسی دنیا کافر کیا کرتے ہیں تمہاری دنیا ہو آخرت کے ساتھ تو وہ دنیا نہیں آخرت ہی ہے۔ دنیا کی محبت دلوں میں گھر کر گئی ہے۔ حلال و حرام کی فکر نہیں، نماز و روزہ کا خیال نہیں کیا مسلمانو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ہی دنیا کرنا سکھلائے تھے، خدا کے لئے سنبھلو، ایسی دُنیا بُرا خواب ہے۔ دیکھو اس کی بری تعبیر دیکھنا پڑے گی آخرت کو اپنا گھر سمجھنے کا علاج یہ ہے روزانہ تھوڑی دیر سوچا کرو، ایک دن ہم کو مرنا ہے اور خدا کے سامنے جانا ہے اے نفس! تو دنیا کو چھوڑنے والا ہے دیکھ تھوڑی سی زندگی ہے اس نے تجھے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

دنیا کا عیش و نشاط آخرت کے رنج و عذاب کے مقابلہ میں حبس دوام کے قیدی کے رات کا احتلام ہے۔ اے نفس پھر اس پر یہ غرور یہ غفلت تا کجے، بڈھا ہو کر کیا پھر جوان ہونا ہے تجھے آخرت کا کچھ خیال ہی نہیں وہاں کے سامان کی کچھ فکر ہی نہیں، دیکھو اب وقت جاتا ہے، ایک دن وہ آتا ہے کہ تو قبر کے گڑھے میں پڑا ہوگا۔ اور تجھ سے سوال ہو رہا ہوگا اگر اچھا جواب دے گا تو ابد الآباد کا چین ہے ورنہ سدا کی تکلیف ہے

اس طرح سوچتے رہنے سے آخرت سے تعلق پیدا ہوگا اور دنیا کروگے آخرت کو سنبھالے ہوئے۔

یوسف علیہ السلام بادشاہ وقت ہیں مگر آخرت کو اپنا گھر سمجھے ہوئے ہیں اس لئے ان کو دنیا مضر نہیں۔

جب شاہی آداب ادا ہو چکے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھایا اور بھائی تخت کے نیچے بیٹھائے گئے۔

دوستو! درباری سب شریک ہیں مگر حضرت یوسف کے مقرب اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے خدا کے مقرب ہوں گے۔

دربار برخواست ہوا، ہر ایک بھائی کو معہ ان کے اہل وعیال کے ایک ایک محل میں اتارا گیا۔

حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ سے کہا بابا آپ کے لئے بھی ایک محل تیار ہے وہاں تشریف رکھیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بیٹا میں محل لے کر کیا کروں مجھے کنعان کی طرح ایک جھونپڑی بنادو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ اس جھونپڑی میں ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے۔ اولاد کو اور اولاد کے اولاد کو علم سکھاتے۔ بی زلیخا بھی حضرت یعقوبؑ کے خدمت میں آیا کرتیں علم سیکھتیں، عبادت کے طریقے معلوم کرتیں، اپنے زمانے کے کل عورتوں سے علم میں بڑھی ہوئی تھیں بہت عبادت کیا کرتی تھیں۔

ایک روز حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ سے پوچھا بیٹا مجھ سے جدا ہونے کے بعد تم پر کیسے گذری تو حضرت یوسفؑ پچھلے واقعات باپ کو سناتے ہیں اس پیارے انداز سے کہ کسی کو ناگوار نہ گذرے بھائیوں کی شکایت نہ ہو زلیخا کے احوال بھی مخفی رہیں، پھر صرف واقعات ہی نہیں بیان کرتے ہیں بلکہ خدا کے احسانات اس طرح بتلاتے ہیں کہ اس کے ضمن میں پچھلے واقعات بھی معلوم ہوجائیں سچ ہے خدا کے دوستوں کی باتیں ہی ایسی ہوتی ہیں۔

دوستو! خدا تک پہونچنے کا راستہ کوئی پگ ڈنڈی یا سڑک نہیں ہے۔ جس سے ہو کر آپ خدا تک پہنچ جائیں بلکہ خدا تک پہنچنے کا راستہ خدا سے مشغول ہونا ہے۔ تمام شریعت طریقت اسی مشغول ہونے کو بیان کرتی ہے جسم کی محبت اپنے طرف مشغول کرتی ہے

نماز خدا کے طرف مشغول کرتی ہے۔

روزہ خدا ہی کے طرف مشغول کرتا ہے۔

مال کی محبت اپنے طرف مشغول کرتی رہتی ہے۔

زکوٰۃ خدا کی طرف مشغول کر دیتی ہے۔

وطن کی محبت اپنے طرف مشغول کرتی ہے۔

حج خدا کی طرف مشغول کر دیتا ہے۔

جو خدا کا حکم سمجھ کر بیوی بچوں میں ہے ان کے حقوق ادا کر رہا ہے وہ بھی خدا ہی کی طرف مشغول ہے۔

جو شخص بیوپار کھیتی یا اور کوئی دھندا کر رہا ہے اور اس میں خدا کا خلاف کرنا چاہتا ہے۔ پھر ڈر کر خدا کی مرضی کے موافق کر رہا ہے یہ بھی خدا ہی کی طرف مشغول ہے۔

صاحبو! سچ بتایئے خدا کا راستہ چلنا کیا مشکل ہے، اگر اس راستہ سے روکنے والی دو چیزیں ہیں جو دل کو خدا کی طرف سے موڑ کر اپنے طرف مشغول کر لیتی ہیں۔ اس سے بندہ خدا کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ چلنا شروع کرتا ہے۔ اور خدا کے راستہ سے دور ہوتا جاتا ہے کیونکہ دل ایک وقت دو طرف مشغول نہیں ہو سکتا۔ جب دوسری طرف مشغول ہوگا تو ضرور خدا کی طرف مشغول نہ ہوگا۔

خدا کی طرف مشغول ہونا ہی خدا کا راستہ تھا۔

جب خدا کے طرف مشغول نہ رہا تو وہ خدا کے راستہ سے دور ہو گیا۔

پہلی چیز خدا کے راستہ سے روکنے والی مصیبت ہے جو طبیعت کو ناگوار ہوتی ہے کہ دل اسی کے ادھیڑ بن میں لگ جاتا ہے، خدا کی طرف مشغول ہونے کا موقع نہیں ملتا۔

دوسری چیز نعمت ہے یعنے دل کی خواہش کے موافق کوئی چیز مل جائے چونکہ یہ چیز مرغوب ہوتی ہے، راہزن بن کر اپنے طرف مشغول کرلیتی ہے خدا کے راستہ سے ہٹا دیتی ہے، اگر اس نعمت کو خدا کی طرف سے ہے سمجھ کر اس نعمت سے تعلق پیدا کرلیا جائے تو وہ راہزن نہیں۔ بنتی بلکہ وہ نعمت خدا کے راستہ پر چلنے میں مدد دیتی ہے۔ انہی دونوں کی وجہ سے انسان خدا کا راستہ چھوڑے ہوئے ہے کوئی نعمت کے وجہ سے اور کوئی مصیبت کی وجہ سے حضرت یوسفؑ نے عمل کرکے دکھا دیا۔

انسان اگر ہمت کرے تو اس کو نہ مصیبت خدا کے راستہ سے ہٹاتی ہے. نہ نعمت، مصیبت میں تو آپ نے دیکھ لیا کہ کیسی کیسی مصیبتیں آئیں مگر آپ خدا ہی کے طرف متوجہ و مشغول رہے، اب نعمت ملی ہے بادشاہت ہے مگر خدا کی طرف مشغول ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا۔

اب پچھلے واقعات کو سنتے ہیں ذرا انداز بیان کو دیکھو وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ یاد آجہ پر خدا نے کس قدر احسان ہوا اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ - کہ مجھ کو قید سے نکالا یہ نہیں فرمایا کہ مجھے باؤلی سے نکالا۔ اس سے بھائی شرمندہ ہوتے تھے. جب ان کے قصور کو معاف کردیا تو پھر کیا دوبارہ اس کا ذکر کرتے۔ دستور یہ اہل اخلاق

حضرت لقمانؑ فرماتے ہیں میں چار ہزار اللہ والوں سے ملا ان سے ہزار ہا نصیحتیں سنیں، ان ہزار ہا نصیحتوں میں سے آٹھ نصیحتیں چنی ہیں اگر تو نماز میں ہے تو دل کی حفاظت کر، اگر تو کسی کے گھر میں ہے تو آنکھ کی حفاظت کر، اگر تو لوگوں میں ہے تو زبان کی حفاظت کر، دو چیزیں یاد رکھ اور دو چیزیں بھول جا۔ اللہ کو اور موت کو یاد رکھ . کسی پر احسان کیا ہے

تو اس کو بھول جا کسی نے تجھ سے برائیاں کی ہیں تو اس کو بھی بھول جا۔

وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِىْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِىْ ۔ بابا اللہ کا دوسرا احسان یہ ہوا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈلوادیا تھا عمر بھر نہیں مل سکتے تھے کتنا بڑا خدا کا احسان ہوا کہ آپ سب کو اور بھائیوں کو جنگل سے میرے پاس لایا۔ اِنَّ رَبِّىْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ میرا پروردگار بہت باریک تدبیریں کرتا ہے کہ اسکی تدبیر کو کوئی سمجھ نہیں سکتا کون کہہ سکتا تھا کہ کنوئیں میں گرنا مصر میں آنے کا سبب ہوگا۔ قید میں جانا مصر کی بادشاہت ملنے کا ذریعہ ہوگا۔ قحط پڑنا یعقوب علیہ السلام کا اور ان کی اولاد کا مصر میں آنے کا سبب ہوگا یہ سب اس پاک خدا کے قدرت کے کرشمے ہیں جس نے ہر مرتبہ مجھ پر احسان کیا ہر تکلیف کو راحت سے بدل دیا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بیشک وہ بڑا علم والا حکمت والا ہے۔

دوستو! جب تم پر مصیبتیں آئیں حضرت یوسف کی مصیبتوں کو یاد کرو اور صبر کرو آخر میں وہی راحت دے گا۔ جب خدا تم کو غلبہ دیکر خوش کرے تو دشمنوں سے بدلہ نہ لو جب یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے قصور معاف کر دیئے تو حضرت یعقوبؑ نے حسب وعدہ قبل عاشورہ کو جو شب جمعہ بھی تھی سب کو جمع کر کے یہ دعا کی، اس وقت سب آمین کہہ رہے تھے۔

الٰہی یوسفؑ کے لئے جو میں بیقرار تھا اور بے صبری کر رہا تھا تو اس کو معاف فرما۔ میرے بچوں نے یوسفؑ کو ایذا پہونچائی ہے ان سب کے قصور کو معاف فرما۔

یوسفؑ علیہ السلام بہت عاجزی سے آمین کہہ رہے تھے وحی آئی کہ ہم نے تم سب کا قصور معاف کیا۔ اس کے بعد اور چوبیس برس یعقوب علیہ السلام زندہ رہے۔

ایک روز خواب میں دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام جواہر کی کرسی پر بیٹھے ہیں

سیدھی طرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور بائیں طرف اسحاق علیہ السلام ہیں اور فرماتے ہیں یعقوبؑ ہم تمہارے آنے کے منتظر ہیں۔ آؤ ہمارے پاس آ جاؤ، نیند سے ہوشیار ہو کر سمجھ گئے کہ وقت آ گیا بہت خوش ہوئے وصیت کی کہ ہم کو ہمارے باپ اسحاقؑ کے پہلو میں دفن کرنا۔

ملک الموت آئے تو فرمایا اے شخص تم کون ہو، تمہارے دیکھنے سے میرے ہاتھ پیر میں لرزہ پڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا میں ملک الموت ہوں، حضرت یعقوبؑ نے فرمایا مرحبا مرحبا آؤ آؤ، اس کے ساتھ ہی سکرات شروع ہو گئی آپ فرماتے تھے اللہ اکبر کیا تکلیف ہے۔ سکرات کی۔ پھر فرمایا عزرائیل میری نصیحت ہے کہ تم یوسفؑ کی روح بہت آسانی سے نکالنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب سکرات شروع ہوئی تو کٹورے میں پانی رکھے ہوئے تھے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے الٰہی تو سکرات آسان کر، پھر آپ نے پوچھا کیوں ملک الموت میری امت کی بھی روح تم ہی نکالو گے۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا ملک الموت جتنی سختی امت پر کرنا ہے وہ مجھ پر کر لو تاکہ میری امت پر سکرات آسان ہو، انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں ان پر ان کے ماں باپ سے زیادہ شفقت کروں گا۔

حضرت یعقوبؑ کا انتقال ہو گیا۔ ملک الموت ان کی روح آسمانوں پر لے چلے، فرشتوں نے استقبال کیا۔ حضرت یوسفؑ کو بہت رنج ہوا حسب وصیت ان کو اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

یوسف علیہ السلام کو سلطنت ہے۔ زلیخا جیسی بیوی ہے اور اولاد بھی ہو چکی ہے۔ غرض جب سب باتیں کمال کو پہنچ گئیں تو آپ نے سمجھا کہ ہر کمال کو زوال ہے دنیا کی نعمت ہمیشہ نہیں رہتی، میری بھی موت کا وقت قریب آ گیا ہے تو آپؑ خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا فرماتے ہیں دعا کا طریقہ دیکھئے پہلے احسانات گنتے ہیں

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ میرے پروردگار آپ نے مجھ کو ظاہری نعمتیں دیں کہ سلطنت عطا فرمائی ہے۔ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور باطنی نعمت یہ دی کہ نبوت عطا ہوئی خوابوں کی تعبیر دینا سکھایا اس کے بعد اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آپ زمین اور آسمان کے پیدا کرنے والے ہیں۔ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا و آخرت میں میرے کام بنانے والے ہیں۔ اب مدعا عرض کرتے ہیں جیسے دنیا میں میرے کام بنائے ایسے ہی آخرت میں میرے کام بنائیے۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا اسلام پر میرا خاتمہ کیجئے اور مسلمانی کی حالت میں مجھے دنیا سے اٹھائیے۔ وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ مجھ کو خالص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے۔

باپ کے بعد تیئس ۲۳ سال حضرت یوسفؑ زندہ رہے ایک روز یعقوب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا وہ فرماتے ہیں بیٹا یوسفؑ میں تمہارا مشتاق ہوں آج کے تیسرے روز آکر ہم سے ملو بہت خوش خوش خواب سے ہوشیار ہوئے۔

دوستو! موت سے یہ سب خوش کیوں ہو رہے ہیں اسلئے خوش ہو رہے ہیں کہ کوئی کہیں کا رہنے والا ہے بہت دن ہوئے وطن چھوٹ گیا ہے سفر میں ہے طرح طرح کی اذیت ہو رہی ہے۔ کوئی خدا کا بندہ اگر وطن میں پہنچا دے پھر فرمائیے کہ وطن سے دور پڑا ہوا کس قدر خوش ہوگا۔

دوستو: موت بھی ہم کو سفر کی مصیبتوں سے چھڑا کر وطن میں پہنچا دیتی ہے اس لئے موت خوشی کی چیز ہے خاص کر جب وطن میں آپ کا محبوب بھی ہو، ہائے اس لیجانے والے کے صدقے جو اس محبوب تک پہونچا دے موت کیا کرتی ہے۔ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتی ہے اسلئے حضرت حمزہؓ فرماتے ہیں

مثنوی: گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں ∴ مرگ می دیدم وداع ایں جہاں

حضرت حمزہؓ نے فرمایا جب کہ میں جوان تھا تو اس جہاں کو چھوڑنے کا نام

موت سمجھتا تھا۔

لیک از نور محمد من کنوں ؛ نیستم ایں شہر فانی راز بوں

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے اب موت کو برا نہیں سمجھتا ہوں

اس موت کا مزہ پوچھنا چاہتے ہو تو ذرا بلالؓ سے پوچھو ۔

چوں بلالؓ از ضعف شد ہم چوں ہلال ؛ رنگ مرگ افتاد بر روئے بلالؓ

جب بلالؓ ضعف سے شل ہلال ہو گئے اور ان کے چہرہ پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

جفت او دیدش بگفتا واحرب ؛ پس بلالش گفت نے نے واطرب

ان کی بیوی ان کی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگی، ہائے افسوس یہ سن کر بلالؓ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا مت کہو بلکہ یوں کہو یہ کس قدر خوشی کا دن ہے

تاکنوں اندر حرب بودم ززیست ؛ تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست چیست

اب تک جو دنیا کی زندگی رہی وہ قابل افسوس تھی۔ موت کو تم کیا جانو کیسے عیش کی چیز ہے ۔

ایں ہمی گفت در عین گفت ؛ نرگس و گلبرگ ولا می شگفت

یہ کہہ رہے تھے اور یہ کہنے کے حالت میں انکا چہرہ خوشی سے تمتا رہا تھا

تاب روئے چشم پر انوار او ؛ می گواہی داد بر گفتار او

ان کے چہرہ کی چمک اور ان کے آنکھوں کے انوار ان کے کلام کے سچے ہونے پر گواہی دے رہے تھے ۔

گفت جفتش الفراق ای خوشخصال ؛ گفت نے نے الوصال است الوصال

ان کی بیوی نے کہا یہ جدائی کا وقت ہے یہ سن کر بلالؓ نے کہا نہیں نہیں یہ وصال کا وقت ہے ۔

گفت جفت امشب غریبے میروی ؛ از تبار و خویش غائب می شوی

ان کی بیوی نے کہا آج آپ وطن سے بے وطن ہو رہے ہیں اپنے خاندان

سے اور قرابتداروں سے دور ہو رہے ہیں ۔

گفت جفتش بلکہ امشب جان من ؛ میرسد خوش از غریبی در وطن

تو حضرت بلالؓ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ میری جان خوش خوش سفر سے وطن میں پہونچ رہی ہے۔

گفت ای جان و دلم واحسرتا ؛ گفت نے نے جان من وا دولتا

ان کی بیوی نے کہا میری جان و دل حسرت کر رہے ہیں تو بلالؓ نے فرمایا نہیں نہیں میری جان دولت دیدار سے مشرف ہونے والی ہے۔

موت اس مزہ کا نام ہے موت سفر سے وطن کو جانے کا نام ہے، موت فراق کے صدمے سہنے کے بعد محبوب سے وصال ہونے کا نام ہے، اس لئے فرمایا۔

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ مگر میرے دوستو اگر کوئی ایسا جرم کیا ہے کہ جسکے لئے وطن سے وارنٹ جیو ٹا ہے تو اب وطن میں جانے سے گھبرائے گا۔

دوستو! خدا کیلئے موت کو وارنٹ مت بناؤ۔ موت کو محبوب کا قاصد بناؤ خبرداری اے نفس پابند حرص خبردار اے دل اسیر ہوا۔ بس اب خواب غفلت سے ہوشیار ہو۔ خدا کے لئے کب تلک سوئے گا۔ کیا اپنے وطن اصلی کو بھول گیا، جہاں سے کبھی تو یہاں آیا تھا ؎

نہیں یاد آتی وطن کی تجھے ؛ تو پردیس میں اپنا مت دل لگا

یہ دنیا نہیں آہ تیرا وطن ؛ ترا ہے وطن آخرت اے فتا

بہت سوچکا خواب غفلت میں تو ؛ وطن کے لئے اٹھ کے دولت کما

نوافل کی دولت سے دامن کو بھر ؛ فرائض کے لے گوہر بے بہا

کمر باندھ چلنے کو تیار ہو ؛ سمجھ کوس رحلت بجا اب بجا

ہائے ہماری غفلت اور تو اور رمضان آتے ہیں مگر ہم رمضان میں بھی کچھ وطن کے لئے نہیں کیا کرتے ہیں، صاحبو! انسان کی زندگی مستعار زندگی ہے انسان کے عمر کی بنیاد بالکل ناپائدار ہے۔ یہ رات دن آخرت کا

دور دراز راستہ چلنے والے مسافروں کے منزلیں ہیں۔ یہ دنیا فنا کا جال ہے نہ ہمیشہ رہنے کی جگہ، دھوکہ کی جگہ ہے نہ مقام سرور، پل ہے گذرنے کے لئے نہ مکان ہے رہنے کے لئے ۔

گنجِ اماں نیست دریں خاک داں :: مغز وفا نیست دریں استخواں

دنیا ایک گوڑہے اس میں امن کا خزانہ نہیں ہے۔ یہ ایسی ہڈی ہے جس میں مغز نہیں ہے۔

دوستو! اس دنیا کے پھول کے ساتھ کانٹا لگا ہوا ہے، اس دنیا کا عیش مصیبتوں سے ملا ہوا ہے۔ دنیا کی ملاقات جدائی کے لئے ہے ۔

جہاں را ہر گلے بر نوک خاریست :: خزاں نے از پئے ہر نو بہاریست

دنیا کا ہر پھول کانٹے کے نوک پر ہے۔ اس کے ہر بہار کے بعد خزاں لگی ہوئی ہے

وصالِ غنچہ بے خارِ جفا نیست :: چراغ لالہ بے باد فنا نیست

اس دنیا کی کلیاں ملتی ہیں تو اس کے ساتھ ظلم کا کانٹا بھی لگا ہوا ہے اس کے ہر لالہ کے چراغ کے ساتھ فنا کی ہوا لگی ہوئی ہے ۔

جہاں گر گنج دارد مار با اوست :: دگر خرما نماید خار با اوست

دنیا اگر خزانہ رکھتی ہے تو اس کے ساتھ سانپ بھی موجود ہے! اگر کھجور دکھاتی ہے تو اس کے ساتھ کانٹا بھی ہے۔

گر از وے لطف جوئی قہر یابی :: اگر تریاق خواہی زہر یابی

دنیا سے اگر لطف چاہے تو قہر ہی پائے گا اگر اس سے تریاق مانگے تو زہر پائیگا

نہ سروے در چمن بینم نہ شمشاد :: کہ از اندوہِ دہر است آزاد

اس دنیا کے چمن میں نہ ایسا سرو دیکھتا ہوں اور نہ ایسا شمشاد کہ زمانہ کے اندوہ سے آزاد ہو، جو عدم سے یہاں آتا ہے ایک دن پھر اس کو یہاں سے جانا ہے جو زندہ ہے۔ ایک دن اس کو مرنا ہے ہم اپنے کو مرنے والا سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر یہ یاد رکھیں کہ ایک دن وہ آتا ہے کہ اپنے پرایوں کو گھر دار کو چھوڑ جاؤ!

کہ اکیلے قبر کے کونے میں پڑے رہیں گے۔ میرے دوستو! جاگو ہوش میں آؤ دیکھو موت ہر دم تمہارے گھات میں لگی ہوئی ہے ؎

تمہیں ہے چلنی عدم کی منزل کہ جس کا کھٹکا قدم قدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

غفلت میں رات دن کھونے والے صاحبو! اپنے کانوں کو کھول کر میرے معروضہ کو سنو، جس شخص کے بچھڑنے کا وقت موت ہو اور جس کا بچھونا خاک ہو، جسکے انیس کیڑے ہوں، جس کے جلیس منکر نکیر ہوں۔ جس کا مقام قبر ہو جس کے آرام کی جگہ زمین کا پیٹ ہو، جس کے وعدہ کی جگہ قیامت ہو، جس کے قیام کی جگہ بہشت یا دوزخ ہو تو کیا اسکو ایسی غفلت میں پڑا رہنا مناسب ہے۔ اس کو تو موت کے سوا کچھ اور فکر نہ ہونی چاہیئے تیاری ہو تو موت کی ہو، اہتمام ہو تو موت کا ہو، انتظام ہو تو موت کا ہو۔

دنیا کی خوشی پر دھوکہ کھانے والو سنو غور سے سنو! ہر کمال کے لئے زوال ہے دنیا کی زندگی کے پیچھے موت کی گھڑی لگی ہوئی ہے، کوئی گھر ایسا دیکھا ہے کہ جس میں موت نہ ہوئی ہو، کوئی محل ایسا سنا ہے کہ جو فنا نہ ہوا ہو، کوئی ایسی مجلس دیکھی ہے کہ منتشر نہ ہوئی ہو، کہیں کوئی ایسا مجمع ہوا ہے کہ جس میں فراق نہ ڈالا گیا ہو۔

دوستو! سب کو موت کے گھاٹ سے پار ہونا ہے بادشاہ اور وزیر، امیر اور فقیر چھوٹا بڑا، بوڑھا جوان، عالم ہو یا کہ جاہل، عقلمند ہو کہ احمق، ناقص ہو یا کامل، بیٹھا ہو یا کھڑا۔ اتر رہا ہو یا چڑھ رہا ہو، سویا ہوا ہو یا بیدار مست ہو یا ہوشیار، قوی ہو یا ناتوان، شریف ہو یا ذلیل، ملحد ہو یا موحد، فاسق ہو یا زاہد، کاہل ہو یا چالاک سب ملک الموت کے سامنے برابر ہیں۔ ہائے موت تو نے یوسفؑ سے حسین کو بھی نہ چھوڑا۔

دوستو! کسی کو ایک زمانہ کے بعد وصال ہوا ہو ہجر کا زمانہ ابھی بھولا نہ گیا ہو پھر

اس کے کان ہجر کی آواز سن رہے ہوں ہائے اس شخص کی حسرت بھی عجیب حسرت ہے۔
مصیبت زدہ زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے ان کا خواب سنا کر حضرت یعقوبؑ ان کو بلا رہے ہیں، تین روز کے بعد خود سے ملنے کو کہہ رہے ہیں، اب آپ ہی سوچیے کہ بیچاری زلیخا کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ زار زار روتی تھی اور کہتی تھی الہیٰ!

ندارم طاقتِ ہجرانِ یوسفؑ ؛ ز تن کش جان من با جان یوسفؑ
الہیٰ میں یوسفؑ کے جدائی کی تاب نہیں رکھتی ہوں یوسفؑ کیساتھ میری بھی جان نکالیے

بقانونِ وفا نیکو نہ باشد ؛ کہ من باشم بدنیا او نباشد
وفاداری کے قانون کے لحاظ سے یہ اچھا نہیں ہے کہ میں رہوں دنیا میں اور وہ نہ رہیں

دگر با من نہ سازی ہمراہ اورا ؛ مرا بیروں بُرا دل آنگ اورا
اگر میرے ساتھ انکو ہمراہ نہیں کرتے ہیں تو مجھ کو پہلے لیجایئے پھر ان کو۔

صبح کو حضرت یوسفؑ شاہی لباس پہن کر باہر آئے سواری لائی گئی ایک رکاب میں پاؤں رکھا تھا کہ جبرئیل نے کہا اے خدا کے نبی یوسفؑ بس اب جلدی نہ کیجئے، دوسرے رکاب میں پاؤں رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ وقت آگیا آپ نہایت خوشی سے واپس آگئے تمام اپنے خاندان کو جمع کیا طرح طرح کی نصیحتیں کیں اور فرمایا آگے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مصر کا حاکم فرعون ہوگا اس کی اصلاح کے لئے ہماری اولاد میں سے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نبی بنا کر بھیجے گا۔ اسوقت شروع شروع میں بہت تکلیف تم کو پہونچے گی صبر کرنا استقلال سے رہنا۔ موسیٰ کے ہاتھ سے وہ غارت کیا جائے گا موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلیں گے میرے تابوت کو مصر میں نہیں رکھنا اپنے ساتھ لیجاکر کنعان میں دفن کرنا۔
پھر آپ نے فرمایا زلیخا کہاں ہے بلاؤ لوگوں نے کہا آپؑ کے غم میں ان کا بُرا حال ہے آپ کو انتقال کرتے ہوئے ان سے نہیں دیکھا جائے گا۔ ان کو ان کے حال میں رہنے دیجئے آپ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو گئے وہ فرشتہ پاس ہے جو لذتوں کو توڑنے والا ہے۔ آرزوؤں کو مٹانے والا ہے۔ جماعتوں کو پھوڑنے والا ہے۔ بچوں کو یتیم کرنیوالا، عورتوں کو بیوہ کرنے والا فرشتہ پاس ہے۔ آپ پہ سکرات کا عالم ہے۔ جبرئیل علیہ السلام بھی

پاس ہیں ان کے ہاتھ میں جنت کا سیب ہے حضرت یوسفؑ کو سنگھا رہے ہیں، حضرت یوسفؑ جنت کے سیب کی خوشبو سونگھ کر جنت کو سدھارے

آہ یوسف ہو گئے حق کی رضا ∴ جس پر جاری ہو گیا حکم خدا
بادشاہِ مصر تھے اور تھے نبی ∴ موت نے اسکی بھی کچھ پروا نہ کی
لے گئی انکو بھی یہاں سے توڑ کر ∴ وہ بھی رخصت ہو گئے منھ موڑ کر
حیف دنیا بے ثباتی تیری حیف ∴ بے وفا کس درجہ بودی تیری حیف

ہائے جس محل میں خوشی کے شادیانے بج رہے تھے اب وہاں ماتم بپا ہے رونے کی آواز سنکر زلیخا نے کہا ارے کیا ہے لوگوں نے کہا تمہارے دل کی راحت و آرام تخت سے تختہ پر لائے جا رہے ہیں۔ زلیخا نے آہ کی اور تین روز بے ہوش رہی، جب ہوش آتا تو چیخ مارتی، اور بے ہوش ہو جاتی۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا چھٹے روز ہوش میں آئی پوچھا لوگو میرے یوسفؑ کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا تمہارا افزانہ خاک میں چھپا دیا گیا۔ یہ سنتے ہی سیدھی قبر پہ پہنچی، کبھی سرہانے کو چومتی تھی اور کبھی پائنتی کو۔ رو رو کر کہا ہائے یوسفؑ تم پانی کی طرح خاک میں گئے اور مجھے کچرا سمجھ کر باہر چھوڑ گئے یوسفؑ یہ آنکھیں تم کو دیکھتی تھیں اب ان آنکھوں کو لے کر کیا کروں، یہ کہا اور دونوں آنکھیں نکال کر قبر پر ڈال دیں چکر کھا کر قبر پر گری اور مر گئی ؎

خوش آں عاشق کہ در ہجراں نہاں مرد ∴ بخلوت گاہ جاناں جاں چناں برد

عاشق اسکو کہتے ہیں کہ جو جدائی میں ایسا مرے، معشوق کے پاس جان ایسی لیجائے

نخست از غیر جاناں دیدہ بر کند ∴ وزاں پس نقد جاں بر خاکش افگند

پہلے تو معشوق کے سوا اوروں کو دیکھنے کے قابل دیدے نہ رکھے، اس کے بعد قبر پر جان دیدی ؎

ہزاروں فیض بر جان و تنش باد ∴ بجاناں دیدہ جاں روشنش باد

ہزاروں رحمتیں زلیخا کے جان و تن پر ہوتی رہیں ان کی روح کا دیدہ ان کے معشوق کے وصال سے روشن رہے۔

دوستو: زلیخا نے مخلوق کے لئے جو کیا کبھی ہم نے خالق کے لئے بھی ایسا کچھ کیا، جان کیا دیتے، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، یہ جسم گھلانے کا وقت آئے تو دیکھئے کتنے نکتے ہیں۔

محبت کرنے والے محبوب پر جان یوں نثار کرتے ہیں، جان نہ سہی۔ زکوٰۃ دیکر کبھی آپ نے بھی مال نثار کیا۔

زلیخا کی آرزو پوری ہوئی، لوگوں نے حضرت یوسفؑ کے پہلو میں دفن کر دیا

ندیدہ ہرگز ایں دولت کس از مرگ ٭ کہ باید صحبت جاناں پس از مرگ

کسی کو مرنے کے بعد یہ دولت ہرگز نہ ملی ہوگی کہ مرنے کے بعد معشوق سے لطف صحبت پائے۔

مصر کے دو کنارے ہیں، بیچ میں دریائے نیل ہے جدھر حضرت یوسفؑ کی قبر تھی ادھر سکال، دوسرے طرف دکال رہتا تھا۔ تابوت ادھر لے گئے تو ادھر سکال ادھر دکال ہو جاتا۔ مجبور ہو کر بیچ نیل میں تابوت رکھ دیا تو دونوں طرف سکال رہا۔

بہ بین حیلہ کہ چرخ بے وفا کرد ٭ کہ بعد مرگش از یوسفؑ جدا کرد

اس بے وفا آسمان کو تو دیکھئے کہ کس حیلہ سے بیچاری زلیخا کو اس کے مرنے کے بعد بھی یوسفؑ کے پاس نہ رہنے دیا اللہ سے اس کو جدا کر دیا۔

نمی دانم کہ با ایشاں چہ کیں داشت ٭ کہ زیر خاک شاں آسودہ نہ گذاشت

میں نہیں جانتا کہ اس بیچاری کے ساتھ آسمان کو کیا کینہ تھا کہ قبر میں بھی اسکو آرام سے نہیں رہنے دیا۔

پھر حضرت موسیٰؑ نے مصر سے نکلتے وقت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو ساتھ لیجا کر کنعان میں جا دفن کیا، آج تک وہیں دفن ہیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

دوستو! کچھ آپ نے سوچا کہ مرنے کے بعد بھی دونوں کو ایک جگہ نہ رہنے

دیا گیا. اس سے یہ بتانا منظور ہے کہ جو چیز تم کو پسند آئے اور اس سے تم نے بہت تعلق بڑھا لیا ہو تو یاد رکھو بڑی حسرت کے ساتھ تم کو اس سے ٹوٹنا پڑے گا اور اس کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑے گا اسلئے سب سے ٹوٹ کر اللہ ہی کے ہو رہو، سب سے تعلق ہو مگر سب کا تعلق دبا ہوا ہو خدا کا تعلق سب سے بڑھا ہوا ہو ورنہ یاد رکھو اگر تم نے ان سب تعلقات کو جو بڑھا رکھا ہے اگر خود نہ توڑا تو ایک زبردست قدرت والا ان سب تعلقات کو توڑ کے رکھ دے گا.

تو غافل خفتۂ او ایستادہ ⁂ یکایک می ستاند انچہ دادہ

تم غافل ہو وہ غافل نہیں ہے جو کچھ دیا ہے وہ سب یکایک چھین لے گا پھر لیتا بھی ہے تو ایسا کہ قبر کو تک قبر کے پاس نہیں رہنے دیتا اسلئے.

صاحبو! جو خدا کو چھوڑ کر مخلوق سے تعلقات بڑھا لیتے ہیں وہ اپنے حق میں کانٹے بوتے ہیں اور یوں بھی تو غیر کی محبت اور غیر کا تعلق ہمیشہ تکلیف پہنچاتا رہتا ہے نہ ملے تو پریشانی اور ملے تو جدائی کا خوف، بندہ جہاں مخلوق سے تعلق بڑھاتا ہے تو حکم ہوتا ہے کیوں بندے تو نے ہم کو چھوڑ کر کس سے علاقہ پیدا کیا ربط غیروں سے ہے اور ہم سے وفا چاہتے ہو ⁂ خود ہی سوچو کہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو

حکایت ایک شخص نے ایک عورت کو دیکھا اس کا عاشق ہو گیا بہت کچھ عشق جتایا، عورت نے کہا میں کیا چیز ہوں میری بہن مجھ سے زیادہ حسین ہے، خوبصورت ہے میرے پیچھے آ رہی ہے، یہ شخص ادھر ہی دیکھنے لگا اس عورت نے پیچھے سے اسکو ایک دھول لگایا اور کہا کیا یہی عشق تھا ظالم تجھے عشق جتاتے شرم نہیں آتی، اگر تجھے میرا عشق تھا تو تو نے اوروں کی طرف کیوں رخ کیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے تو محروم.

دوستو! ہائے ایک عورت تو اپنے غیر کی طرف رخ کرنے والے کو جھوٹا کہے بھلا خدا کا جیسا حقیقی معشوق کہ ہم اس کے عشق و محبت کا دعویٰ بھی کریں اور

غیروں سے علاقہ جوڑیں تو کیا ہم خدا کے چاہنے والوں میں شریک ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں، ہمیشہ کے لئے محروم کئے جاتے ہیں۔

اگر ہم کہیں ہم کو تو تعلق سب سے زیادہ خداۓ تعالیٰ سے ہے تو اس کو کسوٹی پر آزماؤ۔ کسوٹی یہ ہے جب کوئی کام خدا کا اور دنیا کا جمع ہو اس وقت دیکھیں کہ آپ کس کو ترجیح دیتے ہیں جس کو ترجیح دو گے اُسی کا تعلق بڑھا ہوا سمجھا جائے گا۔

حضرت یوسفؑ اور بی زلیخا کا قصہ یہاں ختم ہوا۔

دوستو! یوسف اور زلیخا کا زمانہ جا چکا۔ اب بھی یوسفؑ اور زلیخا ہیں۔ آپ کو ان کی خبر نہیں۔ "روح" یعقوبؑ ہے۔ جب روح کا بدن سے نکاح ہوا جو کہ پہلی بیوی ہے تو اس سے دس بیٹے پیدا ہوئے۔ پانچ "حواس ظاہری" اور پانچ "حواس باطنی" پھر روح کا دوسرا نکاح عقل سے ہوا تو اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے بنیامین کی طرح، ایک لطیفہ سر ہے، دوسرا بیٹا دل ہے جو اس جسم میں مثل یوسف کے ہے۔

خدا کی مخلوقات میں دل سے بڑھ کر کوئی اور چیز خوبصورت نہیں ہے یہی دل ہے کہ جب خدا کے سوا سب پر لات مارتا ہے تو زاہد کہلاتا ہے۔ محبت کی آگ سے بھڑک اٹھتا ہے تو عاشق کہلاتا ہے۔ جب ترقی کرتا ہے تو عرش کے اوپر ہوتا ہے غصہ سے عتاب بھی اسی دل پر ہوتا ہے۔ پیار و محبت کا خطاب بھی اسی دل سے ہوتا ہے سعید بھی یہی دل ہے شقی بھی یہی دل ہے کبھی وہ ہوا میں اڑ کر اوروں کا شکار کرتا ہے اور کبھی ذلیل مکھی بن کر دنیا کی مٹھاس پر چپک جاتا ہے۔ محبت کی کان دل ہے۔ معرفت کا خزانہ دل ہے۔

غرض دل وہ حسین خوبصورت یوسفؑ ہے کہ سارا عالم اسی پر فریفتہ و عاشق ہے بیوی اس دل کو لینا چاہتی ہے، اگر آپ اس کو یہ دل نہ دیں تو تعویذ ہو رہے ہیں گنڈے ہو رہے ہیں۔ ٹوٹکے ہو رہے ہیں کہ کسی طرح اس دل کو لے لے۔ ادھر ماں باپ خفا ہو رہے ہیں کہ لڑکے نے اپنا دل ہم کو نہ دیا۔ اپنے بیوی کو دیا اسی کا ہو رہا ادھر

خویش و اقارب، دوست و آشنا شکایت کر رہے ہیں کہ کیا یار دل لگا کر بات بھی نہیں کرتے۔ غرض ایک عالم میں دل کے حسن کی دھوم مچی ہوئی ہے جس کو دیکھو وہ اس یوسف پر عاشق ہے۔ عالم رہا ایک طرف خود خدا شے تعالیٰ اس دل پر مائل ہے دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ دل پر نظر ڈالتا ہے جب ہر چیز کو اس دل سے محبت ہے تو باپ یعقوبؑ یعنے روح کو کیسے دل سے محبت نہ ہو، سوتیلے بھائی حواس عشرہ کو حسد پیدا ہوا انہوں نے کہا۔ لَيُوسُفُ وَاَخُوهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

یوسف یعنے دل اور اس کا بھائی لطیفہ سر ہمارے باپ روح کے پاس بہت پیارے ہیں حالانکہ ہم محبت کے قابل تھے۔ سب کام کرنے کو تو حواس عشرہ اور محبت کرنے کو دل آپس میں مشورہ کیا۔ کسی نے کہا اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ یعنے دل کو مار دینا چاہیئے بعضوں نے کہا۔ وَ اَلْقُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ۔ نہیں طبیعت بدنیہ کے باؤلی میں دل کو ڈال دو يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ۔ پھر کیا ہے روح حواس کی طرف متوجہ ہوگی لذتوں اور شہوتوں میں پھنس جائے گی۔ من مانے حواس اپنا کام کریں گے ان سب نے مل کر روح سے کہا يٰاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ اِنَّا لَهٗ لَنَاصِحُوْنَ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

دل جب تک کہ روح کے سامنے ہے۔ روح، حواس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اسلئے حواس، روح سے کہتے ہیں کہ یوسفؑ قلب کو ہمارے ساتھ بھیجو، حیوانیہ کے جنگل میں کھائیں گے کھیلیں گے روح کو بھروسہ نہیں، معلوم نہیں حواس قلب سے کونسا نافرمانی کا کام کرا کے ہلاک کر دیتے ہیں، اس لیے حواس نے قلب کی حفاظت اور خیر خواہی کا اطمینان دلایا روح نے کہا۔ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ کہ کہیں غضب و بد اخلاقی کا بھیڑیا یوسفؑ قلب کو ہلاک نہ کر دے، اس لئے میں اپنی نظروں کے سامنے رکھتا ہوں غرض بڑی دقت سے (یوسفؑ) قلب کو لیجا کر لذات و شہوات بدنیہ کے باؤلی میں ڈالدیا۔ باؤلی میں ڈالتے وقت دل کی استعداد اصلی اور نور فطرت کا لباس اتار دیا۔ ادھر روح یعقوبؑ، یوسفؑ قلب کے لئے رو رہی ہے ادھر دل لذات

وشہوات کے کنوئیں پڑا ہے۔ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَھُمْ وارد یعنی قوت خیال نے آکر فَاَدْلٰی دَلْوَہٗ۔ قوت فکری کے ڈول کو چھوڑا اور اسکو کوئیں سے نکالا اور مصر یعنے دنیا میں لیجا کر شیطان جو مثل عزیز مصر کے ہے اس کے ہاتھ بیچ دیا۔ حضرت یوسفؑ کے خریدنے کے لئے ایک بڑھیا کھنڈکیاں لائی تھی' اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ دل کے خریدنے میں جس قدر ہوسکے کوشش کرو۔ عزیز مصر یعنے دنیا کا عزیز جو شیطان ہے اس نے دل کو خرید کر اپنی بیوی یعنے نفس امارہ سے کہا اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا' تو اس دل کو عزت سے رکھو ہم اس سے نفع اٹھائیں گے۔ وَرَاوَدَتْہُ الَّتِیْ ھُوَ فِیْ بَیْتِھَا عَنْ نَّفْسِہٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ شیطان کی بیوی یعنے نفس دل کو طرح طرح سے پھسلانے لگی، شریعت کے دروازے جن سے انوار رحمت وہدایت آتے ہیں (شیطان کی بیوی) یعنے نفس نے ان دروازوں کو بند کردیا اور دل سے کہنے لگی کہ نفسانی خواہشات کے پورا کرنے میں جلدی کرو۔ قَالَ مَعَاذَ اللہِ اِنَّہٗ رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوَایَ دل نے کہا معاذ اللہ میرا مقام تو عالم حقیقی میں ہے نفسانی خواہشات میں پڑنے سے میں اس مقام سے گرجاؤں گا۔ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ جو ظالم کہ دنیا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مولےٰ سے اعراض کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ (شیطان کی عورت) نفس نے دل کا ارادہ کیا اور دل بھی نفس کا ارادہ کرتا اگر نور عصمت نہ ہوتا۔ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَھْلِکَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (شیطان کی بیوی) نفس کے دل میں نہیں تھا مگر اپنے بچاؤ کے لئے مشورہ دیا کہ مجاہدہ اور ریاضت کے قید میں ڈالا جائے۔

وَقَالَ نِسْوَۃٌ فِی الْمَدِیْنَۃِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰھَا عَنْ نَّفْسِہٖ صفات بہیمیہ اور صفات سبعیہ اور صفات شیطانیہ کہنے لگے۔ اِمْرَاَۃُ الْعَزِیْز

یعنے (شیطان کی بیوی) نفس قلب پر شیفتہ ہے، ان کو (جمال یوسفؑ) یعنے جمال قلب کی خبر نہیں تھی اس لئے انہوں نے اعتراض کیا پس کر (شیطان کی بیوی) نفس نے مجلس کر کے سب کو بلایا اور ہر ایک کے ہاتھ میں ذکر کی چھری دی اور (یوسف) قلب کو لائی۔ جب ان صفات نے دل کے جمال کو دیکھا تو کہنے لگے ... مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ. اپنے ہاتھ کاٹ لئے ماسوا سے ان کا تعلق ٹوٹنے لگا. نفس کی شرارت ابھی کم نہیں ہوئی تھی. دوسرے صفات بھی دل کو مجبور کرنے لگے تو دل نے کہا. رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ دل اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو اس کو عصمت پسند ہے نفس اور دوسرے صفات بہیمیہ وغیرہ اس کو نافرمانی کرواتے ہیں. اس لئے دل نے کہا الٰہی مجھے جس طرف یہ نفس اور صفات بلاتے ہیں، اس سے خلوت اور شریعت کا قید خانہ پسند ہے غرض جب خلوت اور ریاضت کے قید خانہ میں دل قید ہوا.

تو اس کے ساتھ قوت عشقیہ اور ہوئی (دل میں آئے سو کرنا) یہ دونوں بھی قید ہوئے اور ان دونوں نے خواب دیکھا، قوت عشقیہ (جو عشق و محبت کی شراب پلا کر مست کرتی ہے) اس کو یہ تعبیر دی گئی کہ تو شراب محبت الٰہی پلا کر مست کرتی رہے گی اور ہوئی (یعنے دل میں جو آئے سو کرنا) جو مثل خبازہ شاہ (یعنے شاہی باورچی) کے ہے اس کو تعبیر دی گئی کہ تو سولی دیا جائے گا. جس سے سارے خیالات فاسدہ مٹتے جائیں گے اور اطاعت الٰہی کے طائر (ہوئی) کو ختم کر دیں گے. ساقی (یعنے قوت عشق و محبت) قید سے چھڑانا بھولا اور دل سات سال تک یعنے سات صفات حرص، بخل، شہوت، حسد، عداوت، غضب، تکبر مٹنے تک خلوت میں رہا.

پھر خواب دیکھا گیا کہ موٹی سات گائیوں کو دبلی سات گائیں کھا رہی ہیں یعنے وہ سات صفات ذمیمہ مذکورہ پر صفات حسنہ (قناعت، سخاوت، عفت، غیظ، شفقت، حلم، تواضع جو بہ سبب عملوں ہونے کے لطیف ہیں غالب آئے فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (پھر بارش ہوگی اور لوگ اطمینان سے

انگور نچوڑتے رہیں گے، اس کے بعد نفس کو اطمینان حاصل ہوگا اور مطمئنہ ہو جائے گا۔ چونکہ اب نفس لوامہ ہو چکا ہے، اس لئے کہنے لگا حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ دل کا کچھ قصور نہیں ہے، میں نے ہی اس کو پھسلا کر خواہشات نفسانی میں ڈالنا چاہا تھا پھر جب نفس مطمئنہ ہوا تو (یوسف) قلب کا نفس سے عقد ہوا، اس سے دو لڑکے علم و عمل پیدا ہوئے۔ اجْعَلْنِىْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ۔ پھر یوسف قلب نے کہا مجھ کو اعضاء پر حکومت دیجئے۔ حکومت دی گئی اب کیا تھا قلب تو چاہتا ہی تھا جب اسکو نفس مطمئنہ ملا تو سب اعضاء اللہ کی اطاعت میں چلنے لگے۔ یعقوب یعنے روح نے کہا جاؤ یوسف قلب کو اور ان کے بھائی لطیفہ سر کو ڈھونڈو۔

فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہر مسلمان کے ذمہ قلب کو جو وہ یوسف ہے اور بن یامین کو جو وہ لطیفہ سر ہے طلب کرنا ضروری ہے آخر پتہ لگا۔ قمیص نورانی قلب کا روح پر ڈالا روح منور ہوگئی۔

وَاْتُوْنِىْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ یعنے سب کو لانے کا حکم ہوا اور سب آگئے۔ باپ روح اور پہلی ماں بدن اور دوسری ماں عقل اور بھائی حواس عشرہ سب کے سب نے قلب کو سجدہ کیا۔ اول قلب کمال حاصل کرنے کے لئے روح کا محتاج ہوتا ہے جب قلب کامل ہو کر فیضان حق کے قابل ہو گیا اور بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ کے درجہ کو پہنچا یعنے اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان اسمائے تصرف میں ہو گیا تو مصر یعنے دنیا پر خلیفہ خدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت روح قلب کے انوار لینے کی محتاج ہوتی ہے اس لئے روح نے باوجود باپ ہونے کے قلب کو سجدہ کیا یعنے فیضان لینے میں قلب کی تابع ہو جاتی ہے کیوں کہ قلب مثل چراغ کے ہے اور روح مثل تیل کے ہے۔ چراغ شروع میں نار قبول کرنے میں تیل کا محتاج ہے لیکن تیل آخر میں نار قبول کرنے کے لئے چراغ کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تیل بغیر چراغ کے قابل نار کے نہیں ہوتا۔ اب دل انسان کامل بنا۔ سب اس کے محتاج، اور یہ سب کو لئے ہوئے خدا کا تابعدار بنا رہتا ہے۔

حضرت زلیخا کے محبوب کا قصہ تو آپ نے مزہ لے لے کر سنا۔ اب ذرا خدا کے محبوب کا بھی تو قصہ سنیئے۔

دوستو! جب سے دنیا پیدا کی گئی اسی وقت سے بندوں کو ہدایت کی ضرورت ہے یعنے انسان کی فطرت اور طبیعت میں یہ معلوم کرنے کی خواہش ہے کہ کون کون سے خیالات اور کون کون سے اعمال سے اس کو اللہ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ جیسے انسان کو بھوک لگتی ہے غذا کی خواہش میں بیقرار ہو کر آنتیں سکڑنے لگتی ہیں۔ پیاس لگتی ہے۔ پانی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ زبان سوکھ جاتی ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ بھوک اور پیاس لگاتا ہے اسی طرح ایک اور بھوک اور پیاس روحانی بھی لگایا ہے۔ جو اللہ کی معرفت کی اور اس سے ملنے کی ہے یہ اللہ سے ملنے کی بھوک اور پیاس بھی انسان کی فطرت میں ہے۔ ہر مذہب والے کی یہی خواہش ہے مگر شیطان اور نفس خدا سے دور ہونے والے راستہ پر چلاتے ہیں اور وہ اسکو خدا سے نزدیک ہونے والا راستہ سمجھتا ہے یا سستی سے خدا سے نزدیک ہونے والا راستہ نہیں چلتا ہے یہ سب عارضی بات ہے اصلی مقصود انسان کا ہدایت کی خواہش اور سچائی کی تلاش ہے اللہ کی معرفت اور اس کے نزدیک ہونے کی آرزو ہے ہاں جیسے انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اس کو بھوک اور پیاس نہیں لگتی ہے، ٹھیک اسی طرح ان لوگوں کو جو دنیا کی زندگی اور لذتوں میں محو ہو گئے ہیں۔ ان کو بھی اللہ کے نزدیک ہونے کی بھوک اور پیاس نہیں رہتی یہ اور بات ہے کہ مگر انسان کی فطرت میں بھوک اور پیاس کی طرح اللہ کے مقرب ہونے کا تقاضہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ ہماری بھوک کے لئے غلہ زمین سے اگاتا ہے، پانی آسمان سے اتارتا ہے تو کیا وہ ہماری روحانی بھوک اور پیاس کے لئے کوئی انتظام نہ کرے گا اس کی رحمت کا تقاضہ ہے کہ جس طرح مادی ضرورتوں کے لئے مادی سامان کیا، اس سے زائد روحانی ضرورتوں کے لئے روحانی سامان بھی کیا۔

ظاہری پیاس بجھانے کے لئے جس طرح اس نے پانی کے چشمے پیدا کئے اس طرح روحانی پیاس کے لئے روحانی چشمے بھی پیدا کئے ہیں، وہ چشمے اللہ کی وحی کے صاف اور شیریں

چشمے ہیں یوں تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہر چیز کو دفعتاً پیدا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں مگر اس کی عادت دفعتاً ایسا پیدا کرنے کی نہیں، ہر کام تدریج سے کرتا ہے۔

درخت کا بیج ڈالو تو بتدریج ایک عرصہ کے بعد درخت بن جائے گا۔ نر مادہ ملتے ہیں بہت سے مہینے گزرنے اور زمانہ بہت چکر کھانے کے بعد بچہ بنتا ہے۔ ایسا ہی ایکدم بارش نہیں ہوجاتی۔ وقتاً فوقتاً جیسے ضرورت پیش آتی ہے ویسے بارش ہوتی رہتی ہے، کبھی دو چار دس پانچ دن کے لئے بارش رک جاتی ہے۔ کبھی اتنی بارش ہوتی ہے کہ کئی مہینوں تک ضرورت نہیں رہتی۔ ٹھیک اسی طرح دنیا کی قوموں کی روحوں اور دلوں کی کھیتوں کو سرسبز کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی وحی کی بارش ایسے زور و شور سے ہوئی قرنوں تک اس کی تری دل کی زمین سے نہ گئی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت ہوا کبھی چھڑ ٹا سا ترشح کافی سمجھا گیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد کے پیغمبر۔

اسی طرح لگاتار چھوٹی بڑی بارش مختلف قوموں پر مختلف ملکوں پر ہوتی رہی غرض بتدریج وحی کی بارش ہوتی رہی آخر ایک وقت آیا خدا کی ساری زمین خشک اور پیاسی ہوگئی ہدایت کے چشمے سوکھ گئے۔ چاروں طرف آگ برسنے لگی۔ بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کی آندھیوں اور لوؤں نے تمام روحانی کھیتوں کو جھلس ڈالا۔ اس وقت بطحیٰ کے پہاڑوں سے ایک گھٹا اٹھی جو آخر کار ساری دنیا پر چھا گئی۔ اللہ کے وحی کی وہ موسلا دھار اور عالمگیر بارش ہوئی جس نے دوسری بارش کی ضرورت نہ رکھی، اس بارش کا پانی جو بڑے بڑے تالابوں اور نہروں میں جمع ہو گیا ہے اس سے وقتاً فوقتاً زمینوں کی آبپاشی ہوتی رہے گی۔ جب یہ پانی تمام ہو جائے گا تو اس وقت یہ دنیا بھی تمام ہوجائے گی، یا یوں سمجھئے رات میں جوں جوں تاریکی بڑھتی چلی جاتی ہے تو تاروں کی چمک میں تیزی آتی جاتی ہے۔ اندھیرے گھروں میں لالٹینیں چراغ وغیرہ سے روشنی کا سامان کیا جاتا ہے۔ تاروں سے جہازوں کے چلانے میں مدد ملتی ہے۔ خشکی میں لوگ تاروں سے وقت اور سمت معلوم کرتے ہیں گیس کے ہنڈوں اور بجلی کے قمقموں سے لوگوں کا کاروبار چلتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے سورج نکلتا ہے تو تمام روشنی کے سامان نابود ہو کر ہزار ہا روشنیوں کی جگہ ایک سورج کی روشنی بس کرتی ہے ایسا ہی تدریج

وحی ہوتی رہی، یوسف و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام تارے اور گیس کے ہنڈے اور بجلی کے قمقموں کی طرح دلوں کو روشن کرتے رہے۔

آفتاب نکلنے کے قبل بہت پہلے سے روشنیاں آفتاب کے نکلنے کی خبر دیتی رہتی ہیں ایسے ہی ہر پیغمبر اپنے اپنے زمانہ میں آپ کے آنے کی خبر دیتے رہے جیسا کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ نے دی، ایسا ہی وید میں بھی خبر دی گئی ہے۔

ہر وید کے دو حصہ ہیں ایک منتر دوسرا برہمن، مگر اتھروید کے کچھ منتر اور برہمن حصہ نہیں چھپا، قلمی وید کے اسی حصہ میں اللہ سکتہ مضمون ہے یعنے اللہ کی تعریف۔

اللہ سکتہ کی عبارت سنسکرت میں ہے اس کے معنے یہ ہیں، میں ہوں اللہ، میں ہوں موجد، میں مالک پانی کا، جہاں کو عمدہ طور سے بنانے والا۔

میں فنا کرنے والا، میں پھر لوٹانے والا، اس میں کئی جگہ ہے۔ اَلَّانک اَتُو آسِلّہ محمد رَہ کبر شسی۔

میں اللہ، میں موجد، رسول اللہ محمد، زور آور کون ان کے برابر۔

دوسرا مضمون الوپ نشد ہے، اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف ہے۔

مکہ کے پہاڑوں سے سورج محمدی نے نکل کر اس قدر روشن کیا کہ اب نہ تارے کی ضرورت ہے نہ چراغ کی۔ نہ گیس کے ہنڈے کی نہ بجلی کے قمقموں کی، نہ یوسفؑ کی نہ موسیٰؑ نہ عیسیٰؑ کی۔

وحی کی اس لئے ضرورت ہے کہ انسان کی ظاہری آنکھ اسوقت دیکھتی ہے کہ جب آنکھ کے اندر نور بصارت ہو، اور جس چیز کو دیکھتا ہے وہ بھی روشنی میں ہو، اگر اندر یا باہر کی کوئی ایک بھی روشنی نہ ہوئی تو آنکھ نہیں دیکھ سکتی ایسے ہی خدا کا راستہ معلوم ہونے کے لئے دو روشنیوں کی ضرورت ہے اندر کی روشنی عقل اور باہر کی روشنی وحی، اگر ایک بھی روشنی نہ ہو تو خدا کا راستہ نہیں دکھ سکتا۔ اس لئے وحی کی ضرورت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وحی کی روشنی نہ رہنے سے دنیا تیرہ و تار تھی کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔ عقائد خراب، اعمال بگڑے ہوئے تھے

بہت یوں ہی دنیا کی گذری تھیں صدیاں ۔ کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھی بدیاں

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت ؞ بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ؞ اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مِسِ خام کو جس نے کندن بنایا ؞ کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

مختلف زمانوں میں پیغمبر آئے ہدایت کر کر کے چلے گئے۔ ان کے ساتھ ان پر آئی ہوئی وحی کا بھی زمانہ ختم ہو گیا

پھر جب ہادی اعظم آئے تو ضرور تھا کہ اُن پر ایسی کتاب کی وحی کی جائے جو ہر زمانے میں ہر قوم کو ہدایت کر سکے۔

بجائے اس کے کہ ہدایت پائیں، شک کرتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے یا نہیں، آؤ کسوٹی پر کس کے پرکھ لو، دیکھو کہ خدا کا کلام ہے یا نہیں

پہلے قرآن لانے والے کی حالت کو دیکھو وہ ایک دیانت دار شریف النسب مگر ایک یتیم بچہ ہے جس کے سر پر نہ باپ کا سایہ تھا، نہ زیادہ دنوں تک ماں کے گود میں پلا، نہ اس کے پاس کوئی دولت ہے نہ ان کا گھرانہ علمی گھرانا ہے۔ نہ ان کے پاس لڑکپن کے زمانہ یا جوانی میں یا نبوت ملنے کے بعد بھی کوئی ظاہری علمی سامان ہے۔ نہ ان کے ملک میں کوئی مدرسہ ہے۔ نہ ان کے وطن میں کوئی علم کا چرچا ہے۔ نہ کتب خانہ اور نہ لائبریری تھیں اب سوچا اگر ایسے ملک میں کوئی کتنا ہی ذہین ہو مالدار ہو تو علم سیکھنا محال ہے چہ جائیکہ پیدا ہونے کے پہلے والد کا انتقال ہو گیا۔ رضاعت میں ماں نے وفات پائی چالیس سال بے سرو سامانی میں بسر ہوئی، کبھی قلم کو ہاتھ بھی نہ لگایا، نہ کسی استاد کے سامنے کتاب کھولی ایسے شخص کو برابر بات کرنا بھی نہ آسکتا ہو، چہ جائیکہ وہ ایسی کتاب لاجواب لوگوں کے سامنے پیش کرے جس میں تہذیب، تمدن، اللہ کی معرفت، توحید اور ہدایت بھری ہوئی ہو، جس کو دیکھ کر بڑے سے بڑا عالم حیران رہجاتا ہے، جن و انس اس کا مثل لانے سے عاجز ہیں، ایسی حالت میں عقل و انصاف کہتی ہے یہ انسان کا کلام نہیں اللہ کا کلام ہے پھر اتنا بڑا دعویٰ کہ کوئی قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتا، غیرت دلا کر جھنجوڑ جھنجوڑ کر اٹھایا چابک مار مار کر مقابلہ کے لئے کھڑا کیا اور کہا کہ قرآن کی جیسی ایک چھوٹی سی سورۃ سب مل کر بنا لاؤ

کوئی انسان کیسا ہی لائق ہو کیا ایسا دعویٰ کرسکتا ہے کیا آج تک کسی نے ایسا دعویٰ کیا جن لوگوں کے سامنے ایسا دعویٰ کیا گیا انہوں نے حضرت کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا۔ حضرت کے پیچھے پیچھے آدمی دوڑتا تھا کہ لوگو یہ مجنون ہے اس کی بات نہ سنو، تاکہ آپ کا اثر نہ جمنے پائے۔ آپ کے ہلاک کرنے کے لئے کوشش کی گئی، آپ پر ہر قسم کے حملے کئے گئے آپ کے قتل کرنے پر بڑے بڑے انعام کا اعلان ہوا

آخر میں غصہ میں بھر کر تلواریں اٹھائیں، خون کے ندیاں بہائیں، جانیں گنوائیں، قرابت داروں عزیزوں کے سر کٹوائے، مال و اسباب برباد کردیا کہ کسی نہ کسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مغلوب کرلیں۔

مغلوب کرنے کے لئے اتنے مشکل طریقے اختیار کئے۔ بہت سہل اور آسان طریقہ تھا ایک چھوٹی سی سورت قرآن کی جیسی بناتے اور غالب ہوجاتے، پھر آسانی اس قدر دی گئی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم امی ہیں۔ تم مقابلہ کے لئے بڑے بڑے فصیح و بلیغ و لائق کو بلاؤ، تمام دنیا کے انسانوں کو جمع کرو، ممکن ہو تو دوسری مخلوق کو جنات کو بھی ملالو، تم سب مل کر قرآن کی چھوٹی سورت کے موافق بناؤ اور غالب ہوجاؤ، مگر ان سے نہ ہوسکا ایک چھ سات سال کے بچہ نے گلستان کا یا بوستان کا ایک باب یا عرفی کی غزل یاد کرلی ہو وہ آپ کے سامنے سنائے اور کہے میرا کلام نہیں ہے پھر بھی اسکو بچہ کا کلام سمجھے تو آپ اس کو احمق سمجھیں گے۔

کلام ایسا کہ ایک دنیا کو عاجز کردیا ہے تو ایک ایمان دار طالب حق کو یہ کہنے کا کیا حق نہیں ہے کہ ؎

گفت او گفتۂ اللہ بود ؛ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ان کا کلام اللہ کا کلام ہے، اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے نکل رہا ہے نہ حضرت پڑھ لکھ سکتے تھے نہ تاریخ کی کتاب تھی نہ کوئی واقف تھا نہ آپ نے کسی سے سنا نہ کہیں گئے۔ پھر ایسا کلام کیسے لائے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔

یہ قصہ یوسف علیہ السلام کا آپ کے اعتبار سے بالکل غیب کی خبر ہے۔ کیوں کہ ظاہری آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ صرف ہم ہی نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ یوسفؑ تبلایا ہے"

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ.

یہ ظاہر ہے کہ آپ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس اس وقت موجود نہ تھے۔ جب کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرانے کا پورا ارادہ کرلیا تھا اور مکر کررہے تھے کہ باپ سے یوں کہیں گے، یوں ان کو لے جائیں گے، یہ دلیل ہے ہمارے وحی کرنے کی

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ آپ کے نبوت پر دلائل قائم ہونے کے بعد پھر بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لائے گو آپ کو اُن کے ایمان لانے کی کتنی ہی حرص ہو۔

حضرت یوسفؑ کو جو چیزیں دی گئی تھیں اس سے بہتر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔

یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب دی گئی وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ حضرت یوسفؑ کو تعبیر خواب سکھائے ہیں۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفسیر کتاب وَأَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا امت محمدی کے برگزیدہ بندوں کو کتاب کا وارث بنایا۔
مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ نَشَاءُ "حضرت یوسف کو مصر کی بادشاہت دی، جہاں چاہیں حکمرانی کرتے تھے۔	إِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا امت محمدی کو جنت کی بہت بڑی بادشاہت اور نعمتیں دی ہیں

ایسا جمال یوسفؑ کو دیا کہ زنانِ مصر نے ہاتھ کاٹ لئے حَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا کہنے لگے	جمال محمدی سے زنار کاٹ لئے وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا لوگ اللہ کے دین محمدی میں جوق درجوق داخل ہو رہے ہیں
یوسف علیہ السلام کو کلید خزائن دیئے اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ	حضرت کو کلید خزائن مغفرت دیئے مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ رحمت عالم بنا کر آپ کو بھیجا
حشمت یوسفیؑ کے زمانہ میں صاع زرین بن یامین کے اسباب میں رکھا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِکِ - ہم زرین پیالہ نہیں پا رہے ہیں	دولت محمدی کے زمانہ میں نور یقین سینہ میں امتیوں کے رکھا اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ اسلام کے لئے شرح صدر کر دیا تھا جس کی وجہ سے اپنے رب کی طرف سے جو نور ملا تھا اس پر قائم ہے ۔
قحط زدوں سے یوسفؑ کے دیدار نے بھوک دور کی	قیامت کے مصیبت زدوں کی آپ کا لواء مبارک پریشانی دور کرے گا۔
یوسف علیہ السلام کی رعایائے مصر غلام تھی یعقوب علیہ السلام سے جب ملاقات ہوئی تو ان کو تخت پر بٹھا کر رعایا کو آزاد کر دیا	قیامت میں سب بندے حر۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ کے موافق سچے بندے ہیں

اور اللہ کے سامنے سر جھکائے ہوئے حاضر ہوں گے تو اللہ تعالےٰ حضرت کو تخت شفاعت پر بٹھائیں گے، اور گنہگاروں کو فرمائے گا اے گنہگار بندو یعقوبؑ کی وجہ سے یوسفؑ نے رعایا مصر کو آزاد کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے میں نے تم کو آزاد کیا۔

حضرات! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ حکومت کی خواہش تھی نہ امیری کی نہ مال کی رغبت تھی نہ دنیا کی حرص، اگر حرص تھی تو اس بات کی حرص تھی کہ سب لوگوں کے سر اور دل اللہ کے سامنے جھکے ہوئے دیکھ لیں۔

حکایت

اس لئے آپ فرماتے تھے کہ تم آگ میں اس طرح گرے پڑتے ہو جیسے پروانے گرا کرتے ہیں، میں تم کو پکڑ پکڑ کر دوزخ سے ہٹائے رہتا ہوں آپ اسی دھن میں رہتے تھے کہ کسی طرح امت کی نجات ہو جائے ہدایت ہو تاکہ دوزخ سے بچیں، ایک واقعہ سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ حضرت کو ہماری ہدایت کی کس قدر حرص تھی۔

حدیث

حضرت کے زمانے میں رکانہ ایک پہلوان تھا یہ مشہور تھا کہ رکانہ میں ایک ہزار مردوں کی قوت تھی، بہت بڑا نامور پہلوان تھا اس نے کہا حضرت اگر آپ مجھکو پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لاتا ہوں، کوئی پوچھے کیا پیغمبری کے لئے پہلوانی بھی لازم ہے۔ مگر حضرت کو لوگوں کے ہدایت کی ایسی حرص تھی کہ آپ نے منظور فرمالیا اور کشتی لڑنے کے لئے تیار ہو گئے میدان میں اتر آئے رکانہ سے کشتی ہونے لگی حضرت نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا۔ اس نے کہا اس مرتبہ تو ایسا ہو گیا دوبارہ گرا دیجئے تو میں جانوں، آپ پھر تیار ہو گئے، پھر کشتی ہوئی، پھر آپ نے اس کو پھینک دیا دہ

ایمان لے آیا۔ اللہ اکبر، لوگوں کے ہدایت پانے کی کس قدر آپ کو حرص تھی، کیا ٹھکانہ ہے آپ کی شفقت کا، ہم تو تمام رات آرام سے سوئیں اور حضرت ہمارے لئے تمام رات کھڑے ہو کر گزار دیں، وہ بھی صرف دعا ہی کرتے ہیں۔

بلکہ ہمارے مغفرت کے لئے روتے روتے، ایک رات فرما رہے تھے الٰہی!

ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ جو میری اتباع کرے وہ میرا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ اگر آپ اُن کو عذاب دیں تو آپ کے بندے ہیں، میں کس منہ سے کہوں کہ گنہگاروں کو تو جانے، آخر وہ بھی میرے امتی ہیں یہ کہتے اور روتے جاتے اور فرماتے اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ معمولی سپاہی کی اہانت سرکاری اہانت ہے کس کی امت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مجھ سے دیکھا نہیں جائے گا کہ میرا امتی دوزخ میں جائے اس لئے آپ کو لوگوں کے ہدایت کی بڑی حرص تھی۔

یہود اور مشرکین مکہ جو یہ سوال کرتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو بتلائیں کہ یعقوبؑ اور ان کی اولاد کنعان کے رہنے والے مصر میں کیسے پہونچے اس سوال کا جواب دینے کے لئے سورہ یوسفؑ اتری۔ اولاد یعقوبؑ مصر میں کس طرح آئی اس کو بتلا دیا۔ لازم تھا کہ اب تو یہ لوگ مسلمان ہو جاتے لیکن وہ اب بھی اپنی ضد اور ہٹ پر رہے، اس سے آپ کو رنج بے حد ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؐ کو تسلی دیتا ہے وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ان کے مسلمان ہونے کے لئے آپ کتنی ہی حرص کریں ان کے کہنے کے موافق معجزات بھی دکھائیں لیکن وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ کیوں کہ اس قرآن لانے پر آپ کچھ اجرت تو مانگتے نہیں کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو آپ کی اجرت جاتی رہے گی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

یہ قرآن تو تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے۔ جو نہ مانے گا ان کو نقصان ہوگا۔

ہر نبی نے اپنی امت کے سامنے یہی ظاہر کیا کہ میں اپنی تعلیم پر کچھ بھی اُجرت

نہیں چاہتا۔ یہی صفت ہے جو پیغمبروں کی اور ان کے نائبوں کی پاک زندگی کو دنیا داروں کی خود غرض زندگی سے علیحدہ کرکے دکھاتی ہے۔ وہ تو یہ کہا کرتے ہیں مثنوی ؎

عاشقاں را شادمانی وغم است　∴　دست مزد و اجرت خدمت ہم است

عاشقوں کی خوشی بھی وہی ہے اور غم بھی وہی ہے ان کی خدمت کی اجرت بھی وہی ہے۔ اس لئے عالم دین ہو کر مال پر رال ٹپکاتے پھرنا نہایت نازیبا حرکت ہے بلکہ اپنی فقری میں مست رہیں۔ دنیا داروں کے مال پر نگاہ بھی نہ اٹھائیں، یہ باتیں نہیں ہیں بلکہ اللہ والوں نے کرکے بھی دکھایا ہے۔

حکایت ایک بادشاہ کسی بزرگ کی ملاقات کے لئے خانقاہ کے دروازہ پر پہنچا۔ دربان نے روک دیا کہ پہلے میں حضرت کو اطلاع کر دوں اگر اجازت دیں تو تب اندر جانا۔ بادشاہ کو ناگوار ہوا۔ مگر معتقد تھا خاموش رہ گیا۔ اجازت ہوئی وہ بزرگ کے سامنے گیا تو کہا ع در درویش را درباں نباید"

فقیر کے دروازے پر تو دربان نہ ہونا چاہیئے۔

ان بزرگ نے اسی وقت جواب دیا۔ ع "بباید تا سگے دنیا نیاید

ہونا چاہیئے تاکہ دنیا کے کتے نہ آئیں۔

حکایت شاہ جہاں حضرت سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے ملاقات کو گئے تو آپ پیر لمبے کرکے بیٹھ گئے، بادشاہ کے ساتھ ایک عالم بھی تھے انہوں نے کہا آپ نے پیر لمبے کب سے کر دیئے تو آپ نے جواب دیا جب سے ہاتھ سمیٹ لئے۔

غرض قرآن خدا کا کلام ہے۔ وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْھَا وَھُمْ عَنْھَا مُعْرِضُوْنَ بہت سی نشانیاں ہیں۔ زمین و آسمان میں جن پر گذر ہوتا رہتا ہے مگر ان کی طرف توجہ نہیں کرتے ورنہ ان نشانیوں سے معلوم ہو جاتا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

دیکھو آسمان کو چاند سورج تاروں کو ان سب کا وجود قدرتی ہے دنیا کی کوئی طاقت ان کے مثل بنانے کا حوصلہ نہیں رکھتی، زمین ہے کہ جس سے ہر قسم کی غذائیں اور

رنگ برنگ کے پھول پھل نکلتے ہیں کسی کی طاقت نہیں کہ ایک ٹکڑا اس جیسی زمین کا بنائے سورج ایک معین وقت پر ہمیشہ دن کو نکلتا ہے شام کو غروب ہوتا ہے کسی کی کیا طاقت ہے کہ اس کو ایک منٹ یا سکنڈ کے لئے روک لے، ہوا ہے کہ اس پر کسی کا قابو نہیں پانچ منٹ کے لئے ہوا چلانے اور روکنے پر کسی کو قدرت نہیں، پانی کے بھرے ہوئے بادل کڑکتے اور گرجتے ہوئے نکل جاتے ہیں مگر کسی کو اختیار نہیں کہ بارش برسا سکے جب برستا ہے تو کسی کی قدرت نہیں کہ روک سکے۔

یہ سب خدائی کام ہیں ان جیسا کرنے سے مخلوق عاجز ہے، کل انسانوں کو بلاؤ لیکن کوئی نہ کر سکے گا۔

خدائی کام کی طرح خدائی کلام کو بھی سمجھئے۔ ساری دنیا اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہے، ساری دنیا کو للکارا جائے، غیرتیں دلائی جائیں، مقابلہ کے لئے کھڑا کیا جائے پھر بھی تمام دنیا ویسا کلام نہ لا سکی تو سمجھو کہ خدا کا کلام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خدائی کاموں کو بندوں کے کاموں سے الگ کرکے پہچان سکتے ہیں گلاب خدا کا بنایا ہوا ہے اب تم بھی کاغذ کے پھول بناتے ہو مگر تمہارے پھول پر پانی کا ایک چھینٹا پڑتا ہے تو آپ کی صنعت برباد ہو جاتی ہے۔ لیکن قدرتی پھول پر پانی گرتا ہے تو اس میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔

ویسے ہی خدائی کلام کو بندوں کے کلاموں سے الگ کرکے پہچان سکتے ہیں۔

جیسے مخلوق اس کے کام کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے، اسی طرح اس کے کلام کا مقابلہ کرنے سے مجبور ہے۔ آج تک کوئی ایک چھوٹی سورۃ کے مانند بھی لکھ نہ سکا۔

تو جیسے زمین آسمان سورج چاند تاروں کو کوئی مخلوق کا کام نہیں کہہ سکتا ویسے ہی قرآن کو کوئی مخلوق کا کلام نہیں کہہ سکتا۔

بڑے بڑے فصیح ہیں مگر ان کو ہر مضمون پر یکساں بولنے کی قدرت نہیں بڑے بڑے قصیدوں میں دو چار شعر ہی عمدہ ہوتے ہیں۔

نظامی فردوسی جنگ کے مضامین خوب لکھ سکتے ہیں سعدیؒ وعظ و نصیحت میں

کمال رکھتے ہیں، بوستاں میں ایک جگہ جنگ کی کہانی آگئی ہے تو سعدیؒ کی زبان سست پڑگئی ہے۔ کیسا ہی بڑا شاعر ہو یا بڑا عالم ہو اس کی تصنیف دیکھئے شروع سے آخر تک یکساں زور قائم نہیں رہ سکتا اب قرآن کو اول سے آخر تک دیکھو کس قدر مختلف مضامین ہیں مگر کس آب و تاب سے اور کس شان و شوکت سے ہر مضمون ادا ہوتا ہے اور کس قدر قوت اور فصاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، کہیں معاش کا بیان ہے کہیں نکاح و طلاق کے قواعد سکھائے جا رہے ہیں، کہیں میت کے میراث بانٹنے کے مسائل ہیں، کہیں نماز روزہ کا وعظ کہیں جہاد کا بیان ہے لڑائی کے نقشے کھینچے جاتے ہیں کہیں گذشتہ زمانے کے تاریخی واقعات بیان ہوتے ہیں کہیں دلوں کو جوش دلانے والی نصیحتیں بیان کی جاتی ہیں، کہیں بہشت کی نعمتوں کا ذکر ہے اور کہیں دوزخ کا عذاب بیان کر رہا ہے۔ مگر طرز بیان میں کہیں سستی اور کمزوری نہیں ہے ہر موقع پر اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اس کے مقابلہ سے تمام جنات اور انسان عاجز ہیں۔

اول سے آخر تک ایک ہی طرز اور ایک ہی طرح کا زور اور ایک ہی رنگ ڈھنگ سارا کلام یکساں پتہ دے رہا ہے کہ یہ کسی مخلوق کا کلام نہیں، اس کا کلام ہے جس کو ہر چیز پر قدرت ہے، جیسے خدائی کام کی طرح کوئی دوسرا نہ کر سکنے سے خدا کا کام ثابت ہوتا ہے۔ ایسے ہی خدا کے کلام کے مثل نہ لا سکنے سے قرآن خدا کا کلام ثابت ہوتا ہے اور قرآن لانے والا سچا رسول ہے، باوجود دلائل قائم ہونے کے اگر آپ پھر قرآن پر ایمان نہ لادیں تو کچھ تعجب نہیں، اللہ کی توحید پر بھی تو ان کو پورا ایمان نہیں۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں مگر اس کے ساتھ شرک کا اڑنگا لگاتے ہیں۔

مکہ کے بت پرست اللہ تعالیٰ کے قائل تھے، اپنے معبودوں کو بھی شریک سمجھتے تھے۔ فرشتوں اور جنوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ عیسائی بھی اللہ کے قائل ہیں مگر عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہود اللہ کے قائل ہو کر عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ہنود دیوی دیوتاؤں کو شریک کرتے ہیں۔

مسلمانو! یہ خوف دلانے والی آیۃ ہے اس کو یاد رکھو ایسی توحید کام نہیں آئے گی جواب ہزاروں مسلمانوں کی ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کو ہمیشہ یاد رکھو، جن کا قرآن پر عمل نہیں۔ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ

انسان، او غافل انسان! او قرآن کے چھوڑنے والے انسان کیا تو نڈر ہو گیا ہے کہ دنیا ہی میں تم سب پر عام چھا جانے والے عذاب آجائیں؟ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیئے جائیں، ہر شخص اس میں پھنس جائے، وہ عذاب آجائے تو کیا ہوگا، ایسا ہوگا۔

حکایت ایک لومڑی بھاگتی جا رہی تھی لوگوں نے پوچھا کیا ہوا کیوں بھاگ رہی ہے تو اس نے کہا اونٹوں کو پکڑ رہے ہیں لوگوں نے کہا تجھ کو کیا، اس نے کہا کہنے والوں کا کیا جاتا ہے، اگر کسی نے کہا "ایں ہم بچہ شتر است"، اور پکڑی گئی تو کون چھڑا دے گا، ایسا عذاب آجائے تو کیا کرو گے۔ ایسا عذاب آنے کے پہلے توبہ کرو، انسان جب قرآن کو چھوڑ کر گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر بھی اول اول اس کو مہلت دی جاتی ہے۔ اگر بار بار مہلت دینے پر بھی نہ سنبھلا تو پھر اس طرح عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

حکایت اسی لئے ایک چور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں لایا گیا جرم ثابت ہو گیا، ہاتھ کاٹنے کا آپ نے حکم دیا، چور نے کہا امیر المومنین یہ میرا پہلا قصور ہے۔ معاف کر دیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی ایسی عادت نہیں ہے کہ پہلے قصور پر کسی کو بدنام کرے پھر تحقیق کی گئی تو ثابت ہوا یہ سینکڑوں مرتبہ چوری کر چکا ہے۔

یہ مت سمجھنا کہ انہیں دو چار اگلی امتوں پر عذاب آیا، برباد کر دیئے گئے بلکہ ہمارا ہر جگہ یہی قاعدہ ہے جہاں کہیں اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے تو وہاں عام بلائیں۔ مصیبتیں اتارتے ہیں جس میں ہر شخص پھنس جاتا ہے۔ ڈھیل دے دیکر جب ہم پکڑتے ہیں تو سخت پکڑتے ہیں، پھر ظاہری اسباب و سامان سب الٹ جاتے

ہیں انہی کی تلوار انہی کو کاٹنے لگتی ہے۔

تم کو پہلے لوگوں کے حال سے عبرت نہیں، اللہ کا کلام چھوڑنے کی وجہ سے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا صفحۂ زمین سے مٹا ڈالا، اب تم لوگ ان کے وارث ہو گئے ہو، ان کے عمدہ مکانات میں رہتے ہو۔

اب اسی طرح سے تم بھی سرکشی کرتے ہو، اللہ کے کلام کو چھوڑ دئے ہیں کیا ہم تم کو بھی اسی طرح ہلاک نہیں کر سکتے تم میں ان سے کونسی بات زیادہ ہے۔ کونسی قوت مانع ہے۔ میرے دوستو! خدا کے لئے ذرا سوچو، قرآن کی کونسی آیۃ پر ہمارا عمل باقی ہے حضرت کے زمانہ کے قرآن پر عمل کرنے والے مسلمانوں کو دیکھو اور پھر ہم کو بھی دیکھو ہرگز نہیں پہچان سکو گے۔

قرآن جن پر اترا گیا وہ یہی قوم ہے۔ قرآن نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے آج وہ ہمارے پاس حلال ہیں۔ قرآن نے جن چیزوں کو حلال کیا ہم نے اسکو حرام کر لیا ہے

ای بسرا پردۂ یثرب بخواب ؛ خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

حضور ذرا خواب راحت سے اٹھئے تو سہی دیکھئے جس امت کو آپ نے قرآن دیا تھا، وہ امت ایسی ہی تھی جیسی اب ہے، پھر اس امت پر عام چھا جانے والا عذاب کیوں نہ آئے۔

وعدہ ہو چکا ہے نڈر نہوں عام عذاب آئے گا۔ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یا دفعتاً قیامت قائم ہو جائے گی قیامت کبریٰ یا قیامت صغریٰ یعنے موت۔

اس وقت کس بے بسی کے ساتھ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے اور خدائے تعالیٰ پوچھے گا کیوں ظالم تو نے میرے قرآن کو کیوں چھوڑا، کونسی بات قرآن کی عمل کرنے کے قابل نہیں تھی، ہائے اس وقت کیا جواب دو گے۔

حضرت کی قبر شریف سے مسلمانوں کی قبر میں روزن ہو گا حضور برآمد ہوں گے قرآن کو چھوڑنے والوں کی شکایت خدا سے اس طرح کریں گے۔ یَا رَبِّ اِنَّ

قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا الٰہی میری امت نے میرا قرآن چھوڑ دیا ہے بتاؤ اس وقت کیا ہوگا۔ ہائے اس جسم کو اچھا رکھنے کے واسطے قرآن چھوڑا اور رسول کے خلاف کیا، خدا سے بگاڑ کر لیا، زندگی ہی میں یہ جسم دنیا کے عذاب میں مبتلا ہوگا، یا اس جسم کی مٹی سے کہیں مکان بن رہا ہوگا۔ کہیں برتن بنائے جائیں گے ممکن ہے کہ ہمارے گھروں کے گھڑے صراحیاں لوٹے کٹورے پہلے لوگوں کی مٹی سے بنے ہوں۔ یہ ہے انسان تیری ہستی، پھر اس پر قرآن کے خلاف کرنے پر تلا ہوا ہے۔

حکایت ایک بزرگ صاحب کشف تھے۔ ایک گاؤں پر ان کا گزر ہوا وہاں ایک عجیب آبخورہ تھا جس میں پانی ہر موسم میں گرم رہتا تھا۔ حتیٰ کہ سخت جاڑوں میں بھی اس میں پانی گرم رہتا تھا۔ ان بزرگ سے اس کی وجہ پوچھی گئی فرمایا اس کو میرے پاس چھوڑ جاؤ، وہ کٹورا ایک رات ان کے پاس رہا جب سے پانی اس آبخورہ میں ٹھنڈا رہنے لگا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا یہ گنہگار دوزخی کی مٹی کا بنا ہوا تھا۔ مغفرت کے واسطے دعا کی مغفرت ہوگئی اس لئے پانی ٹھنڈا رہنے لگا۔

ستاری اللہ کی عادت ہے، مگر کبھی عبرت کے لئے اس طرح دکھا دیتے ہیں۔

دوستو! ڈرو عبرت لو، خوب سوچو، ان آیات کو غور سے پڑھو قرآن کے چھوڑنے سے ہماری آخرت برباد ہو رہی ہے۔ دنیا نے بھی ہم سے منہ موڑا، غاشیہ کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اب بھی وقت ہے اٹھو ہمت کرو، قرآن پر عمل کرو، تاکہ یہ دنیا کا عذاب ہم سے اٹھ جائے

دنیا کی ہر قوم توحید کا دعویٰ کرتی ہے۔ پھر کوئی دیو دیوتاؤں کو شریک کرتے ہیں اور کوئی عیسیٰ اور عزیرؑ کو اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ ۔ خالص توحید میرا طریقہ ہے۔

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۔ یعنی صرف اللہ کی طرف بلاتا ہوں اللہ ہی کی معرفت دلاتا ہوں، اللہ کی محبت پیدا کراتا ہوں، دل میں اسی کا خیال رہے، روح

اسی پر قربان کرے، نفس کو اسی کا فرماں بردار کرے، غرض ایک دل ہے، ایک دلدار کو دے

پکے ہیں دیکھے دان دیکھے گوے ؛ پکے خواہ دیکھے خوان دیکھے جوٹے

دیکھو تو ایک کو دیکھو، جانو تو ایک کو جانو، کہو تو ایک کہو، چاہو تو ایک کو چاہو

پڑھو تو ایک کو پڑھو، ڈھونڈو تو ایک کو ہی ڈھونڈو۔

یہ اسلام ہے بتاؤ اس میں کیا خرابی ہے، پھر تم کیوں اس کو نہیں مانتے

دنیا کا قاعدہ ہے کہ انسان کے دل میں جس کی عظمت ہوتی ہے اُسی کی طرف بلاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ ہی کی عظمت تھی اور اسی کا جلال تھا۔ اسلئے ساری دنیا کو اللہ ہی کی طرف بلاتے تھے اور کئی آیتوں میں اللہ کی طرف بلانے کا آپ کو حکم ہوا ہے۔ اس کی تعمیل آپ نے اس طرح کی۔

مکہ کی گلی گلی میں آپ نے توحید کو پکار دیا، پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں تک پہونچایا، راستہ چلنے والے مسافروں کو اللہ کا پیغام سنایا۔ عکاظ اور ذی المجاز بڑے بڑے میلوں میں جاکر غافلوں کے کان میں اللہ کا فرمان ڈالا۔ عرب کے بے آب وگیاہ میدانوں میں خانہ بدوش قبیلوں کا پتہ لگا کر ان کو اللہ کا پیام پہنچایا طائف میں جاکر خود پتھر کھائے مگر توحید کو پہونچایا۔

تمام دنیا کے مشہور بادشاہوں کو فرمان لکھے اور سفیر روانہ کئے۔ آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے مختلف طریقوں سے تبلیغ کی۔

بہترین طریقہ یہ رہا ہے کہ اسلام کا سچا نمونہ بن کر پیش ہوئے

حکایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ چوری گئی، ایک یہودی کے پاس ملی۔ حضرت علیؓ نے اسکو پہچان کر فرمایا یہ زرہ میری ہے یہ وہ وقت ہے کہ آپ خلیفۂ وقت ہیں، بادشاہ ہیں، یہودی کی دفعت دیکھیے کیا گری ہوئی ہے۔ وہ بادشاہ وقت سے کہتا ہے گواہ لاؤ۔ یہ ہے رعایا کو آزادی دنیا جو کر کے دکھلائے۔ اگر حال کا زمانہ ہوتا تو دو چار شہدوں کو لے جاکر زرہ چھین لیتے یا زور حکومت سے منگاتے، اللہ رے صحابہ، سچا نمونہ اسلام کا بن کر دیکھ ہے

اپنے خاموشی کے ساتھ باضابطہ نالش کردی۔ قاضی شریح کے سامنے مقدمہ پیش ہوا حضرت علیؓ عدالت میں خود آگئے ہیں۔ بادشاہ وقت عدالت میں آئے مگر کیا مجال کچھ بھی چل پڑجائے عدالت میں بھی اس نے انکار کیا تو حضرت علیؓ سے گواہ طلب کیا گیا۔ ان ہی کی خود مختار سلطنت کا ایک قاضی، بادشاہ وقت سے وہ بھی ایسے حضرت سے جو ہرگز خلاف واقع کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ گواہ مانگتا ہے۔

حضرت علیؓ امام حسینؓ اور قنبر کو گواہی میں پیش کرتے ہیں، حضرت علیؓ کے پاس بیٹے کی گواہی جائز تھی۔ شریح کے پاس ناجائز اس لئے شریح نے کہا قنبر غلام آزاد شدہ ہے اس کی گواہی ہوسکتی ہے حسنؓ آپ کے بیٹے ہیں ان کی گواہی نہیں ہوسکتی، آج کل کے لوگ ہوتے تو شریح کو کافر کہتے مگر وہاں کوئی کام دنیا کے واسطے نہیں تھا آخر گواہ نہ ہونے سے مقدمہ خارج ہوگیا اگر کوئی شریح سے پوچھتا تو وہ قسم کھاکر کہتے کہ علیؓ سچے ہیں مگر اسلام پر جان دینے والے اسلام کے سچے نمونے، نہ شریح نے خلاف کیا نہ علیؓ نے برا مانا۔ یہودی نے جو غور کیا تو حضرت علیؓ پر ذرا بھی ناگواری نہیں پائی۔

حکومت پر خود مختار رہ کر یہ کیا بات ہے اس کے دل نے کہا یہ دین بالکل سچا ہے زرہ قدموں پر ڈال دی اور کہا یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ آپ نے فرمایا ہم نے زرہ تجھ کو دے دی اس طرح سچا نمونہ بن کر پیش ہوتے تھے۔

غرض حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خدا کی طرف بلاتے تھے آپ کے تابعین پر بھی یہی رنگ تھا۔

حکایت

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا ایک روز ایک ہاتھ میں آگ اور ایک ہاتھ میں پانی لیکر چلیں، لوگوں نے پوچھا کیا کرتی ہو تو کہا پانی سے دوزخ بجھاتی ہوں اور آگ سے جنت جلاتی ہوں جس کو دیکھو جنت کی امید اور دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے کوئی خاص خدا کے واسطے عبادت کرنے والا نظر نہیں آتا اسلئے جنت کو جلاتی ہوں اور دوزخ کو بجھاتی ہوں، تاکہ اب تو بھی لوگ خالص اللہ کی عبادت کریں۔

اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ آپ کہدیجئے میں خاص اللہ کی طرف بلاتا ہوں. عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ

توحید کی طرف یوں ہی نہیں بلاتا ہوں بلکہ میں اور میرے تابعین بصیرت پر ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بصیرت اسلئے تھی کہ آپ کے سامنے گذرے ہوئے واقعہ کی طرح آئندہ آنے والی ہر ایک چیز اور اس کا انجام ایسا تھا جیسے کوئی اب دیکھ رہا ہے.

مرنے کے بعد جو واقعات ہونے والے ہیں ان پر سے آپ کے سامنے سے پردہ اٹھالیا گیا تھا. برزخ کے احوال دوزخ جنت غرض عالم کی ہر ایک چیز آپ کے سامنے تھی معراج کا واقعہ تو آپ کو یاد ہے وہاں پہنچے جہاں کوئی انسان نہیں پہنچا. موسیٰ علیہ السلام کو جس دیدار کے لئے منع کیا گیا تھا وہ آپ نے دیکھا.

حضرت کی بصیرت تو ایسی اور تابعین کی بصیرت ایسی کہ ایسے رسول کو اپنا ہادی بنایا، ایسے بصیرت والے نبی کے ہدایت پر چلے. ان کے ارشاد پر عمل کیا، ایسے حق کی طرف بلانے والے کی آواز پر کان لگائے، ایسے رہبر کو امام بنایا، ان کی اتباع کے طفیل سے نیت صحیح اور اعتقاد درست پیدا ہوگیا. اعمال میں نورانیت آئی، دل میں روحانیت پیدا ہوئی، عالم ارواح کے انوار ان پر کھل گئے. ایمان کا مزہ ملا.

یہ ہے بصیرت تابعین کی (اس بصیرت کے ساتھ کی توحید کا یہ اثر ہوا کہ)

حکایت ایک شخص کسی بزرگ کے پاس گئے ان کے کسی بات پر دل میں اعتراض کیا، رات کو تہجد کے وقت وضو کے لئے نکلے شیر نے حملہ کیا یہ چلائے وہ بزرگ جلد سے سامنے آئے وہ شیر بھاگ گیا. اور فرمایا تم توحید درست نہیں کئے ہیں اسلئے مخلوق [illegible]

بصیرت یہ ہے کہ انوار قدس سے جب دل منور ہوتا ہے تو دل میں ایک ایسی قوت پیدا ہوتی ہے. جیسے ظاہری آنکھوں سے ہر چیز کا باطن اور حقیقت نظر آتی ہے ایسی بصیرت کو قوت قدسی کہتے ہیں.

تمام بنی آدم کے دل باعتبار فطرت کے بصیرت کی طرف مائل ہیں. لیکن لذائذ اور

شہوات میں مشغول ہونا طاعت اور عبادت سے اعراض کرنا اس نور بصیرۃ کو کھو دیتا ہے۔
یہ نور بصیرت جہاں جہاں پیدا ہوتا ہے تو عجیب عجیب اثر ظاہر کرتا ہے۔

حکایت ہارون رشید کا ایک بیٹا جب اس کو نور بصیرت حاصل ہوا باپ سے دور ہو کر فقیروں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ ایک روز باپ نے سمجھایا کہ بیٹا تمہارے طور طریق سے بادشاہوں میں عار معلوم ہوتی ہے تو آپ نے ایک جنگل کے پرندہ کو دکھایا اور باپ سے کہا ابا [illegible] کو بلاؤ وہ پرندہ نہ آیا پھر خود [illegible] وہ پرندہ آ گیا، پھر سمجھا تو بولے بابا تم سے بھی مجھکو اولیا اللہ کی جماعت میں عار معلوم ہو رہی ہے۔

اس بصیرت کے ساتھ جس کو توحید حاصل ہو تو وہ اس کے سوا اور کیا کہے گا۔

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ - یعنے میرا مقصود اپنا بندہ بنانا نہیں ہے بلکہ اللہ کا بندہ بنانا ہے۔ میں صرف داعی من اللہ الی اللہ ہوں، اسکے مرضی کی موافق چلاتا ہوں میری اتباع کرو تو تم کو نور بصیرت حاصل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی کیا چیز ہے، نور بصیرت اس سے حاصل ہوتا اور ایک چیز ہے جو کسی طرح پیدا نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو اسی نبی کی اتباع سے ہوتی ہے اس لئے کہ اور نبیوں کی اتباع سے گناہوں کی مغفرت ہوگی جنت ملے گی اور اس نبی آخر الزماں کے اتباع سے محبت الٰہی دل میں بھر دیگی جس کے لوازمات سے مغفرت اور جنت بھی ہے۔

جب آپ نے یہ فرمایا کہ میرا مقصود اپنا بندہ بنانا نہیں ہے بلکہ اللہ کا بندہ بنانا ہے، میں صرف داعی الی اللہ۔ اس کا پیغام سنانے والا پیغمبر ہوں، اس کے مرضی کے موافق تم کو چلاتا ہوں تو کافروں نے کہا آپ کا یہی کام ہے تو اس کام کے لئے آسمان سے فرشتہ ہی کیوں نہیں بھیج دیئے کہ ان کے کہنے میں کسی کا شبہ ہی نہ رہتا۔

اس کا جواب دوسرے موقع پر یہ دیا کہ اگر فرشتہ پیغمبر بن کر آتا تو انسان ہی کی شکل میں آتا۔ پھر اس پر تم کو یہی شبہ رہتا جواب ہے۔

ہم انسان کو پیغمبر بناتے ہیں تو اس میں شبہ کر رہے ہو، تم پتھر دل کو لوہے پتل کے

کے بتوں کو خدا بنا رہے ہو، اس پر تمہارے دل میں کچھ شبہ نہیں آتا۔ ان شبہ کرنیوالوں کو انسان کی فضیلت ہی نہیں معلوم۔ اگر وہ یہ جانتے ہوتے کہ انسان ہی اشرف المخلوقات ہے اللہ کی خلافت کا تاج انسان کے سر پر رکھا گیا ہے، فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا انسان کے سامنے فرشتے کوئی چیز نہیں، اگر یہ معلوم ہوتا تو کبھی شبہ نہ کرتے۔ لیکن شرک وہ بری بلا ہے جو انسان کو خود اس کی نگاہوں میں ذلیل بنا دیتا ہے۔

جب کوئی مشرک کسی جانور یا درخت یا نشان کی پوجا کرتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ان چیزوں کو اپنے سے بڑھ کر اور اعلیٰ قرار دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے اعلیٰ بنایا ہے، شرک کا یہ نتیجہ ہے کہ انسان اعلیٰ ہو کر اپنے کو ذلیل بناتا ہے

او کمبختی ارے انسان! سب تیرے سامنے جھکتے ہیں تو خدا کے سامنے جھکنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ نبی اور ولی ہونا یہ ایسی دولت ہے جو عام کو نظر نہیں آتی اس لئے یہ شبہ کرتے ہیں کہ ہمارا جیسا آدمی نبی کیوں کر بنا۔

ہمسری با انبیا برداشتند ⁂ اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

پیغمبروں کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اولیاء کو اپنا جیسا خیال کرتے ہیں

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ⁂ ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

کہتے ہیں وہ بھی آدمی ہم بھی آدمی، وہ بھی کھاتے سوتے اور ہم بھی کھاتے سوتے ہیں او ناشکرے انسان! انسانوں کی طرف انسان ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجنے کی وجہ کچھ تجھ کو معلوم ہے اگر تجھ کو معلوم نہیں ہے تو سن ہم سناتے ہیں۔

آدمی کو زیادہ انسیت اس چیز سے ہوتی ہے جس چیز سے مناسبت زیادہ ہو، جس قدر مناسبت کم ہوگی اسی قدر اس سے وحشت بڑھے گی، اسی واسطے غیر جنس تو کیا اپنی جنس میں بچوں کو بڑوں سے جوانوں کو بڈھوں سے مالداروں کو غریبوں سے نہ مناسبت ہوتی ہے نہ میلان ہوتا ہے۔

انسان کو انسان سے جتنا میلان ہوتا ہے جانوروں سے نہیں ہوتا۔ بتائیے اگر پیغمبر کوئی جن یا فرشتہ بن کر آتا تو مناسبت تو کیا بلکہ وحشت ہوتی تو پھر ہم کیسے فائدہ اٹھا سکتے

اگر کوئی فرشتہ پیغمبر بن کر آتا تو وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتا تھا۔ فرشتے کو نہ کھانے کی ضرورت، نہ پینے کی، نہ بیوی بچے کی نہ زندگی کے کسی شعبہ میں اس کو دخل۔

جب کسی شخص سے کہا جاتا کہ تم بھی اللہ کے پیغمبر کی سنت پر عمل کرو تو وہ جواب دے سکتا تھا وہ تو فرشتے تھے ہم انسان ہیں ان کی طرح ہم کیسے عمل کر سکتے ہیں۔ اب کسی انسان کے لئے یہ عذر نہ رہا۔ قطع نظر اسکے فرشتہ کیا کرتا، خدا کے احکام پڑھ کر سنا دیتا۔ یہ کام تو اس طرح بھی ہو تا ہے کہ کتاب بھیجتے اس میں احکام لکھے ہوتے ہم اس کو پڑھکر عمل کرتے فرشتے کے پیغمبر ہونے سے کیا فائدہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ انسانوں میں سے پیغمبر بنا کر بھیجا کہ وہ ہمارے طرح کھاتے پیتے ہیں، بیویاں اور تعلقات بھی رکھتے ہیں۔ تمدن و معاشرت کی بھی عادت رکھتے ہیں ان کے ساتھ کتاب بھیجی کہ وہ خود اپنی ذات سے عمل کر کے دکھلائیں۔ یہ کیسا خدا کا احسان ہے کہ جیسا پیغمبر فرشتہ اور جن کو نہیں بنایا، ایسا ہی آج تک کسی عورت کو پیغمبر نہیں بنایا۔ عورت کی حالت چاہتی ہے تستر کو لینے پردہ کو پیغمبری اس کے مناسب نہیں اور عورت کی فطرت تابع ہونے کے لئے ہے۔ اس کو متبوع بنانا مناسب نہیں اس لئے مرد کو عورت کی اتباع عار معلوم ہوتی ہے پس عورتوں کا انتہائی کمال صدیقیت ہے

ایسا ہی کوئی پیغمبر جنگلی بدوی نہیں بنایا گیا۔ سب بڑی بستی کے رہنے والے تھے غرض پیغمبر میں کوئی عیب کی بات نہیں رکھی تا کہ ان کی اتباع میں کسی کو عار نہو۔

اس لئے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے بھی تو پیغمبر آئے ہیں تو وہ کیا فرشتے تھے یا جن تھے یہی انسانوں میں کے مرد تھے۔ عورت نہیں تھے۔

نُوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى

جنگلی نہیں تھے شہر والوں میں سے مرد کو پیغمبر بنا کر ہم نے بھیجا تھا سچ کہو اے اہل مکہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیل جن کی اتباع کا تم کو دعویٰ ہے وہ کون تھے یہی انسانوں میں کے مرد تھے۔

اے یہود ونصاریٰ آخر موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور ان کے درمیان میں سینکڑوں نبی کون تھے انسان ومرد تھے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کیوں شبہ ہے۔

ان سے معجزات ہوتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تو اتنے معجزات ہوئے کہ دوسرے پیغمبروں سے اتنے نہیں ہوئے، اگر یہ کہو کہ ان کی طرف وحی والہام ہوتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی تو سب سے زیادہ وحی ہوئی۔

اگر یہ کہو کہ ان میں طریقہ تعلیم اور دین کی خوبی تھی تو قرآن اور حضرت کی تعلیم اور سیرت کا دوسرے انبیاء کی تعلیم اور سیرت سے مقابلہ کرکے دیکھو۔

غرض اور پیغمبروں میں جو باتیں تھیں ان سے بڑھ کر اور ان سے بہتر اس نبی میں ہیں پھر بھی اگر تم اس پیغمبر کو نہیں مانتے اور اس پیغمبر کی اتباع نہیں کرتے تو اور پیغمبروں کو نہ ماننے والوں کا جو انجام ہوا وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے والوں کا انجام ہوگا۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ذرا زمین پر پھر کر دیکھو پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا عاد وثمود کی بستیاں اور قوم لوط کے دیہات اجڑے ہوئے پڑے ہیں کہاں ہے فرعون کدھر ہے اس کا وہ شہر، کہاں گئے اگلے جبار اور کدھر ہیں ان کے وہ زور وشور۔ ہائے پیغمبر کی نافرمانی خالی نہیں جاتی۔

دوستو! یہ اللہ کے پاس کا ہمیشہ کا قاعدہ ہے یہ مت سمجھنا کہ انہیں دو چار اگلی امتوں پر عذاب آیا۔ برباد کردیئے گئے۔ ہمارا ہر جگہ کے لئے یہی قاعدہ ہے اور ایک جگہ فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ جہاں کہیں پیغمبر کی نافرمانی کی جاتی ہے ہم وہاں بلائیں اور مصیبتیں اتارتے ہیں زلزلہ، پانی کی طغیانی، ہوا کا طوفان، بجلی کی کڑک یا زمین کا پھٹ کر لوگوں کا دفعتاً اس میں غرق ہو جانا۔ پہاڑوں سے آتشیں مادہ بہنا، اس سے شہروں اور ملکوں کا غارت ہونا یا قحط وگرانی ہونا یا کوئی سخت دشمن مسلط ہو کر برباد کردینا۔

دوستو! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچو، ورنہ کسی نہ کسی عذاب کے

لئے تیار ہو جاؤ۔ ذرا غور تو کرو پیغمبر کو ہر چیز جو بہتر ہے وہ دی جاتی ہے۔

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اسلئے متقوں کے لئے آخرت ہے جو دنیا سے بہت بہتر ہے۔ مگر یہ سمجھنے کے لئے عقل کی ضرورت ہے ہماری حالت اس بچہ کے جیسی ہے جو بمبئی کے ہوٹل دیکھ کر وہاں کے سامان دیکھ کر ضد کرے کہ میں یہاں رہوں گا۔ اس پر عقلمند ہنستے ہیں۔ ایسے ہی اللہ والے ہم پر ہنستے ہیں کہ بھائی یہ دنیا مسافر خانہ ہے اس سے کہیں دل لگاتے ہیں اس کو بہتر سمجھتے ہیں، آخرت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے دنیا کی ہر چیز فنا کی طرف جا رہی ہے جسم ہیں نعمت ہیں، صحت میں ہر چیز میں نقصان گھٹاؤ ہے۔ آخرت کی ہر چیز میں ہمیشگی۔

اس لئے نبی کو اور نبی کے تابعین کو آخرت دی، اور دنیا دی ضمنی طور پر۔

مسلمانو! اٹھو دنیا تمہاری آخرت کے ساتھ ہے، تم آخرت درست کرلو دنیا بھی خدا تمہاری درست کر دے گا۔

حضرات آج اسلامی دنیا پر یاس چھائی ہوئی ہے۔ افریقہ ہو یا ایشیا یورپ ہو یا امریکہ جہاں کہیں دنیا کے حصہ پر مسلمان ہیں دن بدن اپنی پستی اور تنزل کو دیکھ کر مایوس ہو رہے ہیں۔ اپنے اسلاف کی کامیابیوں کو دیکھ کر حیران ہیں سوچتے ہیں کہ ان کو یہ ترقی تھی ہم کو یہ پستی کیوں۔ مایوسی میں طرح طرح کے وسوسہ آنا لازمی ہے۔ کبھی اس آیت سے وسوسہ اور شبہ ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے طرف سے طرح طرح کی ایذا دی گئی۔ ایذا دینے کی انتہا ہو گئی تو حکم ہوا کہ ہجرت کا حکم ہونے والا ہے۔ آپ اس طرح کی دعاء کیا کرو وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اے اللہ سچائی کے ساتھ یہاں سے نکال، خاص آپ ہی کے لئے آپ ہی کی راہ میں ہجرت ہو کوئی دنیوی غرض نہ ہو، مدینہ میں سچائی سے داخل کرو، چونکہ یہ دین اسلام تمام دنیا میں پھیلنا ٹھہر چکا ہے اسلئے وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا مجھے اپنے پاس کی قوت اور شوکت عطا کیجئے اس کے بعد حکم ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کی دعا قبول کی قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اب

کفر اور بدکاری کے اندھیرے کا زمانہ گیا، نور و صداقت کا زمانہ آگیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ کفر اور بدکاری مٹنے ہی کی چیز تھی، یہ باطل کا مٹنا اور حق کا آنا قرآن کے سبب ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ اس قرآن میں مسلمانوں کے لئے باطنی امراض و ظاہری امراض سے شفاء ہے اور ان کے لئے رحمت ہے۔ وَلَا يَزِيْدُ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا خَسَارًا۔ ظالموں کو اس سے اور بھی نقصان ہوتا ہے جیسے انکار کرتے جاتے ہیں اور خسارے میں پڑتے جاتے ہیں۔

جب آپ کی دعا مقبول ہوئی، مسلمانوں کو قوت و شوکت عطا ہوئی اب کیوں ذلیل ہو رہے ہیں، کبھی یہ وسوسہ اور شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ اللہ کی جماعت غالب رہا کرتی ہے ہم مسلمان اللہ کی جماعت ہیں تو پھر کیوں غالب نہیں۔ کیوں ہر جگہ دب رہے ہیں۔

دوستو! یہ ارشاد بالکل درست ہے۔ بے شک اللہ کی جماعت غالب رہتی ہے مگر ہم جو اللہ تعالےٰ پر الزام لگا رہے ہیں تو ذرا اپنی حالت کو بھی تو دیکھا ہوتا کہ ہم حزب اللہ، اللہ کی جماعت بننے کے قابل ہیں یا نہیں افسوس ہماری اسوقت بالکل وہی مثال ہوگئی ہے

حکایت ایک عورت کی انگلی پر بچہ کا پاخانہ دھلاتے ہوئے کچھ رہ گیا تھا۔ اس نے انگلی کو ناک پر رکھ کر چاند دیکھا تو اس وقت چاند دیکھنے کے ساتھ بدبو بھی آئی تو کہتی کیا ہے اوئی اب کا چاند سڑا ہوا کیوں نکلا، چاند میں کیوں بدبو ہوتی ہے۔ ذرا اپنی خبرے تجھ میں ہی بدبو ہے۔ بعینہٖ یہی حال ہمارا ہے کہ ہم بھی اپنے کو پاک و صاف سمجھ رہے ہیں۔ الزام اللہ پر لگانا چاہتے ہیں، اللہ نے اپنی جماعت کو غالب کیوں نہیں کیا۔ اللہ پر الزام کیا رکھتے ہو اپنی زبان سے اپنے ہی عیب بیان کر رہے ہو ہماری وہ حالت ہے۔

حکایت ایک حبشی بدشکل جا رہا تھا۔ راستہ میں آئینہ پڑا ہوا ملا اس کو اٹھا کر جو دیکھا تو اس میں اپنی کالی بدصورت نظر آئی جھنجلا کر آئینہ پھینکدیا اور کہا ایسا بدشکل تھا

جب ہی تو کوئی پھینک گیا ہے۔ یہی حال ہمارا ہے کہ اپنے عیب دوسروں میں نظر آتے ہیں دوسرا
کبھی کون اللہ تعالیٰ ہائے افسوس مجھے اس حالت میں ایک اور حکایت یاد آئی۔

حکایت ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا اس کا بچہ روٹی کھا رہا تھا ایک ٹکڑا لوٹے میں گر پڑا۔ اس بچہ نے لوٹے میں سے وہ ٹکڑا نکالنا چاہا تو اسے اپنی صورت نظر آئی، سمجھا کہ اس نے یہ ٹکڑا چھین لیا ہے تو اس نے باپ سے شکایت کی کہ اس نے جو لوٹے میں ہے میرا ٹکڑا چھین لیا۔ باپ صاحب جو اس لوٹے سے ٹکڑا نکالنے گئے تو ان کو بھی اپنی صورت مع داڑھی کے نظر پڑی تو آپ کہتے ہیں کہ تفو ہے تیری اوقات پر اتنی لمبی داڑھی کے ساتھ بچہ کا ٹکڑا لیتے شرم نہیں آئی۔ ہماری مثال اس احمق کی طرح ہے کہ ہم خود اپنے ہی کو برا کہہ رہے ہیں۔ اپنے عیبوں کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اللہ پر کچھ الزام نہیں وہ پاک ہے ہر عیب سے۔

دوستو! ذرا ہم اپنی حالت کو دیکھیں اور پھر اپنے کو اللہ کی جماعت کہتے ہوئے شرمائیں
صاحبو! اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کا کوئی مردہ زندہ ہو جائے اور ہماری اس حالت کو دیکھے تو شاید وہ ہمیں مسلمان اور امت محمدیہ ہی نہ سمجھے اس مردہ کو اس وقت کی اور اس وقت کی حالت میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔

صاحبو! کیا اس وقت بھی یہی حالت تھی ہماری آمدنی جو آج ہے حلال و حرام کا کچھ بھی خیال نہیں۔

حکایت ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام دودھ لایا تھا آپ نے پی لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ دودھ حرام کے ذریعہ سے آیا تھا آپ رونے لگے اور قئے کرنے لگے، اس قدر سختی کرتے تھے کہ سب لوگوں کو خیال ہو رہا تھا کہ کہیں آپ کا دم نہ نکل جائے پھر رو رو کر دعا کرنے لگے۔ الٰہی! جہاں تک میری طاقت میں تھا۔ وہاں تک تو سب قئے کردیا۔ جو رگوں میں رہ گیا اس کو معاف کر دے۔ قطع نظر۔ ناجائز آمدنی کے دغا بازی اور دھوکا اور فریب اور مکر سے بھی مال حاصل کیا جاتا ہے کیا صحابہ کو اللہ کا ڈر ایسا ہی تھا۔ جیسے اب ہم کو ہے۔ مگر آج ہم کو جنت کی خوش خبری نام لے کر دی جائے پھر دیکھئے کیا کیا کام کرتے ہیں۔ دماغ آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔

ہائے صحابہ نے کیسا دل پایا تھا۔ تمام نے کہ جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ ابوبکرؓ تم جنتی، عمرؓ تم جنتی۔ عثمانؓ تم جنتی۔ علیؓ تم جنتی مگر ہائے دل میں وہ خوف بھرا ہوا ہے جو معمولی شخص میں بھی نہیں ہوگا۔ ابوبکرؓ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے زبان پکڑ پکڑ کر کھینچ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ کیا کروں یہ زبان مجھ کو ہلاکت میں ڈال رہی ہے اصل یہ ہے کہ ان کو اللہ سے عشق تھا ہم کورے ہیں۔ ع "عشق است وہزار بدگمانی" عشق ومحبت کا خاصہ ہے کہ بہت دور، دور کے وسوسے سوجھتے ہیں کہ فلاں بات سے میرا محبوب مجھ سے خفا تو نہیں ہوا ہوگا۔ یا فلاں بات تو اس کو ناپسند نہیں ہوئی ہوئی ہوگی۔ دنیا میں ذرا کسی سے محبت تو ہونے دو، پھر دیکھو کہ دل میں کیسے کیسے وسوسے آتے ہیں کہیں اس سے کہیں اس سے ناراض تو نہیں ہوں گے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہؓ کو راز میں تمام منافقوں کے نام بتلائے تھے اس لئے حذیفہؓ کو حضرت عمرؓ تنہائی میں بلا کر پوچھتے ہیں سچ بولو حذیفہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام منافقوں میں تو نہیں گنایا ہے تو حذیفہؓ نے کہا کہ قسم بخدا آپ کا نام منافقوں کی فہرست میں نہیں ہے۔ حالانکہ عمرؓ کی وہ شان ہے جن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو وہ عمرؓ ہوتے۔

حکایت

ایک رات عمر رضی اللہ عنہ گشت کرتے کرتے ایک دروازہ پر پہونچے، اندر سے رونے کی آواز آئی، آپ ٹھہر گئے ایک عورت اپنے بچوں سے کہہ رہی ہے میرا اور عمرؓ کا فیصلہ کل خدا کے سامنے ہوگا۔ عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا عمرؓ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ عورت نے پہچانا نہیں کہ آپ ہی عمرؓ ہیں۔ اندر سے کہا میرے خاوند کو جہاد پر بھیجدیا ہے۔ میرے چھوٹے بچے کھانے کو ترس رہے ہیں۔ امیر المومنین بنے ہیں۔ ہماری خبر نہیں لیتے۔ اسی وقت آپ نے بازار جاکر آٹا خریدا اور بہت سا گوشت، یہ بڑی پوٹلی اٹھا کر اس عورت کی طرف چلتے ہیں، ساتھ والے کہتے ہیں کہ امیر المومنین ہم کو دو، ہم بوجھ اٹھاتے ہیں تو فرماتے ہیں آج تو یہ چیز اٹھا لوگے کل میرے گناہوں کا بوجھ کون اٹھائے گا روتے ہوئے

اس عورت کے گھر کو پہونچے۔ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھا تنور سلگایا۔ روٹی پکائی، گوشت پکایا۔ بچوں کو بٹھا کر کھانا کھلایا، جب سب کا پیٹ بھر گیا تو ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا خدا کے واسطے قیامت میں مجھ کو نہ پکڑنا، ان سے وعدہ لے کر آگے بڑھے یہ کیسا ڈر تھا؟

حکایت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتے کیا پوچھتے ہو بھائی دریا میں ہیں کشتی ٹوٹ گئی ہے ہر ایک ایک تختہ پر ہے بس یہی ہماری حالت ہے۔ اس کے بعد اب دیکھو کہ ہمارے دلوں میں خدا کا کتنا ڈر ہے دین کے پانچ جز ہیں۔ ان میں کوئی بھی درست نہیں۔ عقائد کو دیکھو ان کی یہ کیفیت ہے کہ ہر طرف بدعتیں اور الحاد پھیلا ہوا ہے۔ الحاد بھی جو شرک سے بڑھکر ہے، شرک میں تو اللہ کو مان کر بت وغیرہ کو اس لئے شریک کرتے ہیں کہ اللہ عظمت والا ہے، اسی سے چھوٹی چھوٹی اور معمولی چیزوں کا حق تعالےٰ سے مانگنا خلاف ادب ہے، اس لئے ایک خدا ایسا بھی ہونا چاہیئے جس سے چھوٹی چیزیں مانگیں مگر بیوقوف یہ نہیں سمجھتے کہ جس کو ہم بڑی چیز سمجھتے ہیں اللہ تعالےٰ کے پاس وہ بھی چھوٹی اور حقیر ہے۔ وہاں ہر کام ذرا سے اشارہ میں ہوتا ہے۔ کیا چھوٹا اور کیا بڑا، اگر چھوٹی چیز مانگنا بے ادبی ہے۔ تو بڑی چیز کا مانگنا خلاف ادب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی جڑ ہی کاٹ دی، ارشاد فرماتے ہیں جوتے کا تسمہ ٹوٹے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو، نمک بھی اللہ ہی سے مانگو، اس میں راز یہی ہے کہ نمک اور سلطنت اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں سب اللہ ہی سے مانگو۔

مشرک تو اللہ کو مانتا ہے آج کل ایسا الحاد پھیلا ہوا ہے۔ سائنس کا زور ہے۔ بعض تو اللہ ہی کے منکر ہیں، اگر اس کو مانتے ہیں تو بالکل بے کار سمجھتے ہیں نئی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ خلاف فطرت کچھ نہیں ہو سکتا۔ فطرت کے خلاف محال ہے گویا فطرت ہی فاعل ہے خدا کوئی چیز نہیں۔ عقائد میں توحید کا یہ حال ہے۔

دوسرا حصہ رسالت کا ہے اس کا یہ حال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ارشادات پر نکتہ چینیاں ہوتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر عظمت دل میں ہوتی تو آپ کے ارشادات کو سر آنکھوں سے قبول کیا جاتا۔ کیا غضب ہے کہ ہر شخص دین میں رائے دینا چاہتا ہے۔ دنیا کے حاکموں کی عظمت دلوں میں ہے ان کے احکام میں کوئی نکتہ چینی نہیں کرتا، رہی قیامت وہ تو ایک فضول خیال ہو گیا ہے۔ غرض عقائد کا تو یہ حال ہے، اب اعمال کو لیجئے نمازی کتنے ہیں۔ نمازیوں کے گھر میں ان کے بچے کتنے نمازی ہیں زکوٰۃ شائد ہزار میں ایک دیتا ہوگا۔ اس میں بھی بڑی بڑی چالاکیاں کی جاتی ہیں۔

حکایت ایک شخص یہ کرتے تھے کہ ہنڈیا میں روپیہ بھر کر اوپر سے اس میں اناج بھر دیتے غریب کو دے کر پھر اناج کے بھاؤ پر خریدتے زکوٰۃ بھی ادا ہو گئی اور پھر روپیہ گھر کا گھر میں ہی رہا حج کرنے نہیں جاتے، یورپ جائیں گے دنیا کے ہر حصہ میں جائیں گے مگر حج کو جانے کی فرصت نہیں، معاملات تو ایسے گندے کہ خدا کی پناہ۔ کوئی ایک آدھ آدمی ایسا ہو گا جو سود سے بچتا ہو، آج کل حلال و حرام کا معیار یہ رہ گیا ہے جس کے کھانے میں گی زیادہ ہو وہ حلال ہے ورنہ حرام۔ دوستو! سچ کہو ہر معاملہ میں وکیلوں سے قانونی مشورہ کر کے تسلی کر لیتے ہو، مگر کبھی عالم سے بھی اس کے جائز اور ناجائز ہونے کو دریافت کیا ہے۔ شریعت تو نورٌ علی نور ہے۔ غیر قوموں کی تقلید پر فخر کیا جاتا ہے۔ اٹھنے بیٹھنے میں، کھانے پینے میں وضع و لباس میں، یہاں تک کہ لہجہ میں غیر قوموں کی تقلید کی جاتی ہے۔ اگر کوئی حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ پڑھ دے تو اس کو متعصب کہتے ہیں حالانکہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ - پر ہر ایک کا اتفاق ہے۔ کوئی انکار نہیں کر سکتا ذرا ساڑی پہن کر تو آئیے آپ سے ہنسی ہنسی جائے گی۔ لوگ بھی زنانہ پکاریں گے کیوں مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ سچ ہے نا۔؟ اگر کسی نے آپ کو کافروں کا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر کافر کہہ دیا تو کیا ظلم کیا۔

جو قوم برباد ہونے کو ہوتی ہے تو وہ فضول کاموں میں تو غیر قوم کی تقلید کرتی ہے۔ مفید کاموں میں کوسوں دور رہتی ہے لکچر دینے کھڑے ہوں گے تو قوم قوم کہہ کر

گلے پھاڑیں گے۔ وقت پر خود اپنی قوم کا آپ گلا کاٹیں گے۔ سیاست سے مسلمان بالکل ناواقف، تدبیر خراب جو کام کریں گے وہ ایسا کریں گے کہ اپنے پاؤں پہ آپ کلہاڑی ماریں گے۔ ہمارے اخلاق کی وہ حالت تھی کہ غیر اقوام ہماری مثال دیا کرتی تھیں یا آج ہمارے اخلاق کو دیکھ کر غیر اقوام طعنہ دیا کرتی ہیں۔ پھوٹ کی یہ حالت کہ بھائی بھائی میں عداوت، باپ بیٹے میں دشمنی۔ دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان ہیں مگر حالت وہی ہے جو یہودیوں کی تھی۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتّٰى۔
شائد تم خیال کرتے ہو کہ یہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔

غرض ہم میں دین کی کوئی بات نہیں، پھر ہم اپنے کو اللہ کی جماعت بتلاتے ہیں اور عزت اور ترقی اور غلبہ کے مستحق بننا چاہتے ہیں۔

اب میں آپ کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، گھڑی میں تمام پرزے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ جب اس کو کنجی دی جاتی ہے تو سب پرزے اپنا اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔ ان پرزوں کی حرکت کرتے کے ساتھ ہی باہر کے سفید تختہ پر پرزوں کی حرکت کا نتیجہ ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے یعنی گھڑی کے دونوں کانٹے چل کر منٹ اور گھنٹہ بتلانے لگتے ہیں اگر آپ کنجی نہ دیں، یا جو قاعدہ کنجی دینے کا ہے اسکے موافق نہ دیں تو گھڑی بند ہو جائے گی اگر چلے گی بھی تو صحیح وقت نہ بتائے گی۔ اگر آپ بعض پرزوں کو نکال ڈالیں یا بعض پرزوں کی جگہ سنگر مشین کے پرزے لگا دیں پھر کنجی دیں تو یہ نہ وقت ہی بتائے گی نہ کپڑے ہی سئے گی یا آپ سارے پرزے تو رکھیں لیکن انکو کھول کر ایک دوسرے سے الگ کر دیں تو کنجی دینے سے کوئی پرزہ بھی نہیں حرکت کرے گا۔ کیونکہ ان کی ترتیب اور آپس کا تعلق آپ نے توڑ دیا ہے جس کی وجہ سے وہ مل کر حرکت نہیں کر سکتے۔ لیکن دور سے دیکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ گھڑی نہیں ہے وہ یہی کہے گا کہ صورت بالکل گھڑی کی جیسی ہے، یا آپ کو کنجی دیتے ہوئے دیکھے گا تو سمجھے گا کہ آپ واقعی کنجی دے رہے ہیں، مگر کنجی دینے کا جو نتیجہ ہے وہ ظاہر نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ گھڑی بس دور سے دیکھنے کی گھڑی ہے ورنہ اس کے اندر گھڑی کی

باقی نہیں رہا۔ اس مثال سے آپ سارا معاملہ سمجھ سکتے ہیں۔

اسلام کی مثال گھڑیال کی جیسی ہے۔ گھڑیال کا مقصد صحیح وقت تبلانا ہے اسی طرح اسلام کا مقصد یہ ہے کہ زمین میں آپ اللہ کے خلیفہ بن کر رہیں خود خدا کے حکم پر چلیں اور سب پر خدا کا حکم چلائیں، اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے گھڑی کے پرزوں کی طرح اسلام میں بھی وہ پرزے جمع کئے گئے ہیں۔ جو اس غرض کے لئے ضروری ہیں۔ ان کو گھڑی کے پرزوں کی طرح

ایک ایسی ترتیب کیساتھ کسا گیا ہے کہ جوں ہی اس کو کنجی دی جائے سب پرزے حرکت کرنے لگے۔ اس حرکت سے اصل نتیجہ یعنے اسلام کا غلبہ دنیا پر خدائی قانون کا تسلط شروع ہو جائے گھڑی کے پرزوں کی ترتیب برقرار رکھنے کے لئے چند کیلے اور پٹیاں لگائی گئی ہیں اسی طرح اسلام کے تمام پرزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ رکھنے کے لئے ایسی چیز رکھی گئی ہے جو تنظیم جماعت کہی جاتی ہے۔ کنجی یہ نماز ہے جو پانچ وقت پڑھی جاتی ہے۔ مگر گھڑی کو صاف کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ وہ صفائی یہ رمضان کے روزے ہیں۔ گھڑی کو تیل دینے کی ضرورت ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ اسلام کی گھڑی کے بعض پرزے تیل بناتے ہیں۔ بعض سوکھے پرزوں کو روغن دار کرکے آسانی سے چلنے کے قابل بناتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ کنجی دینا اور صفائی کرنا تیل دینا اسی وقت مفید ہو سکتا ہے جب اس فریم میں اسی گھڑے کے پرزے ہوں اور اسی ترتیب کیساتھ جڑے ہوئے ہوں جس طرح گھڑی ساز نے انہیں جوڑا تھا یہاں معاملہ ہی دوسرا ہو گیا ہے اول تو نظام جماعت باقی نہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سارے پینچ ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ پرزہ، پرزہ ڈھیلا ہو گیا ہے۔ اب جو جس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہر شخص مختار ہے جس کا دل چاہے اسلام کے قانون کی پیروی کرے اور نہ چاہے نہ کرے۔ اس پر بھی ہمارا دل ٹھنڈا نہوا۔ اس اسلام کی گھڑی کے بہت سے پرزے نکال ڈالے ان کی جگہ ہر شخص نے اپنی اپنی پسند کے مطابق دوسری مشین کا پرزہ لاکر اس میں فٹ کر دے۔ کوئی صاحب سگر مشین کا پرزہ پسند کرکے لے آئے کسی صاحب کو

آٹا پیسنے کی چکی کا کوئی پرزہ پسند آ گیا تو وہ اُسے اٹھا لائے اور کسی صاحب نے موٹر لاری کی کوئی چیز پسند کی اُسے لا کر گھڑی میں لگا دیا۔ اب ہم مسلمان بھی اور بنک سے سودی کاروبار بھی ہے۔ کسی کمپنی میں بیمہ بھی کیا ہے غیر اقوام کی پیروی بھی ہو رہی ہے لینن صاحب کے راگ بھی گائے جا رہے ہیں ہم مسلمانوں نے غیر اسلامی چیزیں لا کر اسلام کی گھڑی کے فریم میں ٹھونس دیں، یہ سب کر کے پھر آپ چاہتے ہیں گھڑی چلے، اسلام کو غلبہ ہو جب تک آپ باہر سے لائے ہوئے تمام پرزوں کو نکال کر وہی پرزے اس میں نہ رکھیں اور پھر ان کو اسی ترتیب سے نہ جوڑیں جیسا کہ ابتداء میں جوڑا گیا تھا ہرگز گھڑی نہ چلے گی۔ نہ اسلام کو غلبہ ہوگا۔ گھڑی دور سے گھڑی نظر آتی ہے دیکھنے والا یہی کہتا ہے کہ یہ اسلام ہے۔ دیکھنے والے کو کیا خبر کہ آپ نے اس گھڑی کے فریم میں کیا کیا کارستانیاں کی ہیں۔ جب پستی اور تنزل ہوتا ہے تو سوال کرتے ہیں کہ یہ وعدہ الٰہی کے خلاف کیوں ہوا۔

دوستو! کیا ہم کو اس سوال کا منہ ہے۔

حزب اللہ ایسے ہی ہوتے ہیں، اجی جناب صحابۂ کرام سے کوئی ذرا سی لغزش ہوئی تو پریشانی اور مصیبت میں مبتلا کیے گئے غزوہ احد میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو ایک مورچہ پر بٹھایا تھا جب رسول کے خلاف کر کے وہ مورچہ سے ہٹ کر مال غنیمت لوٹنے لگے تو فتح ہو کر پھر شکست ہو گئی۔

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۔ فرمایا (شکست) تمہارے طرف سے ہوئی

اب رہا سوال یہ کہ اچھا اس میں کیا حکمت ہے کفار کو عروج و غلبہ دیا جا رہا ہے حالانکہ وہ باغی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنی حالت کو ذرا غور سے دیکھئے آپ کے ساتھ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں، ایک دوست، دوسرا دشمن، دوستوں سے ذرا سی بات میں رنج ہو جاتا ہے کہ ہائے ہائے دوست ہو کر ایسا کیا۔ دشمن کے ذرا سے ضرر کی قدر ہوتی ہے۔ جب یہ قاعدہ سمجھ میں آ گیا تو اب سنئے مسلمان مدعی محبت ہیں، ان کی ذرا سی بات پر عتاب ہوتا ہے اور کفار باغی دشمن ہیں۔ ان کی ذرا سی خوبی پر انعام ہوتا ہے۔ کفار کی جزا کا یہ قانون ہے مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ

الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

دنیا کو جو مقصود بالذات سمجھتے ہیں ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی پورا کر دیا جاتا ہے ان لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کے کچھ نہیں۔ ان کے اعمال آخرت میں کچھ کام نہیں آئیں گے۔

مسلمانوں کے لئے ارشاد ہے کہ اَعَدَّ اللّٰہُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ مسلمانوں کے لئے اللہ نے جنت تیار کر رکھی ہے۔ مسلمانوں کا اجر آخرت میں کفار کا اجر دنیا میں تو ان کو یہاں غلبہ و عزت دی جاتی ہے۔ آخرت میں ان کو کچھ نہیں۔ مسلمانوں کی طاعت کا اثر آخرت میں معصیت کا اثر دنیا میں پہونچ جاتا ہے مگر انجام مسلمانوں کے ہی لئے اچھا ہوتا ہے۔

تو مسلمانوں کو کسی مصیبت سے اور ذلت سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ سمجھنا چاہیئے کہ انشاء اللہ اس کا انجام ہمارے لئے اچھا ہوگا۔

صاحبو! آپ نے کبھی امتحان دیا ہے یا نہیں اس وقت اللہ تعالےٰ آپ کا امتحان لے رہے ہیں کہ ذرا دیکھیں کس قدر صبر ہے، کیوں کہ ہم آرام کے عادی ہوگئے تھے۔ ذلت و مصیبت سے ہمارا امتحان کیا جارہا ہے۔ جس میں ہماری حالت یہ ہونی چاہیئے ؎ زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ؛ ہر چہ کنی رضائے تو دل شدہ مبتلائے تو

زندہ کرتے ہیں یہ آپ کی عطا ہے، اگر مار ڈالتے ہیں تو آپ پر سے قربان جو چاہے کیجئے دل تو آپ پر مبتلا رہے گا۔

صاحبو! ہمارا دین تو عشق ہے۔ کیوں کہ ہم مومن ہیں مومن کی شان یہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے۔

آپ کو معلوم نہیں ہے کہ عشق کس کا نام ہے آپ تو یہ سمجھے ہوں گے کہ آرام کا نام

عشق ہے۔ ہرگز نہیں کسی نے خوب کہا ہے سنئے اس کا نام عشق ہے سے

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن وحیران بودن

عاشقی کیا ہے کہو، معشوق کا غلام ہوجانا ہے۔ دوسرے کے ہاتھ میں دل دے کر حیران رہنا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عاشق اپنے اختیار میں نہیں ہوا کرتا تو ہم بھی اپنے اختیار میں نہیں ہیں۔ محبوب حقیقی کے ہاتھوں میں سارا معاملہ چھوڑ دینا چاہیئے وہ جو چاہیں کریں۔ آپ کون ہیں یہ تجویز کرنے والے کہ آپ کو عروج بھی ہو، ترقی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ جانچتے ہیں کہ دیکھیں آپ کو اللہ سے کتنی محبت ہے، کبھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے بلاؤں کا امتحان بھی ہوا کرتا ہے، اگر آپ اس میں پھسل گئے تو وہ حالت ہوگی جس کے بابت ارشاد ہے۔ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنَ۔

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اوپری دل سے کرتے ہیں اگر عبادت کے بعد کوئی اچھی حالت پیش آئے تو اسلام پر مطمئن ہوگئے اگر کوئی مصیبت آگئی تو الٹے پھر گئے، دنیا و آخرت دونوں میں ناکام رہے، یہی ہے کھلی ناکامی، بعض لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے بھی تھے کہ مسلمان ہوتے تھے اگر اس کے بعد بیوی بچے اچھے رہے، غنیمت کا مال مل گیا تو قلب کو اطمینان ہوگیا ورنہ دین چھوڑ دیتے تھے۔

دوستو! ایسا نہ ہونا چاہیئے، دوسرے مقام پر ارشاد ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَهَانَنِ۔ بعض انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ ان کا امتحان اس طرح لیں کہ ان کو عزت اور نعمتیں

عطا فرمائیں تو وہ خوش ہو کر کہتے ہیں کہ خدا نے ہماری عزت کی اور اگر اس طرح آزمائش کریں کہ اس کی روزی تنگ کر دیں تو کہتا ہے کہ خدا نے مجھے ذلیل کر دیا، اب وہ خدا سے ناراض ہوتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے کفار کو غلبہ ان کے حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہے، مسلمانوں تمہارے مغلوب ہونے میں کئی حکمتیں ہیں۔ اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ اگر تم کو کوئی زخم لگ جائے تو تمہارے مخالفوں کو بھی زخم لگ چکا ہے ان ایام کو ہم نوبت بہ نوبت پھیرتے رہتے ہیں، تمہاری اس مصیبت میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جانچ لیں، کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے صابروں کو جانچا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے مصیبت کی عجیب حکمت بیان فرمائی ہے۔ مصیبت ظاہر میں مصیبت ہے مگر حقیقت میں راحت ہے کیونکہ اس کے سبب سے دین کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ مصیبت میں ایک حکمت یہ بھی ہے وَیَعْلَمُ الصّٰبِرِیْنَ۔ صابر و غیر صابر میں تمیز ہو جاتی ہے۔

صاحبو! اگر ہمیشہ راحت ہی رہے تو صبر کا کونسا موقع ہے۔ صاحبو کیا تھوڑی بات ہے کہ حق تعالیٰ مصیبت بھیج کر صابر بنانا چاہتے ہیں، آپ کو صبر کا ثواب دینا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو خدا کی رحمت سے مایوسی ہو گئی ہے۔ کیا یہ خیال ہے کہ ہمیشہ یہی حال رہے گا۔

دیکھئے صاحبو! ملک خدا کا ہے آپ کون ہیں رائے دینے والے کہ یہ ہو وہ نہو جب کہ آپ کے نوکر کو آپ کے معاملات میں دخل دینے کا اختیار نہیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے معاملات میں دخل دینے کا کیا اختیار ہے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ جب مصیبت آئے تو اپنے اعمال پر نظر کیجئے اور ان میں جو کوتاہی ہو گئی ہے اس کی اصلاح کیجئے یہ کیا خرافات ہے کہ مصیبت کے وقت بجائے اپنی اصلاح کے خدا کی شکایت کرنے لگے۔ اگر دین حق ہونے کی یہ علامت ہوتی کہ اس کے تابعین ترقی پر رہیں تو دنیا دَارُ الْاِبْتِلَاءِ یعنے (آزمائش کا گھر) نہوتا، ایمان بالغیب نہ رہتا۔ کامیابی

کی طرف بھی آیا کرتے ہیں۔ دنیا کی کامیابی اور ناکامیابی پر ہرگز مدار نہ رکھنا چاہیئے بلکہ مصیبت کے وقت اپنی حالت کو درست کرنا چاہیئے اور زبان کو بند کرنا چاہیئے بیداری پیدا کیجئے۔ دینی حالت کو درست کیجئے خالی بک بک ہی رہی اور اللہ کو غصہ آگیا تو ہمیشہ پستی ہی رہی اور کبھی راحت نصیب نہوئی تو کیا کروگے ترقی و راحت سے غرض یہ ہے کہ اطمینان سے اللہ کے احکام پر عمل کرسکیں آرام و ترقی سے غرض اللہ تعالیٰ کی یہی ہوتی ہے کہ شریعت پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ اللہ کے احکام کی اشاعت کیجائے، اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے انتہائی ترقی اور عروج دیا تھا، اس سے غرض یہ تھی کہ دین کو قائم کریں، دین کو رونق دیں، مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ عروج و ترقی عیاشی برتنے کے لئے ہے۔ اس لئے اس پر یہ سزا ہوئی کہ اب مسلمان پستی کی حالت میں ہیں۔ اب مسلمانوں پر جو کچھ بھی مصیبت آئے یہ اُسی کی سزا ہے۔

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا

کیا کفار یہ نہیں دیکھتے کہ ہم شکست دے کر چہار طرف سے ملک ان کے قبضہ سے نکالتے جارہے ہیں۔ غرض اب جو کچھ پستی اور تنزل اور مصیبت ہے یہ سب سزا ہے جلد خدا کی طرف رجوع کرو، پکے دیندار ہو جاؤ، اللہ کے در پر پڑے رہو۔ اس کو چھوڑ کر جاؤگے تو کہاں جاؤگے۔

حکایت

ایک بزرگ کو غیب سے آواز آئی کہ تمہاری کوئی عبادت ہمارے یہاں مقبول نہیں، اس زور سے آواز آئی کہ ان کے مرید نے بھی سن لیا، اس وقت نہ مرید ایسے تھے نہ پیر۔ نہ پیر شرمندہ ہوئے نہ مرید بد اعتقاد۔ دوسرے دن اسی وقت پیر و مرشد اٹھکر لوٹا لے کر چلے وضو کرنے، مصلے پر جاکر کھڑے ہوئے مرید نے محبت سے کہا حضرت وہاں قبول نہیں تو بس جانے آرام کیجئے کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں پیر نے کہا بیٹا اگر کوئی اور در ہوتا تو اس کو چھوڑ کر چلا جاتا میرا تو ایک ہی در ہے۔ اس کو چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ اسی وقت آواز آئی ؎

قبول است اگرچہ ہنر نیستت ؛ کہ جز ما پناہے دگر نیستت

گرچہ قبول کرنے کے قابل نہیں تھا جا قبول کرتے ہیں اس واسطے کہ ہمارے سوا کہیں تیری جائے پناہ نہیں ہے۔ وہ تو عجز و نیاز پر الیسی رحمت فرماتے ہیں کہ بغیر عبادت کے ہی فضل فرما دیتے ہیں۔

حکایت ایک شخص ہمیشہ لوگوں کو ہنسایا کرتا تھا۔ جب مرنے کا وقت آیا تو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو غسل و کفن کے بعد میری داڑھی پر ذرا سا سفید میدہ کا باریک آٹا چھڑک دینا، لوگوں نے کہا کیا واہیات ہے۔ مرکر بھی لوگوں کو ہنسائے گا۔ اس نے کہا تمہیں کیا میری وصیت کو پورا کرو مرنے کے بعد لوگوں نے اس کی وصیت کو پورا کیا۔ جب قبر میں رکھا گیا تو کسی بزرگ کو کشف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے منکر نکیر سے فرمایا میرے بندہ سے پوچھو داڑھی پر آٹا کیوں چھڑکا۔ اس نے جواب دیا ہم نے سنا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَحْیِیْ مِنْ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ۔ اللہ بوڑھے مسلمان کو عذاب دینے سے شرماتا ہے تو میرے پاس کچھ تھا نہیں یہی آرزو تھی کہ بوڑھا ہوکر مروں مگر قسمت نے یاوری نہ کی، جوانی ہی میں موت آگئی۔ اب میں نے یہ سمجھا کہ بوڑھا تو نہ ہو سکا خیر بوڑھوں کی صورت ہی بناؤں، شاید اسی پر رحمت ہو جائے حکم ہوا جاؤ ہم نے بخشدیا۔ دیکھئے بوڑھے کی شکل بنانے سے مغفرت گئی۔ بس مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اسی لئے سورہ یوسف میں فرمایا حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ مدد آنے میں طویل مہلت کی وجہ سے پیغمبر تک مایوس ہوگئے۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ اپنی نصرت کے بارہ میں جو بات انہوں نے کی تھی اس میں وہ سچے نہ نکلے۔ ایسی مایوسی کی حالت میں ان کو ہماری مدد پہنچی مومنین کو ہم نے بچا لیا اور پیغمبروں کے مخالف ہلاک کئے گئے کیوں کہ ہمارا عذاب مجرمین پر ضرور واقع ہوتا ہے گو بدیر سہی۔

ارے وہ انسان پشتنی غلام! ارے وہ عاجز بشر! ارے وہ خاک کے پتلے

ارے وہ نجس منی سے پیدا ہونے والے، ایسے زبردست قدرت والے، ایسے باعظمت و جبروت والے کے خلاف کرکے پھر اس کے سامنے کیا منہ لے کر جائے گا۔ اے ظالم انسان کیا خدا کو منہ دکھائے گا یہ اس کی شفقت و عنایت ہے کہ عبرت کے لئے اگلی امتوں کے قصے تجھے سنائے، مگر او خدا کو ناراض کرنے والے تجھے عبرت نہ ہوئی۔ کیسے عبرت ہوتی دنیا کی زندگی نے تو تجھے لہو و لعب میں ڈال دیا ہے۔ عبرت کا موقع ہی نہیں ملنے دیتی مگر تو نے یہ نہ سمجھا، مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ دنیا ایک کھیل تماشہ ہے بہ نسبت اور چیزوں کے کھیل و تماشہ جلد فنا ہوتا ہے مثلاً ریچھ بندر کا تماشہ، ناٹک، سرکس، ناچ رنگ، ان کی بقا صرف گھڑی دو گھڑی، گھنٹہ دو گھنٹہ ہوتی ہے پھر کچھ بھی نہیں رہتا۔ ایسا ہی دنیا کی مدت بہت کم ہے۔ اور مرنے والا سیکڑوں سال زندہ رہے مگر آخرت کی صورت دیکھ کر اپنی صدیوں کی زندگی کو صرف گھڑی بھر کی زندگی خیال کرے گا۔ سمجھے گا کہ میں نے ایک کھیل کھیلا تھا جو جلد ختم ہو گیا

دوستو! بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے ہوں گے کہ کوئی بیوپاری بنتا ہے اور کوئی خریدار، کوئی بچہ حاکم بنتا ہے اور کوئی رعایا، نیبولیاں، پتے ان کی سوداگری کا مال ہے۔ ٹھیکریاں روپے ہیں، ریتی میں پاؤں جما کر گھر بناتے ہیں گھروندہ تیار کرتے ہیں۔ جب شام ہوتی ہے اپنے ہاتھ سے آپ خود سب کچھ پھینک کر چل دیتے ہیں۔ اپنے اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں پھر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کون بچہ بیوپاری تھا اور کون خریدار، کون بچہ حاکم تھا اور کون رعایا۔ ہاں اگر وہاں سے کوئی گذرے تو کہے گا یہاں بچے کھیلے ہیں۔ ان کے کھیل کے آثار باقی ہیں۔ یہی حال دنیا کا ہے ہم سب کھیل کھیل رہے ہیں۔ شام ہوتے ہی موت آتی ہے اپنے اصلی گھر قبر میں پڑے ہوں گے جو کچھ تھا یہیں رہ جائے گا۔ ہاں بعد والے کہیں گے یہ فلاں کی جائداد ہے اور یہ فلاں کا مکان ہے

تماشہ دیکھنے کے بعد دیکھنے والے کو سوائے وقت ضائع کرنے اور پیسہ برباد کرنے کے کچھ نفع نہیں، اسی طرح اہل دنیا کے پاس قیامت کے دن دنیا کی

زندگی کا کچھ نفع نہیں۔ بائیسکوپ کا تماشہ دیکھنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ بڑی جنگ ہورہی ہے۔ ہزار ہا کٹ رہے ہیں، کہیں بادشاہی دربار ہورہا ہے، لاکھوں آدمی کھڑے ہیں مگر اصل میں وہاں کچھ بھی نہیں، صرف وہاں لیمپ اور آئینہ ہے سایہ سے سب مدہوش ہورہے ہیں۔ اگر لیمپ گل ہوگیا اور پردہ اٹھ گیا تو وہاں ذرہ برابر بھی کچھ نہیں، صرف تماشائی سایہ کے عاشق ہیں۔ الیسا ہی دنیا بھی بائیسکوپ کا ناپائدار اور بے اصل کھیل ہے، ہائے ایسی ناپائدار اور بے اصل کھیل کے لئے خدا سے بگاڑ کر رہے ہیں، کسی چیز سے عبرت نہیں لیتے، آخرت تو جارہی ہے دنیا بھی ہاتھ سے گئی۔ عبرت کے لئے ذرا یہودیوں کی ترقی اور تنزل کو اور اس کے اسباب کو دیکھیئے میری زبان سے نہیں خدائے تعالیٰ کی زبان سے سنئے سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کا بیٹا تخت سلطنت پر بیٹھا، یہ اوباش بدعقل اور اوباشوں کا دوست تھا۔ سلطنت میں ضعف آگیا۔ شاہ مصر چار لاکھ فوج لے کر چڑھ آیا بہت کچھ اسباب لوٹ کر لے گیا۔

پھر توبہ کی، خدا کو راضی کرلیا، عاجزی کی، روئے پیٹے تب ان کی نیکی کا ثمرہ یہ ہوا کہ سلطنت سرسبز ہوئی، بہت آرام سے بسر کر رہے تھے، پھر قوت پیدا ہوئی از سر نو حکومت اور شوکت قائم ہوئی۔ اس کے نشے میں پھر بدکاری شروع کردی اللہ کی کتاب توریت کو کھلونا بنالیا۔ دنیا کے مال و نام و عزت کے پیچھے پڑ گئے۔ رشوت لینے لگے۔ سود کھانے لگے، ہر قسم کی بری باتیں جاری کیئے۔ مولوی مشائخ اپنے مطلب کے موافق مسئلہ بنانے لگے اعمال ایسے پھر ایسے کہنے لگے "خدا معاف کردے گا۔" اس سے غرض تو یہ مقصود نہیں، حرام حلال کی کچھ پروا نہیں جو چاہیں کریں اور پھر سَيُغْفَرُ لَنَا کہنا ان کی عادت ہوگئی تھی، توریت میں جو وعدہ لیا گیا تھا سب بھول گئے کبھی ان کو یہ خیال نہیں آتا تھا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ خیال تو جب آئے کہ دنیا سے آخرت کا گھر بہتر سمجھیں۔

ایک جگہ فرماتا ہے فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ

پھر ایسی نالایق اولاد نکلی جو نماز ضائع کرنے لگی۔ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گئی خدا کے احکام کی پرواہیں رہی اس کا وبال پھر ان پر پڑا۔ بخت نصران پر مسلط کر دیا گیا وہ بربادی ہوئی کہ الاماں الاماں، بیت المقدس میں گھس کر سب تبرک جلا دئے بیت المقدس میں آگ لگادی ہزار ہا یہودیوں کو قید کر کے لے گیا۔ مقتولوں اور زخمیوں کا تو کچھ حساب ہی نہیں۔

عورتوں کی بے عصمتی علحدہ ہوئی یہ بربادی دیکھ کر حضرت عزیرؑ نے فرمایا۔ الٰہی کیا یہ شہر پھر آباد ہوگا۔ کیا یہودیوں کی پھر ترقی ہوگی، یہ کہنے کے بعد حضرت عزیرؑ کا انتقال ہوگیا۔ سو برس تک مرے پڑے رہے، پھر زندہ کئے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ اس اثناء میں یہودی بہت روئے، توبہ کی، قید سے چھوٹے شہر اور بیت المقدس آباد کیا۔ یہ قصہ کہہ کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا پھر اگر تم نے نافرمانی کی تو پھر ہم تم کو ویسا ہی برباد کریں گے۔ غرض جب کبھی یہودی سنبھلے تو ہم نے سلطنت دی، حکومت دی، ہر طرح آرام سے رکھا۔ جب وہ نافرمان ہوئے تو ہم نے ان کی سلطنت چھین لی۔ مصیبتوں میں ڈالا

دوستو! خدا کے لئے ذرا سوچو، کیا ہماری کبھی اس وقت یہی حالت نہیں ہے کیا مولوی مشایخ سیدھے راستہ پر ہیں۔ کیا عام لوگ نماز چھوڑے ہوئے نہیں ہیں کیا خدا کے احکام پر پورا پورا عمل ہو رہا ہے۔ کیا اپنی خواہشات کے پیچھے نہیں پڑ گئے ہیں۔ سب کچھ کہہ کر اور کر کے کیا یہ نہیں کہتے ہیں کہ خدا معاف کر دے گا۔ اس لئے کتنی مرتبہ برباد کئے گئے دمشق لوٹا۔ اسپین اور بغداد آباد ہوئے، جب یہ برباد ہوئے تو اور طرف سنبھلے، اب کی مرتبہ کچھ ایسے بگڑے کہ سنبھلنے کا نام ہی نہیں لیتے اس لئے ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہیں۔

اغیار الگ بیس رہے ہیں خود مسلمان مسلمان کو تباہ کر رہے ہیں، خدا کے لئے سنبھلو، نافرمانی سے توبہ کرو، اللہ کی اطاعت کرو، پھر دیکھو خدا کی مدد آتی ہے جیسے بگڑے ہو، ویسے سدھرو گے مایوس نہ ہو ظاہری جائز تدبیریں کرو۔ تدبیر پر نظر نہ

رکھو تدبیر کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو، ارے جب سارے راستے انہی کے ہی قبضہ میں ہیں تم کہیں سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے تو اب سوائے تفویض یعنے اپنے کو سپرد کرنے کے اور کیا علاج ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ۔

ای حریفان راہ ہا را لبتہ یار ؛ آہوئے لنگم و او شیر شکار

واللہ سارے راستے بند ہیں۔ تم کہیں ان کے قبضہ سے باہر نہیں جا سکتے بس ہماری ایسی ہی مثال ہے جیسے لنگڑا ہرن شیر کے پنجے میں ہو، اب بتلاؤ لنگڑا ہرن شیر کے پنجے سے چھوٹنے کی کوشش کرے تو یہ اس کی حماقت ہے یا نہیں بس ہرن کی خیر اسی میں ہے کہ اپنے کو شیر کے سامنے ڈال دے اور اپنا ضعف و عجز ظاہر کرے۔ اب یہ ہوگا کہ شیر اس پر رحم کر کے خود اس کی پرورش کرے گا۔ جنگل سے اس کی غذا لاکر اس کے آگے ڈالے گا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

ای دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

یعنے تمہاری مثال ایسی ہے جیسے مرغ جال میں پھنسا ہوا ہو، اس کو تحمل ہی چاہیئے کہ صبر و سکون کے ساتھ پابہ زنجیر ہو جائے، ورنہ جتنا پھڑ پھڑائے گا اور زیادہ پھنسے گا ۔

تڑپو گے جتنا جال کے اندر ؛ جال گھسے گا کھال کے اندر

پھر فرماتے ہیں :

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار ؛ کار ملک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

تدبیر پر بھروسہ کرنا اور اسی کی فکر میں رہنا غلام کا کام نہیں یہ کام بادشاہوں کا ہے تم بادشاہ نہیں ہو بلکہ غلام ہو، بادشاہ صرف ایک ہے اور سب اس کے غلام ہیں۔ تدبیر کرو، مگر تدبیر پر نظر کرنا چھوڑ دو، خدا پر نظر رکھو، جہاں تدبیر پر نظر کروگے وہیں پریشانی اٹھاؤ گے۔ جب تفویض کیا فوراً ہلکے پھلکے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوگا گویا کوئی یوں کہہ رہا ہے ۔

من غم تو می خورم تو غم مخور ÷ بر تو من مشفق ترم از صد پدر

میں تیری غم خواری کرتا ہوں تو کیوں فکروں میں پڑتا ہے. باپ کی سنو شفقتوں سے زیادہ تجھ پر شفقت کرتا ہوں.

پس ہمیشہ کا یہی دستور العمل بنالو کہ شریعت نے جس تدبیر کی اجازت دی ہے خواہ دین کے متعلق ہو یا دنیا کے وہ کرکے آگے نتیجہ کو خدائے تعالےٰ کے سپرد کرو بس اسی میں نجات ہے. آرام ہے اسی لئے فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ یوسف علیہ السلام کے اور اُن کے بھائیوں کے قصہ میں عبرت ہے. عقل والوں کے لئے ذرا یوسف علیہ السلام کی ابتدائی حالت کو دیکھو کوئیں میں گرے ہیں پھر غلام بنے ہیں، پھر قید کئے گئے.

کیا ایسی حالت کے بعد امید ہوسکتی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگئے مگر یوسفؑ کی پرہیزگاری اور ان کی نیکیاں اور ان کی تفویض تھی کہ خدا نے رحم کیا ذلت سے نکال کر عزت پر پہنچایا. اسی طرح تم بھی نیکیاں کرو، پرہیزگاری کرو، اس پر تفویض کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا. تم کو ذلت سے عزت پر پہنچائے گا اس طرح قرآن کے ہر قصہ سے عبرت لو، گھڑے ہوئے قصہ سے عبرت نہیں ہوتی. اس لئے فرماتا ہے. مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى یہ قرآن جھوٹا بنایا ہوا نہیں ہے جو اس سے عبرت نہ ہو، بلکہ یہ خدا کی طرف سے اتاری ہوئی سچی کتاب ہے اس کے سچے ہونے پر دلیل یہ ہے کہ دنیا کی جتنی اقوام ہیں ان کے اقوال کو لیجئے.

اہل ہند کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے سوا کسی قوم پر آکاش بانی نہیں اتری، بنی اسرائیل نے کہا کہ ان کے سوا کسی کو نبوت نہیں ملی. ایرانیوں کا خیال ہے کہ پارسیوں کے سوا سروش یزدانی سے کوئی واقف نہیں، مصریوں کا اقرار ہے کہ تمام روحانی و مادی ہم ہی نے نکالے ہیں. چینیوں نے بتلایا کہ آسمانی خدا کے وہی فرزند ہیں.

ہر ایک قوم کے دعوے کو دیکھو، پھر قرآن کو دیکھو، قرآن مجید ہی وہ پاک کتاب ہے جس نے کل دنیا کو بتلادیا اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔

ہر ایک قوم میں ایک نذیر آیا ہے۔ یہ اصول دنیا کو اتفاق محبت کی تعلیم دیتا ہے ایسی پاکیزہ تعلیم کا پیش کرنے والا گھڑا ہوا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فرمایا ــــ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے۔

مفتری نہ دیکھنے گھڑا ہوا نہ ہونے پر دوسری دلیل۔

توریت میں صرف حلال وحرام کے احکام تھے۔ زبور میں صرف مناجات تھی انجیل میں صرف اخلاقی سبق ہے۔ قرآن میں جن چیزوں کی ضرورت ہے وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ اور ہر چیز کی تفصیل اس کتاب میں موجود ہے۔

تزکیہ قلب، تنویر روح، نجات اخروی، تمدن انسانی، حیات بشری، حقوق العباد فرائض الٰہی ہر ایک وضاحت سے اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن عدالت ہائے فوجداری و دیوانی و مال کے لئے ایک بہترین قانون ہے صحیح ترین تاریخ ہے۔ کتاب اخلاق ہے، وعظ ہیں مثالیں ہیں؛ انذار (ڈرانا) ہے بشارت ہے۔ آخرت اور دنیا کے دو دریائے ذخار پہلو بہ پہلو رہے ہیں۔ قرآن براہان و دلائل پیش کرتا ہے، انسانی فطرت کو بیدار کرتا ہے۔ قرآن اللہ تعالےٰ کا کلام ہے صحیح صحیح طریقہ اللہ کے کام بتاتا ہے اس لئے فرمایا؛

وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ ہر کتاب پر غور کرو

وید کی تعلیم نے ہندوستان سے باہر کسی قوم میں وقعت نہیں پائی۔

ژند نے ایران سے باہر قدم نہیں نکالا۔

توریت کی تعلیم سے بنی اسرائیل کے سوا کسی کو فائدہ نہ ہوا

انجیل بغیر توریت کے مستقل کتاب نہیں کہلا سکی۔

کیا مسیح کے بارہ منتخب کردہ اور تیار کردہ شاگردوں نے کسی قوم کے سامنے انجیل پیش کرنے کی جرات کی ہے ہاں قرآن ہی ہے جس نے شروع ہی سے اپنے آپکو کل مخلوق کا رہنما بتلایا۔

قرآن ہی ہے جس نے تمام ملکوں اور قوموں کو اپنا فیض پہنچایا۔

یہ قرآن ہی ہے کہ جس نے زبانوں کا اختلاف، رنگوں کا اختلاف نسل و نسب کے امتیاز

کو الگ سکر کے سب کے دلوں میں ایک ہی کلمہ جاری کیا۔

قرآن پاک کا یہ عام فیض جب سے نزول قرآن ہوا ہے۔ جب ہی سے جاری ہوا ہے دنیا کی ہر ایک قوم شاہ گدا سب اسی سے فیض یاب ہوئے ہیں، اس لئے فرمایا هدًى یہ سراپا ہدایت ہے وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ جو اس قرآن کے دامن میں چھپا اس کے لئے رحمت ہے

اَللّٰهُمَّ اِنَّنَا عِبَادُكَ نَاصِيَتُنَا بِيَدِكَ مَاضٍ فِيْنَا حُكْمُكَ نَفْسُكَ فِيْنَا قَضَاءُكَ۔ نَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قُلُوْبِنَا وَنُوْرَ بَصَرِنَا وَ ذَهَابَ هَمِّنَا وَغَمِّنَا۔

اے اللہ ہم آپ کے بندے ہیں۔ ہم آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں ہمارے میں آپ کا حکم جاری ہے جو ہمارے لئے آپ حکم دیں وہ انصاف کے موافق ہے ہم آپ سے مانگتے ہیں، آپ کے ہر اس نام کا واسطہ دے کر جو آپ نے اپنا رکھا ہے یا اپنے مخلوق میں سے کسی کو وہ نام سکھایا ہے یا اپنی کتاب میں اس نام کو اتارا ہے یا اس نام کو اپنے پاس اپنے علم غیب میں رکھا ہے، یہ کہ قرآن عظیم کو ہمارے دلوں کی بہار بنایئے اور ہماری آنکھوں کا نور بنایئے۔ ہمارے افکارات اور ہمارے غموں کے دور ہونے کا ذریعہ بنایئے

آج روز جمعہ ذیقعدہ کی ۱۸ تاریخ اور ۱۳۴۳ھ ہجری (تیرہ سو تینتالیس ہجری) ہے میں نے سورہ یوسفؑ کی اس مبارک تفسیر کو ختم کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھ کو اور عام مسلمانوں کو اس کے نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

ابوالحسنات سید عبداللہ حیدرآبادی

ابن حضرت مولٰنا مولوی سید مظفر حسین صاحب قبلہ کان اللہ لہٗ

شجرہ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہٰی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ واصحابہ وسلم

الہٰی بحرمت خلیفہ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

الہٰی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

الہٰی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

الہٰی بحرمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

الہٰی بحرمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

الہٰی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

الہٰی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ

الہٰی بحرمت حضرت ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

الہٰی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

الہٰی بحرمت حضرت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

الہٰی بحرمت حضرت خواجہ مولٰنا محمد عارف ریوکری رحمۃ اللہ علیہ

الہٰی بحرمت حضرت خواجہ مولٰنا محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

الہٰی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ۔

الہٰی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان پیر پیران امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقۃ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت الشان حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زماں قطب جہاں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ وقت قطب دوران عارف باللہ حضرت سید محمد بادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت جمیع حضرات نقشبندیہ بر فقیر ابوالحسنات سید عبداللہ رحم فرما
عاقبتش بخیر گردان بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ وَ اٰلِهِ الْاَمْجَادِ

اَمَّا بَعْد ....

در طریقهٔ عالیہ نقشبندیہ بیعت نموده داخل محفل گردانیدم حق سبحانہ تعالیٰ

مذکور را از فیوضات مرشدان حظ وافر ....

نصیب متکاثر مع استقامت شریعت عطا فرماید
آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

جامیا واقف دم باش عزیزاں رفتند
فکر عقبیٰ بکن آخر که تو هم مهمانی

کم خور و کم خسپ و کم گو هم بجهلا کم نشین
دائما در ذکر باش و خویش را ایں بدترین

با عاشقاں نشین و غم عاشقی گزیں
با هر که نیست عاشق کم کن از و قریں

از طفیل خواجگان نقشبند الٰہی کار دنیا عاقبت محمود باد

شجرہ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یَا فَتَّاحُ

ذِکْرُ الْمَوْلٰی مِنْ کُلِّ اَوْلٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلًا یَھْدِیْ اِلٰی طَرِیْقِ الْاِیْمَانِ لِلْعَالَمِیْنَ وَ
مُبَشِّرًا وَسِیْلَۃً مَرْضِیَّۃً لِلْوُصُوْلِ اِلٰی صِرَاطِ النَّجَاۃِ وَالْیَقِیْنِ وَ
الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اَفْضَلِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ حَبِیْبِ
رَبِّ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ
اَمَّا بَعْدُ فَھٰذِہٖ شَجْرَۃٌ قَادِرِیَّۃٌ مَنْ تَوَسَّلَ بِھَا وَصَلَ اِلَی الْمَرَامِ

الٰہی۔ بعجز و انکسار عبدک الضعیف ابوالحسنات سید عبداللہ کان اللہ لہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محمدؒ بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محی الدین بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز سید فرید الدین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی صوفی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ فرید الدین صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز شیخ الشیوخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سلطان العارفین قطب العاشقین سیّد شاہ
عبداللطیف قادری لا اُبالی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ محمدؒ بن شیخ قاسم قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبدالباسط قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبدالباسط بن شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدرالدین حسن قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ بدرالدین بن شیخ علاؤ الدین علی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ علاؤ الدین علی بن شیخ شمس الدین محمدؒ قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمدؒ بن شیخ شرف الدین یحییٰ قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عماد الدین
ابی صالح نصر قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین
ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر
جیلانی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الطائفہ حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیرالمومنین امام المشارق والمغارب اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیماً مبارکاً کثیراً کثیرا۔

بعیت وارادت . . . . قادری

دریں سلسلہ قادریہ عالیہ مقبول وپذیر باد

الٰہی بحرمت جمیع حضرات قادریہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر . . . . قادری رحم فرما دعا قبتش

بخیر گرداں واز فیوض مرشداں خط وافر نصیب متکاثر مع استقامت شریعت عطا فرما۔

آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

تعارف زجاجۃ المصابیح

(—— [illegible] ——)

مولفہ حضرت مولنا ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی حنفی مدظلہ العالی جو مشکوٰۃ المصابیح کے اسلوب پر حنفی حضرات کیلئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جامع اور مستند ذخیرہ ہے۔

اقتباس دیباچہ کتاب

واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ایک قیمتی ذخیرہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح جس کو علم کے دریا، فہم کے سمندر، دین کی حقیقتوں اور اس کی باریکیوں کو ظاہر کرنے والے صاحب تقویٰ و تقدس حضرت مولنا ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی نے لکھا ہے حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ایک جامع ترین اور آپ کے پوشیدہ ارشادات کا ایک نہایت نفع بخش ذخیرہ، اپنے فن کی ایک مکمل کتاب اور نادر و نایاب حدیثوں کا ایک کامل دفتر ہے۔

علامہ خطیب تبریزی کی یہ قیمتی کتاب جس میں (اللہ تعالیٰ ان کے درجہ کو بلند کرے) انہوں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور طریقہ کی حدیثوں کو جمع کیا اس کو دیکھ کر میرے دل میں یہ بات اکثر رہا کرتی تھی کہ میں مشکوٰۃ کی طرز پر ایک کتاب لکھوں جس میں اپنے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ (آپ پر ہمیشہ اللہ کی رحمت ہو اور وہ آپ سے راضی اور خوش رہیں) کے مسلک کو اختیار کروں، مگر میری بے بضاعتی مجھے اس مرتبہ کے حاصل کرنے سے روک رہی تھی کہ اسی زمانے میں میں نے خواب دیکھا کہ روز رسالت کے درخشاں آفتاب اور شب تاریک کے منور ماہتاب نور ہدایت اور تاریکیوں کے روشن چراغ ہمارے پیارے اور محبوب آقائے نامدار حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما اور جلوہ افروز ہوئے اور "سلام" فرمایا

میں نے سلام کا جواب عرض کیا۔ میری جان آپ پر سے قربان، آپ نے اپنے سینہ مبارک سے جو علم اور حکمتوں کا سرچشمہ ہے چمٹا کر گلے سے لگا لیا۔ جب میں نیند سے خوش خوش اٹھا تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا۔ الغرض اس نیک اور مبارک خواب سے میرا سینہ کھل گیا اور اس کام کی تمام مشکلات مجھ پر آسان ہوگئیں۔ میں نے اس کتاب کی تکمیل و تالیف کا عزم کرلیا اور اس کے لکھنے کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔ بحمد للہ میں اس کتاب میں ہر حدیث درج کرتے وقت حضور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا رہا۔ اور میں نے زجاجۃ المصابیح اس کتاب کا نام رکھا۔ اللہ بزرگ و برتر سے میری دعا ایسے عاجز بندہ کی طرح کہ جس کا دل اپنے مولیٰ کی عظمت سے معمور اور جس کی گردن اس کے جلال سے خم ہو، اس کے حبیب پاک کے وسیلے سے جو شفیع الخلائق مقبول الشفاعت ہیں کہ اس کتاب کو اپنی مہربانی سے اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور مسلمانوں کو اس کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی طرح نفع بخش بنا دے اور اس کو قبول فرمائے اور اس کو میری آخرت کا ذخیرہ بنائے۔ یقیناً دعاؤں کو قبول کرنے والے وہی ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہیں۔ یہاں حضرت مولف کے دیباچہ کا مضمون ختم ہوتا ہے۔

مجلس نشر و اشاعت زجاجۃ المصابیح نے یہ توضیحات فرمائی ہے

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہو سکے گی۔ تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں واقعہ یہ ہے کہ مولف مدظلہ العالی نے مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کیلئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے، جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں، لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مولف موصوف سے جس

میں رکھی تھی چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہو جائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول سے ماخوذ ہے۔ اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابیؓ یا تابعیؒ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے ایک بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلا سند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مؤلف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے۔

(۱) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

۲۔ چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا۔ اسلئے کتاب و باب و عنوان" مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمۃ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی

(۳) مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا اسلئے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلا لحاظ فصل یکجا کئے گئے۔

۴۔ ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے علامہ موصوف نے اس بحر زخار سے انمول موتی چن لئے ہیں۔ ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتیٰ بہ حاصل کیا گیا ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی ثالثاً اس حدیث کی پہچان بن کر کے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا۔ اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔

۵۔ فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جوابات، احادیث کی تخریج تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسب ضرورت احادیث اور حنفی کتابوں کے حوالے سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں۔ جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔ مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شافعیوں کے لئے ایک نعمت ہے بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کیلئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی فاضل مدیر صدق جدید لکھنؤ نے اس تالیف سے متعلق اپنی اشاعت مورخہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ م ۹ اکتوبر ۱۹۵۳ء میں جو رائے ظاہر فرمائی ہے اس کا اقتباس یہ ہے۔

خطیب تبریزیؒ کی مشکوٰۃ المصابیح سے دینداروں میں ہر پڑھا لکھا واقف ہے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مستند اور کار آمد اور نسبتاً مختصر ہونے کے باوجود بڑی حد تک جامع مجموعہ صدیوں سے ہندوستان میں چلا آرہا ہے۔ اور عوام وخواص سب کے حق میں شمع ہدایت کا کام دے رہا ہے لیکن صاحب مشکوٰۃ باوجود اپنی اس جلالت قدر کے بہرحال حنفی المذہب نہ تھے شافعی تھے اسلئے شافعی مذہب کی رعایت ان کی کتاب میں جابجا آجانا بالکل قدرتی تھا اور اسلئے علماء حنفیہ ایک اس قسم کے دوسرے مجموعہ احادیث کی ضرورت مدت سے محسوس کر رہے تھے جس میں رعایت ان کے مسلک و مشرب کی ہو۔ صدیوں کی طلب اس ضرورت کے عملاً پورا کرنے کی سعادت اس حیدر آبادی فاضل کے حصہ میں آئی ہے۔ کتاب کا نام تو مشکوٰۃ کے جوڑ پر "زجاجۃ" ہی ہے مضامین کی ترتیب بھی اس متاخر نے اپنے اسی پیشرو کے مطابق رکھی ہے۔

دیباچہ میں مؤلف زجاجۃ المصابیح نے اپنے ایک رویاء صالحہ اور بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔ ہر کتاب میں ابواب کے تحتانی عنوانات مشکوٰۃ کے مطابق ہی ہیں' سوائے اس کے جہاں جہاں مؤلف کو ضروری معلوم ہوا ہے تقویت مذہب امام اعظم کیلئے متن کتاب میں یا حاشیہ پر مضامین کا اضافہ کر دیا ہے۔ چنانچہ کتاب العلم کے تحت مناقب کی ایسی روایتیں درج کر دی ہیں جن کا اشارہ ان کے خیال میں ابوحنیفہ کیطرف نکلتا ہے۔

اسی طرح باب قیام رمضان کے تحت تراویح کی تاکید اور اسکی تعداد رکعات وغیرہ پر حاشیہ اور متن میں اقوال و مباحث درج کئے ہیں علیٰ ہذا باب عیادت المریض کے تحت زمانہ طاعون میں آبادی چھوڑ کر باہر نکل جانے پر وقس علیٰ ہذا اور حواشی میں تو کثرت سے مسائل حنفی کی تائید میں دلائل.. اجمالاً یا تفصیلات دیدیئے ہیں۔ مشکوٰۃ سے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر عنوان باب کو تین تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس میں فصلوں کی یہ تقسیم اٹھا دی گئی ہے۔

مضمون کتاب کی اصل قدر و قیمت کو پہچاننا اور احادیث مندرجہ کو پرکھنا تو اہل فن ہی کا کام ہے باقی ایک عام ناظر کے نقطہ نظر سے تو فاضل مولف نے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے

اور حنفیہ کے ذمہ جو قرض صدیوں سے چلا آرہا تھا اسے ادا کرنے کی سعادت انہیں حاصل ہو گئی ہے قابل رشک ہیں ایسی ہستیاں جو اس دور میں بھی کساد بازاری اور کس مپرسی کے ہر پہلو کو آنکھیں بند کئے ہوئے خدمت دین کی دھن میں لگی ہوئی ہیں۔

اس تالیف کے متعلق دارالعلوم دیوبند کے دینی و علمی ماہنامہ "دارالعلوم" کے جلد نمبر (۸) شمارہ ۶ ماہ جمادی الآخری ۱۳۷۴ھ م مارچ ۱۹۵۵ء کے تبصرہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے

فقہائے احناف پر جہاں اور بہت سے غلط الزام ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احناف اہل الرائے ہیں بلکہ بعض زبان وقلم کے بے باک تو یہاں تک کہہ گزرتے ہیں کہ احناف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل نہیں کرتے بلکہ وہ تو نعمان بن الثابت الکوفی" کی شریعت پر عمل پیرا ہیں گویا کہ مخالفین مسلک احناف کو فقہ حنفی، احادیث کے خلاف اور اپنی رائے اور اجتہاد پر قائم نظر آتا ہے۔ حالانکہ محققین کا اس بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حتی الامکان فقہی جزیہ کی بنیاد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے اس کوشش کی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر فیصلہ کرنے سے حتی الوسع گریز اور اجتناب کیا جائے مثلاً باب المہر" میں ایک حدیث ہے کہ احناف نے تعین مہر کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے متعین سمجھا اور اس کے لئے حدیث کی حجت قرار دیا۔ لیکن امام شافعی زوجین کی رائے پر دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ کو بھی موقوف کرتے ہیں۔ اور تعین مہر میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے کسی صراحت کو تسلیم نہیں کرتے شوافع نے اس حدیث پر اعتراضات کئے اور اس کی صحت کو مشکوک قرار دیا۔ ہندوستان کے ایک عالم دین کے بارے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان کی نقل نہایت معتبر ہے۔ اور خود ان کی رائے ساقط الاعتبار ہے (او کما قال) جن کے ذوق مجتہدانہ کی زد میں اکثر احناف آتے ہیں۔ اس خاص مسئلہ میں امام شافعی" کے ہمنوا ہیں اور اپنی مشہور تصنیف میں احناف کے اس استدلال پر عقلاً و نقلاً اتنے اشکال

وارد کئے جن اشکلات کو پیدا کرنے میں شوافع کی ذہانت بھی ناکام رہی، اور اس سلسلہ میں امام محمدؒ کی تفصیلی بحث، نیز علماء احناف کی تشفی بخش تقاریر پر مولانا مرحوم نے قلم تنسیخ کھینچ کر رکھدیا۔ گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو بقول شوافع ضعیف بھی تسلیم کر لیا جائے تو کم از کم اتنی حقیقت ضرور معلوم ہوتی ہے۔ کہ فقہ حنفی کی بنیاد الحمد للہ رائے پر نہیں بلکہ۔ احادیث و قرآن کے ذخیرے ہی پر ہے، بجز اس کے اور کیا کہا جائے کہ احناف پر اہل الرائے ہونے کا الزام فکر و نظر کی ہمواری کے ساتھ فقہ حنفی کے عمیق اور گہرے مطالعہ کے نہ ہونے کی علامت ہے ورنہ اگر انصاف کی نظر سے مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ مسلک حنفی حدیث کے خلاف نظر نہیں آئے گا۔ جن محقق عالم نے اس خاص باب میں اپنی عمر کا طویل حصہ صرف کیا وہ کہتے تھے کہ:

ہم نے اپنی عمر کے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ فقہ حنفی کے موافق حدیث ہونے کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جائے سو الحمد للہ اپنی تیس سال محنت اور تحقیق کے بعد اس بارے میں مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی حدیث کے مخالف نہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں مخالفین احناف جس درجہ کی حدیث رکھتے ہیں، کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسلک کی تائید میں ضرور موجود ہے۔ اور جس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس حدیث نہیں اور اس لئے وہ اجتہاد پر اس کی بنیاد رکھتے ہیں۔ وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں
حیات انور صفحہ (۲۴۴)

یہ خیالات امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے ہیں جن کا اظہار آپ اپنے درس میں اکثر فرماتے تھے جن دماغوں میں انصاف کی ادنیٰ سی تابانی موجود ہے وہ اس حقیقت کی تصدیق کریں گے۔

زیر نظر کتاب (زجاجۃ المصابیح) اس مقصد کو سامنے رکھ کر تالیف کی گئی ہے کہ "مشکوٰۃ شریف" کے طرز پر ان تمام احادیث کو جمع کیا جائے جن سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے مولف علامہ نے ہر باب کے شروع میں قرآنی آیت کو ذکر کرنے کے بعد مسلک حنفیہ کی مؤید

احادیث کو جمع کیا ہے۔ تمام احادیث سند و متن کے اعتبار سے نہایت قوی اور سلسلۂ رواۃ سلسلۃ الذہب ہے۔ احادیث متفق علیہ اور علی شرط شیخین ہیں۔ فٹ نوٹ میں مولانا نے اقوال حنفیہ کی تفصیل، فقہائے احناف کے اقوال عقائد کے مسائل کلام کے مباحث معارف الحدیث اور معارف القرآن کو تفصیل سے پیش کر کے کتاب کی قیمت کو ہر جہت سے بالا کر دیا ہے۔ فقہ حنفی پر اعتراضات کا جواب حدیث کی تعبیر متعین کرنے کے بعد فقہ حنفی کی وضاحت اس کتاب کی خصوصیت ہے۔

ذمہ داری کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ زجاجۃ المصابیح" فقہ حنفی کی موئدات میں اسی حیثیت کی مالک ہے جو فقہ شافعی میں مشکوٰۃ شریف کو حاصل ہے کتاب کی اصل قدر و قیمت مطالعہ کے بعد معلوم کی جاسکے گی۔

تبصرہ نگار، طلبہ اور مدرسین حضرات سے اس" انمول موتی" اور دُرِ نایاب" کے مطالعہ کی خاص طور پر سفارش کرتا ہے۔

شرح دستخط سید محمد انظر شاہ کشمیری

مطبوعہ
کاروان فائن آرٹ پرنٹنگ پریس
مچھلی کمان - حیدر آباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعہ تاریخ طباعت یوسف نامہ المعروف بہ گلدستۂ طریقت تصنیف حضرت عالم باعمل

حاجی مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی قادری دامت برکاتہم کا

تصنیف پاک حضرت عبداللہ شاہ صاحب — ہے عرف عام جس کا گلدستۂ طریقت
یوسفؑ کا ہے جو سورہ تفسیر ہے یہ اس کی — یہ احسن القصص ہے کوئی نہیں حکایت
ہر ایک حرف اس کا ہے راز معرفت کا — ہر ایک لفظ اس کا ہے کاشف حقیقت
نایاب ہے یہ نسخہ عرفاں کا ہے خزینہ — اہل نظر سے مخفی اس کی نہیں افادیت
تعریف اس کی کیا ہو توصیف اس کی کیا ہو — اقوال بے بہا ہیں انمول ہے نصیحت
فیضان کا چشمہ ذات گرامی ان کی — اللہ ان کو رکھے دم ان کا ہے غنیمت
ہم نقشبندیوں کے چشم و چراغ ہیں یہ — روشن کن نظر ہے نورانی ان کی صورت
اسرار معرفت کے دریا بہا رہے ہیں — ہیں اہل سلسلہ کے حق میں یہ ابر رحمت
حضرت بخاری شہؒ سے حضرت نے فیض پایا — فضل خدا سے حاصل ان کو ہوئی یہ نسبت
رتبہ ہے ان کا اعلیٰ ہیں فہم سے وہ بالا — تھے رہبر طریقت اور ماتل شریعت
اللہ نے کامیابی بخشی مجھے کہ میں نے — کی فکر سال لے کر نام شہ جماعت

کتنا علیم اچھا تاریخ کا ہے مصرع
اچھا ہوا ہے طبع یہ گلدستۂ طریقت

۱۳۷۱ھ

عرض کردہ محمد علیم الدین صدیقی جماعتی نقشبندی وظیفہ یاب اوّل تعلقدار وقار آباد

ابن حضرت محمد یداللہ صاحب صدیقی مرحوم و مغفور

DATE DUE

DUE	RETURNED

KING PRESS NO. 306

احادیث کو جمع کیا ہے … سلسلۂ رواۃ
سلسلۃ الذہب ہے … یں مولانا نے
اقوال حنفیہ کی تفصی … حت معارف
الحدیث اور معارف … ہت سے
بالا کر دیا ہے۔ نقر … کے بعد فقہ
حنفی کی وضاحت اہم …
ذمہ داری کے سا … یں اسی
حیثیت کی مالک … کی اصل قدر
وقیمت مطالعہ کے …
تبصرہ نگار، ط … نایاب"
کے مطالعہ کی خاص طو …

مطبوعہ

کاروان فائن آرٹ پرنٹنگ پریس

مچھلی کمان - حیدر آباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعۂ تاریخ طباعت یوسف نامہ المعروف بہ گلدستۂ طریقت تصنیف حضرت عالم باعمل حاجی مولٰنا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی قادری دام برکاتہم کا

تصنیف پاک حضرت عبداللہ شاہ صاحب — ہے عرف عام جس کا گلدستۂ طریقت
یوسفؑ کا ہے جو سورہ تفسیر ہے یہ اس کی — یہ احسن القصص ہے کوئی نہیں حکایت
ہر ایک حرف اس کا ہے راز معرفت کا — ہر ایک لفظ اس کا ہے کاشفِ حقیقت
نایاب ہے یہ نسخہ عرفاں کا ہے خزینہ — اہلِ نظر سے مخفی اس کی نہیں افادیت
تعریف اس کی کیا ہو توصیف اس کی کیا ہو — اقوال بے بہا ہیں انمول ہے نصیحت
فیضان کا چشمہ ذات گرامی ان کی — اللہ ان کو رکھے دم ان کا ہے غنیمت
ہم نقشبندیوں کے چشم و چراغ ہیں یہ — روشن کن نظر ہے نورانی ان کی صورت
اسرارِ معرفت کے دریا بہا رہے ہیں — ہیں اہل سلسلہ کے حق میں یہ ابرِ رحمت
حضرت بخاری شہؒ سے حضرت نے فیض پایا — فضل خدا سے حاصل ان کو ہوئی یہ نسبت
رتبہ ہے ان کا اعلیٰ ہیں فہم سے وہ بالا — تھے رہبر طریقت ۱۱ اور ماحی شریعت
اللہ نے کامیابی بخشی مجھے کہ میں نے — کی فکر سال لے کر نام شہ جماعت

کتنا علیم اچھا تاریخ کا ہے مصرع
اچھا ہوا ہے طبع یہ گلدستۂ طریقت

۱۳ ۷۱ھ

عرض کردہ محمد علیم الدین صدیقی جماعتی نقشبندی وظیفہ یاب اوّل تعلقدار قادر آباد
ابن حضرت محمد یداللہ صاحب صدیقی مرحوم و مغفور

حضرت مؤلف علّام رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر
(قابل دید تالیفات)

(۱) گلزار اولیا . . . . ہدیہ ۵ روپیہ سکہ ہند
(۲) علاج السالکین . . . . . ″ ۵ ″ ″ ″
(۳) کتاب المحبت . . . . . ″ ۸ ″ ″ ″
(۴) زجاجۃ المصابیح عربی مجموعہ احادیث حنفیہ مکمل پانچ جلد
جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم فی جلد ہدیہ ۲۰ روپیہ سکہ ہند
(۵) یوسف نامہ (تفسیر سورۃ سیدنا یوسف علیہ السلام طبع چہارم ″ ۲۵ ″ ″ ″
(۶) مواعظ حسنہ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ کے مکتوبات و ملفوظات کا مجموعہ حصہ اوّل ″ ۲۵ ″ ″ ″
(۷) ″ ″ ″ ″ ″ حصہ دوم ″ ۲۵ ″ ″ ″
(۸) قیامت نامہ طبع دوم . . . . . ۱۰ ″ ″ ″
(۹) نور المصابیح حصہ اوّل جلد اوّل طبع دوم ہدیہ ۱۸ روپے (۱۰) نور المصابیح حصہ دوم جلد اول ہدیہ ۲۵ روپے
(۱۱) ″ ″ ″ سوم ″ ″ ″ ۲۵ ″ (۱۲) ″ ″ پنجم ″ ″ ۱۵ ″
(۱۳) ″ ″ ہفتم ″ . . . . ″ ۱۵ ″
(۱۴) معراج نامہ . . . . . ۱۵ روپے (۱۵) سلوک مجددیہ . . . . ″ ۹ ″
(۱۶) شہادت نامہ . . . . . ۱۲ روپے (۱۷) میلاد نامہ . . . . ″ ۱۵ ″
(۱۸) فضائل رمضان . . . . . ۱۵ روپے (۱۹) فضائل نماز . . . . ″ ۱۲ ″
(۲۰) سوانح مبارک حضرت عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی القادری معہ وعظ مبارک و ارشادات

مینار بک ڈپو کے دیگر مطبوعات

○ تعلیم غوثیہ ۲۰ روپیہ، خطبات غوث اعظم ۲۴ روپے ○ صراط مستقیم
○ نصاب اہل خدمات شرعیہ ۱۵ روپے ○ نقشبند دکن ۱۵ روپے ○ رحمت عالم ۶ روپے ۵۰ پیسے

(نوٹ: اضلاع پر کتابیں بذریعہ وی پی روانہ کی جاتی ہیں)

مینار بک ڈپو بک سیلر اینڈ پبلیشرز چارکمان حیدرآباد